بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الفرائض

باب ۵۲۵ وراثت کے احکام کا بیان

۴۰۲۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ.

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کافر کا وارث ہوتا ہے نہ کافر مسلمان کا وارث ہوتا ہے۔

۴۰۲۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ وَهُوَ النَّرْسِيُّ قَالَ نَا وُهَيْبٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذوی الفروض کو ان کے (مقرر کردہ) حصص دے دو اس کے بعد جو باقی بچے وہ اس مرد کا حصہ ہے جو میت کا سب سے زیادہ قریب (عصبہ) ہو۔

۴۰۳۰ - حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ الْعَيْشِيُّ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذوی الفروض کو ان کے (مقرر کردہ) حصص دے دو اور ذوی الفروض جو ترکہ چھوڑیں وہ اس مرد کا حصہ ہے جو میت کا سب سے زیادہ قریب (عصبہ) ہو۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ، رَجُلٍ ذَكَرٍ.

۴۰۳۱ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ إِسْحَاقُ نَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْسِمُوا الْمَالَ بَيْنَ أَهْلِ الْفَرَائِضِ عَلَى كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالَى فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذوی الفروض کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق مال تقسیم کرو اور ذوالفروض جو مال چھوڑیں وہ اس مرد کا حصہ ہے جو میت کا سب سے قریب (عصبہ) ہو۔

۴۰۳۲ - وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَبُو كُرَيْبٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ وُهَيْبٍ وَرَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ.

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح منقول ہے۔

ذوی الفروض میت کے وہ رشتہ دار ہیں جن کے حصص قرآن مجید میں مقرر ہیں، یہ چار مرد ہیں (۱) باپ (۲) دادا (۳) شوہر (۴) اخیافی بھائی یعنی ماں شریک بھائی، اور آٹھ عورتیں ہیں (۱) بیٹی (۲) پوتی (۳) حقیقی بہن (۴) علاتی بہن یعنی باپ شریک بہن (۵) اخیافی یعنی ماں شریک بہن (۶) بیوی (۷) ماں (۸) دادی یا نانی۔ اور جو میت کے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہوں وہ عصبہ ہیں جیسے میت کا بیٹا، پوتا، بھائی اور چچا وغیرہ (ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو ترکہ بچے وہ عصبہ کو مل جاتا ہے)

۴۰۳۳ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بُكَيْرٍ النَّاقِدُ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ مَرِضْتُ فَأَتَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ يَعُودَانِي مَاشِيَانِ فَأُغْمِيَ عَلَيَّ فَتَوَضَّأَ رَسُولُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بیمار ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر میری عیادت کے لیے پیدل چل کر تشریف لائے اس وقت مجھ پر بے ہوشی طاری تھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کر کے وضو کا بچا ہوا پانی مجھ پر ڈالا پس مجھے ہوش آگیا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے مال کو کس طرح تقسیم کروں؟ آپ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ آیت میراث

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَبَّ عَلَيَّ مِنْ وَضُوْئِهٖ فَاَفَقْتُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ اَقْضِيْ فِيْ مَالِيْ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ شَيْئًا حَتّٰى نَزَلَتْ اٰيَةُ الْمِيْرَاثِ يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلَالَةِ۔

نازل ہوگئی یستفتونك قل الله یفتیکم فی الکلالۃ۔ آپ سے حکم پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ اللہ تم کو کلالہ (کی میراث) میں حکم دیتا ہے۔

۴۰۳۴۔ **حَدَّثَنِيْ** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ عَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ بَنِيْ سَلِمَةَ يَمْشِيَانِ فَوَجَدَانِيْ لَا اَعْقِلُ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ رَشَّ عَلَيَّ مِنْهُ فَاَفَقْتُ فَقُلْتُ كَيْفَ اَصْنَعُ فِيْ مَالِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَنَزَلَتْ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر پیدل چل کر بنو سلمہ میں میری عیادت کے لیے تشریف لائے، انھوں نے مجھے بے ہوش پایا، پس آپ نے پانی منگا کر وضو فرمایا! پھر مجھ پر اس پانی سے چھینٹے ڈالے جس سے مجھے ہوش آگیا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنے مال کو کس طرح تقسیم کروں؟ تو یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) اللہ تمہاری اولاد میں تمہیں (یہ) حکم دیتا ہے مرد کے لیے عورت کا دوگنا حصہ ہے۔

۴۰۳۵۔ **حَدَّثَنَا** عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ عَادَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَرِيْضٌ وَّمَعَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَاشِيَيْنِ فَوَجَدَنِيْ قَدْ اُغْمِيَ عَلَيَّ فَتَوَضَّاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَبَّ عَلَيَّ مِنْ وَضُوْئِهٖ فَاَفَقْتُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں بیمار تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر پیدل چل کر میری عیادت کے لیے تشریف لائے، آپ نے مجھے بے ہوشی کے حال میں پایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور مجھ پر وضو کا بچا ہوا پانی ڈالا، جب مجھے ہوش آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنے مال کو کس طرح تقسیم کروں؟ آپ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا حتی کہ آیت میراث نازل ہوگئی۔

فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ أَصْنَعُ فِي مَالِي قَالَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ شَيْئًا حَتَّى نَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ.

٤٠٣٦ - **حَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَرِيضٌ لَا أَعْقِلُ فَتَوَضَّأَ فَصَبُّوا عَلَيَّ مِنْ وَضُوئِهِ فَعَقَلْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا يَرِثُنِي كَلَالَةٌ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ فَقُلْتُ لِمُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ قَالَ هَكَذَا أُنْزِلَتْ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے درآں حالیکہ میں بیمار اور بے ہوش تھا، آپ نے وضو کیا اور لوگوں نے آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی مجھ پر ڈالا، پس مجھے ہوش آ گیا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا وارث کلالہ ہوگا، پس آیت میراث نازل ہو گئی، شعبہ کہتے ہیں میں نے محمد بن منکدر سے کہا یستفتونك قل الله يفتيكم في الكلالة، انھوں نے کہا ہاں یہی آیت نازل ہوئی تھی۔

٤٠٣٧ - **حَدَّثَنَا** إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ وَأَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ فِي حَدِيثِ وَهْبِ ابْنِ جَرِيرٍ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْفَرَائِضِ وَفِي حَدِيثِ النَّضْرِ وَالْعَقَدِيِّ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْفَرْضِ وَلَيْسَ فِي رِوَايَةِ أَحَدٍ مِنْهُمْ قَوْلُ شُعْبَةَ لِابْنِ الْمُنْكَدِرِ.

وہب بن جریر کی سند سے مروی ہے آیت فرائض نازل ہوئی، نضر اور عقدی کی روایت ہے آیت فرض نازل ہوئی اور ان میں سے کسی کی روایت میں محمد بن منکدر سے شعبہ کا استفسار نہیں ہے۔

٤٠٣٨ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَاللَّفْظُ

معدان بن ابی طلحہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے جمعہ کے دن خطبہ دیا اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت

لِابْنِ مُثَنّٰی قَالَا نَا یَحْیٰی بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا هِشَامٌ قَالَ نَا قَتَادَةُ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ خَطَبَ یَوْمَ جُمُعَةٍ فَذَكَرَ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ اَبَا بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ ثُمَّ قَالَ اِنِّیْ لَا اَدَعُ بَعْدِیْ شَیْئًا اَهَمَّ عِنْدِیْ مِنَ الْكَلَالَةِ مَا رَاجَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ شَیْءٍ مَا رَاجَعْتُهٗ فِی الْكَلَالَةِ وَمَا اَغْلَظَ لِیْ فِیْ شَیْءٍ مَا اَغْلَظَ لِیْ فِیْهِ حَتّٰی طَعَنَ بِاِصْبَعِهٖ فِیْ صَدْرِیْ وَقَالَ یَا عُمَرُ اَلَا تَكْفِیْكَ اٰیَةُ الصَّیْفِ الَّتِیْ فِیْ اٰخِرِ سُوْرَةِ النِّسَآءِ وَاِنِّیْ اِنْ اَعِشْ اَقْضِ فِیْهَا بِقَضِیَّةٍ یَقْضِیْ بِهَا مَنْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَمَنْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ۔

ابوبکر کا ذکر کیا پھر کہا میں اپنے بعد کسی ایسی چیز کو نہیں چھوڑ کر جا رہا جو میرے نزدیک کلالہ سے زیادہ اہم ہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کے متعلق اتنا رجوع نہیں کیا جتنا کلالہ کے مسئلہ میں آپ سے رجوع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کے جواب میں مجھ پر اتنی سختی نہیں کی جتنی کلالہ کے بارے میں کی حتی کہ آپ نے اپنی انگشت مبارک میرے سینے میں چبھو کر فرمایا: اے عمر! کیا تمہارے لیے سورۂ نساء کے آخر میں آیت صیف کافی نہیں ہے؟ پھر حضرت عمر نے فرمایا: اگر میں زندہ رہا تو میں کلالہ کے بارے میں ایسا فیصلہ کر جاؤں گا جس کے مطابق ہر شخص فیصلہ کر سکے گا خواہ وہ قرآن مجید پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو۔

۴۰۳۹۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ عُلَیَّةَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ عَرُوْبَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ وَابْنُ رَافِعٍ عَنْ شَبَابَةَ بْنِ سَوَّارٍ عَنْ شُعْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

دو اور سندوں سے بھی یہ روایت اسی طرح مروی ہے۔

۴۰۴۰۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں قرآن مجید

نَا وَكِيْعٌ عَنِ ابْنِ اَبِیْ خَالِدٍ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اٰخِرُ اٰيَةٍ اُنْزِلَتْ مِنَ الْقُرْاٰنِ يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ۔

کی جو آخری آیت نازل ہوئی وہ یہ ہے: یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ۔

۴۰۴۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی وَ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ اٰخِرُ اٰيَةٍ اُنْزِلَتْ اٰيَةُ الْكَلٰلَةِ وَ اٰخِرُ سُوْرَةٍ اُنْزِلَتْ بَرَآءَةٌ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آخری آیت، آیت کلالہ ہے، اور آخری سورت، سورۂ براءۃ ہے۔

۴۰۴۲۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِیُّ قَالَ اَنَا عِيْسٰی وَ هُوَ ابْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا زَكَرِيَّا عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ اٰخِرَ سُوْرَةٍ اُنْزِلَتْ تَامَّةً سُوْرَةُ التَّوْبَةِ وَ اَنَّ اٰخِرَ اٰيَةٍ اُنْزِلَتْ اٰيَةُ الْكَلٰلَةِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو پوری سورت آخر میں نازل ہوئی وہ سورۂ توبہ ہے اور آخری نازل ہونے والی آیت، آیت کلالہ ہے۔

(کلالہ اس شخص کو کہتے ہیں جو فوت ہو جائے اور اس کے والدین ہوں نہ اولاد)

۴۰۴۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا يَحْيٰی يَعْنِی ابْنَ اٰدَمَ قَالَ نَا عَمَّارٌ وَ هُوَ ابْنُ رُزَيْقٍ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ بِمِثْلِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اٰخِرُ سُوْرَةٍ اُنْزِلَتْ كَامِلَةً۔

حضرت براء بن عازب سے اس کی مثل ایک اور روایت ہے اور اس میں تامہ کی بجائے کاملہ کا لفظ ہے۔

۴۰۴۴۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِیُّ قَالَ نَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنْ اَبِی السَّفَرِ عَنِ الْبَرَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اٰخِرُ اٰيَةٍ اُنْزِلَتْ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا آخری نازل ہونے والی آیت یستفتونک ہے۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ .

۴۰۴۵ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ صَفْوَانَ الْاُمَوِيُّ عَنْ يُوْنُسَ الْاَيْلِيِّ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ الْمَيِّتِ عَلَيْهِ الدَّيْنُ فَيَسْئَلُ هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهٖ مِنْ قَضَاءٍ فَاِنْ حُدِّثَ اَنَّهٗ تَرَكَ وَفَاءً صَلّٰى عَلَيْهِ وَاِلَّا قَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْفُتُوْحَ قَالَ اَنَا اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ فَمَنْ تُوُفِّيَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَعَلَيَّ قَضَاءُهٗ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَهُوَ لِوَرَثَتِهٖ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی ایسے شخص کا جنازہ لایا جاتا جس پر قرض ہوتا تو آپ پوچھتے کیا اس نے اتنا مال چھوڑا ہے جس سے قرض ادا ہو سکے؟ اگر بتایا جاتا کہ اس نے اتنا مال چھوڑا ہے تو آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیتے ورنہ فرما دیتے تم اپنے ساتھی کی نماز پڑھ لو، پھر جب اللہ تعالیٰ نے فتوحات کے ذریعہ آپ پر کشادگی فرمائی تو آپ نے فرمایا مسلمانوں پر ان کی جانوں سے زیادہ تصرف کرنے کا مجھے حق ہے پس جو شخص قرض چھوڑ کر فوت ہوا، اس کا قرض میرے ذمہ ہے اور جس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کا ہے۔

۴۰۴۶ - وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ ثَنَا ابْنُ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيْثِ .

تین دیگر اسانید سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے

۴۰۴۷ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ وَرْقَاءُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے روئے زمین پر جو مسلمان بھی ہے دوسرے

هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنْ عَلَى الْأَرْضِ مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِهِ فَأَيُّكُمْ مَا تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَأَنَا مَوْلَاهُ وَأَيُّكُمْ تَرَكَ مَالًا فَإِلَى الْعَصَبَةِ مَنْ كَانَ۔

لوگوں کی بہ نسبت اس کا زیادہ ولی میں ہوں تم میں سے جو شخص قرض یا بال بچے چھوڑ کر فوت ہوا اس کا میں کفیل ہوں اور جو شخص مال چھوڑ کر فوت ہوا تو وہ اس کے وارثوں کا ہے خواہ وہ جو بھی ہوں۔

۴۰۴۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِالْمُؤْمِنِينَ فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَأَيُّكُمْ مَا تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيْعَةً فَادْعُونِي فَأَنَا وَلِيُّهُ وَأَيُّكُمْ مَا تَرَكَ مَالًا فَلْيُؤْثَرْ بِمَالِهِ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتاب اللہ کے مطابق دوسرے لوگوں کی بہ نسبت مسلمانوں کا زیادہ ولی میں ہوں، پس تم میں سے جو شخص قرض یا بال بچے چھوڑ کر فوت ہوا تو مجھے بلاؤ ان کا کفیل میں ہوں۔ اور جو شخص مال چھوڑ کر فوت ہوا تو اس کے جو بھی رشتہ دار ہیں وہ اس کا مال لے لیں۔

۴۰۴۹- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَإِلَيْنَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جس نے بال بچے چھوڑے وہ ہمارے ذمہ ہیں۔

۴۰۵۰- حَدَّثَنِيهِ أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا غُنْدَرٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا

شعبہ نے اسی سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے اور اس میں ہے اس نے جو بال بچے چھوڑے ان کا ولی میں ہوں۔

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ قَالَا نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ غُنْدَرٍ، فَمَنْ تَرَكَ كَلًّا وَلِيْتُهٗ۔

فرائض کا لغوی معنی

علامہ نووی لکھتے ہیں: فرائض فریضہ کی جمع ہے اور یہ فرض سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے تقدیر، چونکہ وراثت میں حصص مقدر اور مقرر ہوتے ہیں اس لیے ان کو فرض کہتے ہیں، اور میراث، ارث سے ماخوذ ہے، ارث کا لغوی معنی عاقبت ہے اور اصطلاح میں اس کا معنی ہے املاک کا ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہونا۔

مسلمان اور کافر کی ایک دوسرے کی وراثت میں مذاہب

حدیث نمبر ۴۰۲۸ میں ہے "مسلمان کافر کا وارث ہوتا ہے نہ کافر مسلمان کا"۔

علامہ نووی لکھتے ہیں مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا اور جمہور صحابہ اور فقہاء تابعین اور بعد کے علماء کے نزدیک مسلمان بھی کافر کا وارث نہیں ہوتا، البتہ حضرت معاذ بن جبل، سعید بن مسیب، مسروق اور بعض فقہاء کے نزدیک مسلمان کافر کا وارث ہو جاتا ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ "الاسلام یعلو ولا یعلی علیہ" "اسلام غالب ہوتا ہے اور مغلوب نہیں ہوتا، اور جمہور کی دلیل یہ صحیح اور صریح حدیث ہے اور "الاسلام یعلو ولا یعلی علیہ" میں ان کی دلیل نہیں ہے کیونکہ اس میں مسئلہ میراث سے تعرض نہیں کیا گیا پس اس کی وجہ سے اس صحیح اور صریح حدیث کو کس طرح ترک کیا جا سکتا ہے؟ اور ممکن ہے ان فقہاء کو یہ حدیث نہ پہنچی ہو۔

مرتد کے متعلق اجماع ہے کہ وہ مسلمان کا وارث نہیں ہوتا، امام شافعی، امام مالک، ربیعہ اور ابن ابی لیلیٰ وغیرہ کے نزدیک مسلمان بھی مرتد کا وارث نہیں ہوتا، بلکہ اس کا مال مسلمانوں کے لیے فئی ہے، امام ابوحنیفہ، اوزاعی، اسحٰق اور کوفہ کے دیگر فقہاء کا قول یہ ہے کہ مرتد کے مسلمان ورثاء اس کے وارث ہو جاتے ہیں، حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور اسلاف کا یہی مسلک ہے البتہ ثوری اور امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ جو مال اس نے زمانہ ارتداد میں کمایا وہ مسلمانوں کا ہے اور دوسروں نے یہ کہا کہ اس کا تمام ترکہ اس کے مسلمان وارثوں کا ہے۔

کفار مثلاً یہودی اور عیسائی وغیرہ کے ایک دوسرے کے وارث ہونے کے متعلق امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہاء یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک دوسرے کے وارث ہو سکتے ہیں، اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے، نیز امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ حربی اور ذمی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔[1]

اصحاب الفروض اور عصبات کے حصص اور ان کی ترتیب کے بیان کو ہم نے چھوڑ دیا ہے کیونکہ ان کو فرائض کی کتابوں سے ہی کما حقہ سمجھا جا سکتا ہے۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲-۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنا

حدیث نمبر ۴۰۳۳ میں ہے "حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جابر کی عیادت کے لیے گئے وہ بے ہوش تھے، آپ نے وضو کیا اور وضو کا پانی حضرت جابر پر ڈالا وہ ہوش میں آگئے" علامہ نووی لکھتے ہیں اس حدیث میں صالحین کی استعمال شدہ اشیاء اور آثار سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کے آثار کا ظہور ہے اور ہمارے فقہاء نے اس حدیث سے وضوء کے مستعمل پانی کے طاہر ہونے پر استدلال کیا ہے، اور اس میں امام ابو یوسف کے قول کا رد ہے جو اس کو نجس کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ کا بھی ایک قول نجاست کا ہے۔ لیکن اس استدلال پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جو پانی ڈالا گیا وہ مستعمل پانی نہیں تھا کیونکہ مستعمل پانی وہ ہے جو جسم سے ٹپک کر گرا ہو، لیکن اس کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ برکت اسی پانی میں تھی جو آپ کے جسم اطہر سے ٹپک کر گرا تھا۔ [1]

امام ابو حنیفہ نے جو یہ کہا ہے کہ وضوء کا استعمال شدہ پانی نجس ہوتا ہے یہ ان کا ایک قول ہے اور اس پر فتویٰ نہیں ہے اور ان کا یہ قول العیاذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کے بارے میں نہیں ہے کہ یہ حدیث ان کے خلاف ہو، کیونکہ امام ابو حنیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فضلات کو طاہر قرار دیتے ہیں، علامہ عینی[2] اور علامہ ابن عابدین شامی[3] نے اس کی تصریح کی ہے۔ لہٰذا علماء شافعیہ کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے۔ شرح صحیح مسلم جلد اول اور جلد ثانی میں ہم اس پر تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں۔

کلالہ کی تعریف

حدیث نمبر ۴۰۳۸ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلالہ کی تفسیر دریافت کرنے پر سختی کی، سختی کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر یا دوسرے لوگ ان تصریحات پر اکتفاء کر کے استنباط اور اجتہاد کو ترک نہ کر دیں۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ کلالہ کی تفسیر میں علماء کے کئی قول ہیں۔ (۱) اس میت کے وارثوں کو کلالہ کہتے ہیں جس کی اولاد ہو نہ والد۔ (۲) کلالہ اس میت کو کہتے ہیں جس کا والد ہو نہ اولاد۔ یہ تفسیر حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین سے منقول ہے۔ (۳) جن ورثہ میں اولاد اور والد نہ ہو ان کو کلالہ کہتے ہیں۔ (۴) مال موروث کو کلالہ کہتے ہیں۔ [4]

حدیث نمبر ۴۰۴۵ میں ہے "جس شخص نے قرض اور اولاد چھوڑی اس کا کفیل میں ہوں اور جس شخص نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کا ہے" علامہ نووی کہتے ہیں ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت المال سے یہ قرض ادا کرتے تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاص اپنے مال سے یہ قرض ادا کرتے تھے، جو شخص قرض چھوڑ کر فوت ہو اس کے بارے میں فقہاء شافعیہ کے دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس کے قرض کو ادا کرنا بیت المال پر واجب ہے"

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ،
[2] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ
[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۹۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ
[4] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اور ایک قول یہ ہے کہ بیت المال پر واجب نہیں ہے۔ [۱]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الہبات

باب ۵۳۶ كَرَاهَةِ شِرَاءِ الْإِنْسَانِ مَا تَصَدَّقَ بِهٖ مِمَّنْ تَصَدَّقَ عَلَيْهِ

صدقہ کی ہوئی چیز کو خریدنے کی کراہت

۴۰۵۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ عَتِيْقٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَضَاعَهٗ صَاحِبُهٗ فَظَنَنْتُ اَنَّهٗ بَائِعُهٗ بِرُخْصٍ فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لَا تَبْتَعْهُ وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ فَاِنَّ الْعَائِدَ فِيْ صَدَقَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ

اسلم کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے ایک عمدہ گھوڑا اللہ کے راستے میں دے دیا، اور جس کو دیا تھا اس نے اس کو ضائع کر دیا، میں نے سوچا کہ یہ کم قیمت میں گھوڑا فروخت کر دے گا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں پوچھا، آپ نے فرمایا اس کو مت خریدو، اور اپنے صدقے میں رجوع نہ کرو، کیونکہ صدقہ میں رجوع کرنا اس طرح ہے جیسے کتا قے کر کے کھا لیتا ہے۔

۴۰۵۲ - وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَ

مالک بن انس نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں: اگر وہ تم کو ایک درہم میں دے پھر بھی اس کو مت خریدو۔

[۱] علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

زَادَ لَا تَبْتَعْهُ وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ

۴۰۵۳ - حَدَّثَنِي أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ قَالَ نَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ قَالَ نَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَوَجَدَهُ عِنْدَ صَاحِبِهِ وَقَدْ أَضَاعَهُ وَكَانَ قَلِيلَ الْمَالِ فَأَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَهُ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ لَا تَشْتَرِهِ وَإِنْ أُعْطِيتَهُ بِدِرْهَمٍ فَإِنَّ مَثَلَ الْعَائِدِ فِي صَدَقَتِهِ كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ۔

اسلم کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کے راستے میں ایک گھوڑا دیا پھر انھوں نے دیکھا اس کے مالک نے اس کو ضائع کر دیا تھا، وہ شخص تنگ دست تھا حضرت عمر نے ارادہ کیا اس سے گھوڑا خرید لیں، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا اس کو مت خریدو خواہ وہ تمہیں ایک درہم کا دیا جائے، کیونکہ صدقہ میں رجوع کرنے والا شخص اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے کھا لے۔

۴۰۵۴ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ مَالِكٍ وَرَوْحٍ أَتَمُّ وَأَكْثَرُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح مروی ہے۔

۴۰۵۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَوَجَدَهُ يُبَاعُ فَأَرَادَ أَنْ يَبْتَاعَهُ فَسَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ لَا تَبْتَعْهُ وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اللہ کے راستے میں ایک گھوڑا دے دیا، پھر انھوں نے وہ گھوڑا فروخت ہوتے ہوئے دیکھا، انھوں نے اس کو خریدنا چاہا، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھا، آپ نے فرمایا اس کو مت خریدو اور اپنے صدقہ میں رجوع مت کرو۔

۴۰۵۶ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ جَمِيعًا عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عمر سے یہ حدیث مروی ہے۔

قَالَ وَحَدَّثَنَا الْمُقَدَّمِيُّ وَ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَا نَا يَحْيٰى وَ هُوَ الْقَطَّانُ ح قَالَ وَثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ ثَنَا اَبِي ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ كِلَاهُمَا عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَالِكٍ۔

۵۷ ۳۰ ۔ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِعَبْدٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ رَاٰهَا تُبَاعُ فَاَرَادَ اَنْ يَشْتَرِيَهَا فَسَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ يَا عُمَرُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے اللہ کے راستہ میں ایک گھوڑا دیا پھر دیکھا کہ وہ گھوڑا فروخت ہو رہا ہے۔ انھوں نے اس کو خریدنا چاہا اور اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اپنے صدقہ میں رجوع مت کرو۔

ف: علامہ نووی لکھتے ہیں صدقہ کی ہوئی چیز کو خریدنا مکروہ تنزیہی ہے مکروہ تحریمی نہیں ہے، اسی طرح اپنے اختیار سے اس چیز کو ملک میں لینا مکروہ تنزیہی ہے لیکن اگر وہ چیز اس کو وراثت میں مل جائے یا کسی تیسرے شخص سے اس چیز کو خریدے پھر کوئی کراہت نہیں ہے، یہ ہمارا مذہب ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے اور بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔

بَابُ ۵۲ تَحْرِيْمِ الرُّجُوْعِ فِي الصَّدَقَةِ

صدقہ میں رجوع کی حرمت

۵۸ ۳۰ ۔ حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى الرَّازِيُّ وَ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَا اَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ اَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صدقہ کر کے رجوع کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کتا قے کرے پھر اپنی قے میں رجوع کر کے اس کو کھا لے۔

تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الَّذِیْ يَرْجِعُ فِیْ صَدَقَتِهٖ كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَقِیْءُ ثُمَّ يَعُوْدُ فِیْ قَيْئِهٖ فَيَاْكُلُهٗ۔

۴۰۵۹- وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ اَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَيْنِ يَذْكُرُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے

۴۰۶۰- وَحَدَّثَنِیْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ نَا حَرْبٌ قَالَ حَدَّثَنِیْ يَحْيٰی وَهُوَ ابْنُ اَبِیْ كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَمْرٍو اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ فَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهٗ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِهِمْ۔

ایک دیگر سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۴۰۶۱- وَحَدَّثَنِیْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِیُّ وَاَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰی قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ سَعِيْدَ ابْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا مَثَلُ الَّذِیْ يَتَصَدَّقُ بِصَدَقَتِهٖ ثُمَّ يَعُوْدُ فِیْ صَدَقَتِهٖ كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَقِیْءُ ثُمَّ يَاْكُلُ قَيْئَهٗ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صدقہ کرے پھر اپنے صدقے میں رجوع کرے اس کی مثال اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے اپنی قے کو کھاتا ہے۔

۴۰۶۲- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ہبہ میں رجوع کرنے

جَعْفَرٌ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ
تعالی عنهما عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ ۔

والا اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قے میں رجوع کرے۔

۴۰۶۳ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا ابْنُ اَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهُ ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۴۰۶۴ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ اَنَا الْمَخْزُومِيُّ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَقِيءُ ثُمَّ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ہبہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کرے پھر اپنی قے میں رجوع کرے۔

ہبہ کی تعریف اور اس کے احکام

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں: ہبہ کا لغوی معنی ہے غیر پر تفضل کرنا اور اصطلاح شرع میں کسی چیز کو بلا عوض دینا ہبہ ہے۔ ہبہ کی صحت کی شرائط یہ ہیں کہ جو چیز ہبہ کی جائے وہ مقبوض ہو، غیر منقسم اور غیر مشغول ہو، ہبہ کے دو رکن ہیں ایجاب اور قبول۔[1]

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی لکھتے ہیں: ہبہ میں قبول بالقول بھی ہوتا ہے اور بالفعل بھی ہوتا ہے۔[2]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: تاتارخانیہ میں ہے ہبہ قبضہ کے بغیر مکمل نہیں ہوتا اور قبضہ کی دو قسمیں ہیں حقیقی اور حکمی، حقیقی تو ظاہر ہے اور حکمی تخلیہ سے ہوتا ہے۔ علامہ شامی کہتے ہیں کہ طریق تخلیہ سے قبضہ کرنا بالخصوص امام محمد کا قول ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک تخلیہ قبضہ نہیں ہے۔[3]

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں کہ قبضہ پر قدرت بھی قبضہ کی مثل ہے حتیٰ کہ اگر کسی نے مقفل صندوق میں کپڑے ہبہ کیے

---

[1] علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۴ ص [illegible] ۹۹۹ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۷ ص ۲۸۵ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

[3] علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق علی البحر ج ۷ ص ۲۸۵، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

اور صندوق اس کو دے دیا تو یہ قبضہ نہیں ہے کیونکہ وہ قبضہ پر قادر نہیں ہے اور اگر صندوق کھلا ہوا ہو تو یہ قبضہ ہے کیونکہ وہ قبضہ کرنے پر قادر ہے۔ (قبض عکمی اور تخلیہ سے اس قسم کی صورت مراد ہے۔ سعیدی) ۔ [1]

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: جس کو ہبہ کیا گیا ہے اگر وہ ہبہ کے عوض کوئی چیز دے دے یا ہبہ میں کوئی متصل زیادتی کر دے (مثلاً زمین ہبہ کی جائے اور اس میں مکان بنا دے یا درخت لگا دے) یا فریقین میں سے کوئی فوت ہو جائے یا وہ چیز موہوب کی ملک سے نکل جائے تو ان صورتوں میں ہبہ لازم ہو جاتا ہے اور اب اس سے واہب کا رجوع کرنا صحیح نہیں ہے۔ [2]

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ زوجیت بھی رجوع کرنے سے مانع ہے، شوہر بیوی کو یا بیوی شوہر کو جو چیز ہبہ کرے اس میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے، البتہ نکاح سے پہلے ہبہ اور جہیز کی چیزوں میں رجوع کرنا جائز ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے۔ (رد المحتار ج ۴ ص ۵۱۸ مطبوعہ بیروت)

ہبہ سے رجوع کرنے میں فقہاء کے نظریات

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: قبضہ کے بعد ہبہ سے رجوع کرنا حرام ہے البتہ اولاد یا اولاد در اولاد کو ہبہ کر کے رجوع کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حضرت نعمان بن بشیر کی حدیث سے ثابت ہے۔ بھائیوں، چچاؤں اور دیگر ذوی الارحام کو ہبہ کر کے رجوع نہیں کیا جا سکتا۔ یہ امام شافعی کا مذہب ہے۔ امام مالک اور اوزاعی کا بھی یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ والد اور محرم کے سوا ہر واہب رجوع کر سکتا ہے۔ [3]

ہبہ سے رجوع کرنے میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ ہبہ کرنے والا اجنبی [5] کو کوئی چیز دے کر ہبہ سے رجوع کر سکتا ہے جب تک وہ چیز قائم (سلامت) ہو اور اس نے اس کے عوض کوئی چیز نہ لی ہو، سعید بن مسیب، عمر بن عبد العزیز، قاضی شریح، اسود بن یزید، حسن بصری، نخعی اور شعبی کا بھی یہی قول ہے، اور حضرت عمر بن الخطاب حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت ابوہریرہ، اور حضرت فضالہ بن عبید سے بھی یہی مروی ہے۔ اور جس حدیث میں یہ ہے "ہبہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے میں رجوع کرے" اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس تشبیہ سے ظاہری قباحت مراد ہے، کیونکہ یہ حسن اخلاق اور مروت کے خلاف ہے اس سے شرعی قباحت مراد نہیں ہے، کیونکہ کتا حلال اور حرام کا مکلف نہیں ہے۔ پس ہبہ میں رجوع کرنے کا عمل اس طرح گھناؤنا ہے، جس طرح کتے کا قے میں رجوع کرنا گھناؤنا ہے۔ اس وجہ سے یہ فعل مکروہ (تنزیہی) ہے۔ [4]

ہبہ میں رجوع کرنے کے جواز پر احادیث

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

---

[1] علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار، ج ۴ ص ۵۰۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۲۸۹ مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

[4] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۴۹ - ۱۴۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[5] اجنبی کی قید احترازی ہے کیونکہ ذو رحم محرم اور شوہر یا بیوی کو کوئی چیز ہبہ کر دی جائے اور اس پر وہ قبضہ کر لے تو پھر اس ہبہ سے رجوع کرنا فقہاء احناف کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل احق بھبتہ مالم یثب منھا۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان جب تک ہبہ کا عوض نہ لے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

امام حاکم روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر رضی اللہ عنھما عن النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم قال من وھب بھبتہ فھو احق بھا مالم یثب منھا ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کوئی چیز ہبہ کی وہ اس کا اس وقت تک زیادہ حقدار ہے جب تک اس کا عوض نہ لے۔ یہ حدیث امام بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے لیکن انہوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔[3]

امام ابن ماجہ اور امام حاکم کی بیان کردہ روایات کو امام دارقطنی نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

نیز امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن علی رضی اللہ عنہ قال الرجل احق بھبتہ مالم یثب منھا۔[5]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں آدمی جب تک عوض نہ لے وہ اپنے ہبہ کا زیادہ حقدار ہے۔

عن سمرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کانت الھبۃ لذی محرم لم یرجع فیھا۔[6]

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ذی رحم محرم کو ہبہ کرے تو اس سے رجوع نہ کرے۔

یہ حدیث احناف کے اس موقف پر دلیل ہے کہ اولاد اور دیگر محارم کو ہبہ کرنے کے بعد رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من وھب ھبۃ فارتجع بھا فھو احق بھا مالم یثب منھا ولکنہ کالکلب یعود فی قیئہ۔[7]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہبہ کر کے رجوع کیا تو وہ جب تک عوض نہ لے اس کا زیادہ حقدار ہے لیکن وہ اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے میں رجوع کرے۔

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۷۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ ھ، المستدرک ج ۲ ص ۵۲ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، لسان المیزان ج ۱ ص ۲۷۵ مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت

[4] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ ھ، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۴۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[5] 〃 〃 〃 سنن دارقطنی ج ۳ ص ۴۴، 〃 〃

[6] 〃 〃 〃 سنن دارقطنی ج ۳ ص ۴۴، 〃 〃

[7] 〃 〃 〃 سنن دارقطنی ج ۳ ص ۴۴، 〃 〃

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابراھیم عن عمر قال: ھو احق بھا مالم یثب منھا او یستھلکھا او یموت احدھما۔[1]

ابراہیم کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہبہ کرنے والا، ہبہ کا زیادہ حق دار ہے جب تک وہ اس چیز کا عوض نہ دے یا وہ چیز ہلاک (ضائع) نہ ہو یا فریقین میں سے کسی کی موت نہ ہو۔

عن ابن جریر قال، کتب عمر بن عبدالعزیز اذا استھلکت الھبۃ او یثب منھا او وھبت لذی محرم فلیس لہ ان یرجع۔[2]

ابن جریر کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے لکھا کہ جب ہبہ ضائع ہو جائے یا محرم کو ہبہ کیا جائے تو اس میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

ان عمر بن عبد العزیز کتب فی رجل وھب ھبۃ لرجل، فاسترجعھا صاحبھا فکتب ان یرد الیہ علانیۃ کما وھبھا علانیۃ۔[3]

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے لکھا جو شخص کسی کو ہبہ کر کے اس سے واپس لے لے اس کو چاہیے کہ وہ اس سے علی الاعلان واپس لے جس طرح علی الاعلان ہبہ کیا تھا۔

عن طاؤس وعن الشعبی قالا فی الھبۃ: اذا استھلکت فلا رجوع فیھا۔[4]

طاؤس اور شعبی ہبہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ جب کوئی چیز ہلاک ہو جائے تو اس میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

جمہور کی دلیل کا جواب

جمہور کا استدلال امام ابو داؤد کی اس روایت سے ہے:

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یحل لرجل ان یعطی ھبۃ فیرجع فیھا الا الوالد فیما یعطی ولدہ ومثل الذی یعطی العطیۃ ثم یرجع فیھا کمثل الکلب یاکل فاذا شبع قاء ثم عاد فی قیئہ۔[5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ہبہ کر کے اس میں رجوع کرے اور نہ والد اولاد سے رجوع کرے اور جو شخص کوئی عطیہ دے پھر اس میں رجوع کرے وہ اس کتے کی طرح ہے جو کھائے اور جب سیر ہو جائے تو قے کرے پھر اپنی قے میں رجوع کرے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں: امام طحاوی نے کہا ہے کہ لا یحل تحریم کو مستلزم نہیں اور یہ اس طرح ہے جیسے حدیث میں ہے لا تحل الصدقۃ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ غنی کے لیے صدقہ اس

---

[1] امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۷ ص ۴۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " " ، المصنف ج ۷ ص ۴۹-۴۸، " " " "

[3] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۹ ص ۱۱۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

[4] " " " " ، المصنف ج ۹ ص ۱۱۲، " " " "

[5] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۴۳، مکتبہ مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

طرح حلال نہیں ہے جس طرح غیر غنی کے لیے بغیر حاجت کے صدقہ حلال ہوتا ہے اور حدیث میں اس سے کراہت کی تغلیظ مراد ہے اور کتے سے تشبیہ دینا بھی کراہت کو مستلزم ہے کیونکہ کتا حلال اور حرام کا مکلف نہیں ہے۔ [1]

بَابُ ۵۲۸ كَرَاهِيَةِ تَفْضِيلِ بَعْضِ الْأَوْلَادِ فِي الْهِبَةِ

بعض اولاد کو بعض سے زیادہ دینے کی کراہت

۴۰۶۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ يُحَدِّثَانِهِ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ أَبَاهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَتٰى بِهٖ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هٰذَا غُلَامًا كَانَ لِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَهُ مِثْلَ هٰذَا فَقَالَ لَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْجِعْهُ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: "میں نے اپنے اس لڑکے کو اپنا ایک غلام ہبہ کیا ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "کیا تم نے اپنے ہر لڑکے کو ایسا غلام ہبہ کیا ہے؟" انھوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا: پھر اس سے بھی واپس لے لو۔

۴۰۶۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَمُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ أَتٰى بِي أَبِي إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هٰذَا غُلَامًا فَقَالَ أَكُلَّ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے والد مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر گئے اور عرض کیا، میں نے اپنے اس لڑکے کو ایک غلام ہبہ کیا ہے، آپ نے پوچھا کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو غلام ہبہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا: پھر اس کو بھی واپس لے لو۔

---

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۷۵ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] (حاشیہ صفحہ سابقہ) بیان الآدکا کے معنی میں ہے جیسا کہ علامہ سرخسی نے بیان کیا ہے اس کی تفصیل باب: ۵۱۸ کی شرح میں ملاحظہ فرمائیں۔ سعیدی۔

بَنِيكَ نَحَلْتَ قَالَ لَا قَالَ فَارْدُدْهُ۔

۴۰۶۷۔ حَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا يُونُسُ وَمَعْمَرٌ فَفِي حَدِيثِهِمَا أَكُلَّ بَنِيكَ وَفِي حَدِيثِ اللَّيْثِ وَابْنِ عُيَيْنَةَ أَكُلَّ وَلَدِكَ وَفِي رِوَايَةِ اللَّيْثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ وَحُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ بَشِيرًا جَاءَ بِالنُّعْمَانِ۔

چار مختلف سندوں سے یہ روایت منقول ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نعمان (رضی اللہ عنہ) کو لے کر گئے۔

۴۰۶۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ نَا النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ قَالَ وَقَدْ أَعْطَاهُ أَبُوهُ غُلَامًا فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هَذَا الْغُلَامُ قَالَ أَعْطَانِيهِ أَبِي قَالَ فَكُلَّ إِخْوَتِهِ أَعْطَيْتَهُ كَمَا أَعْطَيْتَ هَذَا قَالَ لَا قَالَ فَرُدَّهُ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے انھیں ایک غلام ہبہ کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ غلام کیسا ہے؟ انھوں نے کہا میرے والد نے مجھے عطا کیا ہے، آپ نے (ان کے والد سے) فرمایا: کیا تم نے اس کے تمام بھائیوں کو ایسا غلام عطا کیا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا پھر اس کو واپس لے لو۔

۴۰۶۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے اپنا کچھ مال دیا، میری ماں حضرت عمرۃ بنت رواحہ نے کہا میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک کہ

بَشِيرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى
وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ حُصَيْنٍ
عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ
تَصَدَّقَ عَلَيَّ أَبِي بِبَعْضِ مَالِهِ فَقَالَتْ
أُمِّي عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ لَا أَرْضَى حَتَّى
تُشْهِدَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَانْطَلَقَ أَبِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لِيُشْهِدَهُ عَلَى صَدَقَتِي فَقَالَ
لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَفَعَلْتَ هَذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ قَالَ
لَا قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ وَاعْدِلُوا فِي أَوْلَادِكُمْ
فَرَجَعَ أَبِي فَرَدَّ تِلْكَ الصَّدَقَةَ.

۴۰۷۰- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ
قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ أَبِي حَيَّانَ
عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ ح
قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ
قَالَ نَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ عَنِ الشَّعْبِيِّ
قَالَ حَدَّثَنِي النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ أَنَّ
أُمَّهُ بِنْتَ رَوَاحَةَ سَأَلَتْ أَبَاهُ بَعْضَ
الْمَوْهِبَةِ مِنْ مَالِهِ لِابْنِهَا فَالْتَوَى
بِهَا سَنَةً ثُمَّ بَدَا لَهُ فَقَالَتْ لَا أَرْضَى
حَتَّى تُشْهِدَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَا وَهَبْتَ لِابْنِي
فَأَخَذَ أَبِي بِيَدِي وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ
فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمَّ هَذَا بِنْتَ
رَوَاحَةَ أَعْجَبَهَا أَنْ أُشْهِدَكَ عَلَى
الَّذِي وَهَبْتُ لِابْنِهَا فَقَالَ رَسُولُ

تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ نہ کر لو، میرے والد مجھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے تاکہ وہ آپ کو مجھے
دیے ہوئے صدقہ پر گواہ کر لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان سے پوچھا: کیا تم نے اپنے تمام بیٹوں کے ساتھ ایسا کیا
ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرو!
اور اپنی اولاد میں انصاف کرو، میرے باپ واپس لوٹ گئے
اور وہ صدقہ واپس لے لیا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں
کہ ان کی والدہ حضرت بنت رواحہ نے ان کے والد سے
درخواست کی کہ وہ اپنے مال میں سے کچھ ان کے بیٹے (حضرت
نعمان) کو ہبہ کر دیں، میرے والد نے ایک سال تک یہ
معاملہ ملتوی رکھا، پھر انھیں اس کا خیال آیا، میری والدہ نے
کہا میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک کہ تم
میرے بیٹے کے ہبہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ
نہ کر لو، میرے والد میرا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس لے گئے۔ اس وقت میں نو عمر لڑکا تھا، انھوں نے
کہا: یا رسول اللہ! اس کی ماں بنت رواحہ یہ چاہتی ہیں کہ
میں آپ کو اس چیز پر گواہ کر لوں جو میں نے اپنے اس
لڑکے کو ہبہ کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا
اے بشیر! کیا اس کے علاوہ تمہاری اور بھی اولاد ہے؟
انھوں نے کہا جی! آپ نے فرمایا: کیا تم نے سب کو اس کی
مثل دی ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا پھر میں
ظلم کے حق میں گواہی نہیں دوں گا۔

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَشِيرُ أَلَكَ وَلَدٌ سِوَى هٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ أَكُلَّهُمْ وَهَبْتَ لَهُ مِثْلَ هٰذَا قَالَ لَا قَالَ فَلَا تُشْهِدْنِي إِذًا فَإِنِّي لَا أَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ۔

۴۰۷۱۔ **حَدَّثَنَا** ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَكَ بَنُونَ سِوَاهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكُلَّهُمْ أَعْطَيْتَ مِثْلَ هٰذَا قَالَ لَا قَالَ فَلَا أَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا: کیا اس کے علاوہ بھی تمہارے بیٹے ہیں؟ انھوں نے کہا: جی! آپ نے فرمایا کیا تم نے سب کو اس کی طرح ہبہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا پھر میں ظلم کے حق میں گواہی نہیں دوں گا۔

۴۰۷۲۔ **حَدَّثَنَا** إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَبِيهِ لَا تُشْهِدْنِي عَلَى جَوْرٍ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد سے فرمایا: مجھے ظلم کے حق میں گواہ مت بناؤ۔

۴۰۷۳۔ **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ وَعَبْدُ الْأَعْلٰى ح قَالَ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَيَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ وَاللَّفْظُ لِيَعْقُوبَ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ انْطَلَقَ بِي أَبِي يَحْمِلُنِي إِلٰى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ اشْهَدْ أَنِّي قَدْ نَحَلْتُ النُّعْمَانَ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے والد مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اٹھا کر لے گئے اور کہا یا رسول اللہ! آپ اس پر گواہ ہو جائیں کہ میں نے اپنے بیٹے نعمان کو اپنے مال سے یہ یہ چیز دی ہے، آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو اتنا دیا ہے جتنا نعمان کو دیا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا پھر اس پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بناؤ! آپ نے فرمایا کیا تمہیں یہ اچھا نہیں لگتا کہ تمہارے ساتھ نیکی کرنے میں تمہاری سب اولاد برابر ہو؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا پھر ایسا مت کرو۔

كَذَا أَوْ كَذَا مِنْ مَالِي فَقَالَ أَكُلَّ بَنِيكَ قَدْ نَحَلْتَ مِثْلَ مَا نَحَلْتَ النُّعْمَانَ قَالَ لَا قَالَ فَأَشْهِدْ عَلَى هٰذَا غَيْرِي ثُمَّ قَالَ أَيَسُرُّكَ أَنْ يَكُونُوا إِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً قَالَ بَلَى قَالَ فَلَا إِذًا۔

۴۰۷۴ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ قَالَ نَا أَزْهَرُ قَالَ نَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ نَحَلَنِي أَبِي نَحْلًا ثُمَّ أَتَى بِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُشْهِدَهُ فَقَالَ أَكُلَّ وَلَدِكَ أَعْطَيْتَهُ هٰذَا قَالَ لَا قَالَ أَلَيْسَ تُرِيدُ مِنْهُمُ الْبِرَّ مِثْلَ مَا تُرِيدُ مِنْ ذَا قَالَ بَلَى قَالَ فَإِنِّي لَا أَشْهَدُ قَالَ ابْنُ عَوْنٍ فَحَدَّثْتُ بِهِ مُحَمَّدًا فَقَالَ إِنَّمَا حُدِّثْتُ أَنَّهُ قَالَ فَقَارِبُوا بَيْنَ أَبْنَائِكُمْ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے کچھ ہبہ کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر گواہ کرنے کے لیے مجھے آپ کے پاس لے گئے آپ نے فرمایا کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو اتنا ہبہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا کیا تم ان سے بھی ایسی نیکی (کا سلوک) نہیں چاہتے جس طرح اس سے نیکی (کا سلوک کی) چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا پھر میں اس پر گواہی نہیں دوں گا، (راوی) ابن عون کہتے ہیں میں نے محمد کو یہ حدیث بیان کی انھوں نے کہا مجھے یہ حدیث اس طرح پہنچی ہے کہ آپ نے فرمایا: اپنے تمام بیٹوں کو یکساں دو۔

۴۰۷۵ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَتِ امْرَأَةُ بَشِيرٍ انْحَلِ ابْنِي غُلَامَكَ وَأَشْهِدْ لِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ ابْنَةَ فُلَانٍ سَأَلَتْنِي أَنْ أَنْحَلَ ابْنَهَا غُلَامِي وَقَالَتْ أَشْهِدْ لِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَلَهُ إِخْوَةٌ قَالَ نَعَمْ قَالَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بشیر کی زوجہ نے کہا اپنے اس بیٹے کو اپنا غلام دے دو اور (اس پر) میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بناؤ، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا بنت فلاں نے مجھ سے یہ درخواست کی ہے کہ میں اس کے بیٹے کو اپنا غلام دے دوں، اور کہا کہ میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ کر لو! آپ نے پوچھا کیا اس کے بھائی ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم نے ان سب کو اتنا دیا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا پھر یہ ٹھیک نہیں ہے، اور میں حق کے سوا اور کسی چیز پر گواہی نہیں دیتا۔

أَفَكُلَّهُمْ أَعْطَيْتَ مِثْلَ مَا أَعْطَيْتَهُ قَالَ لَا قَالَ فَلَيْسَ يَصْلُحُ هٰذَا إِنِّي

حضرت نعمان بن بشیر کو غلام ہبہ کرنے کی مختلف روایتوں میں تطبیق

اس باب کی احادیث میں حضرت نعمان بن بشیر کو غلام ہبہ کرنے کا ذکر ہے۔ اور بعض روایات میں باغ ہبہ کرنے کا ذکر ہے، علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں کہ امام ابن حبان نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت نعمان نے کوفہ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میرے والد حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ عمرہ بنت رواحہ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے اور میں نے اس کا نام نعمان رکھا ہے اور عمرہ بنت رواحہ نے کہا ہے کہ میں اس وقت تک اس کی پرورش نہیں کروں گی جب تک کہ تم اپنے اموال میں سے ایک باغ اس کو ہبہ نہیں کرو گے اور اس نے کہا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر گواہ کر لو اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا۔ امام ابن حبان نے ان روایات میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ باغ ہبہ کرنے کا واقعہ اس وقت کا ہے جب حضرت نعمان کی ولادت ہوئی تھی اور غلام ہبہ کرنے کا واقعہ اس کے بعد کا ہے جب وہ بڑے ہو گئے تھے، حافظ ابن حجر نے اس توجیہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت بشیر بن سعد اس حکم کو کس طرح بھول سکتے تھے جبکہ یہ ایک اہم حکم تھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا تو وہ دوبارہ کیسے حضور کو ایسے ہی ہبہ پر گواہ بنانے کے لیے گئے تھے۔ علامہ عینی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ حضرت بشیر بن سعد کا بھول جانا اس قدر مستبعد نہیں ہے کیونکہ انسان پر دنیا اور آخرت کے افکار غالب رہتے ہیں اور وہ بہرحال نسیان سے مرکب ہے اور بھول جاتا ہے۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ پہلے حضرت عمرہ بنت رواحہ کے مطالبہ پر حضرت بشیر بن سعد نے باغ ہبہ کیا ہو، پھر اس سے رجوع کر لیا ہو، حضرت عمرہ دوبارہ ہبہ کرنے کا مطالبہ کرتی رہیں اور حضرت بشیر سال دو سال ٹالتے رہے بالآخر جب حضرت نعمان کچھ بڑے ہو گئے تو انھوں نے باغ کے بدلے غلام ہبہ کر دیا، حضرت عمرہ کو خدشہ تھا کہ کہیں پھر یہ ہبہ سے رجوع نہ کر لیں اس لیے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر گواہ کر لو، لیکن راویوں نے اس قصہ کو گڈمڈ کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے اور آپ کے ارشاد "میں ظلم پر گواہ نہیں ہوتا" کو دونوں مواقع پر ذکر کر دیا۔ [2]

اولاد کو مساوات سے ہبہ کرنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ حکم مستنبط ہوتا ہے کہ ہبہ کرنے میں اولاد کے درمیان مساوات کرنی چاہیے، اور کسی کو دوسرے سے زیادہ نہیں دینا چاہیے اور ہمارے

---

[1] حافظ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳، ص ۱۴۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۲۱۳-۲۱۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

بعض اصحاب (شافعیہ) نے یہ کہا ہے کہ لڑکے کو لڑکی سے دگنا حصہ دینا چاہیے، اور صحیح اور مشہور یہ ہے کہ برابر برابر دینا چاہیے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے، اور اگر کسی نے بعض اولاد کو بعض سے زیادہ دے دیا تو امام شافعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا یہ نظریہ ہے کہ یہ مکروہ (تنزیہی) ہے حرام نہیں ہے، لیکن ہبہ صحیح ہے، اور طاؤس، عروہ، مجاہد، ثوری، امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری کا یہ نظریہ ہے کہ یہ حرام ہے اور ان کی دلیل وہ روایت ہے جس میں ہے لا اشہد علی جور "میں ظلم پر گواہ نہیں ہوتا" اور امام شافعی اور جمہور کا استدلال اس روایت سے ہے فاشہد علی ہذا غیری "اس معاملے پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بنالو" اگر یہ ہبہ حرام یا باطل ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہ فرماتے، امام احمد وغیرہ اس روایت کا یہ جواب دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور زجر اور تہدید کے اس طرح فرمایا تھا، اور ہم یہ کہتے ہیں کہ زجر اور تہدید شارع علیہ السلام کے کلام میں اصل کے خلاف ہے، شارع علیہ السلام کے کلام میں امر کا صیغہ وجوب کے لیے ورنہ استحباب کے لیے ہوتا ہے اور اس کا ادنیٰ درجہ اباحت ہے۔[1]

اولاد کو مساوات سے ہبہ کرنے کے بارے میں مذہب احناف

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں امام احمد سے کئی روایتیں ہیں ایک یہ ہے کہ اگر بعض کو بعض سے زیادہ دیا تو ہبہ باطل ہے، دوسری روایت یہ ہے کہ ہبہ صحیح ہے اور ہبہ کرنے والے پر اس ہبہ سے رجوع کرنا واجب ہے، تیسری روایت یہ ہے کہ اگر اولاد میں کسی کو زیادہ احتیاج ہو مثلاً وہ معذور ہو تو اس کو زیادہ دینا جائز ہے۔

امام ابویوسف یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ بعض کو زیادہ دے کر دوسروں کو ضرر پہنچانے کا قصد کرے تو پھر مساوات واجب ہے، اور جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ مساوات مستحب ہے اور بعض کو زیادہ دینا مکروہ تنزیہی ہے اور حدیث میں مساوات کا امر استحباب پر اور زیادتی سے ممانعت تنزیہ پر محمول ہے۔

مساوات کی تفصیل میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام محمد بن حسن شیبانی، امام احمد، اسحاق اور بعض مالکیہ یہ کہتے ہیں کہ عدل یہ ہے کہ لڑکے کو لڑکی سے دگنا دیا جائے، اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مذکر اور مؤنث کا فرق نہ کیا جائے اور حدیث میں جو مساوات کا حکم ہے اس سے ان کی تائید ہوتی ہے، نیز امام سعید بن منصور اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے "سووا بین اولادکم فی العطیۃ فلو کنت مفضلا احدا لفضلت النساء" "اپنی اولاد کو مساوات سے ہبہ کرو اگر میں کسی کو زیادہ دیتا تو عورتوں کو زیادہ دیتا۔"

علامہ بدرالدین عینی نے جمہور کے موقف پر امام طحاوی اور دیگر محدثین کی طرف سے دلائل پیش کیے ہیں جن میں سے اکثر پر اعتراضات ہوتے ہیں، قوی دلیل وہ ہے جس کو علامہ نووی نے پیش کیا کہ حضور نے فرمایا "اس پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بنالو"۔ نیز اس پر اجماع ہے کہ انسان اپنی تمام جائیداد اولاد کے علاوہ جس کو جتنا چاہے دے سکتا ہے، اس لیے اولاد میں بھی بعض کو زیادہ دے سکتا ہے۔ حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ کو غابہ کی زمین سے بیس وسق دیے اور دوسروں کو نہیں دیے اور حضرت عبدالرحمان بن عوف نے اپنی صاحبزادی کو چار ہزار درہم دیے،

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حالانکہ ان کی اور اولاد بھی تھی اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اولاد میں مساوات سے تقسیم کو واجب نہیں سمجھتے تھے۔ [1]

اولاد اور دیگر محارم کو ہبہ کے بعد رجوع کرنے کے عدم جواز کی تحقیق

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: جب والد اپنی اولاد کو ہبہ کرے تو ہمارے نزدیک وہ اس سے رجوع نہیں کر سکتا، امام شافعی کہتے ہیں والد اولاد کو ہبہ کر کے رجوع کر سکتا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا یرجع الواھب فی ھبتہ الا الوالد فیما یھب لولدہ "کوئی شخص ہبہ کر کے رجوع نہ کرے سوا والد کے جو اپنی اولاد کو ہبہ کرتا ہے"، علامہ سرخسی فرماتے ہیں کہ ”الا“ کا لفظ ”ولا“ کے معنی میں ہے یعنی اور نہ والد اپنی اولاد کو ہبہ کر کے رجوع کرے۔ قرآن مجید میں الا الذین ظلموا منھم بمعنی ولا الذین ظلموا منھم، امام شافعی کی دوسری دلیل یہ باب مذکور کی حدیث ہے اور اس میں والد کے ہبہ کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجوع کا حکم دیا ہے، علامہ سرخسی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر اس وقت بالغ تھے اور انھوں نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا اور جب تک قبضہ نہ ہو رجوع کیا جا سکتا ہے، اور اگر وہ نابالغ تھے تو یہ ہبہ نہیں تھا وصیت تھی اس لیے اس میں مساوات کا حکم دیا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر نے کہا فرجع ابی فی وصیتہ "سو میرے والد نے اپنی وصیت میں رجوع کر لیا"۔

شمس الائمہ نے احناف کے موقف پر اس حدیث کو بیان کیا ہے:-

عن عطاء ومجاھد عن عمر رضی اللہ تعالی عنہ قال من وھب ھبۃ لذی محرم فقبضھا فلیس لہ ان یرجع فیھا ومن وھب ھبۃ لغیر ذی رحم فلہ ان یرجع فیھا مالم یثب منھا۔

(مبسوط ج ۱۲ ص ۴۹)

عطاء اور مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے محرم کو ہبہ کیا اور اس نے ہبہ پر قبضہ کر لیا تو اس سے اس کا رجوع کرنا جائز نہیں ہے اور جس نے غیر محرم کو ہبہ کیا وہ اس سے اس وقت تک رجوع کر سکتا ہے جب تک اس کا عوض نہ لیا ہو۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں ہماری دلیل حضرت عمر کی یہ حدیث ہے اور وہ ان دونوں مسئلوں میں ہمارے امام ہیں اور جب ذو رحم محرم کے لیے ہبہ عقد اور ملکیت کے لحاظ سے مکمل ہو جائے تو وہ اس سے رجوع کرنے کا مالک نہیں ہے، جیسا کہ جب بیٹا، باپ کو ہبہ کر دے یا بھائی، بھائی کو ہبہ کر دے، کیونکہ مقصود صلہ رحم ہے نہ کہ قطع رحم اور جب باپ بیٹے کو ہبہ کر کے رجوع کرے گا تو اس میں بھی رحم کو منقطع کرنا ہے، کیونکہ جب باپ بیٹے کو ہبہ کر کے رجوع کرے گا تو یہ رجوع بیٹے کو باپ کی نافرمانی پر برانگیختہ کرے گا حالانکہ بیٹے کو باپ کے ساتھ نیکی اور اس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ [2]

باب نمبر ۵۲ میں ہم سنن دارقطنی (ج ۳ ص ۴۴) کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے

---

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۴۷-۱۴۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۲ ص ۵۶، ۴۳، ۵ ملخصا و موضحا مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب ذو رحم محرم کو ہبہ کیا جائے تو اس سے رجوع نہ کیا جائے" اور مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۲ ، ص ۴۹) میں ہے حضرت عمر بن عبد العزیز نے لکھوایا جب ذو رحم کو ہبہ کیا جائے تو اس سے رجوع جائز نہیں ہے نیز امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن سعید بن المسیب قال: من وهب هبة لغیر ذی رحم فله ان یرجع مالم یثبه۔[1]

سعید بن مسیب نے کہا جو شخص غیر محرم کو ہبہ کرے وہ جب تک ہبہ کا عوض نہ لے اس سے رجوع کر سکتا ہے۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر محرم کو ہبہ کیا جائے تو اس سے رجوع جائز نہیں ہے اور تائید کے درجہ میں مفہوم مخالف سے استدلال جائز ہے، خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصریح اور فقہاء تابعین میں سے عمر بن عبد العزیز اور سعید بن مسیب کے اقوال سے یہ ثابت ہے کہ محرم کو ہبہ کرنے کے بعد رجوع کرنا جائز نہیں ہے اور یہی احناف کثرہم اللہ کا مسلک ہے۔

۵۲۹ بَابُ الْعُمْرٰى

عمریٰ (تاحیات ہبہ) کا بیان

۴۰۷۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيُّمَا رَجُلٍ أُعْمِرَ عُمْرٰى لَهُ وَلِعَقِبِهِ فَإِنَّهَا لِلَّذِي أُعْطِيَهَا لَا تَرْجِعُ إِلَى الَّذِي أَعْطَاهَا لِأَنَّهُ أَعْطٰى عَطَاءً وَقَعَتْ فِيهِ الْمَوَارِيثُ ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اور اس کے وارثوں کو تاحیات کوئی چیز دی گئی سو یہ چیز اسی کے لیے ہے جس کو دی گئی ہے وہ چیز دینے والے کی طرف نہیں لوٹے گی کیونکہ اس نے ایسی چیز دی ہے جس میں وراثت جاری ہو گی۔

۴۰۷۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا أَنَا اللَّيْثُ ح وَقَالَ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس شخص نے کسی شخص کو اور اس کے وارثوں کو تاحیات کوئی چیز دی تو اس کے قول نے اس چیز میں اس کے حق کو ختم کر دیا اب وہ چیز اس کی ہے جس کو تاحیات دی گئی ہے اور اس کے وارثوں کی ہے،

[1] حافظ ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن احمد شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۶ ص ۴۷۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ اَعْمَرَ رَجُلًا عُمْرٰى لَهٗ وَلِعَقِبِهٖ فَقَدْ قَطَعَ قَوْلُهٗ حَقَّهٗ فِيْهَا وَهِيَ لِمَنْ اُعْمِرَ وَلِعَقِبِهٖ غَيْرَ اَنَّ يَحْيٰى قَالَ فِيْ اَوَّلِ حَدِيْثِهٖ اَيُّمَا رَجُلٍ اُعْمِرَ عُمْرٰى فَهِيَ لَهٗ وَلِعَقِبِهٖ۔

اور یحییٰ کی روایت میں اس طرح ہے جس شخص نے کسی شخص کو تا حیات کوئی چیز دی وہ چیز اس کی اور اس کے وارثوں کی ہے۔

۴۰۷۸- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ شِهَابٍ عَنِ الْعُمْرٰى وَسُنَّتِهَا عَنْ حَدِيْثِ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ اَعْمَرَ رَجُلًا عُمْرٰى لَهٗ وَلِعَقِبِهٖ فَقَالَ لَهٗ قَدْ اَعْطَيْتُكَهَا وَعَقِبَكَ مَا بَقِيَ مِنْكُمْ اَحَدٌ فَاِنَّهَا لِمَنْ اُعْطِيَهَا فَاِنَّهَا لَا تَرْجِعُ اِلٰى صَاحِبِهَا مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ اَعْطٰى عَطَاءً وَقَعَتْ فِيْهِ الْمَوَارِيْثُ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی شخص کو اور اس کے وارثوں کو تا حیات کوئی چیز دی، اور اس سے کہا کہ "میں نے تم کو اور تمہارے وارثوں کو اس وقت تک کے لیے یہ چیز دی ہے جب تک تم میں سے کوئی باقی رہے" سو یہ چیز اس کی ہو جائے گی، جس کو دی گئی ہے اور چیز کے مالک کی طرف نہیں لوٹے گی، کیونکہ اس نے ایسی چیز دی ہے جس میں وراثت جاری ہو جاتی ہے۔

۴۰۷۹- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِعَبْدٍ قَالَا اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنَّمَا الْعُمْرٰى الَّتِيْ اَجَازَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَقُوْلَ هِيَ لَكَ وَلِعَقِبِكَ فَاَمَّا اِذَا قَالَ هِيَ لَكَ مَا عِشْتَ فَاِنَّهَا تَرْجِعُ اِلٰى صَاحِبِهَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں وہ عمریٰ (تا حیات ہبہ) جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز کہا ہے وہ یہ ہے کہ کوئی شخص کہے "یہ چیز تمہارے لیے ہے اور تمہارے وارثوں کے لیے ہے"۔ لیکن جب وہ یہ کہے "جب تک تم زندہ رہو یہ چیز تمہاری ہے" تو یہ چیز دینے والے کی طرف لوٹ جائے گی، معمر نے کہا زہری اسی قول پر فتویٰ دیتے تھے۔

قَالَ مَعْمَرٌ وَكَانَ الزُّهْرِيُّ يُفْتِيْ بِهِ.

۴۰۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِيْمَنْ أُعْمِرَ عُمْرٰى لَهُ وَلِعَقِبِهِ فَهِيَ لَهُ بَتْلَةً لَا يَجُوْزُ لِلْمُعْطِيْ فِيْهَا شَرْطٌ وَلَا ثُنْيَا قَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ لِأَنَّهُ أَعْطٰى عَطَاءً وَقَعَتْ فِيْهِ الْمَوَارِيْثُ فَقَطَعَتِ الْمَوَارِيْثُ شَرْطَهُ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کو اور اس کے وارثوں کو تاحیات کوئی چیز دی گئی وہ قطعی طور پر اس کی ہے، دینے والے کے لیے اس میں کوئی شرط لگانا جائز ہے نہ استثناء کرنا، ابوسلمہ نے کہا کیونکہ اس نے ایسی چیز دی ہے جس میں وراثت جاری ہوتی ہے اور وراثت نے شرط منقطع کردی۔

۴۰۸۱ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعُمْرٰى لِمَنْ وُهِبَتْ لَهُ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمریٰ (تاحیات ہبہ) اس کے لیے ہے جس کے لیے ہبہ کیا گیا۔

۴۰۸۲ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ قَالَ نَا أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمِثْلِهِ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــــــ مثل سابق روایت ہے۔

۴۰۸۳ - حدثنا احمد بن یونس عن جابر یرفعه الی النبی صلی الله علیه وسلم ح قال وحدثنا یحیی بن یحیی واللفظ له قال انا ابو خیثمة عن ابی الزبیر عن جابر رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم امسکوا علیکم اموالکم ولا تفسدوها فانه من اعمر عمری فهی للذی اعمرها حیا ومیتا ولعقبه۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، روک کر رکھو، اور ان کو فاسد نہ کرو، کیونکہ جس نے تاحیات ہبہ کیا ہو یہ اس کا اور اس کے وارثوں کا ہے جس کو ہبہ کیا گیا خواہ وہ زندہ رہے یا مر جائے۔

۴۰۸۴ - حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة قال نا محمد بن بشر قال نا حجاج بن ابی عثمان ح قال وحدثنا ابو بکر بن ابی شیبة واسحاق بن ابراهیم عن وکیع عن سفیان ح قال وحدثنا عبد الوارث بن عبد الصمد قال حدثنی ابی عن جدی عن ایوب کل هؤلاء عن ابی الزبیر عن جابر رضی الله تعالی عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم بمعنی حدیث ابی خیثمة وفی حدیث ایوب من الزیادة قال جعل الانصار یعمرون المهاجرین فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم امسکوا علیکم اموالکم۔

حضرت جابر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مثل سابق روایت کی ہے، اور ایک سند سے یہ الفاظ زیادہ مروی ہیں کہ انصار مہاجرین کو تاحیات ہبہ کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے اموال اپنے پاس رکھو۔

۴۰۸۵ - حدثنی محمد بن رافع واسحق بن منصور واللفظ لابن رافع قالا نا عبد الرزاق قال انا ابن جریج

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ایک عورت نے مدینہ میں اپنے بیٹے کو ایک باغ تاحیات دیا، پھر وہ بیٹا بھی فوت ہو گیا اور وہ عورت بھی فوت ہو

قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَعْمَرَتِ امْرَاَةٌ بِالْمَدِيْنَةِ حَائِطًا لَهَا ابْنًا لَهَا ثُمَّ تُوُفِّيَ وَتُوُفِّيَتْ بَعْدَهُ وَتَرَكَ وَلَدًا وَلَهُ اِخْوَةٌ بَنُوْنَ لِلْمُعْمِرَةِ فَقَالَ وَلَدُ الْمُعْمِرَةِ رَجَعَ الْحَائِطُ اِلَيْنَا وَقَالَ بَنُو الْمُعْمَرِ بَلْ كَانَ لِاَبِيْنَا حَيَاتَهُ وَمَوْتَهُ فَاخْتَصَمُوْا اِلٰى طَارِقٍ مَوْلٰى عُثْمَانَ فَدَعَا جَابِرًا فَشَهِدَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرٰى لِصَاحِبِهَا فَقَضٰى بِذٰلِكَ طَارِقٌ ثُمَّ كَتَبَ اِلٰى عَبْدِ الْمَلِكِ فَاَخْبَرَهُ بِذٰلِكَ وَاَخْبَرَهُ بِشَهَادَةِ جَابِرٍ فَقَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ صَدَقَ جَابِرٌ فَاَمْضٰى ذٰلِكَ طَارِقٌ فَاِنَّ ذٰلِكَ الْحَائِطَ لِبَنِي الْمُعْمَرِ حَتَّى الْيَوْمِ

گئی اس بیٹے کی اولاد تھی اور اس کے بھائی بھی تھے جو عمری (تاحیات ہبہ) کرنے والی کے بیٹے تھے، اس عورت کی اولاد نے کہا یہ باغ ہمارے پاس پھر لوٹ آیا، اور اس لڑکے (جس کو ہبہ کیا گیا تھا) کے بیٹوں نے کہا، نہیں یہ باغ ہمارے باپ کا تھا اس کی زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی، پھر انہوں نے حضرت عثمان کے آزاد شدہ غلام طارق کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا، انہوں نے حضرت جابر کو بلایا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گواہی دیتے ہوئے کہا کہ یہ باغ اس کا ہے جس کو تاحیات ہبہ کیا گیا۔ طارق نے اس کے مطابق فیصلہ کر دیا، پھر عبد الملک کو لکھ کر اس کی خبر دی، اور حضرت جابر کی گواہی کی خبر دی، عبد الملک نے کہا، حضرت جابر نے سچ فرمایا، اور یہ باغ آج تک اس لڑکے کی اولاد کے پاس ہے۔

۴۰۸۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ بَكْرٍ قَالَ اِسْحَاقُ اَنَا وَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ طَارِقًا قَضٰى بِالْعُمْرٰى لِلْوَارِثِ لِقَوْلِ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ طارق نے عمری (تاحیات ہبہ) کا وارث کے حق میں فیصلہ کیا کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کرتے تھے۔

۴۰۸۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمری جائز ہے۔

عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرٰى جَائِزَةٌ۔

۴۰۸۸- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ الْعُمْرٰى مِيرَاثٌ لِأَهْلِهَا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمری اس کی میراث ہے جس کو دیا گیا۔

۴۰۸۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ ابْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرٰى جَائِزَةٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمری جائز ہے۔

۴۰۹۰- وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ مِيرَاثٌ لِأَهْلِهَا أَوْ قَالَ جَائِزَةٌ۔

اسی سند کے ساتھ قتادہ سے روایت ہے کہ عمری اس کی میراث ہے جس کو دیا گیا، یا کہا جائز ہے۔

عُمریٰ کا لغوی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں جو چیز تم کو تاحیات دی جائے وہ عمریٰ ہے، ثعلب نے عمریٰ کا معنی بیان کرتے ہوئے کہا کوئی شخص اپنے بھائی کو مکان دے اور یہ کہے کہ یہ مکان تمہارے لیے تاحیات ہے اور جب وہ مر گیا تو وہ مکان دینے والے کی طرف لوٹ جائے گا اور عمریٰ رُجعیٰ کی طرح مصدر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باطل کر دیا، اور یہ فرمایا کہ جس شخص نے عمریٰ یا رُقبیٰ کیا وہ اسی کے پاس تاحیات رہے گا اور اس کی موت کے بعد اس کے وارثوں کو ملے گا، ابن اثیر نے کہا کہ اس میں روایات متفق ہیں، اور فقہا کا اس میں اختلاف ہے، بعض فقہاء ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں اور عمریٰ کو تملیک قرار دیتے ہیں، اور بعض احادیث کی تاویل کر کے عمریٰ کو عاریت قرار دیتے ہیں، عمریٰ اصل میں عمر سے ماخوذ ہے اور رقبیٰ مراقبہ سے (یعنی انتظار)۔ رقبیٰ یہ ہے کہ اگر میں پہلے مر گیا تو اس کے تم مالک ہو اور اگر تم پہلے مر گئے تو میں مالک ہوں گا۔ اور ہر ایک دوسرے

کی موت کا انتظار کرتا ہے۔ سعیدی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شرطوں کو باطل کر کے ہبہ کو نافذ کر دیا اور یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ جس شخص نے ہبہ کیا اور اس میں کوئی شرط لگائی تو شرط باطل ہوگی اور ہبہ صحیح ہوگا۔ صحاح میں ہے کہ عمریٰ تاحیات ہبہ ہے۔ [۱]

عمریٰ کے حکم میں فقہاء شافعیہ کا موقف

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی لکھتے ہیں: عمریٰ کی تین صورتیں ہیں:

پہلی صورت: ایک شخص یہ کہے کہ میں نے تمام عمر کے لیے تم کو یہ مکان دیا جب تم فوت ہو جاؤ گے تو یہ مکان تمہارے وارثوں کا ہوگا۔ یہ عمریٰ بالاتفاق صحیح ہے اور عمریٰ کے بعد معمر لہ (موہوب لہٗ) اس مکان کا مالک ہو جائے گا اور اس کی موت کے بعد اس کے وارث مالک ہوں گے، اور اگر اس کے وارث نہ ہوں تو اس کی ملکیت بیت المال کی طرف منتقل ہو جائے گی، امام مالک کا اس میں اختلاف ہے۔

دوسری صورت: عمریٰ کرنے والا صرف یہ کہے میں نے تمام عمر کے لیے تم کو یہ مکان دے دیا اور یہ نہ کہے کہ تمہاری موت کے بعد یہ تمہارے وارثوں کا ہے، امام شافعی کے اس عقد کی صحت کے بارے میں دو قول ہیں، زیادہ صحیح قول جدید ہے، اس کا حکم بھی وہی ہے جو پہلی صورت کا حکم ہے اور دوسرا قول قدیم ہے کہ یہ عقد باطل ہے اور ہمارے بعض فقہاء نے یہ کہا کہ قول قدیم یہ ہے کہ معمر لہ کے مرنے کے بعد وہ مکان واہب یا اس کے ورثاء کی طرف لوٹ جائے گا اور عمریٰ کو عاریت قرار دیا ہے۔

تیسری صورت: عمریٰ کرنے والا کہے: میں نے تم کو تمام عمر کے لیے یہ مکان دیا ہے اور تمہاری موت کے بعد یہ میرے پاس آجائے گا اور اگر میں مر گیا تو میرے وارثوں کے پاس لوٹ آئے گا، اس عقد کی صحت میں ہمارے فقہاء کا اختلاف ہے، اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ عقد صحیح ہے اور اس کا حکم بھی پہلی صورت کا حکم ہے، یعنی ہبہ صحیح ہے اور موت کے بعد واپسی کی شرط باطل ہے اور اس کی دلیل وہ احادیث صحیحہ ہیں جن میں ہے کہ عمریٰ صحیح ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تینوں صورتوں میں یہ عقد صحیح ہے اور موہوب لہٗ اس چیز کا مالک ہو جاتا ہے اور اس میں اس کے تمام تصرفات مثلاً بیع وغیرہ صحیح ہیں۔ یہ ہمارا مذہب ہے اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ عمریٰ مطلقہ صحیح ہے اور جس میں شرط ہو وہ باطل ہے اور امام مالک کی مشہور روایت یہ ہے کہ عمریٰ عاریت ہے، معمر لہٗ اس چیز سے نفع اٹھا سکتا ہے، اور کسی صورت میں اس چیز کا مالک نہیں ہوتا، اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ عمریٰ تمام صورتوں میں صحیح ہے ان کا قول ہماری طرح ہے، ثوری، حسن بن صالح اور ابو عبیدہ کا بھی یہی موقف ہے اور یہ احادیث صحیحہ ان کی دلیل ہیں۔ [۲]

عمریٰ کے حکم میں فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: قاضی عیاض مالکی نے فرمایا کہ امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ عمریٰ کرنے والا یوں کہے کہ میں نے تم کو یہ مکان مدت عمر کے لیے دیا پھر تمہارے وارثوں کا ہے یا کہے میں نے مدت عمر کے لیے تم کو یہ مکان دیا اور قید نہ لگائے ان تمام صورتوں میں امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ لینے والے یا اس کے ورثاء کی موت کے بعد وہ مکان دینے والے یا اس

---

[۱] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی مصری متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس شرح القاموس ج ۳ ص ۴۲۱ مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[۲] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

کے ورثاء کی طرف لوٹ جائے گا کیونکہ مسلمانوں کی لگائی ہوئی شرائط کا اعتبار ہوتا ہے اور اس لفظ کا لغوی مدلول بھی یہی ہے۔[1]

عمریٰ کے حکم میں فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں جب عمریٰ کرنے والا اس کو مطلق رکھے تو یہ معمر لہٗ اور اس کے ورثاء کی ملکیت ہے، کیونکہ یہ کسی چیز کی تملیک ہے اور ہبہ کے مشابہ ہے، اور اگر اس نے یہ شرط لگائی جب تم مرگئے تو یہ چیز میری ہو جائے گی اس کے متعلق امام احمد سے دو روایتیں ہیں:

پہلی روایت: عقد اور شرط دونوں صحیح ہیں اور جب معمر لہٗ مر جائے گا تو وہ چیز دینے والے کی طرف لوٹ جائے گی، قاسم بن محمد، زید بن قسیط، زہری، امام مالک، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، ابوثور، داؤد ظاہری کا بھی یہی مسلک ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے کیونکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عمریٰ کو جائز کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ کہے یہ چیز تمہاری اور تمہارے ورثاء کی ہے، لیکن جب اس نے کہا یہ اس وقت تک تمہاری ہے جب تک تم زندہ رہے تو وہ چیز دینے والے کی طرف لوٹ جائے گی۔ اور قاسم بن محمد نے کہا لوگوں سے معاملات ان کی شرائط کے مطابق ہوتے ہیں۔

دوسری روایت: عقد صحیح ہے اور شرط باطل ہے اور وہ چیز معمر لہٗ کے بعد اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گی، یہ امام شافعی کا قول جدید ہے، امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے، اور یہی ظاہر مذہب ہے جس کی امام احمد نے تصریح کی ہے، کیونکہ روایات صحیحہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لا رقبی فمن ارقب شیئا فھو لہ فی حیاتہ و موتہ۔ "رقبیٰ نہیں ہے، جس نے کسی چیز کو رقبیٰ کیا تو وہ زندگی میں اور موت کے بعد لینے والے کی ہے۔" اس حدیث کو امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔[2]

عمریٰ کے حکم میں فقہاء احناف کا موقف

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: جب کسی شخص نے دوسرے شخص سے کہا میں نے تم کو عمر بھر کے لیے یہ مکان دیا اور مکان اس کے سپرد کر دیا تو یہ ہبہ صحیح ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے اموال اپنے پاس روک کے رکھو اور ان کا عمریٰ نہ کرو، سو جس شخص نے کوئی چیز عمریٰ کی وہ معمر لہٗ کی ہے اور اس کے بعد اس کے ورثاء کی، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معمر لہٗ کے حق میں عمریٰ کا فیصلہ کیا اور اس کے بعد اس کے وارثوں کے حق میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے عمریٰ کیا اس کے قول نے اس کا حق منقطع کر دیا۔ یعنی "میں نے تم کو عمر بھر کے لیے یہ چیز دی" اس قول نے معمر لہٗ کی موت کے بعد اس چیز کو واپس لینے کا حق منقطع کر دیا، خلاصہ یہ ہے کہ عمریٰ سے معمر لہٗ اس چیز کا فوری مالک ہو جاتا ہے اور اس کی موت کے بعد اس کے ورثاء اس چیز کے مالک ہو جاتے ہیں۔ اس لیے موت کے بعد اس کی واپسی کی شرط باطل ہے، اور ہبہ شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا۔[3]

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۳۳۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۵ ص ۱۸۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۲ ص ۹۵-۹۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ۔

رقبیٰ کا حکم

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ میرا یہ مکان تمہارے لیے رقبیٰ ہے تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک یہ باطل ہے اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں جب وہ اس مکان پر قبضہ کر لے تو ہبہ صحیح ہے۔ امام ابو یوسف کا استدلال حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجاز العمری والرقبیٰ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمریٰ اور رقبیٰ کو جائز کہا ہے" اور اس کا معنی یہ ہے کہ جب کوئی شخص کہتا ہے کہ میرا مکان تمہارے لیے ہے تو یہ تملیک صحیح ہے اور جب کہتا ہے کہ بطور رقبیٰ تو یہ شرط باطل ہے پس گویا کہ اس نے اس شرط کا ذکر ہی نہیں کیا۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ شعبی نے شریح سے روایت کیا ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجاز العمری ورد الرقبی۔ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمریٰ کو جائز قرار دیا اور رقبیٰ کو رد کر دیا" اور یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں اس لیے ان میں موافقت ضروری ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ رقبیٰ ارقاب سے بھی ماخوذ ہے اور ترقب سے بھی (ارقاب کا معنی ہے کسی چیز کا تا زلیست دینا، اور ترقب کا معنی ہے اگر میں مر گیا تو یہ چیز تمہاری اور تم مر گئے تو میری اس میں دونوں ایک دوسرے کی موت کا انتظار کرتے ہیں) پس جس حدیث میں رقبیٰ کو جائز کہا ہے وہ ارقاب سے ماخوذ ہے اور عمریٰ کے معنی میں ہے اور جس میں رد کیا ہے وہ ترقب سے ماخوذ ہے گویا تم میری موت کا انتظار کرو اور میں تمہاری موت کا انتظار کرتا ہوں، اگر میں مر گیا تو یہ چیز تمہاری اور تم مر گئے تو میری۔ اس میں تملیک کو شرط پر معلق کیا ہے اس لیے یہ باطل ہے۔ [1]

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۲ ص ۸۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الوصیّۃ

باب ۵۳۰

۴۰۹۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْخَیْثَمَۃَ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّی الْعَنَزِیُّ وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُثَنّٰی قَالَا نَا یَحْیٰی وَھُوَ ابْنُ سَعِیْدِ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا حَقُّ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ لَہٗ شَیْءٌ یُرِیْدُ اَنْ یُّوْصِیَ فِیْہِ یَبِیْتُ لَیْلَتَیْنِ اِلَّا وَوَصِیَّتُہٗ مَکْتُوْبَۃٌ عِنْدَہٗ -

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس کوئی وصیت کے لائق چیز ہو اور وہ اس میں وصیت کرنا چاہتا ہو اس کے لیے وصیت لکھے بغیر دو راتیں گذارنا جائز نہیں ہے۔

۴۰۹۲ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا عَبْدَۃُ بْنُ سُلَیْمَانَ وَعَبْدُ اللّٰہِ بْنُ نُمَیْرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ کِلَاھُمَا عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ غَیْرَ اَنَّھُمَا قَالَا وَلَہٗ شَیْءٌ یُّوْصِیْ فِیْہِ وَلَمْ یَقُوْلَا یُرِیْدُ اَنْ یُّوْصِیَ فِیْہِ -

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں یہ ہے اس کے پاس لائق وصیت چیز ہو اور اس میں یہ نہیں ہے کہ وہ اس میں وصیت کرنا چاہتا ہو۔

۴۰۹۳ - وَحَدَّثَنِیْ اَبُوْکَامِلِ الْجَحْدَرِیُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ یَعْنِی ابْنَ زَیْدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِیْلُ یَعْنِی ابْنَ عُلَیَّۃَ

پانچ سندوں کے ساتھ حضرت ابن عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور ان سب کی روایت میں ہے اس کے پاس لائق وصیت چیز ہو البتہ ایوب کی روایت میں ہے اور وہ وصیت کرنا چاہتا ہو۔

كلاهما عن أيوب ح قال وحدثني أبو الطاهر قال أنا ابن وهب قال أخبرني يونس ح قال وحدثني هارون بن سعيد الأيلي قال نا ابن وهب قال أخبرني أسامة بن زيد الليثي ح قال وحدثنا محمد بن رافع قال نا ابن أبي فديك قال أنا هشام يعني ابن سعد كلهم عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم بمثل حديث عبيد الله وقالوا جميعا له شيء يوصي فيه إلا في حديث أيوب فإنه قال يريد أن يوصي فيه كرواية يحيى عن عبيد الله.

۴۰۹۴ - حدثنا هارون بن معروف قال نا ابن وهب قال أخبرني عمرو وهو ابن الحارث عن ابن شهاب عن سالم عن أبيه عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما حق امرئ مسلم له شيء يوصي فيه يبيت ثلاث ليال إلا ووصيته عنده مكتوبة قال عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما ما مرت علي ليلة منذ سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ذلك إلا وعندي وصيتي.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس وصیت کے لائق کوئی چیز ہو اس کے لیے وصیت لکھے بغیر تین راتیں گزارنا جائز نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے وصیت لکھے بغیر مجھ پر ایک رات بھی نہیں گزری۔

۴۰۹۵ - حدثنيه أبو الطاهر و

تین دیگر اسانید کے ساتھ یہ روایت منقول ہے

حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يُونُسُ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ۔

۴۰۹۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ اَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ عَادَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ اَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ بَلَغَنِي مَا تَرَى مِنَ الْوَجَعِ وَاَنَا ذُو مَالٍ وَلَا يَرِثُنِي اِلَّا ابْنَةٌ لِي وَاحِدَةٌ اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي قَالَ لَا قُلْتُ اَفَاَتَصَدَّقُ بِشَطْرِهِ قَالَ لَا الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ وَلَسْتَ تُنْفِقُ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ بِهَا حَتَّى اللُّقْمَةَ تَجْعَلُهَا فِي امْرَاَتِكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اُخَلَّفُ بَعْدَ اَصْحَابِي قَالَ اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں مجھے ایسا درد ہوا کہ میں قریب المرگ ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ درد سے میری کیا حالت ہے! میں ایک مالدار شخص ہوں اور ایک لڑکی کے سوا میرا اور کوئی وارث نہیں ہے کیا میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں! میں نے کہا نصف مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں! تہائی مال صدقہ کرو، تہائی مال بہت ہے! اگر تم اپنے وارثوں کو خوشحال چھوڑو تو یہ ان کو محتاج چھوڑنے سے بہتر ہے جس کے سبب وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہیں، اور تم جو کچھ اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرو گے تم کو اس کا اجر ملے گا، حتیٰ کہ اس لقمہ کا بھی اجر ملے گا جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو، میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں اپنے اصحاب سے پیچھے رہ جاؤں گا (یعنی میرے اصحاب واپس مدینہ چلے جائیں گے اور میں مکہ میں رہ جاؤں گا؟) آپ نے فرمایا اگر تم پیچھے رہ گئے تو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے ایسے عمل کرو گے جس سے تمہارے درجات زیادہ اور بلند ہوں گے، اور شاید کہ تم پیچھے رہ جاؤ گے (یعنی بعد میں زندہ رہو گے) حتیٰ کہ کچھ لوگ

اللّٰهِ اِلَّا ازْدَدْتَ بِهٖ دَرَجَةً وَّرِفْعَةً وَلَعَلَّكَ تُخَلَّفُ حَتّٰى يُنْتَفَعَ بِكَ اَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ اٰخَرُوْنَ اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِيْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ لٰكِنِ الْبَآئِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ قَالَ وَرَثٰى لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَنْ تُوُفِّيَ بِمَكَّةَ ۔

تم سے نفع حاصل کریں گے (یعنی مسلمان) اور دوسروں کو (یعنی کفار کو) نقصان ہوگا' اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو پورا کر، اور انھیں ان کی ایڑیوں کے بل نہ لوٹا، لیکن بے چارہ سعد بن خولہ! راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن خولہ کے متعلق افسوس کا اظہار کیا کیونکہ وہ مکہ ہی میں فوت ہو گئے تھے۔

ف: حضرت سعد بن خولہ کے متعلق آپ نے اس لیے افسوس کیا کہ انھوں نے جس جگہ سے ہجرت کی تھی وہیں فوت ہو گئے اور ان کو دار الہجرت کی زمین نصیب نہیں ہوئی۔

۴۰۹۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَعَبْدُ ابْنُ حُمَيْدٍ قَالَا اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ ۔

تین مختلف اسانید کے ساتھ یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۴۰۹۸- وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ ابْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ نَا اَبُوْ دَاوٗدَ الْحَفَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ يَعُوْدُنِيْ فَذَكَرَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ اَنْ يَّمُوْتَ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے میرے پاس تشریف لائے، باقی حدیث زہری کی روایت کی طرح ہے البتہ اس میں حضرت سعد بن خولہ کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا ذکر نہیں ہے، البتہ یہ اضافہ ہے کہ حضرت سعد اس جگہ مرنے کو ناپسند کرتے تھے جس جگہ سے انھوں نے ہجرت کی تھی۔

بِالْاَرْضِ الَّتِیْ هَاجَرَ مِنْهَا۔

۴۰۹۹- وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ نَا زُهَیْرٌ قَالَ نَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُصْعَبُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ مَرِضْتُ فَاَرْسَلْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ دَعْنِیْ اَقْسِمْ مَالِیْ حَیْثُ شِئْتُ فَاَبٰی قُلْتُ فَالنِّصْفَ قَالَ فَاَبٰی قُلْتُ فَالثُّلُثَ قَالَ فَسَكَتَ بَعْدَ الثُّلُثِ قَالَ فَكَانَ بَعْدُ الثُّلُثُ جَائِزًا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بیمار ہو گیا، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ پیغام بھیجا میں نے کہا مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنا مال اپنے حسب منشاء تقسیم کر دوں! آپ نے انکار فرمایا، میں نے کہا اچھا آدھے مال کی اجازت دیجئے، آپ نے انکار فرمایا، میں نے کہا تہائی؟ حضرت جابر کہتے ہیں آپ تہائی سن کر خاموش ہو گئے، اور انھوں نے کہا بعد میں تہائی مال میں وصیت جائز ہو گئی

۴۱۰۰- وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ وَلَمْ یَذْكُرْ فَكَانَ بَعْدُ الثُّلُثُ جَائِزًا۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں یہ نہیں ہے کہ بعد میں تہائی مال میں وصیت جائز ہو گئی۔

۴۱۰۱- وَحَدَّثَنِی الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِیَّا قَالَ نَا حُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ عَادَنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اُوْصِیْ بِمَالِیْ كُلِّهٖ فَقَالَ لَا قُلْتُ فَالنِّصْفَ فَقَالَ لَا فَقُلْتُ اَبِالثُّلُثِ فَقَالَ نَعَمْ وَالثُّلُثُ كَثِیْرٌ۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے، میں نے عرض کیا میں اپنے پورے مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں! میں نے کہا آدھے مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا تہائی کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں تہائی بہت ہے۔

۴۱۰۲- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ عُمَرَ الْمَكِّیُّ قَالَ نَا الثَّقَفِیُّ عَنْ اَیُّوْبَ السَّخْتِیَانِیِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں حضرت سعد کی عیادت کے لیے تشریف لائے، حضرت سعد رو رہے تھے، آپ نے فرمایا:

حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ ثَلَاثَةٍ مِّنْ وُّلْدِ سَعْدٍ كُلُّهُمْ يُحَدِّثُهُ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى سَعْدٍ يَعُوْدُهٗ بِمَكَّةَ فَبَكٰى فَقَالَ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ قَدْ خَشِيْتُ اَنْ اَمُوْتَ بِالْاَرْضِ الَّتِيْ هَاجَرْتُ مِنْهَا كَمَا مَاتَ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا ثَلَاثَ مِرَارٍ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ مَالًا كَثِيْرًا وَّ اِنَّمَا يَرِثُنِي ابْنَتِيْ اَفَاُوْصِيْ بِمَالِيْ كُلِّهٖ قَالَ لَا قَالَ فَبِالثُّلُثَيْنِ قَالَ لَا قَالَ فَبِالنِّصْفِ قَالَ لَا قَالَ فَبِالثُّلُثِ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اِنَّ صَدَقَتَكَ مِنْ مَّالِكَ صَدَقَةٌ وَّ اِنَّ نَفَقَتَكَ عَلٰى عِيَالِكَ صَدَقَةٌ وَّ اِنَّ مَا تَاْكُلُ امْرَاَتُكَ مِنْ مَّالِكَ صَدَقَةٌ وَّ اِنَّكَ اَنْ تَدَعَ اَهْلَكَ بِخَيْرٍ اَوْ قَالَ بِعَيْشٍ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَدَعَهُمْ يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَ قَالَ بِيَدِهٖ۔

”تم کیوں رو رہے ہو؟“ حضرت سعد نے کہا مجھے یہ ڈر ہے کہ میں اسی زمین میں مر جاؤں گا جس سے میں نے ہجرت کی تھی جس طرح حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ (مکہ میں) فوت ہو گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دعا کی اے اللہ! سعد کو شفا دے، حضرت سعد نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس بہت مال ہے اور میری وارث صرف میری بیٹی ہے، کیا میں اپنے سارے مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں، انھوں نے کہا، دو تہائی مال کی؟ فرمایا نہیں کہا آدھے مال کی؟ فرمایا نہیں، کہا تہائی مال کی؟ فرمایا تہائی مال کی، (وصیت کر دو) اور تہائی مال بہت ہے، تمہارا اپنے مال سے صدقہ کرنا بھی صدقہ ہے اور تمہارا اپنی اولاد پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے، اور تمہارے مال سے جو تمہاری بیوی کھاتی ہے وہ بھی صدقہ ہے اور اگر تم اپنے اہل و عیال کو خوشحالی یا بہتر معاش میں چھوڑ دو تو وہ اس حال میں چھوڑنے سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہیں۔

۴۱۰۳۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الرَّبِيْعِ الْعَتَكِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا اَيُّوْبُ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ ثَلٰثَةٍ مِّنْ وُّلْدِ سَعْدٍ قَالُوْا مَرِضَ سَعْدٌ بِمَكَّةَ فَاَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ بِنَحْوِ حَدِيْثِ الثَّقَفِيِّ۔

حضرت سعد کے تین بیٹوں نے بیان کیا کہ حضرت سعد مکہ میں بیمار ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس کے بعد حسب سابق ہے۔

۴۱۰۴ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي ثَلَاثَةٌ مِّنْ وُلْدِ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كُلُّهُمْ يُحَدِّثُنِيهِ مِثْلَ حَدِيْثِ صَاحِبِهِ قَالَ مَرِضَ سَعْدٌ بِمَكَّةَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهُ بِنَحْوِ حَدِيْثِ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ حُمَيْدٍ الْحِمْيَرِيِّ۔

حضرت سعد کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد مکہ میں بیمار ہو گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، اس کے بعد مثل سابق ہے۔

۴۱۰۵ - حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الرَّازِيُّ قَالَ اَنَا عِيْسٰى يَعْنِي ابْنَ يُوْنُسَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيْعٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَوْ اَنَّ النَّاسَ غَضُّوْا مِنَ الثُّلُثِ اِلَى الرُّبُعِ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ وَفِي حَدِيْثِ وَكِيْعٍ كَبِيْرٌ اَوْ كَثِيْرٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کاش لوگ تہائی کے بجائے چوتھائی مال میں وصیت کیا کریں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تہائی بہت ہے۔

وصیت کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ سید زبیدی لکھتے ہیں: اصمعی نے تصریح کی ہے کہ وصیت کا معنی اتصال ہے اور وصیت کو وصیت اس لیے کہتے ہیں کہ یہ میت کے معاملات کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔ [1]

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ وصیت کو اس لیے وصیت کہتے ہیں کہ وصیت کی وجہ سے وہ اپنی زندگی کے معاملات کو زندگی کے بعد کے ساتھ متصل کر دیتا ہے۔ [2]

---

[1] سید محمد مرتضیٰ الحسینی زبیدی مصری متوفی ۱۲۰۵ھ تاج العروس شرح القاموس ج ۱۰ ص ۳۹۲ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: ازہری نے کہا ہے کہ جب کسی شے کو متصل کر دیں تو کہتے ہیں میں نے اس چیز کی وصیت کی، اور اس کی مناسبت یہ ہے کہ وصیت کے سبب سے میت اپنی زندگی کے معاملات کو مابعد الموت کے ساتھ متصل کر دیتا ہے۔ علامہ عینی کہتے ہیں کہ وصیت کا شرعی معنی ہے "تملیک مضاف الی ما بعد الموت" "موت کے بعد کسی کو کسی چیز کا مالک بنانا"۔ [۱]

وصیت کی اقسام

علامہ شامی نے وصیت کی چار اقسام بیان کی ہیں:

(۱) **واجب**: انسان اللہ تعالیٰ کے جن حقوق کو ادا نہیں کر سکا ان کی وصیت کرنا اس پر واجب ہے۔ مثلاً جن سالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی، یا حج نہیں کیا تو ان کے متعلق وصیت کرے یا اس سے نمازیں اور روزے چھوٹ گئے جن کی قضا نہیں کی ان کے فدیہ کے بارے میں وصیت کرے یا مالی کفارے ادا نہیں کیے ان کے لیے وصیت کرے، اسی طرح انسان بندوں کے جن حقوق کو ادا نہیں کر سکا ان کے متعلق وصیت کرے، مثلاً کسی کا قرض دینا ہے، جس کا کسی کو پتہ نہیں، کسی کی امانت لوٹانی ہے، کسی کی کوئی چیز غصب کر لی تھی اس کو واپس کرنا ہے، اس قسم کی وصیت کرنا واجب ہے۔

(۲) **مستحب**: دینی مدارس، مساجد، علماء، دینی طلبہ، غریب قرابت داروں اور دیگر امور خیر کے لیے وصیت کرنا مستحب ہے۔

(۳) **مباح**: امیر رشتہ داروں اور دنیا داروں کے لیے وصیت کرنا مباح ہے۔

(۴) **مکروہ**: فساق اور فجار کے لیے وصیت کرنا مکروہ ہے۔ [۲]

مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ جن حقوق کا ادا کرنا فرض ہے ان کے لیے وصیت فرض ہو گی جیسے زکوٰۃ اور جن حقوق کا ادا کرنا واجب ہے ان کے بارے میں وصیت واجب ہو گی جیسے روزے کا کفارہ (کیونکہ اس کا ثبوت حدیث سے ہے اور ظنی ہے) اسی طرح غریب فساق اور فجار کے لیے وصیت کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور امیر فساق اور فجار کے لیے وصیت کرنا مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ اگر وہ غریب ہیں تو ہو سکتا ہے اس مال کو وہ اپنی کفالت پر خرچ کریں اور اگر امیر ہیں تو ظن غالب ہے کہ وہ معصیت اور فسق و فجور پر خرچ کریں گے۔ اور معصیت کے اداروں کے لیے وصیت کرنا حرام ہے، مثلاً فلم سٹوڈیو، آرٹ کونسل، ریس کورس وغیرہ، اسی طرح کفار کے لیے وصیت کرنا بھی حرام ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مصنف کی تحقیق کے مطابق وصیت کی سات قسمیں ہیں۔ (۱) فرض (۲) واجب (۳) مستحب (۴) مباح۔ (۵) مکروہ تنزیہی (۶) مکروہ تحریمی (۷) حرام۔ (مستحب اور مباح کی وہی مثالیں ہیں جو اوپر مذکور ہیں)

کیا مطلقاً وصیت کرنا فرض ہے؟

حدیث نمبر ۴۰۹۱ میں ہے جس شخص کے پاس وصیت کے لائق کوئی چیز ہو اور وہ اس میں وصیت کرنا چاہتا ہو اس کے لیے وصیت لکھے بغیر دو راتیں گزارنا جائز نہیں ہے۔

---

[۱] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۴، ص ۲۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[۲] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۵۶۸ مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

علامہ نووی لکھتے ہیں: وصیت کی مشروعیت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے لیکن ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ (مطلقاً) وصیت کرنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے، اور داؤد ظاہری اور دیگر علماء اہل ظاہر نے یہ کہا ہے کہ (مطلقاً) وصیت کرنا واجب ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے، اس حدیث سے ان کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں وصیت کو واجب کرنے کی تصریح نہیں ہے (بلکہ اس میں وصیت کے وجوب کے خلاف دلیل ہے کیونکہ اس میں ہے: یرید ان یوصی فیہ "جو وصیت کرنے کا ارادہ کرے"، اس سے معلوم ہوا کہ وصیت کا حکم ہر شخص کے لیے نہیں ہے) لیکن اگر انسان پر کسی کا (غیر معروف) قرض ہو، یا کسی کا حق ہو یا امانت ہو تو اس کی وصیت کرنا لازم ہے۔ امام شافعی کا یہی قول ہے، یہ حدیث حزم اور احتیاط پر محمول ہے کیونکہ اگر انسان کے پاس کوئی وصیت کے لائق چیز ہو تو احتیاط اسی میں ہے کہ اس کے پاس وصیت لکھی ہوئی ہو۔ [1]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیر الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین (بقرہ: ۱۸۰) "جب تم میں سے کسی کو موت آئے اگر اس نے کچھ مال چھوڑا ہو تو اس پر ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے لیے دستور کے مطابق وصیت کرنا فرض کیا گیا ہے، یہ حق ہے پرہیزگاروں پر۔" قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً وصیت کرنا فرض ہے۔ علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: حضرت ابن عمر، حضرت ابوموسیٰ، سعید بن مسیب، حسن، مجاہد، عطاء، سعید بن جبیر، محمد بن سیرین، عکرمہ، زید بن اسلم، ربیع بن انس، قتادہ، سدی، مقاتل بن حیان، طاؤس، ابراہیم نخعی، شریح، ضحاک اور ابن شہاب زہری سے روایت ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ اور آیت میراث نے اس کو منسوخ کر دیا، سنن اور دیگر کتب احادیث میں ہے: ان اللہ قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث۔ "اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کو اس کا حق دے دیا ہے اب کسی وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔ [2]

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ ابن منذر نے ابوثور سے نقل کیا ہے کہ اس آیت اور اس حدیث میں جو وصیت کا وجوب ہے وہ مطلقاً وصیت کے متعلق نہیں ہے بلکہ جس شخص پر اللہ کا کوئی قرض ہو یا کسی بندے کا کوئی حق مثلاً امانت ہو اور اسے اس کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو تو اس پر اس کے متعلق وصیت کرنا واجب ہے اور مطلقاً وصیت کرنا واجب نہیں ہے، اور اس بیان سے یہ تعارض دور ہو جاتا ہے کہ حضرت ابن عمر سے صحیح مسلم میں روایت ہے کہ "مجھ پر ایک رات بھی نہیں گذرتی مگر میرے پاس وصیت لکھی ہوئی ہوتی ہے" اور یہ بھی روایت ہے کہ انھوں نے وصیت نہیں کی تھی۔ یعنی انھوں نے اپنے مال میں وصیت نہیں کی تھی اور لوگوں کی امانتوں اور حقوق کے بارے میں وصیت کی تھی۔ [3]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] " " " " " " ، عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۹،

ثلث مال تک وصیت کی تحقیق

علامہ بدرالدین عینی حنفی، حضرت سعد بن ابی وقاص کی عیادت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے تذکرہ والی حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: ابو عمرو نے کہا ہے کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث سنداً صحیح ہے اور جمہور فقہاء نے اس حدیث کو مقدار وصیت کے بارے میں اصل قرار دیا ہے اور اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ وصیت ثلث (۱/۳) سے متجاوز نہیں ہونی چاہیے۔ اہل علم کے نزدیک ثلث (۱/۳) سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہیں ہے بلکہ مستحب یہ ہے کہ ثلث سے کم وصیت کرنی چاہیے۔ [۱]

امور مباحہ پر اجر ملنے کی تحقیق

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خرچ کرنے سے اجر اس وقت حاصل ہوتا ہے جب خرچ سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا ارادہ کیا جائے۔ جب انسان اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے تقرب اور رضا کے حصول کا قصد نہ کرے تو اس سے فرض ساقط ہو جائے گا اور وہ عنداللہ بری الذمہ ہوگا لیکن اس پر اجر نہیں ملے گا اجر اس وقت ملے گا جب وہ اپنے اس عمل سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا قصد کرے گا اس طرح دیگر حقوق کی ادائیگی کا معاملہ ہے مثلاً کسی کا قرض ہو یا کسی کی امانت ہو اگر تقرب کی نیت کے بغیر ادا کرے گا تو اس سے فرض ساقط ہو جائے گا لیکن اجر نہیں ملے گا، دیگر تمام معاملات کا بھی یہی حال ہے۔ [۲]

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ مباح کام سے بھی جب اللہ تعالیٰ کے تقرب کا قصد کیا جائے تو وہ عبادت ہو جاتا ہے اور اس پر اجر و ثواب ملتا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حتیٰ کہ تم جو اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ رکھتے ہو اس میں بھی اجر ہے۔" کیونکہ انسان کی بیوی خاص حظ دنیاوی ہے اور شہوات مباحہ کا محل ہے اور عموماً بیوی سے دل لگی اور خوش طبعی کے وقت اس کے منہ میں لقمہ رکھتے ہیں اور یہ حالت عبادات اور امور آخرت سے بہت دور ہے، اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ جب اس فعل میں بھی اللہ تعالیٰ کا تقرب کے ارادہ کیا جائے تو اجر ملے گا تو اس حالت کے علاوہ جو دنیاوی امور اور مباحات ہیں جب ان میں اللہ تعالیٰ کے تقرب کی نیت کرے گا تو ان میں اجر و ثواب کا حصول زیادہ متوقع ہے مثلاً انسان عبادت پر طاقت حاصل کرنے کے لیے کھائے پیئے اور علاج کرے، اور عبادت میں تازگی حاصل کرنے کے لیے نیند اور آرام کرے اور بیوی سے اپنی خواہشات کی تکمیل کرے تاکہ گناہوں سے بچا رہے تو کھانے پینے، علاج کرنے، نیند اور آرام کرنے اور بیوی سے خواہش پوری کرنے ان سب کاموں میں اجر ہے۔ [۳]

لمبی عمر کی فضیلت

اس حدیث میں اعمال صالحہ کے حصول کے لیے لمبی عمر کی فضیلت ہے، نیز اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ تمہاری عمر لمبی ہوگی ایک قوم کو تم سے فائدہ ہوگا اور ایک قوم کو نقصان ہوگا اور ایسا ہی ہوا، کیونکہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے ایران اور عراق کو فتح کیا مسلمانوں کو ان سے قوت و شوکت، فتح و نصرت اور غنیمت کی دولت حاصل ہوئی اور کفار کے علاقے چھینے گئے ان کے مرد غلام اور عورتیں باندیاں بنیں اور جنگ میں کفار قتل ہو کر جہنم میں پہنچے۔

---

[۱] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۹۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[۲] 〃 〃 〃 〃، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۹۲، 〃 〃 〃 〃

[۳] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اہل مکہ کی ہجرت کا حکم

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا فرض تھا، فتح مکہ کے بعد یہ فرضیت منسوخ ہو گئی لیکن جو اہل مکہ ہجرت کر چکے تھے ان پر مکہ سے ہجرت کا فرض قائم اور باقی تھا اسی لیے حضرت سعد مکہ میں وفات کے خیال سے پریشان تھے اور اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن خولہ کی مکہ میں وفات پر افسوس کیا لیکن جو کسی عذر کی وجہ سے مکہ میں رہے یا فوت ہو گئے وہ معذور ہیں۔

بَابُ ۵۳۱ وُصُولِ ثَوَابِ الصَّدَقَاتِ إِلَى الْمَيِّتِ

میت کو صدقات کا ایصالِ ثواب

۴۱۰۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَبِي مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا وَلَمْ يُوصِ فَهَلْ يُكَفِّرُ عَنْهُ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے والد فوت ہو گئے انھوں نے مال چھوڑا ہے اور وصیت نہیں کی، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں، تو کیا ان کے گناہوں کا کفارہ ادا ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

۴۱۰۷ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامٍ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّيَ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَإِنِّي أَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَلِي أَجْرٌ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، میری والدہ اچانک انتقال کر گئیں، اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ کچھ بات کر سکتیں تو صدقہ دیتیں، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کر دوں تو کیا مجھے اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

۴۱۰۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أُمِّيَ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَلَمْ تُوصِ وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہا: یا رسول اللہ! میری والدہ اچانک فوت ہو گئیں اور انھوں نے کوئی وصیت نہیں کی، میرا گمان ہے اگر وہ کچھ بات کر سکتیں تو صدقہ کرتیں، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اسے اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

تَصَدَّقَتْ اَفَلَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ۔

۴۱۰۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ ح قَالَ وَثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ نَا شُعَيْبُ بْنُ اِسْحَاقَ ح قَالَ وَ حَدَّثَنِيْ اُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ قَالَ نَا يَزِيْدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ قَالَ نَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اَمَّا اَبُوْ اُسَامَةَ وَرَوْحٌ فَفِيْ حَدِيْثِهِمَا فَهَلْ لِيْ اَجْرٌ كَمَا قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَاَمَّا شُعَيْبٌ وَجَعْفَرٌ فَفِيْ حَدِيْثِهِمَا اَفَلَهَا اَجْرٌ كَرِوَايَةِ ابْنِ بِشْرٍ۔

چار سندوں سے یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

قرآن مجید سے ایصالِ ثواب کا ثبوت

اللہ تعالیٰ والدین کے لیے دعا کرنے کا حکم دیتا ہے:

وقل رب ارحمهما كما ربيني صغيرا۔ (اسراء: ۲۴)

اور کہو کہ اے میرے رب میرے والدین پر رحم فرما جس طرح انھوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔

جس طرح اولاد کی دعا سے والدین کو نفع پہنچتا ہے اسی طرح اولاد کے ایصال ثواب سے بھی والدین کو نفع پہنچتا ہے۔

ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان۔ (حشر: ۱۰)

اے ہمارے رب! ہماری بخشش فرما اور ہمارے ان مسلمان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے فوت ہو چکے ہیں۔

اس آیت میں مسلمانوں کے فوت شدہ بھائیوں کے لیے دعا کا ذکر ہے، اور جس طرح مسلمانوں کی دعا سے مسلمان میت کو فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح مسلمانوں کے دیگر نیک اعمال سے بھی مسلمان میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اور قرآن مجید کی وہ تمام آیات جن میں دوسروں کے لیے شفاعت کا ذکر ہے، ایصالِ ثواب کی واضح دلیل ہیں۔

احادیث اور آثار سے ایصالِ ثواب کا ثبوت

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشة ان رجلا قال للنبي

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک

صلی اللہ علیہ وسلم ان امی افتلتت نفسہا واظنہا لو تکلمت تصدقت فہل لہا اجران تصدقت عنہا قال نعم۔[1]

شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں اچانک فوت ہوگئیں اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ کچھ بات کر سکتیں تو صدقہ کرتیں اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کر دوں تو کیا ان کو اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان سعد بن عبادۃ توفیت امہ وھو غائب عنہا فقال یارسول اللہ ان امی توفیت وانا غائب عنہا اینفعہا شیء ان تصدقت بہ عنہا قال نعم قال فانی اشہدک ان حائطی المخراف صدقۃ علیہا۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہوگئیں اور وہ موجود نہ تھے، انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں غائب تھا اور میری والدہ فوت ہوگئیں، اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انھوں نے کہا کہ میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنا پھلوں والا باغ اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کر دیا۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن سعد بن عبادۃ انہ قال یارسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بیرا وقال ھذہ لام سعد۔[3]

حضرت سعد بن عبادہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا یارسول اللہ! سعد کی والدہ فوت ہوگئیں، پس کس چیز کا صدقہ کرنا سب سے افضل ہے آپ نے فرمایا پانی کا، انھوں نے کنواں کھودا اور کہا یہ سعد کی ماں کے لیے ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن عبادہ نے اپنی ماں کی طرف سے باغ بھی صدقہ کیا اور کنواں بھی صدقہ کر دیا۔

عن جابر بن عبد اللہ قال ذبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوئین فلما وجہہما قال انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لاشریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اللہم منک ولک عن محمد وامتہ بسم اللہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قربانی کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سینگوں والے سرمئی خصی مینڈھے ذبح کیے جب آپ نے ان کو قبلہ کے رخ گرایا تو آپ نے یہ دعا پڑھی: انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لاشریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اللہم منک ولک عن محمد وامتہ بسم اللہ واللہ اکبر

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ″ ″ ″ ″ صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۶، ″ ″

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۳۶ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

واللہ اکبر ثم ذبح۔ [1]

اس کے بعد آپ نے ذبح کیا۔

امام ابوداؤد کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

اللھم تقبل من محمد و آل محمد و من امۃ محمد۔ [2]

اے اللہ! محمد، آل محمد اور امت محمد کی طرف سے اس کو قبول فرما۔

اس روایت میں طعام پر قرآن مجید کی تلاوت اور ان کے ایصالِ ثواب کا واضح ثبوت ہے۔

عن حنش قال رایت علیا یضحی بکبشین فقلت لہ ما ھذا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصانی ان اضحی عنہ فانا اضحی عنہ۔ [3]

حنش کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو مینڈھے ذبح کرتے ہوئے دیکھا میں نے کہا یہ کیا ہیں؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت کی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں، پس میں آپ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من مات وعلیہ صیام صام عنہ ولیہ ھذا اسناد صحیح۔ [4]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر روزے ہوں اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے، یہ اسناد صحیح ہے۔ (یعنی روزوں کا فدیہ دے)

عن ابن عباس قال جاء امراۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت ان اختی ماتت وعلیہا صوم، قال لو کان علیہا دین اکنت تقتضیہ؟ قالت نعم قال فحق اللہ احق۔ [5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت نے آکر کہا میری بہن فوت ہو گئی اور اس پر روزے ہیں آپ نے فرمایا اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتیں؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا قرض ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان امراۃ جاءت الی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
[2] 〃 〃 〃 ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰، 〃 〃 〃 〃
[3] 〃 〃 〃 ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰-۲۹، 〃 〃 〃 〃
[4] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۹۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[5] 〃 〃 〃 ، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۱۹۵، 〃 〃

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت ان امی نذرت ان تحج فماتت قبل ان تحج افاحج عنھا قال نعم حجی عنھا ارءیت لو کان علی امک دین اکنت قاضیۃ قالت نعم قال اقضوا الذی لہ فان اللہ احق بالوفاء۔[1]

اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی اور وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہو گئی، کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کرو، یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتیں؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا پھر اللہ کا قرض بھی ادا کرو کیونکہ وہ ادا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔

وعن انس ان سعدا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ان امی توفیت ولم توص افینفعھا ان اتصدق عنھا قال نعم وعلیک بالماء رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال صحیح۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا یا رسول اللہ! میری والدہ فوت ہو گئیں اور انہوں نے کوئی وصیت نہیں کی، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کو نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں اور تم پانی کا صدقہ کرو، اس کو طبرانی نے روایت کیا اور اس کی سند صحیح ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تصدق بصدقۃ تطوعا فیجعلھا عن ابویہ فیکون لھما اجرھا ولا ینقص من اجرہ شیئا رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ خارجۃ بن مصعب الضبی وھو ضعیف۔[3]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص نفلی صدقہ کرے اور اس کو اپنے والدین کی طرف سے کر دے تو اس کے والدین کو اس کا اجر ملتا ہے اور اس کے اجر سے کچھ کمی نہیں ہوتی، اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں خارجہ بن مصعب ضعیف راوی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال: ترفع للمیت بعد موتہ درجتہ فیقول ای رب! ای شیء ھذا؟ فیقال ولدک استغفر لک۔[4]

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ موت کے بعد میت کے لیے ایک درجہ بلند کیا جائے گا، وہ کہے گی: اے رب! یہ کیا ہے؟ پس کہا جائے گا تیرے بیٹے نے تیرے لیے بخشش کی دعا کی ہے!

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۸۱ھ

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۳۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی، الطبعۃ الثالثہ، ۱۴۰۲ھ

[3] مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۳۹-۱۳۸

[4] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۲۱-۲۰، مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ، سانگلہ ہل

ایصال ثواب کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے اور اس سے میت کو نفع پہنچتا ہے، امام ابراہیم بن حبان نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: ہم اپنے فوت شدہ لوگوں کے لیے دعائیں کرتے ہیں، ان کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں کیا یہ ان تک پہنچتا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ ان تک پہنچتا ہے اور وہ اس سے اس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے کوئی شخص ہدیہ سے خوش ہوتا ہے۔ [1]

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک انسان کے لیے اپنے عمل کا ثواب غیر کو پہنچانا جائز ہے، خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ، یا تلاوت قرآن، یا ذکر، یا طواف، یا حج یا عمرہ یا ان کے علاوہ کوئی اور عمل ہو۔ یہ چیز کتاب اور سنت سے ثابت ہے۔ رہا یہ کہ حدیث میں ہے لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد "کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے" اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی طرف سے نماز پڑھنے سے اس کا فرض ساقط نہیں ہوگا اس میں ایصال ثواب کی ممانعت نہیں ہے، کیونکہ جس شخص نے روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا صدقہ کیا اور اس کا ثواب زندہ یا مُردوں کو پہنچا دیا تو یہ جائز ہے اور اہل سنت وجماعت کے نزدیک اس کا ثواب پہنچتا ہے۔ اسی طرح بدائع میں ہے، اور اس سے معلوم ہو گیا کہ زندہ اور مُردہ دونوں کو ثواب پہنچ سکتا ہے، اور انسان فعل کے وقت اپنی نیت کرے یا اپنے غیر کی نیت کرے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا وہ ہر حال میں دوسرے کو ثواب پہنچا سکتا ہے، اور میں نے یہ مسئلہ نہیں دیکھا کہ اگر کوئی شخص اجرت سے کر ثواب پہنچائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور بظاہر یہ صحیح نہیں ہے۔ (اس بحث کے اخیر میں اعلیٰ حضرت کی رائے کے ضمن میں ہم اس کی وجوہ صحیحہ پیش کر رہے ہیں۔ سعیدی غفرلہ) فقہاء نے جو علی الاطلاق ایصال ثواب کو جائز کہا ہے اس کا یہ تقاضا ہے کہ فرض اور نفل میں کوئی فرق نہ ہو، پس جب کسی شخص نے فرض پڑھا اور اس کا ثواب غیر کو پہنچا دیا تو یہ جائز ہے لیکن فرض کا ثواب پہنچانے والے پر دوبارہ فرض پڑھنا لازم نہیں ہوگا، کیونکہ ثواب پہنچانے والے کے لیے ثواب کا نہ ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ ثواب پہنچانے والے سے فرضیت ساقط نہ ہو، لیکن میں نے اس کی نقل نہیں دیکھی۔ [2]

علامہ ابن نجیم کے حوالے سے علامہ نابلسی نے بھی یہی لکھا ہے۔ [3]

علامہ ابن نجیم یہ سمجھ رہے ہیں کہ جب کسی شخص نے کوئی عبادت کر کے اس کا ثواب پہنچا دیا تو ثواب پہنچانے والے کو اس کا ثواب نہیں ملتا لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ کسی عبادت کا ثواب پہنچانے سے پہنچانے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی، علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں: امام دارقطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۳ ص ۶۲-۶۳ مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[3] علامہ عبدالغنی نابلسی متوفی ۱۱۴۳ھ، الحدیقۃ الندیۃ ج ۲ ص ۲۴۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، ۱۹۷۷ء

نے فرمایا جو شخص قبرستان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ (سورہ اخلاص) پڑھی اور اس کا ثواب مُردوں کو پہنچا دیا تو اس شخص کو مُردوں کے عدد کے برابر اجر دیا جائے گا[1] اور علامہ طحطاوی لکھتے ہیں: اہل سنت کے نزدیک یہ جائز ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے زندہ یا مُردہ کو پہنچا دے اور ثواب پہنچانے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی کیونکہ امام طبرانی اور امام بیہقی نے اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نفل صدقہ کرے تو وہ اپنے والدین کی طرف سے کرے اس کے والدین کو اجر ملے گا اور اس کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی[2] (اس حدیث کو ہم مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۳۹-۱۳۸ کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں)

ایصالِ ثواب کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز اور مستحب ہے، اور اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور اس کو نفع دیتا ہے اور صدقہ کرنے والے کو بھی اس سے نفع ہوتا ہے، قرآن مجید میں ہے وان لیس للانسان الا ما سعٰی (نجم ۳۹) "انسان کو صرف اپنی کوشش کا اجر ملتا ہے" اس کا مفاد یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا اس کے لیے ایصالِ ثواب کرے تو اس کو اس کا اجر نہیں ملے گا، لیکن اس باب کی احادیث اس آیت کے عموم کے لیے مخصص ہیں ـــــ مسلمانوں کا اس پر بھی اجماع ہے کہ وارث پر میت کی طرف سے صدقہ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے، البتہ اگر میت پر حقوق مالیہ ثابت ہوں اور اس نے مال چھوڑا ہو تو ان حقوق کو ادا کرنا واجب ہے، خواہ میت نے ان کو ادا کرنے کی وصیت کی ہو یا نہ، میت کے مال سے اللہ تعالیٰ کے قرض اور حقوق ادا کیے جائیں مثلاً زکوٰۃ حج، نذر، کفارہ اور روزوں کا فدیہ، اسی طرح لوگوں کے قرض ادا کیے جائیں اور اگر میت کا ترکہ نہ ہو تو ورثاء پر واجب نہیں ہے لیکن ورثاء اور دوسرے مسلمانوں کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنی طرف سے تبرعاً میت کے حقوق مالیہ ادا کر دیں[3]

ایصالِ ثواب کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ غیر کی طرف سے صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے اور یہ احادیث وان لیس للانسان الا ما سعٰی کی مخصص ہیں۔[4]

نیز لکھتے ہیں، جو شخص میت کے لیے ایصالِ ثواب کرتا ہے اس کو بھی اپنی سعی کا اجر ملتا ہے۔ اگر کوئی شخص اُجرت سے کر قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اور اس کا ثواب میت کو پہنچاتا ہے تو کیا تلاوت کرنے والے کو بھی اجر ملتا ہے؟ ہمارے شیخ ابو عبداللہ کہتے ہیں ان دونوں کو اجر ملے گا اور اجرت لینے کی وجہ سے پڑھنے والے کا ثواب باطل نہیں ہوگا۔ جس طرح کوئی شخص اجرت لے کر نماز پڑھاتا ہے تو جماعت کا ثواب امام اور نمازیوں دونوں کو ملتا ہے اور اجرت لینے کی وجہ سے امامت کا اجر باطل نہیں ہوتا اسی طرح تلاوت کی اجرت لینے سے قرآن مجید پڑھنے والوں کا اجر باطل نہیں ہوگا[5]

---

[1] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۲۷۶ مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

[2] علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۷۶ مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[4] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۳۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[5] " " " " ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۳۴۵

علامہ ابو عبد اللہ السنوسی مالکی نے بھی بعینہٖ یہی لکھا ہے۔ [۱]

ایصالِ ثواب کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

شیخ ابو العباس ابن تیمیہ حنبلی حرانی لکھتے ہیں: سنت صحیحہ کی تصریح کے مطابق میت کے لیے جو نیک اعمال کیے جاتے ہیں ان کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور میت کو اس سے نفع ہوتا ہے، اور ائمہ کا اتفاق ہے کہ میت کو غلام آزاد کرنے اور حج کا ثواب پہنچتا ہے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے "جو شخص فوت ہو گیا اور اس کے روزے چھوٹتے ہوئے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے۔" (یعنی روزوں کا فدیہ دے۔ سعیدی) اسی طرح حدیث صحیح میں نذر کے روزوں کے بارے میں ہے۔ اور یہ مسئلہ وان لیس للانسان الا ما سعٰی کے معارض نہیں ہے اور اس کی دو وجہیں ہیں:

وجہ اول: نصوص صریحہ اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ مومن کو ان اعمال کا اجر بھی ملتا ہے جو اس کی سعی سے حاصل نہیں ہوتے جیسے مسلمانوں کے لیے فرشتوں کی دعا اور استغفار، قرآن مجید میں ہے الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم ویؤمنون بہ ویستغفرون للذین اٰمنوا۔ "حاملین عرش اور اس کے گرد و نواح کے فرشتے اپنے رب کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور مومنین کے لیے استغفار کرتے ہیں، اور مسلمانوں کے لیے انبیاء کرام کی دعاؤں اور استغفار کا قرآن مجید میں ذکر ہے: وصل علیھم ان صلوٰتک سکن لھم۔ "آپ ان کے لیے استغفار کیجئے آپ کی دعا اور استغفار ان کے لیے طمانیت کا موجب ہے" اسی طرح مسلمانوں کا میت کے لیے نماز جنازہ میں دعا کرنا، اور زائرین قبر کا قبر والوں کے لیے دعا کرنا۔

وجہ ثانی: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ انسان صرف اپنی کوشش سے اجر کا مستحق ہوتا ہے اور یہ برحق ہے لیکن یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ دوسرے ذرائع اور اسباب سے اس تک نفع پہنچا دے، کیونکہ حدیث صحیح میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کے لیے دعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جب بھی وہ دعا کرتا ہے فرشتہ آمین کہتا ہے۔ اسی طرح حدیث صحیح میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص نماز جنازہ پڑھتا ہے اس کو ایک قیراط اجر ملتا ہے اور جو دفن ہونے تک جنازے کے ساتھ رہتا ہے اس کو دو قیراط اجر ملتا ہے اور ایک قیراط احد پہاڑ جتنا ہے۔" کبھی اللہ تعالیٰ میت کی دعا سے نماز جنازہ پڑھنے والے پر رحمت فرماتا ہے اور کبھی اس زندہ کی دعا سے میت پر رحم فرماتا ہے۔ [۲]

ایک اور مقام پر شیخ ابن تیمیہ اس آیت کے جواب میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: لیس للانسان الا ما سعٰی "انسان کے لیے صرف اس کی کوشش کا اجر ہے" یہ نہیں فرمایا کہ انسان کو صرف اسی کی کوشش سے نفع ہوتا ہے اور انسان کا صرف اسی اجر پر حق ہے اور اسی کا استحقاق ہے جو اس کی کوشش سے ہو، اگر دوسرا شخص اس پر تبرع اور احسان کر کے اپنی طرف سے اس کو عبادات کا اجر پہنچا دے تو جائز ہے اور مسلمان کو دوسرے مسلمانوں کے صدقات اور دعاؤں سے فائدہ پہنچتا ہے جس طرح دنیا میں انسان کا حق صرف اپنے مال پر ہوتا ہے

---

[۱] امام ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن یوسف سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال الاکمال ج ۴ ص ۳۴۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[۲] شیخ ابو العباس احمد بن تیمیہ حرانی حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۷، ص ۵۰۰، ۴۹۸ مطبوعہ بامر الفہد بن عبد العزیز آل السعود الطبعۃ الاولی۔

لیکن دوسرا شخص تبرع اور احسان کر کے اس کو اپنے مال سے فائدہ پہنچا دے تو جائز ہے اسی طرح مرنے کے بعد انسان کا استحقاق صرف اپنی عبادات پر ہے لیکن دوسرے مسلمان جو اس کو تبرع اور احسان سے نیک اعمال کا ایصال ثواب کریں وہ بھی اس کو پہنچ جاتا ہے۔ شیخ ابن تیمیہ نے اپنے بعض رسائل میں ایصال ثواب کے ثبوت پر بیس دلائل قائم کیے ہیں۔[1] اور ہم بھی شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں اس پر مفصل بحث کر چکے ہیں۔

ایصال ثواب کے متعلق علماء غیر مقلدین کا نظریہ

نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں: زندہ انسان، نماز، روزہ، تلاوت قرآن، حج اور دیگر عبادات کا جو ثواب میت کو ہدیہ کرتا ہے وہ میت کو پہنچتا ہے اور زندہ انسان کا اپنے فوت شدہ بھائی کے لیے یہ عمل نیکی، احسان اور صلہ رحمی کے قبیل سے ہے، اور تمام مخلوقات میں جس کو نیکی اور احسان کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ میت ہے جو تحت الثریٰ میں رہین ہے اور اب نیک اعمال کرنے سے عاجز ہے، پھر اپنے فوت شدہ بھائی کے لیے عبادات کا ہدیہ پیش کرنا ایک نیکی ہے اور ہر نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے سو جو شخص میت کے لیے ایک دن کے روزے یا قرآن مجید کے ایک پارے کی تلاوت کا ہدیہ پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دس روزوں اور دس پاروں کا اجر عطا فرمائے گا، اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اپنی عبادات کو دوسروں کے لیے ہدیۃً پیش کرنا اس سے بہتر ہے کہ انسان ان عبادات کا اپنے لیے ذخیرہ کرے، یہی وجہ ہے کہ جس صحابی نے کہا تھا کہ میں اپنی دعا کا تمام وقت آپ پر صلوٰۃ پڑھنے میں صرف کروں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہارے لیے کافی ہے! یہ وہ صحابی ہیں جو بعد کے تمام لوگوں سے افضل ہیں، پھر اس قول کا کیا جواز ہے کہ سلف صالحین نے فوت شدہ لوگوں کے لیے ایصال ثواب نہیں کیا! کیونکہ اس قسم کے ایصال ثواب کے لیے لوگوں کی شہادت کی ضرورت نہیں ہے، --- اور اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ سلف صالحین نے ایصال ثواب نہیں کیا تھا تو اس سے ایصال ثواب میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ یہ مستحب ہے، واجب نہیں ہے اور ہمارے لیے ایصال ثواب کے جواز کی دلیل موجود ہے خواہ ہم سے پہلے کسی نے ایصال ثواب کیا ہو یا نہ۔

شیخ ابن قیم نے ایصال ثواب کے دلائل میں سے دعاء استغفار اور نماز جنازہ کو پیش کیا ہے اور ان تمام کاموں کو سلف صالحین نے کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ آپ کے لیے اذان کے بعد فضیلۃ اور وسیلۃ (بلند درجہ) کی دعا کی جائے اور آپ پر صلوٰۃ پڑھی جائے اور یہ قیامت تک مشروع ہے، اور ہم نے اپنے مشائخ اور قرابت داروں کو دعا، تلاوت قرآن اور صدقات کا ثواب پہنچایا اور ہم نے خواب میں دیکھا کہ انھوں نے اس پر ہمارا شکریہ ادا کیا اور ہمیں معلوم ہو گیا کہ ان تک ہمارا نفع پہنچا ہے، عبدالحق[2] نے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر سورۂ بقرہ پڑھی جائے، امام احمد پہلے ایصال ثواب کا انکار کرتے تھے جب انھیں حضرت ابن عمر کے اس قول کا علم ہوا تو انھوں نے اس انکار سے رجوع کر لیا۔ امام ابن ابی شیبہ نے حجاج بن دینار سے مرفوعاً روایت کیا ہے تم اپنی نمازوں کے ساتھ ماں باپ کی طرف سے نماز پڑھو، اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کی طرف سے روزے رکھو اور اپنے صدقہ کے

---

[1] شیخ ابوالعباس احمد بن تیمیہ حرانی حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، مجموعہ الفتاویٰ ج ۲۴ ص ۳۰۶ مطبوعہ بامر الفہد بن عبدالعزیز السعودی الطبعۃ الاولیٰ

ساتھ ان کی طرف سے صدقہ کرو، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنے مُردوں پر یٰسین پڑھو" اس کا ایک احتمال یہ ہے کہ انسان کی موت کے وقت پڑھو اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کی قبر پر پڑھو، علامہ سیوطی نے کہا جمہور نے پہلی صورت کو اختیار کیا ہے اور شیخ ابن قیم نے کئی دلائل سے دوسری صورت کو ترجیح دی ہے، عبدالواحد مقدسی نے کہا یہ احادیث مرفوعہ اور صالحین کی خواب میں بشارتیں ایصال ثواب کے جواز پر اور میت کو اس سے نفع پہنچنے پر دلالت کرتی ہیں، شیخ نے کہا ہر چند کہ صرف صالحین کی بشارات دلیل نہیں بن سکتیں، لیکن بکثرت بشارات اس کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تمہارے خوابوں سے اس کی موافقت ہوتی ہے کہ لیلۃ القدر آخری عشرہ میں ہے۔ [1]

ایصال ثواب کے متعلق علماء دیوبند کا نظریہ

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں: میت کی طرف سے قرضوں کو ادا کرنا، صدقات کرنا اور دیگر تمام عبادات معتبر ہیں۔ [2]

شیخ شبیر احمد عثمانی نے متعدد کتب حدیث کے حوالوں سے ایصال ثواب کے ثبوت میں احادیث بیان کیں اور اس کے بعد لکھا ان احادیث اور آثار کے علاوہ بکثرت احادیث اور آثار ہیں جو حد تواتر تک پہنچتے ہیں اور ان سے ایصال ثواب ثابت ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی عبادات کا ثواب دوسروں کو پہنچاتا ہے اس سے دوسروں کو نفع ہوتا ہے اور یہ چیز تواتر سے ثابت ہے۔ [3]

ایصالِ ثواب کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ

فاتحہ دلاتے وقت کھانا سامنے رکھنے کے بارے میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

اور وقت فاتحہ کھانے کے قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بیکار بات ہے مگر اس کے سبب سے وصول ثواب یا جواز فاتحہ میں کچھ خلل نہیں جو اسے ناجائز و ناروا کہے ثبوت اس کا دلیل شرعی سے دے، ورنہ اپنی طرف سے بحکم خدا و رسول کسی چیز کو ناجائز و ناروا کہہ دینا خدا اور رسول پر افترا کرنا ہے، ہاں اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ جب تک کھانا سامنے نہ کیا جائے گا ثواب نہ پہنچے گا تو یہ گمان اس کا محض غلط ہے لیکن نفس فاتحہ میں اس اعتقاد سے بھی کچھ حرف نہیں آتا۔ [4]

ایصال ثواب کی تفصیل اور غنی کے کھانے کی تحقیق بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

طعام تین قسم کا ہے ایک وہ کہ عوام ایام موت میں بطور دعوت کرتے ہیں یہ ناجائز و ممنوع ہے، لان الدعوة انما شرعت فی السرور لا فی الشرور کما فی فتح القدیر وغیرہ من کتب الصدور اغنیاء کو اس کا کھانا جائز نہیں، دوسرے وہ طعام کہ اپنے اموات کو ایصال ثواب کے لیے بہ نیت تصدق کیا جاتا ہے فقراء اس

---

[1] نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، السراج الوہاج ج ۲ ص ۵۵ مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۰۲ھ
[2] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۳ ص ۴۱۳، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۵۷ھ
[3] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۳۹، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔
[4] اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۹۵ مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد ۱۳۹۴ھ

کے لیے احق ہیں، اغنیاء کو نہ چاہیے تیسرے وہ طعام کہ نذر ارواح طیبہ (اس نذر سے مراد ایصال ثواب کی نذر ہے، یہ نذر عرفی ہے، شرعی اور فقہی نذر مراد نہیں ہے کیونکہ وہ نذر عبادت ہے اور غیر اللہ کے لیے حرام ہے اس نذر عرفی کی مزید وضاحت عنقریب اعلیٰ حضرت کی دیگر عبارات سے پیش کی جائے گی۔ سعیدی غفرلہ) حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کیا جاتا ہے اور فقراء و اغنیاء سب کو بطور تبرک دیا جاتا ہے یہ سب کو بلا تکلف روا ہے اور وہ ضرور باعث برکت ہے۔[1]

گیارہویں شریف کے بارے میں اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

گیارہویں شریف جائز ہے اور باعث برکات اور وسیلہ مجربہ قضاء حاجات ہے اور خاص گیارہویں کی تخصیص عرفی اور مصلحت پر مبنی ہے جبکہ اسے شرعاً واجب نہ جانے۔[2]

بزرگان دین کی نذر و نیاز اور تیجہ و چالیسواں اور عرس کے متعلق لکھتے ہیں:

ایصال ثواب میں "نذر اللہ" نہ کہنا چاہیے، اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ ثواب اسے نذر کیا جائے، ہاں نذر رسول کہنا صحیح ہے، معظمین کی سرکار میں جو ہدیہ نذر کیا جاتا ہے اسے عرف میں نذر کہتے ہیں جیسے بادشاہوں کو نذر دی جاتی ہے۔ اولیاء کی نذر کے بہت ثبوت ہمارے فتاویٰ افریقہ میں ہیں، شاہ ولی اللہ انسان العین فی مشائخ الحرمین میں سید عبدالرحمن ادریسی قدس سرہٗ میں فرماتے ہیں: از اطراف دیار اسلام نذور برائے وے مے آوردند (اسلامی ممالک کے اطراف سے سید عبدالرحمن کو نذریں پیش کرنے کے لیے لائی جاتی ہیں)۔

تیجہ، دسواں، چہلم وغیرہ جائز ہیں جبکہ اللہ کے لیے کریں اور مساکین کو دیں اپنے عزیزوں کا ارواح کو علم ہوتا ہے اور ان کا آنا نہ آنا کچھ ضرور نہیں، فاتحہ کا کھانا بہتر یہ ہے کہ مساکین کو دے اور اگر خود محتاج ہے تو آپ کھائے اپنے بال بچوں کو کھلائے سب اجر ہے ——— حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایصال ثواب کے لیے حکم بھی دیا اور صحابہ نے ایصال ثواب کیا اور آج تک کے مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا، تخصیصات عرفیہ جب کہ لازم شرعی نہ سمجھی جائیں عدلاً سے مباح کی ہیں۔

اور عرس کہ منہیات شرعیہ سے خالی ہو اور شیرینی پر ایصال ثواب یہ سب جائز ہیں اور نہ دفن رکھنے کی ضرورت نہیں نہ اس میں حرج جبکہ لازم نہ جانے۔ ———[3]

تیجہ اور چالیسویں کو معین کرنے کے بارے میں اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

اموات مسلمین کو ایصال ثواب قطعاً مستحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ — (تم میں سے جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہے تو نفع پہنچائے) اور یہ تعینات عرفیہ ہیں، ان میں اصلاً حرج نہیں، جبکہ انھیں شرعاً لازم نہ جانے، یہ نہ سمجھے کہ انھیں دنوں ثواب پہنچے گا، آگے پیچھے نہیں۔[4]

---

[1] اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۱۴، مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد ۱۳۹۴ھ

[2] ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۱۴، " " " " " "

[3] ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۱۸ ملخصاً، " " " " " "

[4] ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۱۹ " " " " " "

نیز لکھتے ہیں: تیجے و چالیسویں وغیرہ کا تعین عرفی ہے جس سے ثواب میں خلل نہیں آتا، ہاں قرآن خوانی پر اجرت لینی دینی منع ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ حافظ کو مثلاً چالیس دن کے لیے نوکر رکھ لیں کہ جو چاہیں گے کام لیں گے اور یہ تنخواہ دیں گے پھر اس سے قبر پر پڑھنے کا کام لیا جائے اب یہ اجرت بلاشبہ جائز ہے کہ اس کے مقابل ہے نہ کہ تلاوت قرآن کے۔[۱]

قرآن خوانی کی اجرت لینے کی توجیہات

مصنف کہتا ہے کہ یہ بھی جائز ہے کہ نفس قرآن مجید پڑھنے کا معاوضہ نہ طے کیا جائے بلکہ خاص قیود کے بدلے معاوضہ لیا جائے مثلاً فلاں جگہ، فلاں وقت، فلاں شخص کے لیے ایصال ثواب کیا جائے، ان قیودات کا معاوضہ لے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قرآن پڑھنے والا، نفس قرأت کی اجرت نہ لے بلکہ اس کو پڑھنے سے جو تھکاوٹ ہوتی ہے اس کے ازالہ کے لیے معاوضہ لے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ وہ قرأت کا معاوضہ تو نہیں لیتا لیکن اس وقت وہ اگر کوئی کار معاش کرتا تو اس کو جو اجرت ملتی وہ لیتا ہے، اسی تاویل سے صحابہ نے حضرت ابوبکر اور دیگر خلفاء راشدین کو کار خلافت اور امامت کی اجرت دی اور اسی تاویل سے نماز کی امامت کی اجرت دی جاتی ہے۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ قاری للہ فی اللہ قرآن مجید پڑھے اور پڑھوانے والا للہ فی اللہ بلا تعیین کچھ خدمت کر دے اور آج کل اسی کا رواج ہے پانچویں وجہ یہ ہے کہ علامہ آلوسی اور دیگر علماء نے اس حدیث کے پیش نظر قرآن مجید کی تلاوت کی اجرت لینے کو جائز کہا ہے "ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ"[۲] "جن چیزوں پر اجرت لی جاتی ہے ان میں اجرت کی سب سے زیادہ مستحق کتاب اللہ ہے۔"

اعلیٰ حضرت تیجہ اور چالیسویں کے کھانے کے بارے میں لکھتے ہیں:

سوم، دہم، چہلم کا کھانا مساکین کو دیا جائے، برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کر کے کھلانا بے معنی بات ہے۔[۳]

نیز سوم کے کھانے اور کلمہ پڑھے ہوئے چنوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہ چیزیں غنی نہ لے فقیر لے اور وہ جو ان کا منتظر رہتا ہے ان کے نہ ملنے سے ناخوش ہوتا ہے اور اس کا قلب سیاہ ہوتا ہے، مشرک یا چمار (مُردار خور) کو اس کا دینا گناہ۔ فقیر لے کر خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں اور لے لیے ہوں تو مسلمان فقیر کو دے دے، یہ حکم عام فاتحہ کا ہے، نیاز اولیاء کرام طعام موت نہیں وہ تبرک ہے۔ فقیر و غنی سب لیں جبکہ مانی ہوئی نذر بطور نذر شرعی نہ ہو شرعی پھر غیر فقیر کو جائز نہیں۔[۴]

حضرت خاتون جنت کی نیاز کے بارے میں لکھتے ہیں:

اور حضرت خاتون جنت کی نیاز کا کھانا پردے میں رکھنا اور مردوں کو نہ کھانے دینا یہ عورتوں کی جہالتیں ہیں انھیں اس سے باز رکھا جائے۔[۵]

---

[۱] اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۲، مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد، ۱۳۹۴ھ

[۲] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[۳] اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۳، مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد ۱۳۹۴ھ،

[۴] 〃 〃 〃 فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۵، 〃 〃 〃 〃

[۵] 〃 〃 〃 فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۵، 〃 〃 〃 〃

کسی نے کہا کوئی ایسی حدیث لکھ دیجئے جس سے ثابت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فاتحہ دلائی تھی۔ (اسی طرح سوئم، چہلم اور عرس کے بارے میں بھی سوال کیا جاتا ہے) اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

فاتحہ دلانا شریعت میں جائز ہے اور جس طرح مدارس اور خانقاہیں اور مسافر خانے بنائے جاتے ہیں اور سب مسلمان ان کو فعل ثواب سمجھتے ہیں کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بنائے یا بنوائے تھے یا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ فاتحہ جس طرح اب دی جاتی ہے جس میں قرآن مجید اور کھانے دونوں کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، اور جب ممانعت کا ثبوت نہیں دے سکتا اور بے شک ہرگز نہیں دے سکتا تو جس چیز سے اللہ اور رسول نے منع نہ فرمایا دوسرا اگر منع کرے گا اپنے دل سے شریعت گڑھے گا۔ ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۰ متاع قلیل ولہم عذاب الیم۔[1]

باب ۵۳۲ مَا يَلْحَقُ الْإِنْسَانُ مِنَ الثَّوَابِ بَعْدَ وَفَاتِهٖ

موت کے بعد انسان کو عطا ہونے والا ثواب

۴۱۰۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا أَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُولَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں لیکن تین عمل منقطع نہیں ہوتے، صدقہ جاریہ، علم نافع اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہتی ہے۔

صدقات جاریہ کی وضاحت اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ موت کے بعد انسان کے نیک اعمال پر ثواب کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے لیکن تین اعمال ایسے ہیں کہ موت کے بعد بھی ان پر ثواب ملتا رہتا ہے، کیونکہ ان کا سبب اس انسان کا عمل ہے، صدقہ جاریہ مثلاً کوئی انسان مسجد بنا کر فوت ہوا، جب تک اس مسجد میں نماز پڑھی جاتی رہے گی اس کو ثواب ملتا رہے گا۔ علم نافع مثلاً کوئی عالم کوئی علمی اور دینی کتاب لکھ کر فوت ہو گیا جب تک دنیا میں وہ کتاب پڑھی جاتی رہے گی اور لوگ اس کے علوم سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اس کو ثواب ملتا رہے گا۔ (اے اللہ! اس شرح صحیح مسلم کو بھی صدقہ جاریہ کر دے۔ سعیدی) نیک اولاد بھی چونکہ انسان کی کوشش سے ہوتی ہے اس لیے جب تک اس کی اولاد اس کی اچھی تربیت سے نیکیاں کرے گی اور اس کے

---

[1] اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۷، مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد ۱۳۹۲ھ

حق میں دعا کرے گی اس کا اجر ملتا رہے گا۔

ایصال ثواب کی وضاحت

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دعا اور صدقات کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، اسی طرح قرض کی ادائیگی کا ثواب بھی پہنچتا ہے، اگر میت سے حج رہ گیا ہو تو امام شافعی کے نزدیک وہ بھی قرض میں داخل ہے اور اگر نفلی حج کی وصیت کی ہو تو وہ بھی اسی حکم میں ہے۔ اور اگر اس کے روزے قضا ہوں تو امام شافعی کے نزدیک اس کا ولی اس کی طرف سے روزے بھی رکھ سکتا ہے اور فدیہ بھی دے سکتا ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف فدیہ دیا جاسکتا ہے۔ قرآن مجید کی قرأت اور نمازوں کا ثواب پہنچانا امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک میت کی طرف سے ولی کا فرض نمازیں پڑھنا جائز نہیں ہے البتہ ان نمازوں کا روزوں کے برابر فدیہ دیا جاسکتا ہے اور نفلی نمازوں اور قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب میت کو پہنچانا جائز ہے۔

بَابُ ۵۳۳ الْوَقْفِ

وقف کا بیان

۱۱۱۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا سُلَيْمُ بْنُ أَخْضَرَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَصَابَ عُمَرُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَأْمِرُهُ فِيهَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أَصَبْتُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ لَمْ أُصِبْ مَالًا قَطُّ هُوَ أَنْفَسُ عِنْدِي مِنْهُ فَمَا تَأْمُرُنِي بِهِ قَالَ إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا قَالَ فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ أَنَّهُ لَا يُبَاعُ أَصْلُهَا وَلَا يُبْتَاعُ وَلَا يُورَثُ وَلَا يُوهَبُ قَالَ فَتَصَدَّقَ عُمَرُ فِي الْفُقَرَاءِ وَفِي الْقُرْبَى وَفِي الرِّقَابِ وَفِي سَبِيلِ اللهِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَالضَّيْفِ لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ أَوْ يُطْعِمَ صَدِيقًا غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيهِ قَالَ فَحَدَّثْتُ بِهَذَا الْحَدِيثِ مُحَمَّدًا فَلَمَّا بَلَغْتُ هَذَا الْمَكَانَ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيهِ قَالَ مُحَمَّدٌ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں زمین ملی تو وہ اس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کے لیے حاضر ہوئے، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے خیبر میں ایسی زمین ملی ہے کہ اس جیسا مال مجھے کبھی نہیں ملا، میرے خیال میں وہ بہت عمدہ ہے آپ مجھے اس کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہیں، آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اصل زمین کو اپنے پاس رکھو اور اس (کی پیداوار) کو وقف کر دو، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے اس زمین کو اس شرط کے ساتھ وقف کر دیا کہ اصل زمین کو نہ بیچا جائے نہ خریدا جائے، نہ اس میں وراثت ہو اور نہ اس کو ہبہ کیا جائے، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے اس کو فقراء، قرابت داروں، اللہ کے راستوں، مسافروں اور مہمانوں میں صدقہ کر دیا، اور یہ کہ جو شخص اس زمین کا انتظام کرے اگر وہ بھی دستور کے مطابق اس سے خود کھائے یا اپنے دوستوں کو کھلائے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس سے مال جمع نہ کرے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث محمد بن سیرین کے سامنے بیان کی جب میں غیر متمول پر پہنچا تو انہوں نے

غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا قَالَ ابْنُ عَوْنٍ وَأَنْبَأَنِي مَنْ قَرَأَ هٰذَا الْكِتَابَ أَنَّ فِيهِ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا۔

اس کی جگہ غیر متاثل کہا، ابن عون نے کہا جس نے اس دستاویز کو پڑھا تھا اس نے بتایا کہ اس میں مال کے اعتبار سے غیر متاثل ہی ہے۔

۴۱۱۲۔ حَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا أَزْهَرُ السَّمَّانُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ ابْنِ أَبِي زَائِدَةَ وَأَزْهَرَ انْتَهٰى عِنْدَ قَوْلِهِ أَوْ يُطْعِمَ صَدِيقًا غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ ابْنِ أَبِي زَائِدَةَ وَأَزْهَرَ انْتَهٰى عِنْدَ قَوْلِهِ أَوْ يُطْعِمَ صَدِيقًا غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيهِ وَلَمْ يُذْكَرْ مَا بَعْدَهُ وَحَدِيثُ ابْنِ أَبِي عَدِيٍّ فِيهِ مَا ذَكَرَ سُلَيْمٌ قَوْلَهُ فَحَدَّثْتُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ مُحَمَّدًا إِلٰى آخِرِهِ۔

دو مزید سندوں کے ساتھ یہ روایت ہے البتہ ابن ابی زائدہ اور ازہر کی روایت او یطعم صدیقاً غیر متمول فیہ پر ختم ہو گئی اور اس میں اس کے بعد کا ذکر نہیں ہے اور ابن ابی عدی کی روایت میں سلیم کا یہ قول بھی مذکور ہے کہ میں نے یہ حدیث محمد بن سیرین کو بیان کی۔

۴۱۱۳۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ قَالَ أَصَبْتُ أَرْضًا مِنْ أَرْضِ خَيْبَرَ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ أَصَبْتُ أَرْضًا لَمْ أُصِبْ مَالًا أَحَبَّ إِلَيَّ وَلَا أَنْفَسَ عِنْدِي مِنْهَا وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمْ وَلَمْ يَذْكُرْ فَحَدَّثْتُ مُحَمَّدًا وَمَا بَعْدَهُ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اراضی خیبر میں سے ایک زمین ملی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہو حاضر ہو کر کہا: مجھے ایسی زمین ملی ہے کہ اس سے زیادہ اچھا اور پسندیدہ مال مجھے کبھی نہیں ملا، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور اس میں محمد بن سیرین کے مقولہ کا ذکر نہیں ہے۔

وقف کا لغوی معنی علامہ زبیدی نے لکھا ہے کہ: لیث نے کہا ہے کہ وقف بالمکان وقفاً۔ "کسی شخص نے مکان کو فروخت کر دیا۔" اس کا معنی ہے دوام تائماً۔ "اس کو ہمیشہ قائم رکھا۔" [1]

وقف کی فقہی تعریف ملا نظام الدین نے ذکر کیا ہے: امام ابو حنیفہ کے نزدیک وقف کی شرعی تعریف یہ ہے:

---

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۶ ص ۲۶۸، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، ۱۳۰۶ھ

حبس العین علی ملک الواقف والتصدق بالمنفعۃ علی الفقراء او علی وجہ من وجوہ الخیر بمنزلۃ العواری کذا فی الکافی
کسی چیز کو اصل کو واقف کی ملک پر برقرار رکھنا اور اس کی منفعت کو فقراء پر صدقہ کر دینا، یا اس کی منفعت کو کسی کار خیر میں عاریۃً طور پر خرچ کرنا۔

اس تعریف کے اعتبار سے وقف لازم نہیں ہے اور وقف کرنے والا وقف کر کے رجوع کر سکتا ہے اور اس کو فروخت کر سکتا ہے، ہاں اگر قاضی اس کے لزوم کا فیصلہ کر دے یا وہ وقف کی وصیت کر دے تو پھر وقف لازم ہو جائیگا (نہایہ) اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک وقف کی فقہی تعریف یہ ہے۔

حبس العین علی حکم ملک اللہ تعالیٰ علی وجہ تعود منفعتہ الی العباد۔
کسی چیز کو حکماً اللہ تعالیٰ کی ملک پر برقرار رکھنا اور اس کے منافع کو بندوں پر صرف کرنا۔

اس تعریف کے اعتبار سے وقف لازم ہے، اس کو فروخت کیا جا سکتا ہے نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے نہ اس میں وراثت ہو سکتی ہے۔ (ہدایہ) عیون، یتیمہ اور شیخ ابو المکارم کی شرح نقایہ میں لکھا ہے کہ فتویٰ صاحبین کی تعریف پر ہے۔ [1]

وقف کا حکم ملا نظام الدین نے ذکر کیا ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک وقف کا حکم یہ ہے کہ وہ چیز بندے کی ملکیت سے نکل جاتی ہے اور اللہ عزوجل کی ملک پر برقرار پاتی ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ چیز واقف کی ملک پر روک دی جاتی ہے اور اب کسی دوسرے کی ملک کی طرف منتقل نہیں ہوگی اور اس کے منافع کو صدقہ کر دیا جائے گا۔ اس کے ارکان وہ خاص الفاظ ہیں جو وقف پر دلالت کریں۔ [2]

وقف کی شرائط ملا نظام الدین نے وقف کی حسب ذیل شرائط ذکر کی ہیں:

(۱) عقل اور بلوغ: اس لیے بچہ اور مجنون کا وقف کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۲)۔ حریت: غلام کا وقف کرنا صحیح نہیں ہے

(۳)۔ اس چیز کو وقف کرنا جو فی نفسہ اور خرچ کے وقت عبادت ہو، لہٰذا اگر مسلمان کسی جگہ کو مندر یا گرجا کے لیے وقف کرے تو یہ صحیح نہیں ہے، ہاں ذمی کسی جگہ کو مسجد کے لیے وقف کرے یا مسجد بنا کر دے تو یہ وقف صحیح نہیں ہے اور یہ مسجد نہیں ہوگی یہ سب کا قول ہے (جواہر الاخلاطی) (فتاویٰ رشیدیہ اور معارف القرآن میں اس کے برخلاف لکھا ہے جو غلط ہے۔ اس کی تفصیل شرح صحیح مسلم جلد ثانی کتاب المساجد کے شروع میں ملاحظہ فرمائیں۔ سعیدی)

(۴)۔ جس چیز کو وقف کیا جائے وہ واقف کی ملکیت میں ہو۔ جس چیز پر ملکیت فاسد ہو یا غصب شدہ چیز ہو یا کرائے کی جگہ ہو اس کا وقف صحیح نہیں ہے۔

(۵)۔ وقف کرنے والے کے تصرفات پر پابندی نہ ہو، مثلاً وہ کم عقل ہو یا دیوالیہ ہو۔

(۶)۔ جس چیز کو وقف کیا جائے وہ معین ہو، اگر مبہم یا مجہول حصہ کو وقف کیا تو صحیح نہیں ہے۔

(۷)۔ وقف کسی شرط پر معلق نہ ہو، مثلاً اگر کہا کہ میرا بیٹا آگیا تو میرا مکان مساکین پر وقف ہے تو بیٹے کے آنے

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۵ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۳۵۰ مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۳۵۲

کے بعد بھی مکان وقف نہیں ہوگا۔

(۸)۔ وقف کے ساتھ اس کو فروخت کرنے کی شرط نہ لگائے۔

(۹)۔ وقف کرنے میں خیار شرط نہ لگائے، یہ شرط امام محمد کے نزدیک ہے، امام ابو یوسف کے نزدیک تین دن تک خیار شرط رکھ سکتا ہے۔

(۱۰)۔ وقف ہمیشہ کے لیے کرے۔

(۱۱)۔ وقف کی آمدنی کو غیر متناہی مدت تک کے لیے رکھا جائے۔

(۱۲)۔ جس چیز کو وقف کیا جائے وہ غیر منقول ہو مثلاً زمین یا مکان ہو، منقولات کا وقف صحیح نہیں ہے، البتہ ہتھیار اور اونٹوں کا استثناء ہے۔ [۱]

وقف کے مسائل

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی لکھتے ہیں: یہ حدیث اصل وقف کی صحت پر دلیل ہے، ہمارے اور جمہور فقہاء کے نزدیک وقف صحیح ہے، اس حدیث سے وقف کے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱)۔ وقف کی بیع جائز ہے نہ ہبہ، نہ اس میں وراثت ہو سکتی ہے۔

(۲)۔ وقف کی آمدنی یا وقف کو استعمال کرنے کے بارے میں واقف کا شرائط عائد کرنا صحیح ہے۔

(۳)۔ وقف کو واقف کی شرائط کے مطابق استعمال کرنا ضروری ہے۔

(۴)۔ وقف کی فضیلت اور یہ صدقہ جاریہ ہے۔

(۵)۔ وقف کا منتظم وقف کی آمدنی سے اپنے گزارے کے لیے دستور کے مطابق کچھ خرچ لے سکتا ہے۔ [۲]

بَابُ ۵۳۴ تَرْكِ الْوَصِيَّةِ لِمَنْ لَيْسَ لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ
جس کے پاس وصیت کے لیے کوئی چیز نہ ہو اس کا وصیت کو ترک کرنا

۴۱۱۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى هَلْ أَوْصَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا قُلْتُ فَلِمَ كُتِبَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ

طلحہ بن مصرف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی؟ انھوں نے کہا نہیں! میں نے کہا پھر مسلمانوں پر وصیت کیوں فرض ہے؟ یا انھیں وصیت کرنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ انھوں نے کہا آپ نے کتاب اللہ عزوجل کے مطابق وصیت کا حکم

---

[۱] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۳۵۷ - ۳۵۲، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[۲] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

الْوَصِيَّةُ أَوْ فَلِمَ أُمِرُوا بِالْوَصِيَّةِ قَالَ أَوْصَى بِكِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ -

دیا ہے۔

۴۱۱۵ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي كِلَاهُمَا عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ وَكِيعٍ قُلْتُ فَكَيْفَ أُمِرَ النَّاسُ بِالْوَصِيَّةِ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ قُلْتُ كَيْفَ كُتِبَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ الْوَصِيَّةُ -

دو اور سندوں سے یہ روایت ہے، وکیع کی روایت میں ہے میں نے کہا لوگوں پر وصیت کیوں فرض کی گئی ہے؟ اور ابن نمیر کی روایت میں ہے میں نے کہا مسلمانوں پر وصیت کیوں فرض کی گئی ہے؟

۴۱۱۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَأَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَا حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا شَاةً وَلَا بَعِيرًا وَلَا أَوْصَى بِشَيْءٍ -

دو سندوں سے روایت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دینار چھوڑا نہ درہم، بکری نہ اونٹ، اور نہ کسی چیز کی وصیت کی۔

۴۱۱۷ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كُلُّهُمْ عَنْ جَرِيرٍ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ -

دو اور سندوں سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

۴۱۱۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ ذَكَرُوا عِنْدَ عَائِشَةَ أَنَّ عَلِيًّا كَانَ وَصِيًّا فَقَالَتْ

اسود بن یزید کہتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کیا حضرت علی کے بارے میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) وصیت کی تھی؟ حضرت عائشہ نے فرمایا ان کے لیے کب وصیت کرتے؟ آپ نے میرے سینے یا میری گود میں ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ آپ نے ایک طشت

متی اوصی الیہ فقد کنت مسندتہ الی صدری او قالت حجری فدعا بالطست فلقد انخنث فی حجری وما شعرت انہ مات فمتی اوصی الیہ۔

۴۱۱۹۔ حدثنا سعید بن منصور و قتیبۃ بن سعید و ابو بکر بن ابی شیبۃ و عمرو الناقد واللفظ لسعید قالوا حدثنا سفیان عن سلیمان الاحول عن سعید بن جبیر قال قال ابن عباس یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم بکی حتی بل دمعہ الحصی فقلت یا ابن عباس وما یوم الخمیس قال اشتد برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجعہ فقال ائتونی اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدی فتنازعوا وما ینبغی عند نبی تنازع وقالوا ما شانہ اھجر استفھموہ قال دعونی فالذی انا فیہ خیر اوصیکم بثلاث اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب واجیزوا الوفد بنحو ما کنت اجیزھم قال وسکت عن الثالثۃ او قالھا فانسیتھا قال ابو اسحق ابراھیم حدثنا الحسن بن بشر قال حدثنا سفیان بھذا الحدیث۔

۴۱۲۰۔ حدثنا اسحق بن ابراھیم اخبرنا وکیع عن مالک بن مغول عن طلحۃ بن مصرف عن سعید بن جبیر عن ابن عباس انہ قال یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم جعل تسیل دموعہ حتی رایت علی خدیہ کانھا نظام

منگا یا پھر آپ میری گود میں گر پڑے اور مجھے پتا نہ چلا کہ آپ فوت ہو گئے ہیں، آپ نے کس وقت ان کے لیے وصیت کی؟

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا! جمعرات کا دن بھی کس قدر ہولناک دن تھا جمعرات کا دن! پھر حضرت ابن عباس اس قدر روئے کہ ان کے آنسوؤں سے کنکریاں تر ہو گئیں، میں نے کہا اے ابن عباس! جمعرات کے دن کیا واقعہ ہوا تھا؟ حضرت ابن عباس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درد زیادہ ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا! قلم اور کاغذ لاؤ میں تم کو ایسی چیز لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے (قلم اور کاغذ کے متعلق) صحابہ آپس میں اختلاف کرنے لگے اور نبی کے پاس اختلاف مناسب نہیں تھا، صحابہ نے کہا کیا سبب ہے؟ کیا آپ الوداع ہو رہے ہیں؟ آپ سے پوچھو! آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو، میں جس حال میں ہوں وہ بہتر ہے۔ میں تم کو تین چیزوں کی وصیت کر رہا ہوں، مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو، وفود کی اس طرح عزت کیا کرو، جس طرح میں عزت کرتا ہوں، تیسری بات سے حضرت ابن عباس خاموش ہو گئے یا انہوں نے بیان کی تھی اور میں بھول گیا۔
حسن بن بشر کہتے ہیں کہ سفیان نے بھی ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے کہا جمعرات کا دن! جمعرات کا دن بھی کس قدر ہولناک دن تھا! پھر حضرت ابن عباس اس قدر روئے کہ ان کے رخساروں پر آنسو اس طرح بہنے لگے جیسے موتیوں کی لڑیاں ہوں، حضرت ابن عباس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس ہڈی اور دوات

اللُّؤْلُؤِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْتُونِي بِالْكَتِفِ وَالدَّوَاةِ أَوِ اللَّوْحِ وَالدَّوَاةِ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا فَقَالُوا إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْجُرُ۔

لاؤ یا فرمایا تختی اور دوات لاؤ میں تم کو ایسی چیز لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہو سکو گے، صحابہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوداع ہو رہے ہیں۔

۴۱۲۱- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمَّ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّونَ بَعْدَهُ فَقَالَ عُمَرُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ قَرِّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالِاخْتِلَافَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُومُوا قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذَلِكَ الْكِتَابَ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت آیا، اس وقت حجرے میں کئی شخص تھے جن میں حضرت عمر بن الخطاب بھی تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاؤ میں تمہیں ایک ایسی چیز لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے، حضرت عمر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درد کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے، ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔ پھر (اس مسئلہ میں) گھر والوں کا اختلاف ہوا اور وہ آپس میں بحث کرنے لگے، بعض یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قلم اور کاغذ دو تاکہ وہ تمہیں ایسی چیز لکھ دیں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو سکو، اور بعض صحابہ حضرت عمر کی طرح کہتے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کی بحث اور تخمیص بڑھ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اٹھ جاؤ" اور حضرت ابن عباس یہ کہتے تھے کہ سب سے بڑی پریشانی کی بات وہ بحث اور تخمیص تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھوانے کے درمیان حائل ہو گئی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصیت نہ کرنے پر سوالات کے جوابات

طلحہ بن مصرف نے یہ سوال کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود وصیت نہیں کی تو ہم کو وصیت کا کیوں حکم دیا؟ غالباً انھوں نے یہ سمجھا تھا کہ وصیت کا حکم اب بھی باقی ہے، حالانکہ یہ حکم اب منسوخ ہو چکا تھا، ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ حدیث نمبر ۴۱۱۹ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرہ عرب سے مشرکین کو نکالنے کی وصیت کی اور وفود کی عزت کرنے کی وصیت کی پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے وصیت نہیں کی اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے مال کی وصیت نہیں کی تھی۔

احادیث اہل سنت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت اور وصیت کی نفی

حدیث نمبر ۴۱۱۶ میں ہے حضرت عائشہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دینار چھوڑا نہ درہم نہ بکری نہ اونٹ اور نہ کسی چیز کی وصیت کی۔ اس حدیث سے شیعہ حضرات کے اس قول کا رد کرنا مقصود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں فدک کی زمین تھی جس کی وارث سیدتنا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تھیں اور وہ ان کو وراثت میں نہیں دیا گیا، ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے لیے خاص وصیت کی تھی جو اور لوگوں کے لیے نہیں کی اور وہ خلافت کی وصیت تھی۔ صحیح مسلم کی اس حدیث میں ان دونوں چیزوں کا رد ہے کیونکہ آپ نے کوئی مال چھوڑا تھا نہ آپ نے کوئی وصیت کی تھی، خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی تصریح کی ہے: امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن علی رضی اللہ عنہ انہ قال یوم الجمل: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یعہد الینا عہداً ناخذ بہ فی امارۃ ولکنہ شیء رایناہ من قبل انفسنا، ثم استخلف ابو بکر رحمۃ اللہ علی ابی بکر فقام واستقام ثم استخلف عمر، رحمۃ اللہ علی عمر فاقام واستقام حتی ضرب الدین بجرانہ۔[1]

حضرت علی نے جنگ جمل کے دن فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکومت کے بارے میں ہمیں کوئی وصیت نہیں کی جس پر ہم عمل کرتے لیکن یہ ایسی چیز ہے جس پر ہم نے اپنی طرف سے غور کیا، پھر حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا گیا، حضرت ابوبکر پر اللہ کی رحمت ہو، انھوں نے بڑی درستی کے ساتھ کار خلافت سرانجام دیے، پھر حضرت عمر کو خلیفہ بنایا گیا، اللہ حضرت عمر پر رحمت فرمائے، انھوں نے کار خلافت بڑی درستی کے ساتھ سرانجام دیے، حتیٰ کہ دین نے اپنے قدم جما لیے۔

اور امام حاکم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن قیس بن عباد قال دخلت انا والاشتر علی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یوم الجمل فقلت ھل عھد الیک رسول اللہ

قیس بن عباد کہتے ہیں کہ میں اور اشتر جنگ جمل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے میں نے کہا کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خاص وصیت کی ہے

---

[1] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۱۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

صلی اللہ علیہ وسلم عہدا دون العامۃ فقال لا الا ھذا واخرج من قراب سیفہ فاذا فیہا المؤمنون تتکافأ دماؤھم ویسعی بذمتھم ادناھم وھم ید علی من سواھم لا یقتل مومن بکافر ولا ذو عہد فی عہدہ ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ [1]

جو دوسرے صحابہ کے بارے میں نہیں کی، حضرت علی نے فرمایا نہیں پھر انھوں نے تلوار کے غلاف سے کچھ نکال کر فرمایا: البتہ یہ احکام ہیں کہ تمام مسلمانوں کے خون (ان کی جانیں) مساوی ہیں اور ایک عام مسلمان بھی کسی کو اپنی پناہ دے سکتا ہے اور وہ اپنے ماسوا پر قوی ہیں اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جا سکتا اور نہ کسی ذمی کو اس کے عہد میں قتل کیا جائے گا۔ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے لیکن انھوں نے اس کی تخریج نہیں کی،

عن عبد اللہ بن سبیع قال لعلی الا تستخلف قال لا ولکن اترککم الی ما ترککم الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ ابویعلیٰ ورجالہ ثقات۔

عبد اللہ بن سبیع کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کیا آپ اپنا جانشین (خلیفہ) نہیں بناتے حضرت علی نے فرمایا نہیں لیکن میں تم کو اس طرح چھوڑ کر جاؤں گا جس طرح تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر گئے تھے۔

ان احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مال چھوڑا تھا اور نہ کسی کو جانشین بنانے کی وصیت کی تھی اور اس کا ثبوت کتب شیعہ میں بھی ہے جیسا کہ ہم انشاء اللہ باحوالہ بیان کریں گے۔

احادیث اہل تشیع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت اور وصیت کی نفی

شیخ ابوجعفر کلینی روایت کرتے ہیں!

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذاک ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دینارا وانما اورثوا احادیث من احادیثھم فمن اخذ بشیء منہا فقد اخذ حظا وافرا الحدیث۔ [2]

ابوعبد اللہ علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور انبیاء درہم اور دینار کا وارث نہیں کرتے۔ وہ صرف اپنی احادیث میں سے احادیث کا وارث کرتے ہیں سو جس نے ان احادیث میں سے کچھ حاصل کیا، اس نے ایک عظیم حصہ حاصل کیا۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سلک طریقا یطلب فیہ علما سلک اللہ بہ طریقا

ابوعبد اللہ علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص طلب علم کے لیے کسی راستہ پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ

---

[1] امام ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۵ ص ۱۴۱ مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ
[2] شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الفروع من الکافی ج ۱ ص ۳۲، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ تہران

الی الجنۃ وان الملائکۃ لتضع اجنحتھا لطالب العلم رضا بہ وانہ یستغفر لطالب العلم من فی السماء ومن فی الارض حتی الحوت فی البحر وفضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر النجوم لیلۃ البدر وان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما ولکن ورثوا العلم فمن اخذ منہ اخذ بحظ وافر۔ [1]

پر چلائے گا، اور بے شک طالب علم کو راضی کرنے کے لیے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور طالب علم کی مغفرت کے لیے تمام آسمان اور زمین والے دعا کرتے ہیں حتی کہ سمندر کی مچھلیاں دعا کرتی ہیں اور عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کی ستاروں پر فضیلت ہے اور علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے البتہ علم کا وارث بناتے ہیں سو جس نے علم کو حاصل کیا اس نے ایک عظیم حصہ کو حاصل کیا۔

ان دونوں حدیثوں میں اس کی تصریح ہے کہ انبیاء علیہم السلام مال کو وراثت میں نہیں چھوڑتے سو یہ کہنا غلط ہے کہ نبی علیہ السلام نے فدک کو وراثت میں چھوڑا تھا۔

اَھَجَرَ کی تحقیق

حدیث نمبر ۴۱۱۹ میں ہے اَھَجَرَ اس لفظ میں دو احتمال ہیں یا تو یہ ھُجر (بضم الھاء) سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہذیان یعنی شدت مرض کی بناء پر مریض کا اول فول اور بے ربط باتیں کرنا یعنی کیا آپ ہذیان کہہ رہے ہیں؟ یہ استفہام انکاری ہے یعنی آپ العیاذ باللہ کوئی ہذیان تو نہیں کہہ رہے سنجیدگی سے کاغذ اور دوات منگوا رہے ہیں، دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ لفظ ھَجر (بفتح الھاء) سے ماخوذ ہو اس کا معنی فراق اور وداع ہے اور یہی معنی صحابہ کرام کے مقام کے لائق ہے یعنی آپ جو وصیت لکھوانے کے لیے کاغذ اور دوات منگوا رہے ہیں تو کیا آپ ہم سے الوداع ہو رہے ہیں؟

حدیث قرطاس میں حضرت عمر پر حضور کا کہنا نہ ماننے کا اعتراض اور اس کے جوابات۔!

حدیث قرطاس کی بناء پر اہل تشیع کا مشہور اعتراض یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ اور دوات لانے کا حکم دیا تھا اور حضرت عمر اور ان کے موافقین نے کاغذ اور دوات نہ لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی، اس کا الزامی جواب یہ ہے کہ اگر یہ بالفرض معصیت ہے تو اس میں حضرت عمر اور ان کے موافقین منفرد نہیں ہیں بلکہ اس معصیت میں تمام اہل بیت شریک ہیں، کیونکہ کاغذ اور دوات کسی نے لا کر نہیں دی، خاص طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول موجود ہے، امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال امرنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اٰتیہ بطبق یکتب فیہ مالا تضل امتہ من

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ایک طبق لے کر آؤں جس پر آپ ایسی چیز لکھ دیں گے جس

---

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الفروع من الکافی ج ۱ ص ۳۴، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران۔

بعدہ، قال فخشیت ان تفوتنی نفسہ، قال: قلت انی احفظ واعی قال اوصی بالصلوۃ والزکاۃ وما ملکت ایمانکم۔ [1]

کی وجہ سے آپ کی امت آپ کے بعد گمراہ نہیں ہوگی حضرت علی نے کہا مجھے یہ خدشہ ہوا کہ کہیں آپ فوت نہ ہو جائیں میں نے کہا میں اس کو حفظ کر لوں گا اور یاد کر لوں گا! آپ نے فرمایا میں نماز، زکوۃ اور غلاموں اور باندیوں (کے ساتھ حسن سلوک) کی وصیت کرتا ہوں۔

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر اور ان کے موافقین کا دوات اور کاغذ نہ لا کر دینا کسی عناد اور معصیت کی بناء پر نہیں تھا مگر ان کا مقصد یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو درد سے شدید تکلیف ہو رہی ہے اور اس حالت میں لکھوانے سے کہیں آپ کو زیادہ تکلیف نہ ہو جائے اس لیے ان کا یہ کہنا حسبنا کتاب اللہ "ہمیں کتاب اللہ کافی ہے" آپ سے شدید محبت اور آپ کو تکلیف کی شدت سے بچانے کے لیے تھا، جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب کفار قریش نے صلح نامہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا محمد رسول اللہ کاٹ کر محمد بن عبد اللہ لکھ دو تو حضرت علی نے فرمایا لا واللہ لا امحوک ابدا۔ "نہیں خدا کی قسم! میں آپ کا نام نہیں مٹاؤں گا!" [2] تو کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت علی نے عناد اور معصیت کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہیں مانا بلکہ ہر خردمند اور صاحب عقل شخص یہی کہے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس حکم کو نہ ماننا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور محبت کی بناء پر تھا۔

اس اعتراض کا تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر کا گمان یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک فوت نہیں ہوں گے جب تک تمام منافقین کو تہ تیغ نہ کر لیں اور فارس اور روم پر اسلام کے جھنڈے نہ گاڑ دیں اور ان کا خیال یہ تھا کہ اگر اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں لکھا تو کوئی بات نہیں تندرست ہونے کے بعد لکھ دیں گے اس توجیہ کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے، امام ابن سعد واقدی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی مات فیہ ائتونی بدواۃ وصحیفۃ اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فقال عمر بن الخطاب من لفلانۃ وفلانۃ من مدائن الروم؟ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس بمیت حتی نفتتحہا۔ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں فرمایا مجھے دوات اور کاغذ لا کر دو میں تم کو ایسی چیز لکھ کر دوں گا جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے! حضرت عمر بن الخطاب نے کہا فلاں، فلاں اور روم کے شہروں کا کیا ہوگا، جب تک ہم ان شہروں کو فتح نہ کر لیں، رسول اللہ فوت نہیں ہوں گے۔

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۹۰ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۷۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] امام محمد بن سعد واقدی متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۲۴۴ مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر کا خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی فوت نہیں ہوں گے، اس لیے جلدی کی کیا ضرورت ہے، کہ اس شدید علالت میں آپ کو لکھوانے کی زحمت دی جائے جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درد غالب ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے ہمیں کتاب اللہ کافی ہے!

اس اعتراض کا چوتھا جواب یہ ہے کہ کئی مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے بعد حضرت عمر اپنی رائے پیش کرتے، اگر وہ رائے صحیح ہوتی تو حضور حضرت عمر کے مشورے کو قبول فرما لیتے اور اگر غلط ہوتی تو رد فرما دیتے مثلاً صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو اپنی نعلین دے کر یہ اعلان کرنے کے لیے کہا جو شخص صمیم قلب سے لا الہ الا اللہ کی گواہی دے اس کو جنت کی بشارت دے دو، حضرت عمر نے مشورہ دیا فخلھم یعملون ۔ لوگوں کو عمل کرنے دیں یعنی اس بشارت سے غلط فہمی میں مبتلا ہو کر لوگ عمل کرنا نہ چھوڑ دیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو قبول فرما لیا، عبداللہ بن ابی ابن سلول کی نماز جنازہ پڑھنے سے حضرت عمر نے بہت اختلاف کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رائے قبول نہیں فرمائی اور عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی، صلح حدیبیہ کی شرائط سے حضرت عمر نے بہت شدید اختلاف کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے اختلاف کی طرف توجہ نہیں کی اور انہیں شرائط پر صلح کی۔ اگر اس موقع پر بھی حضرت عمر کی رائے غلط اور خطاء تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تردید کرتے اور اتنے اہم امر کا لکھوانا نہ چھوڑتے جس پر مسلمانوں کے گمراہی سے بچنے کا مدار تھا، نبی کی بعثت ہی اس لیے ہوتی ہے کہ وہ ان باتوں کو بیان کرے جن پر گمراہی سے بچنا موقوف ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایسے امر کو حضرت عمر کے کہنے کی وجہ سے چھوڑ دیا تو یہ العیاذ باللہ منصب نبوت اور رسالت کے خلاف ہے۔

اس اعتراض کا پانچواں جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے دوات اور کاغذ کو لا کر نہیں دیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عتاب کیا نہ انہیں کوئی سزا دی نہ ان کی تردید اور تغلیط کی البتہ اس میں بحث کرنے والوں سے یہ فرمایا "کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ نبی کے پاس بیٹھ کر بحث کرنا مناسب نہیں ہے۔" جتنی بات غلط تھی (یعنی نبی کے سامنے آپس میں بحث کرنا) اس غلطی پر ٹوک دیا اگر دوات اور کاغذ لا کر نہ دینا بھی غلط ہوتا تو اس پر بھی ٹوک دیتے۔

چھٹا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو لکھوا رہے تھے اگر وہ مسلمانوں کے دین اور شریعت کی کوئی ضروری اور ناگزیر چیز تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لکھوانے کو کبھی ترک نہ کرتے بحضرت عمر تو الگ رہے اگر ساری کائنات بھی مخالفت کرتی تب بھی آپ اس کو ترک نہ کرتے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ (مائدہ: ۶۷) "جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا اس کو پہنچا دیجئے اور اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو آپ نے کار رسالت انجام نہ دیا" جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کی سخت مخالفت دھمکیوں اور ضرر رسانیوں کے باوجود تبلیغ ترک نہیں کی تھی۔

ساتواں جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ کے بعد چار دن زندہ رہے (کیونکہ یہ جمعرات کا واقعہ ہے اور پیر کو آپ کا وصال ہوا ہے) پس جس چیز کو آپ لکھوانے کے لیے کہہ رہے تھے اگر اس کا لکھوانا ضروری ہوتا تو ان دنوں میں آپ لکھوا دیتے، جبکہ ان ایام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور متعدد احکام ثابت ہیں اور بہت سی روایات میں ہے کہ ان ایام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں تخفیف ہو گئی تھی اگر یہ کوئی ناگزیر چیز تھی تو آپ ان

ایام میں لکھوا دیتے۔

آٹھواں جواب یہ ہے کہ اگر یہ کوئی اہم چیز نہیں تھی اور واقعۃً ایسا ہی تھا جیسا کہ ہم بادلائل بیان کر چکے ہیں تو حضرت عمر پر اعتراض کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر نے ایک غیر اہم چیز کے لیے شدت مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھا۔

نواں جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے امت پر شفقت کی خاطر یا کسی اور سبب سے کچھ لکھوانا چاہا بعد میں وحی کے ذریعہ یا اجتہاد سے آپ پر منکشف ہوا کہ اس چیز کا نہ لکھوانا ہی بہتر ہے۔

دسواں جواب یہ ہے کہ شریعت میں جو احکام آ چکے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہی کی تاکید کے طور پر کچھ لکھوانا چاہتے تھے اور جب حضرت عمر نے کہا حسبنا کتاب اللہ "ہمیں کتاب اللہ کافی ہے" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تاکید کی ضرورت نہیں سمجھی۔

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کی خلافت کے بارے میں کچھ لکھوانا چاہتے تھے؟

اہل تشیع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کی خلافت کے بارے میں کچھ لکھوانا چاہتے تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر نے اس کی مخالفت کی۔ یہ صرف بے بنیاد مفروضہ ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اول تو کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے کہ آپ امر خلافت کے بارے میں لکھوانا چاہتے تھے۔ اور اگر آپ بالفرض امر خلافت کے بارے میں لکھوانا چاہتے تھے تو یہ کیسے لازم آیا کہ آپ حضرت علی کی خلافت کے بارے میں لکھوانا چاہتے تھے یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں لکھوانا چاہتے ہوں۔ اور قرائن سے یہی ثابت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حج میں اپنا خلیفہ بنایا اور حضور کی زندگی میں حضرت ابوبکر کی قیادت اور امامت میں مسلمانوں نے فریضہ حج ادا کیا، دو بار آپ نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز کا کچھ حصہ پڑھا ایک بار جب عمرو بن عوف کی صلح کے لیے تشریف لے گئے تھے تو عصر کی نماز کا کچھ حصہ حضرت ابوبکر کی اقتداء میں پڑھا اور جب حضرت ابوبکر کو علم ہوا تو وہ پیچھے آ گئے اور باقی نماز آپ نے پڑھائی [1] اور دوسری بار پیر کا دن تھا جب آپ کا وصال ہوا اس دن صبح کی نماز آپ نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں پڑھی، یہ آپ کی دنیا میں آخری نماز تھی [2] آپ نے اپنی آخری علالت میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے پیہم منع کرنے کے باوجود باصرار فرمایا: مروا ابابکر ان یصلی بالناس [3] "ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں" اور ایام علالت میں حضرت ابوبکر نے سترہ نمازیں پڑھائیں [4]

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۳ ص ۸۳ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۳ ص ۹۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا، گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر یعنی ثبوت حدیث کے تینوں طریقوں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت ثابت ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت ابوبکر ہی مسلمانوں کے امام تھے اور آپ رفیق اعلیٰ سے اس حال میں واصل ہوئے کہ مسلمانوں کو حضرت ابوبکر کی امامت کے سپرد کر چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی نے حضرت ابوبکر کے انتخاب کے وقت فرمایا: ہم اپنی دنیا کی امامت کے لیے اس شخص پر راضی ہو گئے جس کی ہمارے دین میں امامت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو چکے تھے۔ [1]

حضرت ابوبکر کے استخلاف پر سب سے واضح اور روشن قرینہ یہ حدیث ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ ادعی لی ابا بکر اباک واخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول انا اولی ویابی اللہ والمؤمنون الا ابا بکر۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی علالت میں فرمایا: اپنے باپ ابوبکر کو اور اپنے بھائی کو میرے پاس بلاؤ تاکہ میں انھیں (امر خلافت) لکھ کر دے دوں، کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا (خلافت کی) تمنا کریگا اور کہے گا کہ میں زیادہ مستحق ہوں اور اللہ اور مسلمان ابوبکر کے سوا کسی کو نہیں مانیں گے۔!

اس حدیث کو امام بخاری نے دو جگہ روایت کیا ہے، کتاب المرضیٰ میں [3] اور کتاب الاحکام میں [4]۔

جو لوگ صحیحین کی اس روایت (حدیث قرطاس) کی وجہ سے حضرت عمر پر اعتراض کرتے ہیں انھیں صحیحین کی اس روایت پر بھی ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیے۔

عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طرقہ وفاطمة بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلة فقال الا تصلیان فقلت یا رسول اللہ انفسنا بید اللہ فاذا شاء ان یبعثنا بعثنا فانصرف حین قلت ذلک ولم یرجع

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور حضرت فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا کیا تم نماز نہیں پڑھتے! میں نے کہا یا رسول اللہ! ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں جب وہ ہمیں اٹھانا چاہتا ہے تو اٹھا دیتا ہے! جب میں نے یہ کہا تو نبی صلی اللہ علیہ

[1] حافظ ابوعمر و یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ ھ، الاستیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۲ ص ۲۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ ھ
[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ ھ
[3] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ
[4] " " " ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۷۲، ۱۰۷۱، " " "

الی شیئا ثم سمعتہ وھو مول یضرب فخذہ وھو یقول وکان الانسان اکثر شیء جدلا۔ ؎

وسلم واپس لوٹ گئے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا، پھر میں نے سُنا جب آپ پیٹھ پھیر کر جا رہے تھے تو اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے فرما رہے تھے: "انسان سب سے زیادہ بحث کرنے والا ہے۔"

؎ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب النذر

باب ۵۳۵

۴۱۲۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ ابْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَا أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ابْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ اسْتَفْتَى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَذْرٍ كَانَ عَلَى أُمِّهِ تُوُفِّيَتْ قَبْلَ أَنْ تَقْضِيَهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاقْضِهِ عَنْهَا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ان کی والدہ نے ایک نذر مانی تھی اور وہ نذر پوری کرنے سے پہلے فوت ہوگئیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان کی طرف سے نذر پوری کردو۔

۴۱۲۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَإِسْحَاقُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِ اللَّيْثِ وَمَعْنَى حَدِيثِهِ

پانچ دیگر اسانید کے ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے۔

۴۱۲۴ - حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا وَ قَالَ زُهَیْرٌ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَوْمًا یَنْهَانَا عَنِ النَّذْرِ وَ یَقُوْلُ اِنَّهٗ لَا یَرُدُّ شَیْئًا وَ اِنَّمَا یُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ الشَّحِیْحِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نذر سے منع فرمانے لگے اور فرمایا نذر کسی چیز کو ٹال نہیں سکتی، نذر کی وجہ سے (غریبوں کے لیے) بخیل سے مال نکلوایا جاتا ہے۔

۴۱۲۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یَحْیٰی حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ اَبِیْ حَکِیْمٍ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ النَّذْرُ لَا یُقَدِّمُ شَیْئًا وَ لَا یُؤَخِّرُهٗ وَ اِنَّمَا یُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ الْبَخِیْلِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر کسی چیز کو مقدم یا مؤخر نہیں کرتی، یہ صرف بخیل سے مال نکلوانے کا ذریعہ ہے۔

۴۱۲۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَ ابْنُ بَشَّارٍ وَ اللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰی عَنِ النَّذْرِ وَ قَالَ اِنَّهٗ لَا یَاْتِیْ بِخَیْرٍ وَ اِنَّمَا یُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ الْبَخِیْلِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر سے منع کیا اور فرمایا نذر کسی خیر کو نہیں لاتی، یہ صرف بخیل سے مال نکلوانے کا ذریعہ ہے۔

۴۱۲۷ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا مُفَضَّلٌ ح وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْیَانَ کِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِیْثِ جَرِیْرٍ۔

دو دیگر اسانید سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۴۱۲۸ - وَ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَنْذِرُوا فَإِنَّ النَّذْرَ لَا يُغْنِي مِنَ الْقَدَرِ شَيْئًا وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ.

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر مت مانا کرو، کیونکہ نذر تقدیر کو ٹال نہیں سکتی، یہ صرف بخیل سے مال نکلوانے کا ذریعہ ہے۔

۴۱۲۹- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنِ النَّذْرِ وَقَالَ إِنَّهُ لَا يَرُدُّ مِنَ الْقَدَرِ وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر تقدیر کو نہیں ٹالتی، یہ صرف بخیل سے مال نکلوانے کا ذریعہ ہے۔

۴۱۳۰- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرٍو وَهُوَ ابْنُ أَبِي عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ النَّذْرَ لَا يُقَرِّبُ مِنِ ابْنِ آدَمَ شَيْئًا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ قَدَّرَهُ لَهُ وَلَكِنِ النَّذْرُ يُوَافِقُ الْقَدَرَ فَيُخْرَجُ بِذَلِكَ مِنَ الْبَخِيلِ مَا لَمْ يَكُنِ الْبَخِيلُ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر ابن آدم کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں لا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے مقدر نہ کی ہو، لیکن نذر تقدیر کے موافق ہو جاتی ہے اور بخیل جو مال نکالنا نہیں چاہتا اس سے وہ مال نکلوا لیتی ہے۔

۴۱۳۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِيَّ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ كِلَاهُمَا عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے۔

۴۱۳۲- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ

حضرت عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ بنو ثقیف، بنو عقیل کا حلیف تھا، ثقیف نے رسول اللہ

قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كَانَتْ ثَقِيفُ حُلَفَاءَ بَنِي عُقَيْلٍ فَأَسَرَتْ ثَقِيفُ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَسَرَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنْ بَنِي عُقَيْلٍ وَأَصَابُوا مَعَهُ الْعَضْبَاءَ فَأَتَى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْوَثَاقِ قَالَ يَا مُحَمَّدُ فَأَتَاهُ فَقَالَ مَا شَأْنُكَ فَقَالَ بِمَ أَخَذْتَنِي وَبِمَ أَخَذْتَ سَابِقَةَ الْحَاجِّ فَقَالَ إِعْظَامًا لِذَلِكَ أَخَذْتُكَ بِجَرِيرَةِ حُلَفَائِكَ ثَقِيفَ ثُمَّ انْصَرَفَ عَنْهُ فَنَادَاهُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيمًا رَقِيقًا فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ مَا شَأْنُكَ قَالَ إِنِّي مُسْلِمٌ قَالَ لَوْ قُلْتَهَا وَأَنْتَ تَمْلِكُ أَمْرَكَ أَفْلَحْتَ كُلَّ الْفَلَاحِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَادَاهُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ فَأَتَاهُ فَقَالَ مَا شَأْنُكَ قَالَ إِنِّي جَائِعٌ فَأَطْعِمْنِي وَظَمْآنُ فَأَسْقِنِي قَالَ هَذِهِ حَاجَتُكَ فَفُدِيَ بِالرَّجُلَيْنِ قَالَ وَأُسِرَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَأُصِيبَتِ الْعَضْبَاءُ فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ فِي الْوَثَاقِ وَكَانَ الْقَوْمُ يُرِيحُونَ نَعَمَهُمْ بَيْنَ يَدَيْ بُيُوتِهِمْ فَانْفَلَتَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ مِنَ الْوَثَاقِ فَأَتَتِ الْإِبِلَ فَجَعَلَتْ إِذَا دَنَتْ مِنَ الْبَعِيرِ رَغَا فَتَتْرُكُهُ حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى الْعَضْبَاءِ فَلَمْ

صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو شخصوں کو قید کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بنو عقیل کے ایک شخص کو گرفتار کر لیا، اور اس کے ساتھ عضباء اونٹنی کو بھی پکڑ لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے پاس گئے دراں حالیکہ وہ شخص بندھا ہوا تھا، وہ کہنے لگا اے محمد! (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے اس سے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے کہا حاجیوں کی اونٹنیوں پر سبقت کرنے والی اونٹنی کیوں پکڑی گئی؟ (یعنی عضباء) اور آپ نے مجھے کس جرم میں پکڑا ہے؟ آپ نے اس بات کو عظیم گردانتے ہوئے فرمایا: میں نے تم کو تمہارے حلیف ثقیف کے بدلے میں پکڑا ہے، پھر آپ چلے گئے، اس نے کہا: یا محمد، یا محمد! اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہربان اور رقیق القلب تھے آپ اس کی طرف لوٹ آئے اور فرمایا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں مسلمان ہوں! آپ نے فرمایا اگر تو یہ اس وقت کہتا جب تجھے اپنے معاملہ کا اختیار تھا (یعنی گرفتار ہونے سے پہلے) تو تو مکمل طور پر کامیاب ہوتا، پھر آپ چل دیے، اس نے پھر آواز دی اور کہا یا محمد! یا محمد! آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں بھوکا ہوں مجھے کچھ کھلائیے! اور میں پیاسا ہوں مجھے کچھ پلائیے! آپ نے اس کو کوئی چیز دے کر فرمایا، یہ لو اپنی حاجت پوری کرو، پھر اس کو ان دو شخصوں کے عوض چھوڑ دیا گیا (جن کو ثقیف نے گرفتار کیا تھا) راوی کہتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت گرفتار کر لی گئی تھی اور عضباء اونٹنی کو بھی پکڑ لیا گیا تھا وہ عورت بندھی ہوئی تھی اور ثقیف کے لوگ اپنے گھروں کے سامنے اپنے جانوروں کو آرام پہنچا رہے تھے، ایک رات وہ عورت قید سے بھاگ نکلی، اور اونٹوں کے پاس گئی وہ جس اونٹ کے پاس جاتی وہ آواز نکالنے لگتا، اور وہ اس کو چھوڑ دیتی، پھر وہ عورت عضباء اونٹنی کے پاس گئی اس نے کوئی آواز نہیں نکالی

نُوْقٍ فَقَالَ وَنَاقَةٌ مُنَوَّقَةٌ فَقَعَدَتْ فِيْ
[illegible]
لِلّٰهِ اِنْ نَجَّاهَا اللّٰهُ عَلَيْهَا لَتَنْحَرَنَّهَا
فَلَمَّا قَدِمَتِ الْمَدِيْنَةَ رَاٰهَا النَّاسُ فَقَالُوْا
الْعَضْبَاءُ نَاقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّهَا نَذَرَتْ اِنْ نَجَّاهَا
اللّٰهُ عَلَيْهَا لَتَنْحَرَنَّهَا فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ
لَهٗ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ بِئْسَمَا جَزَتْهَا
نَذَرَتْ لِلّٰهِ اِنْ نَجَّاهَا اللّٰهُ عَلَيْهَا
لَتَنْحَرَنَّهَا لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةٍ
وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ الْعَبْدُ وَفِيْ
رِوَايَةِ ابْنِ حُجْرٍ لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةِ
اللّٰهِ۔

راوی نے کہا وہ بہت مسکین اونٹنی تھی، وہ عورت اس اونٹنی
[illegible]
اس عورت نے ان کو عاجز کر دیا، راوی کہتے ہیں کہ اس
عورت نے اللہ کی نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو
اس اونٹنی کے ساتھ نجات دے دی تو وہ اس کی قربانی
دے گی، جب وہ عورت مدینہ منورہ پہنچ گئی اور صحابہ
نے اس کو دیکھا تو کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی
عضباء ہے، اس عورت نے کہا اس نے نذر مانی تھی کہ
اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو اس اونٹنی کے ساتھ نجات دے
دی تو وہ اس کی قربانی دے گی، صحابہ کرام
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس
واقعہ کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! اس عورت نے
عضباء کو کتنا برا صلہ دیا ہے؟ اس نے اللہ کی نذر مانی
کہ اگر اللہ نے اس کو عضباء پر نجات دے دی تو وہ
اس کو ذبح کر دے گی! گناہ کی نذر کو پورا نہیں کیا جائے
گا اور نہ اس چیز کی نذر کو پورا کیا جائے گا جس کا انسان
مالک نہیں ہے۔ اور ابن حجر کی روایت میں ہے: اللہ
کی معصیت میں نذر پوری نہیں کی جائے گی۔!

۴۱۳۳۔ حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ الْعَتَكِيُّ
حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا
اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ
الثَّقَفِيِّ كِلَاهُمَا عَنْ اَيُّوْبَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ
نَحْوَهٗ وَفِيْ حَدِيْثِ حَمَّادٍ قَالَ كَانَتِ
الْعَضْبَاءُ لِرَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ عُقَيْلٍ وَكَانَتْ
مِنْ سَوَابِقِ الْحَاجِّ وَفِيْ حَدِيْثِهٖ اَيْضًا
فَاَتَتْ عَلٰى نَاقَةٍ ذَلُوْلٍ مُجَرَّسَةٍ وَفِيْ
حَدِيْثِ الثَّقَفِيِّ وَهِيَ نَاقَةٌ مُدَرَّبَةٌ۔

دیگر دو سندوں سے یہ حدیث مروی ہے،
اور حماد کی روایت میں ہے کہ عضباء بنو عقیل کے ایک
شخص کی تھی اور وہ حجاج کو پہلے پہنچانے والی اونٹنیوں
میں سے تھی، اور اس روایت میں ہے کہ وہ عورت ایک
مسکین اونٹنی کے پاس آئی جس کے گلے میں گھنٹی پڑی
ہوئی تھی اور ثقفی کی روایت میں ہے کہ وہ سدھائی
ہوئی اونٹنی تھی۔

۴۱۳۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی

أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ حَدَّثَنِي ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى شَيْخًا يُهَادَى بَيْنَ ابْنَيْهِ فَقَالَ مَا بَالُ هَذَا قَالُوا نَذَرَ أَنْ يَمْشِيَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَنْ تَعْذِيبِ هَذَا نَفْسَهُ لَغَنِيٌّ وَأَمَرَهُ أَنْ يَرْكَبَ۔

اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو دو آدمیوں کے درمیان ٹیک لگائے ہوئے جا رہا تھا، آپ نے پوچھا اس کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے، آپ نے فرمایا: یہ شخص اپنے آپ کو جو عذاب دے رہا ہے، اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پھر آپ نے اس کو سوار ہونے کا حکم دیا۔

۴۱۳۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرٍو وَهُوَ ابْنُ أَبِي عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْرَكَ شَيْخًا يَمْشِي بَيْنَ ابْنَيْهِ يَتَوَكَّأُ عَلَيْهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَأْنُ هَذَا قَالَ ابْنَاهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَانَ عَلَيْهِ نَذْرٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْكَبْ أَيُّهَا الشَّيْخُ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكَ وَعَنْ نَذْرِكَ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ وَابْنِ حُجْرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص اپنے دو بیٹوں کے درمیان ان پر ٹیک لگا کر چل رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو کیا ہوا؟ اس کے بیٹوں نے کہا: یا رسول اللہ! اس نے (پیدل چلنے کی) نذر مانی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے شیخ سوار ہو! اللہ تعالیٰ تجھ سے اور تیری نذر سے بے نیاز ہے! یہ الفاظ قتیبہ اور ابن حجر کے ہیں۔

۴۱۳۶ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی اس روایت کی مثل منقول ہے۔

۴۱۳۷ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى بْنِ صَالِحٍ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ يَعْنِي ابْنَ فَضَالَةَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری بہن نے نذر مانی کہ میں بیت اللہ تک ننگے پاؤں جاؤں گی انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ معلوم کر کے آؤں۔ میں نے آپ

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّهٗ قَالَ نَذَرَتْ اُخْتِيْ اَنْ تَمْشِيَ اِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ حَافِيَةً فَاَمَرَتْنِيْ اَنْ اَسْتَفْتِيَ لَهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَيْتُهٗ فَقَالَ لِتَمْشِ وَ لْتَرْكَبْ۔

سے دریافت کیا، آپ نے فرمایا وہ پیدل بھی چلے اور سوار بھی ہو۔

۴۱۳۸۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ اَيُّوْبَ اَنَّ يَزِيْدَ بْنَ اَبِيْ حَبِيْبٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا الْخَيْرِ حَدَّثَهٗ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ اَنَّهٗ قَالَ نَذَرَتْ اُخْتِيْ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مُفَضَّلٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ فِي الْحَدِيْثِ حَافِيَةً وَزَادَ وَكَانَ اَبُو الْخَيْرِ لَا يُفَارِقُ عُقْبَةَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔ مفضل کی حدیث میں ننگے پیروں کا ذکر نہیں ہے۔

۴۱۳۹۔ وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَّابْنُ اَبِيْ خَلَفٍ قَالَا حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ اَنَّ يَزِيْدَ بْنَ اَبِيْ حَبِيْبٍ اَخْبَرَهٗ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ۔

ایک اور سند سے بھی اس کی مثل منقول ہے۔

۴۱۴۰۔ وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ وَيُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى وَاَحْمَدُ ابْنُ عِيْسٰى قَالَ يُوْنُسُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ شُمَاسَةَ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَفَّارَةُ النَّذْرِ كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر کا وہی کفارہ ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔

نذر کا لغوی معنی

علامہ سید زبیدی لکھتے ہیں: "نذر منت ہے، انسان جس کام کی منت مان کر اس کو اپنے اوپر واجب کر لیتا ہے اس کو نذر کہتے ہیں، یہ نذر ینذرُ اور نذر ینذِرُ دونوں طرح مستعمل ہے۔ "اللہ سبحانہ کے لیے نذر کی" اس کا معنی ہے کسی صدقہ یا عبادت کو تبرعاً اپنے اوپر لازم کر لیا، قرآن مجید میں ہے کہ عمران کی بیوی نے کہا: رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا۔ "اے میرے پروردگار جو (بچہ) میرے پیٹ میں ہے میں اس کی تیرے لیے منت مانتی ہوں کہ میں اس کو دنیا کے کاموں سے آزاد رکھوں گی" ابن اثیر کہتے ہیں کہ نذر کی احادیث میں نذر ماننے سے منع کیا گیا ہے، یہ درحقیقت نذر کے حکم کی تاکید ہے اور نذر واجب کرنے کے بعد اس کو پورا کرنے میں سستی کرنے سے ممانعت ہے، اگر ان احادیث سے نذر ماننے کی ممانعت مراد ہوتی تو نذر ماننا معصیت ہوتا اور اس کو پورا کرنا لازم نہ ہوتا، ان احادیث کی یہ توجیہ اس لیے کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ نذر ماننے کی وجہ سے کوئی نفع جلد حاصل ہوتا ہے نہ کوئی ضرر دور ہوتا ہے اور نہ اس سے تقدیر کو ٹالا جا سکتا ہے، اس لیے ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ نذر ماننے کی وجہ سے تم اس چیز کو حاصل کر لو گے جو تمہاری تقدیر میں نہیں ہے یا تم قضاء کو ٹال دو گے تو نذر مت مانو، اور جب تم اس عقیدہ کے بغیر نذر مانو تو اس نذر کو پورا کرو، کیونکہ وہ تم پر لازم ہے۔[1]

نذر کا شرعی معنی

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں: نذر ایک عبادت مقصودہ ہے اور عبادات واجبہ کی جنس سے ہے۔ (جو عبادت فی نفسہا واجب نہ ہو جیسے دخول مسجد، عیادت مریض، جنازہ میں شریک ہونا، اور اوراد اور وظائف کا پڑھنا یا واجب تو ہو لیکن فی ذاتہا مقصود نہ ہو جیسے قرأت قرآن اور وضو کرنا، اس کی نذر ماننا صحیح نہیں ہے) جیسے کوئی شخص روزہ، نماز، صدقہ، حج، اعتکاف، وقف یا کسی اور عبادت مقصودہ واجبہ کی نذر مانے۔[2]

نذر کا حکم

نذر کا پورا کرنا واجب ہے، قرآن مجید میں ہے: ولیوفوا نذورہم (حج: ۲۹) "وہ اپنی نذروں کو پورا کریں" ہر چند کہ قرآن مجید سے نذر پورا کرنے کا لزوم فرضیت کا تقاضا کرتا ہے لیکن چونکہ اس آیت کی لزوم پر قطعی دلالت نہیں ہے اس لیے نذر کا پورا کرنا فرض نہیں ہے واجب ہے اور لزوم قطعی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مطلقاً نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے چنانچہ معصیت کی نذر کو عبادات نافلہ کی نذر کو اور عبادات واجبہ غیر مقصودہ کی نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے۔

اس باب کی احادیث سے بھی نذر پورا کرنے کا لزوم ثابت ہے، علامہ ابن عابدین شامی نے لکھا ہے کہ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں: نذر کا پورا کرنا کتاب، سنت اور اجماع مسلمین سے ثابت ہے۔[3]

---

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۵۶۱، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۳ ص ۹۱ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول۔

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۹۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول

نذر کی شرائط ملا نظام الدین نے نذر کی حسب ذیل شرائط ذکر کی ہیں:

(۱) جس چیز کی نذر مانی ہے اس کی جنس سے کوئی عبادت شرعاً واجب ہو، اسی لیے عیادت مریض کی نذر صحیح نہیں ہے۔

(۲) جس چیز کی نذر مانی ہے وہ عبادت مقصودہ ہو، کسی دوسری عبادت کا وسیلہ نہ ہو، اسی لیے وضو اور سجدہ تلاوت کی نذر صحیح نہیں ہے۔

(۳) جس چیز کے لیے نذر مانی ہے وہ فی نفسہٖ معصیت نہ ہو۔ (البحر الرائق)

(۴) جن عبادات کی نذر مانی ہے وہ فی نفسہا فرض یا واجب نہ ہو، مثلاً کوئی شخص ظہر کی نماز کی نذر مانے تو صحیح نہیں ہے۔

(۵) جس عبادت کی نذر مانی ہے اس کا کرنا محال نہ ہو، مثلاً کوئی شخص کہے اگر اللہ تعالیٰ نے میرا کام کر دیا تو میں گذشتہ کل میں روزہ رکھوں گا۔ (البحر الرائق)۔[1]

نذر کی اقسام علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: نذر کی چار قسمیں ہیں: (۱) عبادت جیسے نماز (۲) معصیت جیسے زنا۔ (۳) مکروہ جیسے نوافل ترک کرنے کی نذر (۴) مباح جیسے مباح کھانے پینے یا مباح لباس پہننے کی نذر۔ عبادت کی نذر کو پورا کرنا لازم ہے اور باقی اقسام کی نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے۔[2]

صحیح یہ ہے کہ عبادت کی نذر کو پورا کرنا لازم ہے، معصیت کی نذر کو پورا کرنا معصیت کی نوعیت کے اعتبار سے ممنوع ہے، حرام کی نذر حرام ہے، مکروہ تحریمی کی نذر مکروہ تحریمی ہے، مکروہ تنزیہی کی نذر مکروہ تنزیہی ہے اور مباح کی نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشة رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ ومن نذر ان یعصیہ فلا یعصہ۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نذر مانی وہ شخص اس عبادت کو کرے اور جس شخص نے گناہ کرنے کی نذر مانی وہ اس گناہ کو نہ کرے

میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جس شخص نے حج کرنے یا روزہ رکھنے یا صدقہ کرنے یا غلام آزاد کرنے یا اعتکاف کرنے یا نماز پڑھنے یا کسی اور عبادت کی نذر کی اور نذر پورا کرنے سے پہلے وہ فوت ہو گیا تو اس کا ولی اس کی طرف سے اس کی نذر پوری کر دے۔ نماز کے بارے میں امام احمد بن حنبل سے دو روایتیں منقول ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ میت کی طرف سے

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۰ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۰۸ مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۰۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

نماز نہ پڑھے، کیونکہ نماز کا کسی حال میں کوئی بدل نہیں ہے، اور باقی عبادات میت کی طرف سے کرنی جائز ہیں، لیکن میت کے ولی پر واجب نہیں ہیں بلکہ بطور صلہ رحمی اور احسان کے مستحب ہیں۔ سعید نے سفیان سے روایت کیا ہے کہ عبدالکریم بن ابی امیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اپنی والدہ کی نذر اعتکاف کے بارے میں سوال کیا، حضرت ابن عباس نے فرمایا تم ان کی طرف سے روزہ رکھو اور اعتکاف کرو! اور عامر بن شعیب نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے بھائی عبدالرحمان کی موت کے بعد ان کی طرف سے اعتکاف کیا، اور امام مالک نے فرمایا کوئی شخص کسی کی طرف سے نہیں جائے، نہ نماز پڑھے اور نہ اس کی طرف سے روزہ رکھے اور نماز کے قیاس پر باقی بدنی اعمال ہیں، اور امام شافعی نے کہا میت کی طرف سے حج کرنا جائز ہے اور نماز پڑھنا جائز نہیں ہے یہ قول واحد ہے، اور روزے کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ میت کی طرف سے روزہ نہ رکھے البتہ ہر روزے کے بدلے میں میت کا ولی ایک مسکین کو کھانا کھلا دے، کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول نے فرمایا: من مات وعلیہ صیام شھر فلیطعم عنہ مکان کل یوم مسکین۔ ”جو شخص فوت ہو گیا در آں حالیکہ اس پر ایک ماہ کے روزے ہوں اس کی طرف سے ہر دن کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے“ (سنن ابن ماجہ) غیر مقلدین کا قول یہ ہے کہ ظاہر احادیث کی وجہ سے ولی پر میت کی طرف سے روزوں کا فدیہ دینا واجب ہے، اور جمہور فقہاء کے نزدیک یہ واجب نہیں ہے، ہاں اگر میت پر کوئی مالی حق ہو اور میت کا ترکہ ہو تو پھر میت کے ولی پر اس حق کو ادا کرنا واجب ہے۔ اور اس بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم استحباب پر محمول ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو میت کے قرض کے مشابہ قرار دیا ہے اور جب تک میت کا ترکہ نہ ہو میت کا قرض ادا کرنا ورثاء پر واجب نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: میت کی طرف سے روزہ رکھنے کے جواز پر ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من مات وعلیہ صیام صام عنہ ولیہ ”جو شخص فوت ہو گیا در آں حالیکہ اس پر روزے تھے تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے“، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی در آں حالیکہ اس پر ایک ماہ کے روزے ہیں کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتے؟ اس نے کہا جی! آپ نے فرمایا اللہ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے“ (صحیح بخاری و مسلم) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی اور وہ فوت ہو گئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتے؟ اس نے کہا جی! آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔ (صحیح بخاری) یہ احادیث میت کی طرف سے حج کرنے، روزہ رکھنے اور نذر پوری کرنے میں قطعاً صریح ہیں اور باقی امور کو ان احادیث پر قیاس کیا جائے گا، اور حضرت ابن عمر سے جو روزے کے بدلے میں فدیہ کی روایت ہے وہ رمضان کے فرض روزوں پر محمول ہے (جو شارع نے واجب کیے ہیں) تاکہ ان احادیث میں تعارض نہ ہو، اور اگر تعارض فرض کیا جائے تو میت کی طرف سے روزہ رکھنے کی احادیث کی تعداد زیادہ ہے اور یہ احادیث زیادہ صحیح ہیں اس لیے ان احادیث کو مقدم کرنا واجب ہے۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا تو اولیٰ یہ ہے کہ میت کی طرف سے میت کا وارث

میت کی نذر کو پورا کرے، اور اگر وارث کا غیر نذر پوری کر دے تو یہ بھی جائز ہے، جس طرح غیر وارث کا میت کی طرف سے قرض ادا کرنا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی نذر کو قرض کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور اس پر قیاس کیا ہے، کیونکہ میت کا وارث میت کی طرف سے احسان اور تبرع کرتا ہے اور وارث کا غیر بھی اس کی طرح تبرع کر سکتا ہے اور اگر میت نے مال کی نذر کی ہو تو اس کے ترکہ سے متعلق ہوگی۔ [1]

میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحیٰی بن شرف نووی لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن عبادہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنی والدہ کی طرف سے ان کی نذر پوری کر دو" اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ میت کی طرف سے اس کے حقوق واجبہ ادا کرنا جائز ہے، حقوق مالیہ کے ادا کرنے کے جواز پر اجماع ہے، اور حقوق بدنیہ کے ادا کرنے میں اختلاف ہے، امام شافعی اور دوسرے فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ زکوٰۃ، نذر اور کفارہ میت پر جو حقوق مالیہ واجب ہیں ان کو میت کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے، خواہ میت نے اس کی وصیت کی ہو یا نہ جیسا کہ قرض کا حکم ہے، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا یہ مسلک ہے کہ میت نے جب تک وصیت نہ کی ہو اس کی طرف سے کسی چیز کو ادا کرنا واجب نہیں ہے، اور میت کی طرف سے روزہ ادا کرنے کی جو احادیث ہیں ان کو ماہرین نے معلل اور مضطرب قرار دیا ہے۔ [2]

میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی لکھتے ہیں:

میت کی نذر یا صرف مال کے ساتھ خاص ہوگی، جیسے صدقہ اور غلام آزاد کرنا، یا صرف بدن کے ساتھ خاص ہوگی جیسے نماز اور روزہ، یا مال اور بدن دونوں کے ساتھ متعلق ہوگی۔ پس اگر نذر صرف مال کے ساتھ خاص ہو جیسے صدقہ اور وقف وغیرہ تو اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ میت کے ورثاء اور ان کا غیر کوئی شخص بھی میت کی طرف سے نذر ادا کر سکتا ہے، اور اگر وہ نذر نماز اور روزے کی طرح بدن کے ساتھ خاص ہو تو کسی شخص کا بھی اس نذر کو میت کی طرف سے ادا کرنا صحیح نہیں ہے اور اگر یہ نذر مال اور بدن دونوں سے متعلق ہو جیسے حج تو اس میں امام مالک کہتے ہیں کہ اس کے لیے میت کی وصیت صحیح ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ میت کے وارثوں میں سے جو چاہے میت کی طرف سے حج کر سکتا ہے۔

علامہ ابوالولید باجی مزید لکھتے ہیں: حضرت سعد بن عبادہ کی والدہ نے کس چیز کی نذر مانی تھی؟ حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اگر یہ نذر صرف مال کی تھی یا مال اور بدن دونوں سے متعلق عبادت کی تھی، تب تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس نذر کو ادا کرنے کا حکم ظاہر ہے اور اگر یہ نذر اس عبادت کی تھی جو بدن کے ساتھ خاص ہے تو آپ نے اس کا حکم

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰ ص ۸۶، ۸۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ یحیٰی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

نہیں دیا کیونکہ جس طرح فرائض بدنیہ میں نیابت صحیح نہیں ہے اسی طرح بدنی عبادت کی نذر میں بھی نیابت صحیح نہیں ہے۔ [1] وسلم نے اس کو ادا کرنے کا حکم نہیں دیا، حالانکہ آپ نے حضرت سعد سے ان کی والدہ کی نذر کے بارے میں فرمایا: اقضه عنها "اس کی طرف سے نذر ادا کرو" البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ کیونکہ امام مالک نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: لا یصلی احد عن احد ولا یصوم احد عن احد [2] "کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے" اس لیے حضرت سعد بن عبادہ کی والدہ کی نذر مالی عبادت یا مال اور بدن سے متعلق عبادت پر محمول ہوگی۔

میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

غیر مقلدین کا قول یہ ہے کہ میت کی نذر کو اس کی طرف سے پورا کرنا واجب ہے خواہ روزہ کی نذر ہو یا نماز کی اور فقہاء شافعیہ نے کہا کہ میت کی طرف سے نماز پڑھنا اور حج کرنا جائز ہے، اور توضیح میں ہے کہ فقہاء کا مشہور مذہب یہ ہے کہ میت کی طرف سے روزہ رکھا جائے نہ نماز پڑھی جائے، اور امام شافعی کا قدیم قول یہ ہے کہ میت کی طرف سے روزہ رکھا جا سکتا ہے، امام احمد، اسحاق، ابوثور اور غیر مقلدین کا بھی نظریہ ہے، اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز نہ پڑھے، فرض نہ سنت، زندہ کی طرف سے نہ مردہ کی طرف سے، کیونکہ امام مالک نے اپنی مؤطا میں روایت کیا ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے۔ نیز علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام نسائی نے بھی روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ کسی کی طرف سے روزہ رکھے، فقہاء احناف کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے یا کسی کی طرف سے روزہ رکھے۔ [3]

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں، امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو گیا درآں حالیکہ اس پر حج فرض تھا تو اس کے ورثاء پر اس کی طرف سے حج کرنا لازم نہیں ہے خواہ اس نے حج کی وصیت کی ہو یا نہ، اور اگر اس نے حج کی وصیت کی اور اس کے تہائی مال سے حج کیا جا سکتا ہے تو میت کی وصیت کے مطابق اس کی طرف سے حج کیا جائے گا اور اگر میت کے تہائی ترکہ سے حج نہیں کیا جا سکتا تو میت کی وصیت باطل ہو جائے گی۔ [4]

خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک میت کی نذر پوری کرنا ورثاء پر اس وقت لازم ہے جب میت نے

---

[1] قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف باجی اندلسی مالکی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۳ ص ۲۴۰ مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

[2] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۲۴۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[3] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۱۰-۲۰۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[4] ″ ″ ″ ″ عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۱۴ ″ ″ ″ ″

مالی عبادت یا مال اور بدن سے متعلق عبادت کی نذر مانی ہو اور میت کے تہائی (۱/۳) ترکہ سے وہ نذر پوری کی جا سکتی ہو اور میت نے اس نذر کو پورا کرنے کی وصیت بھی کی ہو۔ اگر میت نے وصیت نہیں کی تو اس نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے البتہ تبرعاً اور احساناً ورثاء یا ان کا غیر اس نذر کو پورا کر دے تو جائز ہے، جس طرح میت کو ایصال ثواب کرنا جائز ہے۔

میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں غیر مقلدین کا نظریہ

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں میت کی نذر مالی عبادت کی ہو یا بدنی عبادت کی اس کے ورثاء پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ظاہر حدیث اہل ظاہر کے ساتھ ہے۔ [۱]

اولیاء اللہ کی نذر ماننے کا معروف اور مروّج غلط طریقہ اور اس کی اصلاح کی صورتیں

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

اکثر عوام فوت شدہ لوگوں کی نذر مانتے ہیں اور اولیاء اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان کے مزارات پر روپے پیسے، موم بتیاں اور تیل لے جاتے ہیں یہ نذر بالاجماع باطل اور حرام ہے جب تک ان چیزوں کو فقراء پر خرچ کرنے کا قصد نہ کیا جائے۔ [۲]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو شخص اولیاء اللہ کی نذر اس طرح مانتا ہے: "اے سیدی! اگر میرا گم شدہ شخص لوٹ آیا یا میرا بیمار تندرست ہو گیا یا میری حاجت پوری ہو گئی تو میں آپ کو اتنا سونا، چاندی یا کھانا یا موم بتیاں یا تیل دوں گا" یہ نذر بالاجماع باطل اور حرام ہے اور اس پر متعدد دلائل ہیں: پہلی دلیل یہ ہے کہ یہ مخلوق کی نذر ہے اور مخلوق کی نذر جائز نہیں ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور مخلوق کی عبادت جائز نہیں ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ جس کی نذر مانی ہے وہ میت ہے اور میت کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا، تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر نذر ماننے والے کا یہ گمان ہے کہ اشیاء میں اللہ تعالیٰ نہیں میت کا تصرف ہے تو اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔ اس کی اصلاح کی یہ صورت ہے کہ نذر ماننے والا اللہ کی نذر مانے اور کہے اے اللہ اگر میرا مریض شفایاب ہو گیا، یا میرا گم شدہ شخص واپس آ گیا یا میری حاجت پوری ہو گئی تو میں تیری نذر مانتا ہوں کہ میں (مثلاً) سیدہ نفیسہ، یا امام شافعی یا امام لیث کے مزار پر بیٹھنے والے فقراء کو کھانا کھلاؤں گا یا ان کی مساجد کے لیے چٹائیاں لے جاؤں گا یا ان مساجد کے لیے تیل یا روپے پیسے لے جاؤں گا۔ نذر اللہ عزوجل کی ہو اور اولیاء کرام کا ذکر صرف نذر کا مصرف متعین کرنے کے لیے ہو، اور جو فقراء اولیاء اللہ کے مزارات یا مساجد پر اس امید سے بیٹھے ہوتے ہیں ان پر اس نذر کو خرچ کیا جائے۔ اس نذر کو غنی، عہدہ دار اور سادات پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے اور شریعت میں نذر کو اغنیاء پر صرف کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے کیونکہ اس پر

---

[۱] نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، المسلک الوہاج ج ۱ ص ۷۵ مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال ۱۳۰۲ھ

[۲] علامہ علاؤ الدین الحصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۱۷۵ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

اجماع ہے کہ مخلوق کی نذر حرام ہے اور منعقد نہیں ہوتی اور نہ ہی مزارات کے خادموں کے لیے اس نذر کا لینا جائز ہے الا یہ کہ وہ فقراء ہوں اور ان کے اہل و عیال کسب سے عاجز ہوں۔ [1]

ملا نظام الدین حنفی (مرتب فتاویٰ عالمگیری) نے ذکر کیا ہے:-

اکثر عوام اس طرح نذر مانتے ہیں کہ وہ اولیاء اللہ کے مزارات پر جاتے ہیں اور ان کے مزار کی چادر اٹھا کر کہتے ہیں: اے سیدی فلاں بزرگ! اگر میری حاجت پوری ہو گئی تو مثلاً آپ کو اتنا سونا دوں گا" یہ نذر بالاجماع باطل ہے۔ ہاں اگر یہ کہے کہ اے اللہ! میں تیری نذر مانتا ہوں کہ اگر مثلاً میرا بیٹا شفایاب ہو گیا تو میں مثلاً سیدہ نفیسہ کے دربار پر بیٹھنے والے فقراء کو کھانا کھلاؤں گا یا ان کی مسجد کے لیے چٹائیاں اور روشنی کے لیے موم بتیاں دوں گا یا مسجد کے منتظم کو خرچ کے لیے پیسے دوں گا۔ یہ نذر اللہ تعالیٰ کی ہو اور شیخ کا ذکر صرف نذر کے مستحقین کے محل کو متعین کرنے کے لیے ہو تو یہ جائز ہے۔ لیکن اس نذر کو غیر فقراء پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے، کسی ذی علم عالم پر اور نہ شیخ کے خدام اور حاضرین پر الا یہ کہ وہ فقراء ہوں۔ پس اولیاء اللہ کے مزارات پر ان کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جو پیسے چڑھائے جاتے ہیں وہ بالاجماع حرام ہیں جب تک ان پیسوں کو زندہ فقراء پر خرچ کرنے کا قصد نہ کیا جائے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اکثر لوگ اس غلط کام میں مبتلا ہیں۔ النہر الفائق اور البحر الرائق میں اسی طرح لکھا ہے۔ [2]

اولیاء اللہ کی مروّج نذر کے متعلق شاہ مسعود دہلوی کا نظریہ

شاہ محمد مسعود دہلوی لکھتے ہیں: اگر کوئی نذر ماننے والا نذر کو واسطے اللہ کے خالصاً ماننے اور کہے کہ اے بار خدایا! یہ نذر واسطے تیرے ہے اگر فلاں حاجت پوری ہو جائے گی تو فلاں درگاہ کے فقراء کو دوں گا تو جائز ہے کما فی الشامی اور یہی عالمگیری میں ہے، پس تاوقتیکہ نذر خالصاً للہ نہ ہو اور صرف اس کا واسطے فقراء زندوں کے نہ ہو جائز نہیں اور حرام ہے بالاجماع۔ [3]

اولیاء اللہ کی مروّج نذر کے متعلق مولانا ریاست علی خان کا نظریہ

مولانا ریاست علی خان سے سوال کیا گیا: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بکرا جو عوام الناس میں شیخ سدو کے نام کا مقرر کرتے ہیں اور نذر مانتے ہیں کہ اگر ہماری مراد پوری ہو جائے گی تو تمہارے نام کا بکرا ذبح کریں گے تو کھانا اس گوشت کا حرام ہے یا حلال اور ایسی نذر درست ہے یا نہیں؟۔

مولانا ریاست علی خان جواب میں لکھتے ہیں:

کھانا اس گوشت کا بلاشبہ حرام ہے اس لیے کہ اس میں تعظیم اور تقرب اور اہلال الی غیر اللہ پایا گیا کہ شرح شریف میں

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۱۶ مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[3] شاہ محمد مسعود دہلوی ۱۳۹۶ھ، فتاویٰ مسعودی ص ۴۴۰ مطبوعہ سرہند پبلی کیشنز کراچی، ۱۴۰۷ھ

ایسی تنظیم اور تقرب کی ممانعت صریح ثابت ہے اور ایسی نذر نا درست اور حرام ہے۔ لہ

اولیاء اللہ کی مروج نذر کے متعلق شاہ عبدالعزیز کا نظریہ

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے پہلے فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۹۵ پر عالمگیری کی مذکور الصدر عبارت کا ترجمہ کیا ہے اس کے بعد اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھا ہے:

قضاء حاجات کے لیے اولیاء اللہ کی جو نذر معروف اور مروج ہے، اکثر فقہاء اس کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکے، انھوں نے اس کو اللہ تعالیٰ کی نذر پر قیاس کر کے یہ کہا ہے کہ اگر ولی کے لیے بالاستقلال نذر ہو تو باطل ہے اور اگر نذر اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور ولی کا ذکر صرف بیان مصرف کے لیے ہو تو جائز ہے، لیکن اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ میت کی روح کو طعام کا ہدیہ پہنچانا امر ممکن ہے اور یہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت سعد کی والدہ کا ذکر صحیحین میں ہے، اس نذر کا خلاصہ یہ ہے کہ فلاں ولی کی طرف اتنی چیز کے ثواب کی نسبت ہے اور ولی کا ذکر نذر شدہ عمل کی تعیین کے لیے ہے، مصرف کے ذکر کے لیے نہیں ہے، نذر کرنے والے کے نزدیک اس نذر کا مصرف اس ولی کے متعلقین، قرابت دار، خدام اور اہل طریقت ہوتے ہیں اور نذر کرنے والوں کا یہی مقصود ہوتا ہے، اس نذر کا حکم یہ ہے کہ اس کو پورا کرنا صحیح ہے، کیونکہ یہ عبادت مقصودہ ہے۔ ہاں اگر اس ولی کو بالاستقلال حلال مشکلات سمجھتا ہو یا اس کے شفیع غالب ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو تو یہ شرک ہے اور ایسی نذر ناجائز ہے۔ ؎

شاہ عبدالعزیز کا مطلب یہ ہے کہ عوام جو چیزیں اولیاء اللہ کو نذر کرتے ہیں وہ درحقیقت ایصال ثواب کا نذرانہ ہے اور لغوی نذر ہے اور یہ ایصال ثواب ولی کے خدام، اقرباء اور متعلقین کے لیے ہے اور یہ شرعی نذر نہیں ہے، جس میں یہ کہا جاتا ہے کہ "اگر فلاں بزرگ نے میرا یہ کام کر دیا تو میں اس کی درگاہ پر چادر چڑھاؤں گا، یا اس کی درگاہ میں اتنی چیزیں دوں گا" اور اگر کسی نے ایسا کہا تو یہ ناجائز ہے اس کی تصریح شاہ عبدالعزیز نے اسی فتاویٰ میں اس سے پہلے فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے کر دی ہے۔ ؎

کیا میت کے لیے لغوی نذر ماننا جائز ہے؟

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی حاجت کے وقت اولیاء اللہ کی نذر اس طرح مانے:

اے داتا! اگر تو نے میری یہ حاجت پوری کر دی تو میں تیرے لیے ایک بکرا پیش کروں گا" تو یہ نذر جائز ہے کیونکہ یہ نذر لغوی ہے اور جو نذر غیر اللہ کی حرام ہے وہ نذر فقہی یا نذر شرعی ہے۔ اور نذر لغوی اور شرعی میں ان لوگوں کے نزدیک صرف یہ فرق ہے کہ نذر شرعی میں اللہ کی نذر مانی جاتی ہے اور نذر لغوی میں اولیاء اللہ کی نذر مانی جاتی ہے، لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اسی طرح غیر اللہ کے لیے سجدہ، طواف، روزہ اور دیگر عبادات بھی

لہ۔ مولانا ریاست علی خان، جامع الفتاوی ج ۱ ص ۴۳، مطبع اسلامی پریس شاہ جہاں پور، ۱۳۲۲ھ

؎۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ، فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۱۲۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۱۱ھ

؎۔ " " " ، فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۹۵، " " "

جائز ہو جائیں گی مثلاً کوئی شخص کسی ولی کو سجدہ کرے گا اور کہے گا یہ لغوی سجدہ ہے کوئی شخص کسی ولی کی قبر کا طواف کرے گا اور کہے گا کہ یہ لغوی طواف ہے اور کوئی شخص کسی ولی کے لیے روزہ رکھے گا اور کہے گا یہ لغوی روزہ ہے،
اس طرح لغت کے سہارے غیر اللہ کے لیے تمام عبادات کا دروازہ کھل جائے گا، کیونکہ جس طرح "نذر" بالاتفاق عبادت ہے لیکن لغوی "نذر" غیر اللہ کے لیے شرعاً مانی جاسکتی ہے تو اسی طرح غیر اللہ کے لیے لغوی نماز پڑھی جا سکتی ہے، غیر اللہ کے لیے لغوی روزے رکھے جاسکتے ہیں اور لغوی حج کیے جاسکتے ہیں وعلیٰ ہٰذا القیاس۔

لغوی قسم اور لغوی نذر کی تحقیق

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ غیر اللہ کی قسم کھانا ناجائز ہے حالانکہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں غیر اللہ کی قسمیں کھائی گئی ہیں اور اس کا یہی جواب ہے کہ غیر اللہ کی شرعی اور فقہی قسم ناجائز ہے اور غیر اللہ کی لغوی قسم کھانا جائز ہے۔ سو اسی قیاس پر غیر اللہ کی شرعی اور فقہی "نذر" ناجائز ہے اور غیر اللہ کی لغوی "نذر" جائز ہے۔

یہ دلیل متعدد وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ چونکہ غیر اللہ کے لیے قسم کا ذکر قرآن اور حدیث میں آ گیا ہے اس لیے اس میں تاویل کی ضرورت ہے اور غیر اللہ کے لیے "نذر" ماننے کا ذکر چونکہ قرآن اور حدیث میں نہیں ہے اس لیے اس کو تاویل سے غیر اللہ کے لیے جائز کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ کی قسم اور غیر اللہ کی قسم میں صرف لغت اور اصطلاح کا فرق نہیں ہے بلکہ اصل فرق یہ ہے کہ جب انسان کسی کام کو کرنے کے لیے اللہ کی قسم کھاتا ہے تو اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ ضرور بالضرور اس کام کو کرے گا اور اگر نہیں کیا تو کفارہ قسم ادا کرے گا، اور جب غیر اللہ کی قسم کھاتا ہے تو اس قسم سے اس کا مقصود فقط اس نام کی تعظیم ہوتا ہے اور قسم کھانے سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ وہ یہ کام کرے گا بلکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کام پر غیر اللہ کی قسم کھائے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس قسم کو پورا نہ کرے اور اگر اس نے کسی کام پر غیر اللہ کی قسم کھائی کہ اس کام کو پورا کرے گا تو ایسے شخص کو فقہاء نے کافر قرار دیا ہے، اس فرق کو ذکر کرنے کے بعد علامہ شامی لکھتے ہیں، ہمارے مشائخ کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص نے اس عقیدہ سے غیر اللہ کی قسم کھائی کہ اس کو پورا کرنا واجب ہے تو یہ کفر ہے اور اس عقیدے کے بغیر حرام ہے۔ جواز صرف اس صورت میں ہے کہ جب غیر اللہ کی قسم کھانے سے صرف غیر اللہ کی تعظیم مقصود نہ ہو یا کسی کلام کی تاکید مقصود ہو، علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر غیر اللہ کی قسم میں اس کی تعظیم سے اللہ کی تعظیم کی تعظیم کا قصد کیا تو یہ بھی کفر ہے۔ [1]

تیسری وجہ یہ ہے کہ غیر اللہ کی قسم کا جواز صرف اس لیے ہے کہ اس میں قسم کے الفاظ کا ذکر ہوتا ہے لیکن قسم سے جو مقصود ہوتا ہے "کسی کام کو ضرور بالضرور کرنا اور نہ کرنے کی صورت میں کفارہ دینا" وہ اس قسم میں مقصود نہیں ہوتا بلکہ صرف تاکید اور تعظیم مقصود ہوتی ہے اور یہ شرط ملحوظ ہے کہ جس کام کے لیے غیر اللہ کی قسم کھائی جائے اس کو پورا نہ کیا جائے جیسا کہ ہم علامہ شامی کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں سو اس قسم کے فرق کے ساتھ اگر غیر اللہ کی نذر کی جائے تو جائز ہے، اللہ کی "نذر" اس لیے مانی جاتی ہے کہ اللہ نذر ماننے والے کی حاجت پوری کر دے اور نذر

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۱۶ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

ماننے والا حاجت پوری ہونے کے بعد اللہ کے لیے وہ نذر پیش کرتا ہے سو اگر اولیاء اللہ سے حاجت بر آری مقصود نہ ہو اور نہ یہ التزام ہو کہ حاجت پوری ہونے کے بعد وہ اولیاء اللہ کے حضور کوئی چیز پیش کرے تو ایسی نذر اولیاء اللہ کے لیے قطعاً جائز ہے اور اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے مثلاً مالی اور بدنی نفلی عبادات کا ثواب اولیاء اللہ کی نذر کیا جائے تو یہ صحیح ہے، قرآن مجید، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور اسلاف کے معمولات میں اس کی بکثرت نظائر ہیں اور آج کل جس طرح ان پڑھ عوام اپنی حاجات میں اولیاء اللہ کی نذریں اور منتیں مانتے ہیں اور حاجات پوری ہونے کے بعد مزارات پر نذریں پیش کرتے ہیں، اور بعض لوگ اس کو لغوی نذر کہہ کر سند جواز پیش کرتے ہیں، اس کا قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ میں کوئی ثبوت نہیں ہے کتب فتاویٰ میں اس نذر کو حرام کہا ہے جیسا کہ ہم باحوالہ بیان کر چکے ہیں۔ یہ ایک خالص فقہی مسئلہ ہے اس میں کتب فقہیہ کو چھوڑ کر بعض غیر معصوم اور غیر معروف صوفیوں کے اقوال اور احوال سے استدلال کرنا کوئی فقاہت نہیں ہے بلکہ عدل و انصاف سے بعید ہے۔

مصیبت کے وقت کفار مشرکین کا اللہ تعالیٰ کی نذر ماننا

جو لوگ اپنی حاجات میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے بجائے اولیاء اللہ کو پکارتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اولیاء اللہ سے حاجت روائی کی درخواست کرتے ہیں انھیں ان آیات پر غور کرنا چاہیے۔

هو الذی یسیرکم فی البر والبحر حتی اذا کنتم فی الفلک ج وجرین بهم بریح طیبة وفرحوا بها جاءتها ریح عاصف وجاءهم الموج من کل مکان وظنوا انهم احیط بهم دعوا الله مخلصین له الدین ج لئن انجیتنا من هذه لنکونن من الشاکرین○ فلما انجاهم اذا هم یبغون فی الارض بغیر الحق ط یایها الناس انما بغیکم علی انفسکم متاع الحیوة الدنیا ثم الینا مرجعکم فننبئکم بما کنتم تعملون۔

(یونس: ۲۲ - ۲۳)

وہی ہے جو تم کو خشک زمین اور سمندر میں چلاتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں سوار ہوتے اور موافق ہوا کے ساتھ وہ کشتیاں چلیں اور وہ (اس سفر میں) شاداں تھے، کہ اچانک ان کشتیوں کو ایک تیز آندھی نے آلیا اور سمندر کی موجوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا اور وہ سمجھے کہ ہم طوفان میں گھر گئے ہیں، اس وقت انھوں نے اللہ کو پکارا اور اس حال میں کہ وہ خالص اسی کے عبادت گذار تھے (اور کہا) اگر تو نے ہمیں (اس مصیبت) سے نجات دیدی تو ہم ضرور تیرے شکر گذار بندوں میں سے ہو جائیں گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اس (طوفان) سے بچا لیا تو وہ زمین میں ناحق بغاوت کرنے لگے، اے لوگو! تمہاری بغاوت تمہاری ہی جانوں پر ضرر ہے، دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ اٹھا لو پھر تمہیں ہماری ہی طرف لوٹنا ہے، اس وقت ہم تم کو تمہارے کرتوت بتائیں گے۔

ان آیات سے معلوم ہوا ہے کہ کٹر مشرک اور پکا بت پرست بھی سخت مصیبت میں اللہ کو پکارتا تھا، اللہ سے دعا کرتا تھا اور اسی کی نذر مانتا تھا اگر ہم مسلمان کہلا کر اپنی حاجات میں اللہ کو چھوڑ کر اولیاء اللہ کی نذر مانیں تو کس قدر افسوسناک اور لائق مذمت ہے۔

ہر چند کہ اولیاء اللہ کو غیر مستقل اور اللہ کے اذن سے متصرف سمجھ کر ان سے مدد طلب کرنا شرک نہیں ہے، لیکن

مستحسن بھی نہیں ہے مستحسن یہی ہے کہ ہر حال میں اللہ سے دعا کی جائے اور اسی سے مدد مانگی جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اذا سئلت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ" جب سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو اور جب مدد مانگو تو اللہ سے مدد مانگو" اس لیے یہ چاہیے کہ اولیاء اللہ اور دیگر محبوبان خدا کا صرف وسیلہ پیش کیا جائے اور دعا ہر حال میں اللہ سے مانگی جائے۔ (جامع ترمذی ص (۳۷۶) اور اپنی حاجات اور مصیبتوں میں غیر اللہ کی نذر ماننا بہر حال ناجائز ہے البتہ عبادات کے ایصال ثواب کو نذر کرنا ایک الگ چیز ہے۔

انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے بارے میں راہ اعتدال اپنایئے!

ان پڑھ لوگوں کو اولیاء اللہ کی نذریں مانتا دیکھ کر، ان کے مزارات مقدسہ کا طواف اور سجدے کرتے دیکھ کر اور مزارات کی تعظیم میں رکوع کی حد تک ان پڑھ لوگوں کو جھکتے ہوئے دیکھ کر مجھے ایک بڑے درجہ سے رنج اور قلق رہتا ہے، ہر چند کہ ان میں سے کوئی چیز کفر اور شرک نہیں ہے لیکن ان کے حرام ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے۔ اب افراط اور تفریط کا یہ عالم ہے کہ ایک طرف بعض وہ انتہا پسند علماء ہیں، جو ان چیزوں کو منع کرنے میں حد شرعی سے نکل گئے اور جو چیزیں حرام تھیں ان کو انھوں نے کفر اور شرک کہہ دیا، اور بہت سی چیزیں جو مباح اور مستحب ہیں جیسے میلاد نبوی، غوث اعظم کی گیارہویں، فاتحہ، سوم، چہلم اور عرس وغیرہ ان کو بدعت سیئہ اور حرام کہہ دیا اور دوسری طرف وہ ان پڑھ غالی عوام ہیں جو خدا کو چھوڑ کر اولیاء اللہ کی نذریں مانتے ہیں، نماز، روزہ اور دیگر فرائض پر عمل کرنے اور محرمات سے بچنے کے بجائے میلاد شریف اور گیارہویں شریف کو کافی سمجھتے ہیں، نماز روزے کے قریب نہیں جاتے اور گیارہویں شریف کو چھوٹنے نہیں دیتے، ایک وہ انتہاء پسند علماء ہیں جو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی قبروں پر غیر شرعی کاموں کو روکنے میں اس قدر جری اور بے باک ہوتے کہ انھوں نے انبیاء علیہم السلام کی تنقیص اور توہین شروع کر دی کہ یہ کسی چیز کے مالک اور مختار نہیں، ہماری لاٹھی فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نبی اتنا فائدہ بھی نہیں پہنچا سکتا۔ (العیاذ باللہ!) اور بتوں کی آیات کو انبیاء کرام اور اولیاء عظام پر چسپاں کرنا شروع کر دیا، دوسری طرف وہ ناپختہ واعظین ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی شان بیان کرنے میں حد شرعی سے نکل جاتے ہیں۔ یہ لوگ جب نبی کی فضیلت بیان کرنے پر آتے ہیں تو نبی کو خدا سے بڑھائے بغیر ان کو مزہ نہیں آتا اور جب ولی کی تعریف بیان کرتے ہیں تو اس کو نبی سے بڑھا دیتے ہیں، اس لیے ضرورت ہے کہ دونوں جانبوں سے افراط اور تفریط کو چھوڑ کر اعتدال کو اپنایا جائے کہ وہی حق ہے اور اسی میں سلامتی ہے۔

نذر سے ممانعت کی وجوہات:

حدیث نمبر ۴۱۲۴ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر سے منع کیا اور فرمایا نذر کسی چیز کو ٹال نہیں سکتی۔ نذر کے لغوی معنی کی بحث میں ہم علامہ ابن اثیر جزری کے حوالے سے نذر کی ممانعت کی توجیہات بیان کر چکے ہیں۔ ان توجیہات کے علاوہ کچھ اور توجیہات حسب ذیل ہیں:

(۱) علامہ مازری نے کہا ہے کہ نذر ماننے والا عبادت کو بوجھ سمجھتا ہے اور جب تک ان کا مطلوبہ کام نہ ہو جائے اور اس پر عبادت لازم نہ ہو جائے، اس وقت تک وہ عبادت نہیں کرتا اس وجہ سے کسی کام کی خاطر عبادت کی نذر ماننا مکروہ ہے۔

(۲) علامہ مازری کہتے ہیں کہ جب نذر ماننے والا اپنے کسی کام پر عبادت کو موقوف کر دیتا ہے اور اس کام کے بعد عبادت کرتا ہے تو یہ عبادت بمنزلہ معاوضہ ہو جاتی ہے، اس لیے نذر ماننا مکروہ ہے۔

(۳)۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اگر نذر ماننے والے کا عقیدہ یہ ہو کہ نذر سے تقدیر بدل جاتی ہے تو نذر مکروہ

ہے ورنہ نہیں۔ علامہ ابن اثیر کی بیان کردہ توجیہات کا حاصل بھی قاضی عیاض کی طرح ہے کہ اگر نذر ماننے والے کا عقیدہ یہ ہو کہ نذر سے تقدیر بدل جاتی ہے تو نذر ماننا مکروہ ہے ورنہ نہیں، اور علامہ مازری کی توجیہات کا خلاصہ یہ ہے کہ نذر ماننا مطلقاً مکروہ تنزیہی ہے خواہ یہ عقیدہ ہو یا نہ ہو، تحقیق یہ ہے کہ اگر نذر ماننے والے کا عقیدہ یہ ہے کہ نذر ماننے سے تقدیر بدل جاتی ہے تو نذر ماننا حرام ہے ورنہ مکروہ تنزیہی ہے۔

اظہار اسلام کے بعد قیدی کو کفار کے حوالے کرنے کے جوابات

حدیث نمبر ۴۱۳۲ میں ہے صحابہ نے بنو عقیل کے ایک شخص کو گرفتار کر لیا، اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کلمہ اسلام پڑھ لیا، پھر ثقیف نے جن دو مسلمانوں کو گرفتار کیا تھا ان کے عوض اس شخص کو چھوڑ دیا گیا۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اس شخص نے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا تھا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کفار کے حوالے کیوں کر دیا؟ علامہ نووی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپ نے اس کو دار کفر میں بھیج دیا، اس لیے ہو سکتا ہے کہ وہ مسلمانوں میں ہی رہا ہو اور اس کو گرفتار شدہ مسلمانوں کا فدیہ قرار دینا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ اس کو دار کفر میں لوٹا دیا جائے، فدیہ کا تقاضا صرف اتنا ہے کہ اس کو ان کے بدلے میں آزاد کر دیا جائے۔ اور اگر یہ ثابت ہو کہ اس کو دار کفر میں لوٹا دیا تھا تو یہ اس لیے تھا کہ وہ شخص اپنے قبیلہ کی قوت کے سبب اپنے دین کے اظہار پر قادر تھا۔

بعض علماء نے اس کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ اس شخص نے مسلمانوں کے خوف کی وجہ سے اظہار اسلام کیا تھا اور وہ دل سے ایمان نہیں لایا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کو نور نبوت سے جان لیا تھا اس لیے آپ نے اس کو کفار کے حوالے کر دیا، یہ وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے کیونکہ آپ کے علاوہ اور کوئی شخص کسی کے دل کے حال کو نہیں جان سکتا۔

اور تیسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ کفار کے ساتھ قیدیوں کے تبادلہ کا معاہدہ ہو اور آپ نے اس معاہدہ کی وجہ سے اس کو واپس کر دیا، جس طرح صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی رو سے آپ نے حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کو کفار قریش کے حوالے کر دیا تھا، حالانکہ مسلمان ان کو واپس کرنے پر بہت مضطرب تھے۔

نذر معصیت پر کفارہ کے بارے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جس شخص نے کسی معصیت کی نذر مانی اس نذر کو پورا کرنا اجماعاً ناجائز ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من نذر ان یعصی اللہ فلا یعصہ۔ "جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی معصیت کی نذر مانی وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت نہ کرے"، نیز اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔ اور نذر ماننے والے شخص پر قسم کا کفارہ واجب ہے۔ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت عمران بن حصین اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے، امام ثوری، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی نظریہ ہے۔

امام احمد بن حنبل سے ایک ایسا قول بھی منقول ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ اس نذر میں کفارہ نہیں ہے، کیونکہ

انھوں نے کہا جس شخص نے یہ نذر مانی کہ وہ کسی شخص کا گھر منہدم کر کے ایک ایک اینٹ کر دے گا اس پر کفارہ نہیں ہے۔ مسروق اور شعبی سے بھی یہی روایت ہے اور امام مالک اور امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لا نذر فی معصیۃ اللہ ولا فیما لا یملک العبد "اللہ کی معصیت میں نذر جائز ہے اور نہ اس چیز میں جو بندہ کی ملکیت میں نہیں ہے" (مسلم) اور فرمایا: "جو چیز بندے کی ملکیت میں نہ ہو اس میں نذر جائز نہیں ہے" (بخاری و مسلم) "اسی چیز میں نذر (جائز) ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا ارادہ کیا جائے" (ابوداؤد) اور آپ نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی معصیت کی نذر کی وہ اللہ کی معصیت نہ کرے۔ ان احادیث میں آپ نے کفارہ کا حکم نہیں دیا، اسی طرح جو عورت کفار کے ہاں قید تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر سوار ہو کر اس نے نجات پائی اور اس نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے نجات دے دی تو وہ اس اونٹنی کو ذبح کر دے گی (حدیث نمبر ۴۱۳۲ مسلم) اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بئس ما جزیتھا لا نذر فی معصیۃ اللہ ولا فیما یملک العبد "تم نے عضباء کو برا صلہ دیا ہے، اللہ کی معصیت میں نذر ہے اور نہ اس چیز میں جس کا بندہ مالک نہیں ہے" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو کفارہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا، اور جب ابو اسرائیل نے یہ نذر مانی کہ وہ دھوپ میں کھڑا رہے گا، نہ بیٹھے گا اور نہ سائے میں آئے گا اور نہ بات کرے گا تو آپ نے اس سے فرمایا: "اس سے کہو باتیں کرے اور بیٹھے، اور سائے میں آئے اور اپنا روزہ پورا کرے" (بخاری) آپ نے اس کو کفارے کا حکم نہیں دیا کیونکہ نذر عبادت کو لازم کرتا ہے اور یہ معصیت کو لازم کرنا تھا، نیز اس لیے کہ یہ نذر منعقد نہیں ہوئی، اس لیے اس سے کچھ بھی لازم نہیں ہوگا جیسا کہ یمین غیر منعقدہ سے کچھ لازم نہیں ہوتا۔

امام احمد کے پہلے قول پر دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا نذر فی معصیۃ وکفارتہ کفارۃ یمین "معصیت میں نذر (جائز) نہیں ہے اور اس کا وہ کفارہ ہے جو قسم کا کفارہ ہے" (مسند احمد، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی)۔ حضرت ابوہریرہ اور حضرت عمران بن حصین سے بھی اس کی مثل روایت ہے، نیز حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نذر کی دو قسمیں ہیں جو نذر اللہ کی اطاعت میں ہو وہ نذر اللہ کے لیے ہے اور اس کا پورا کرنا (لازم) ہے اور جو نذر اللہ کی معصیت میں ہو اس کا پورا کرنا (جائز) نہیں ہے۔ اور اس کا وہ کفارہ ہے جو قسم کا کفارہ ہے" اس حدیث میں کفارہ کی تصریح ہے، نیز نذر بھی قسم ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے: النذر حلفۃ "نذر قسم ہے" اور جب حضرت عقبہ کی بہن نے پیادہ بیت اللہ جانے کی نذر مانی اور پھر انھیں اس کی طاقت نہیں رہی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کفارۂ قسم دیں۔ یہ حدیث صحیح ہے (سنن ابوداؤد) اور ایک روایت میں ہے "وہ تین دن کے روزے رکھیں" امام احمد فرماتے ہیں میرا یہی مذہب ہے۔ جس عورت نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانی تھی اس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اپنی قسم کا کفارہ دو، اور اگر کوئی شخص گناہ کرنے کی قسم کھائے تو اس پر کفارہ لازم ہے، اسی طرح گناہ کی نذر پر کفارہ لازم ہوگا۔

امام احمد کے دوسرے قول کی تائید میں (امام مالک اور امام شافعی کے موافق) جو احادیث بیان کی گئی ہیں ان

میں صرف اتنا بیان کیا ہے کہ اللہ کی معصیت میں نذر پوری کرنا جائز نہیں ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، امام مسلم کی روایت میں اس کی تصریح ہے نیز یہ ولا یمین فی قطیعۃ رحم۔ قطع رحم میں قسم (جائز) نہیں ہے" کے سیاق میں ہے یعنی اس کو پورا نہ کرے اور اگر ان احادیث میں کفارہ کا بیان نہیں کیا تو دوسری احادیث میں کفارہ کا بیان کر دیا ہے (جن کو مسند احمد، سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے) اس لیے ان احادیث کو بھی لزوم کفارہ پر محمول کیا جائے گا۔ [1]

نذر معصیت پر لزوم کفارہ کے بارے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

حدیث نمبر ۴۱۳۲ کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا وفاء لنذر فی معصیۃ ولا فیما لا یملک العبد وفی روایۃ لا نذر فی معصیۃ اللہ تعالیٰ

"معصیت کی نذر کو پورا کرنا (جائز) نہیں ہے اور نہ اس چیز کی نذر کو جس کا انسان مالک نہیں ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی لکھتے ہیں: اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ جس شخص نے شراب پینے یا کسی اور معصیت کی نذر مانی اس کی نذر باطل ہے، وہ نذر منعقد نہیں ہوتی، اس پر قسم کا کفارہ لازم آتا ہے نہ کوئی اور۔ امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ، داؤد ظاہری اور جمہور فقہاء کا یہی نظریہ ہے، البتہ امام احمد کا یہ قول ہے کہ اس میں قسم کا کفارہ واجب ہے، کیونکہ حضرت عمران بن حصین اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "معصیت میں نذر (جائز) نہیں ہے اور اس کا کفارہ وہ ہے جو قسم کا کفارہ ہے" اور جمہور کا استدلال حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہے جو صحیح مسلم میں ہے (یعنی حدیث نمبر ۴۱۳۲) اور جس حدیث سے امام احمد نے استدلال کیا ہے اس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے۔ [2]

نذر معصیت پر لزوم کفارہ کے بارے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں: قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کی نذر میں کفارہ نہیں بیان کیا۔ امام مالک اور جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ اور کوفیوں نے یہ کہا ہے کہ اس میں کفارہ ہے ان کا استدلال امام ترمذی اور امام ابوداؤد کی اس روایت سے ہے: "معصیت میں نذر (جائز) نہیں ہے اور اس کا وہ کفارہ ہے جو قسم کا کفارہ ہے" اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث معلول ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اس حدیث میں آپ نے جائز نذر کا کفارہ بیان کیا ہو جیسا کہ دوسری احادیث میں ہے۔ [3]

نذر معصیت پر لزوم کفارہ کے بارے میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ

مذاہب ائمہ کو بیان کرتے ہوئے علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی اور علامہ ابوعبداللہ وشتانی ابی مالکی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک نذر معصیت میں کفارۂ قسم ہے اور یہ صحیح ہے"

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰ ص ۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۳۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا یہی نظریہ ہے۔ البتہ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی نے جو لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک معصیت میں نہ کفارہ واجب ہے اور نہ کوئی اور چیز تو یہ انہوں نے غلط لکھا ہے جیسا کہ عنقریب فقہاء احناف کی تصریحات سے واضح ہو جائے گا۔

امام محمد بن حسن شیبانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم ان النبي صلى الله عليه وسلم قال من نذر ان يطيع الله فليطعه ومن نذر ان يعصيه فلا يعصه۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نذر مانی وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی معصیت کی نذر مانی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت نہ کرے۔

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام محمد لکھتے ہیں: ہم اس حدیث پر عمل کرتے ہیں جس شخص نے معصیت کی نذر کی اور اس کو معین نہیں کیا وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور اپنی قسم کا کفارہ دے، اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

پھر امام مالک کی سند سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک عورت نے آکر کہا: "میں نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانی ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا: اپنے بیٹے کو ذبح نہ کرو اور قسم کا کفارہ دو"، اس پر حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا: معصیت کی نذر میں کفارہ کس طرح صحیح ہو گا؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ بتاؤ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: الذين يظهرون من نساءهم "جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں" (یعنی اپنی عورتوں سے کہتے ہیں تمہاری پشت میری ماں کی طرح ہے۔ اور یہ بھی معصیت ہے) پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں کفارہ لازم کیا ہے (اس سے معلوم ہوا کہ معصیت پر بھی کفارہ لازم آتا ہے، یہی حجت امام ابوحنیفہ نے امام شعبی پر قائم کی تھی)

امام محمد نے فرمایا ہم حضرت ابن عباس کے قول پر عمل کرتے ہیں، جس شخص نے معصیت کی قسم کھائی یا معصیت کی نذر مانی، وہ اللہ کی معصیت نہ کرے اور کفارۂ قسم ادا کرے، امام مالک اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قسم کھائی اور اس کے غیر کو بہتر جانا وہ قسم کا کفارہ ادا کرے اور قسم کے خلاف کرے، امام محمد فرماتے ہیں ہم اس حدیث پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ [1]

مذہب احناف کے بیان میں بعض شارحین کی لغزش

شیخ تقی عثمانی نے نذر معصیت کے سلسلے میں احناف کا مذہب اس طرح لکھا ہے: امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ جس معصیت کی نذر کی گئی ہے اگر وہ معصیت لعینہا ہے جیسے قتل، شراب نوشی، زنا، سرقہ وغیرہا تو یہ نذر باطل ہے اور نذر ماننے والے پر کوئی چیز لازم نہیں آتی اور اگر وہ معصیت لغیرہا ہے جیسے ایام تشریق

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، موطا امام محمد ص ۳۲۵ - ۳۲۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

کے رو سے تو پوری نہ کرنے کی صورت میں کفارہ لازم ہوگا۔ [1]

اس کے بعد شیخ تقی عثمانی مؤطا امام محمد سے امام محمد کی یہ عبارت نقل کرتے ہیں: جس شخص نے معصیت کی نذر مانی اور معصیت کا نام نہیں لیا وہ اللہ کی اطاعت کرے اور قسم کا کفارہ دے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔" اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد شیخ عثمانی لکھتے ہیں: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے معصیت کا نام لیے بغیر معصیت کی نذر مانی ہے مثلاً یوں کہا: "اللہ کی رضا جوئی کے لیے مجھ پر معصیت واجب ہے" تو اس پر کفارہ واجب ہے اور اگر معصیت کو معین کردیا (مثلاً کہا کہ اللہ کی رضا جوئی کے لیے مجھ پر قتل کرنا یا شراب پینا واجب ہے۔ سعیدی) تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہے۔ [2]

شیخ تقی عثمانی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اول تو شیخ عثمانی نے اس کے ثبوت میں کوئی صریح نقل نہیں پیش کی۔ امام محمد نے اسی عبارت میں یہ کہا ہے کہ جس نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانی اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے اور بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر معصیت معینہ کی نذر ہے اور اس نذر کو قسم پر محمول کرنا بلا ضرورت ہے، نیز یہ بہت مضحکہ خیز بات ہے کہ یوں کہا جائے کہ اگر کوئی شخص یہ نذر مانے کہ "مجھ پر اللہ کے لیے معصیت واجب ہے"، تو اس پر کفارہ لازم ہو اور اگر یوں کہے کہ مجھ پر اللہ کے لیے قتل یا زنا یا شراب پینا واجب ہے تو اس پر کفارہ لازم نہ ہو! اور اس غیر معقول اور مضحکہ خیز بات کو امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد ایسے جلیل القدر فقہاء کی طرف منسوب کرنا اور بھی بُرا ہے۔!

دراصل بات یہ ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک نذر بالمعصیت حکماً قسم ہے اسی وجہ سے وہ نذر معصیت پر قسم کا کفارہ لازم کرتے ہیں۔ علامہ ابن بزاز کردری فرماتے ہیں:

والنذر بالمعصية كقوله لله علي ان اقتل فلانا يمين يلزمه الكفارة [3]

معصیت کی نذر کرنا مثلاً کوئی کہے "اللہ کے لیے مجھ پر فلاں شخص کو قتل کرنا واجب ہے"، یہ قسم ہے اور اس پر کفارہ لازم ہے۔

علامہ ابن بزاز کردری کی اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ نذر معصیت حکماً قسم ہے اور اس پر کفارہ لازم ہے اور اس میں معصیت معینہ اور غیر معینہ کا فرق کرنا غلط ہے۔

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے نذر معصیت کی قسم کھائی تو اس پر کفارہ قسم ہے اور امام شعبی نے کہا اس پر کچھ واجب نہیں ہے، کیونکہ نذر کے ساتھ گناہ کو لازم نہیں کیا جاتا اور کفارہ اس قسم کا نائب ہے جس سے کوئی نیک کام واجب ہوتا ہے''، حکایت ہے کہ ایک دن امام ابوحنیفہ، امام شعبی کے پاس گئے اور ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا، امام شعبی نے فرمایا اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے کیونکہ جس چیز کی نذر مانی تھی وہ معصیت ہے، امام ابوحنیفہ نے فرمایا: کیا ظہار معصیت نہیں ہے؟

---

[1] شیخ محمد تقی عثمانی نزیل کراچی تکملہ فتح الملہم ج ۲ ص ۱۲۴-۱۲۳، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، الطبع الاول، ۱۴۰۷ھ

[2] " " " " تکملہ فتح الملہم ج ۲ ص ۱۲۶،

[3] علامہ محمد بن شہاب ابن بزار کردری متوفی ۸۲۷ھ، فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۴ ص ۲۷۱ مطبوعہ مطبع امیریہ کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ظہار پر کفارہ واجب کیا ہے! یہ سن کر امام شعبی حیران رہ گئے اور کہا تم ان لوگوں میں سے ہو جن کی رائے سب سے قوی ہوتی ہے۔ [۱]

نیز علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا کہ جب کسی شخص نے نذر کی نسبت معاصی کی طرف کی جیسے اللہ کے لیے مجھ پر فلاں شخص کو قتل کرنا واجب ہے تو یہ قسم ہوگی اور قسم پوری نہ کرنے کی صورت میں اس پر کفارہ لازم ہوگا۔ [۲]

علامہ ابن ہمام کے حوالے سے امام طحاوی کی اس عبارت کو علامہ شامی نے بھی نقل کیا ہے۔ [۳]

شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے کہ امام طحاوی کی یہ عبارت ان کو تلاش کے باوجود امام طحاوی کی کتابوں میں نہیں ملی۔ [۴] لیکن انھیں اس عبارت کا نہ ملنا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ فی الواقع امام طحاوی نے یہ نہیں کہا جبکہ امام طحاوی کا یہ قول محرر مذہب حنفیہ امام محمد بن حسن شیبانی کے مطابق ہے اور ظاہر ہے کہ علامہ ابن ہمام کی امام طحاوی کی تصانیف پر دسترس اور ان کا تتبع شیخ تقی عثمانی سے کہیں زیادہ ہے، نیز شیخ تقی عثمانی کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ "چونکہ علامہ سرخسی نے امام طحاوی سے نذر میں قسم کے ارادے کی ایک صورت نقل کی ہے اس لیے اس نذر معصیت سے وہ صورت مراد ہے جب نذر معصیت سے قسم کا ارادہ کرے" کیونکہ نذر معصیت میں قسم کا ارادہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نذر معصیت حکماً قسم نہیں ہوتی، علاوہ ازیں علامہ ابن ہمام اور علامہ شامی نے امام طحاوی کی عبارت ذکر کرنے کے بعد اس کو بحالہا قائم رکھا ہے اور اس میں کوئی تاویل اور تقیید نہیں کی اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ ابن ہمام اور علامہ شامی کے نزدیک بھی نذر معصیت حکماً قسم ہوتی ہے اور اس پر کفارہ لازم آتا ہے فاغتنم ہذا التحریر۔

شیخ کشمیری کے اشکال کا جواب:

شیخ انور شاہ کشمیری نے یہ اشکال قائم کیا ہے کہ جب احناف کے نزدیک نذر کے انعقاد کی شرط یہ ہے کہ معصیت کی نذر نہ ہو تو پھر ان کے نزدیک نذر معصیت پر کفارہ کیوں لازم آتا ہے! پھر لکھتے ہیں ہو سکتا ہے اس مسئلہ میں متعدد روایات ہوں! [۵]

شیخ کشمیری کے اشکال کا جواب یہ ہے کہ نذر معصیت درحقیقت نذر نہیں ہے یہ صورۃً نذر ہے اور حکماً قسم ہے اس لیے اس پر کفارہ لازم آنا، نذر میں عدم معصیت کی شرط کے خلاف نہیں ہے۔

نذر معصیت میں کفارہ لازم ہونے پر علامہ ماردینی حنفی کے دلائل

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن الحسن عن عمران بن حصین

حسن، عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت

۱۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۸ ص ۱۴۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، الطبع الثالث، ۱۳۹۸ھ

۲۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۴ ص ۳۷۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۳۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۹۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

۴۔ شیخ محمد تقی عثمانی نزیل کراچی، تکملہ فتح الملہم ج ۲ ص ۱۶۳، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، الطبع الاول، ۱۴۰۷ھ

۵۔ شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۴ ص ۳۹ مطبوعہ مطبع حجازی مصر، الطبع الاول، ۱۳۵۷ھ

رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نذر فی معصیۃ وکفارتہ کفارۃ یمین[1]

کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معصیت میں نذر نہیں ہے اور اس کا کفارہ، قسم کا کفارہ ہے۔

امام بیہقی اس حدیث کی سند پر اعتراض کرتے ہیں:

ولا یصح عن الحسن عن عمران سماع من وجہ صحیح یثبت مثلہ۔[2]

حسن کا حضرت عمران سے کسی صحیح دلیل سے سماع ثابت نہیں ہے (یعنی یہ سند منقطع ہے۔ سعیدی)

علامہ ماردینی حنفی امام بیہقی کے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے باب "لا تفریط علی من نام عن صلوٰۃ او نسیھا" میں حسن کی حضرت عمران بن حصین سے روایت ذکر کی ہے اور اس میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے حسن کے سماع کی خود تصریح کی ہے لکھا ہے عن ھشام عن الحسن ان عمران بن حصین حدثہ نیز اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، نیز امام ابن خزیمہ نے بھی اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ صاحب الامام نے کہا ہے کہ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، نیز امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں تصریح کی ہے کہ حسن نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سماع کیا ہے' اور صاحب مستدرک نے کہا ہے کہ حسن نے حضرت عمران بن حصین سے سماع کیا ہے، پھر کتاب اللباس میں لکھا ہے کہ ہر چند کہ ہمارے مشائخ کا حضرت عمران بن حصین سے حسن کے سماع میں اختلاف ہے لیکن اکثر مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ حسن نے حضرت عمران بن حصین سے سماع کیا ہے۔

علامہ ماردینی لکھتے ہیں: امام ترمذی نے اپنی جامع میں کہا ہے کہ فقہاء صحابہ اور تابعین کا یہ قول ہے کہ معصیت میں نذر نہیں ہے اور اس کا کفارہ، قسم کا کفارہ ہے، نیز امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانی ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا: معصیت میں نذر نہیں ہوتی اور اس کا کفارہ، قسم کا کفارہ ہے، امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۲۰) نیز امام بیہقی نے اس سے پہلے اور اس کے بعد والے باب اور امام طحاوی نے کتاب المشکل میں حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر معصیت میں کفارہ دینے کا حکم فرمایا، اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معصیت میں نذر نہیں ہے اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے، اس حدیث کو امام طحاوی نے بھی روایت کیا ہے (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۴، مطبع مجتبائی لاہور) اور امام طحاوی کی سند امام ابوداؤد کی سند سے زیادہ قوی ہے نیز امام بیہقی، امام ابوداؤد، امام ترمذی نے امام بخاری کی توثیق کے ساتھ اور امام طحاوی نے کتاب المشکل میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی بہن نے نذر مانی کہ وہ ننگے پیر بغیر دوپٹہ کے پیدل چل کر کعبہ جائیں گی، حضرت عقبہ نے اس کے متعلق رسول اللہ صلی

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۷۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] " " " ، سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۷۰ "

اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپ نے فرمایا، اپنی بہن کو حکم دو کہ "وہ سواری پر سوار ہو، دو پٹہ اوڑھے اور تین دن کے روزے رکھے"، امام طحاوی نے فرمایا چونکہ چہرہ کھولنا حرام ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کفارہ قسم (تین دن کے روزوں) کا حکم دیا، کیونکہ شریعت نے عورت کو چہرہ کھولنے سے منع کیا ہے، پھر امام طحاوی نے ایک اور سند سے یہ ذکر کیا ہے کہ اس نے بال کھول کر پیدل حج کرنے کی نذر مانی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سوار ہو کر جائے اور تین دن کے روزے رکھے۔[1]

علامہ ماردینی نے فقہاء احناف کے موقف کو ثابت کرنے کے لیے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی جن روایات کا ذکر کیا ہے ان سے بہت زیادہ صراحت کے ساتھ یہ واضح ہو گیا کہ معصیت معینہ کی نذر پر بھی کفارہ لازم ہوتا ہے۔ الحمد للہ احادیث اور اقوال فقہاء احناف ان دونوں سے یہ واضح ہو گیا کہ نذر معصیت پر کفارہ لازم ہوتا ہے، خواہ معصیت مطلقہ کی نذر ہو یا معصیت معینہ کی اور شیخ تقی عثمانی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ احناف کے نزدیک مطلق معصیت کی نذر میں کفارہ ہے اور معین معصیت کی نذر میں کفارہ نہیں ہے۔

بیٹے کو قربان کرنے کی نذر میں آیا ایک بکری کا کفارہ ہے یا سو اونٹوں کا؟

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے مجھ پر اپنے بیٹے کو ذبح کرنا واجب ہے تو قیاساً اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہو گی، امام ابو یوسف، اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور استحساناً اس پر ایک بکری کو ذبح کرنا لازم ہے اور یہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے۔

قیاس کی توجیہ یہ ہے کہ اس نے ایک معصوم جان کا خون بہانے کی نذر مانی ہے، اس لیے اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہو گی، کیونکہ جس چیز کی اس نے نذر مانی ہے وہ معصیت ہے اور اللہ تعالیٰ کی معصیت میں نذر نہیں ہوتی۔ اور نیز اگر وہ ایسی چیز کو ذبح کرنے کی نذر مانتا جو اس کی ملکیت میں ہوتی لیکن اس کو ذبح کرنا حلال نہ ہوتا جیسے گدھا اور خچر، تو اس نذر سے اس پر کوئی چیز لازم نہ آتی اور اگر وہ اس چیز کو ذبح کرنے کی نذر مانتا جس کو ذبح کرنا حلال ہوتا اور وہ اس کی ملکیت میں نہ ہوتی جیسے پرائی بکری، تب بھی اس پر کوئی کفارہ لازم نہ آتا تو جب وہ ایسی چیز کو ذبح کرنے کی نذر مانے جو اس کی ملک میں ہو نہ اس کا ذبح کرنا جائز ہو تو بدرجہ اولیٰ اس پر کسی قسم کا کفارہ لازم نہیں ہو گا۔

استحسان کی توجیہ یہ ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا (یعنی جب کسی نے اپنے بیٹے کو قربان کرنے کی نذر مانی) تو حضرت ابن عباس نے فرمایا میرا گمان یہ ہے کہ اس پر سو اونٹوں کی قربانی لازم پھر مسروق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس شخص سے جا کر یہ مسئلہ پوچھو، مسروق سے جب پوچھا تو انھوں نے کہا میرے نزدیک اس پر ایک بکری کی قربانی لازم ہے، اس شخص نے حضرت ابن عباس کو مسروق کا جواب بتایا تو حضرت ابن عباس نے فرمایا میں بھی اسی قول پر صاد کرتا ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے اس صورت میں کفارہ قسم کو واجب کیا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اس صورت میں ایک اونٹ یا سو

---

[1] علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان ماردینی ابن الترکمانی متوفی ۷۴۵ھ، الجوہر النقی علی البیہقی ج ۱۰ ص ۸۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

اونٹوں کو واجب کیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک عورت نے سوال کیا کہ میں نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانی ہے! حضرت ابن عمر نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے نذر پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس نے کہا کیا آپ مجھے بیٹے کو قتل کرنے کا حکم دے رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اولاد کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے اور حضرت عبد المطلب نے نذر مانی تھی کہ ان کے دس بیٹے ہو جائیں تو وہ دسویں بیٹے کو ذبح کر دیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کی پیدائش پر دس بیٹے پورے ہوئے، پھر انھوں نے حضرت عبد اللہ اور دس اونٹوں میں قرعہ اندازی کی تو حضرت عبد اللہ کے نام قرعہ نکلا پھر وہ ہر بار دس دس اونٹ بڑھاتے رہے، اور قرعہ حضرت عبد اللہ کے نام نکلتا رہا حتیٰ کہ جب سو اونٹ ہو گئے تو تین بار سو اونٹوں کے نام قرعہ نکلا، اور حضرت عبد المطلب نے سو اونٹ ذبح کر دیئے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر نے اس عورت سے کہا: میرا گمان ہے کہ تم پر بھی سو اونٹوں کی قربانی ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم کا اس نذر کی صحت پر اتفاق ہے (یعنی نذر منعقد ہو جاتی ہے) اختلاف اس میں ہے کہ اس نذر کے ذمہ سے کس طرح عہدہ برآ ہو سکتا ہے، سو ہم نے اجماع صحابہ سے اس پر استدلال کیا ہے کہ یہ نذر صحیح ہے اور حضرت ابن عباس کا مسروق کے قول کی طرف رجوع بھی مشہور ہے۔ اس لیے ہم نے اس صورت میں حضرت ابن عباس اور مسروق کے فتویٰ کو اختیار کیا ہے کہ اس صورت میں ایک بکری کو ذبح کرنا لازم ہے، کیونکہ اس مقدار پر اتفاق ہے اور جو صحابہ ایک یا زیادہ اونٹوں کو واجب کہتے ہیں انھوں نے ایک زیادہ چیز واجب کی ہے، نیز جنھوں نے ایک بکری کو واجب کیا ہے انھوں نے حضرت ابراہیم الخلیل صلوات اللہ علیہ کے قصہ سے استدلال کیا ہے اور جن صحابہ نے ایک سو اونٹوں کو واجب کیا ہے انھوں نے حضرت عبد المطلب کے قصہ سے استدلال کیا ہے اور حضرت خلیل صلوات اللہ علیہ کے قصہ سے استدلال کرنا حضرت عبد المطلب کے قصہ سے استدلال کرنے سے بہتر ہے۔ [1]

کیا کافر مسلمانوں کا مال لوٹ کر اس کے مالک ہو جاتے ہیں؟

حدیث نمبر ۴۱۳۲ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس اونٹنی (عضباء) کو مشرکین غصب کر کے لے گئے ایک مسلمان قیدی عورت اس پر فرار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئی اور وہ اونٹنی بھی لے آئی۔

علامہ نووی اور علامہ خطابی نے اس حدیث سے مذہب شافعیہ پر استدلال کیا ہے کہ کفار اگر مسلمانوں کے کسی مال کو لوٹ کر لے جائیں تو وہ اس کے مالک نہیں ہوتے، کیونکہ اگر وہ اس کے مالک ہو جاتے اور پھر یہ عورت بطور مال غنیمت کے اس اونٹنی کو لے آتی تو وہ اونٹنی اس عورت کی ملکیت ہو جاتی اور اس عورت کا اس اونٹنی کی نذر ماننا صحیح ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت سے یہ نہ فرماتے کہ اس عورت نے عضباء کو کتنا برا صلہ دیا ہے، اور انسان کی کسی ایسی نذر کو پورا نہیں کیا جائے گا جس کا وہ مالک نہیں ہے! اور اس حدیث میں صراحۃً یہ ہے کہ وہ عورت اس اونٹنی کی مالک نہیں ہوئی تھی۔ اس کے برخلاف امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ کفار مسلمانوں سے لوٹی ہوئی چیز کے اس وقت مالک ہوتے ہیں جب وہ اس چیز کو دار الحرب میں لے جا کر محفوظ کر لیں اور آپس میں تقسیم کر لیں اور مال لوٹ کر لے جانے والے کافر کو دار الحرب پہنچنے سے پہلے مسلمانوں نے پکڑ لیا تو وہ اس سے بلا عوض اپنا مال لے لیں گے، اسی طرح دار الحرب میں

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۸ ص ۱۴۰۔ ۱۳۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ۔

پہنچنے کے بعد تقسیم سے پہلے مسلمانوں نے اپنے مال کو حاصل کر لیا اب بھی بلا قیمت واپس لے لیں گے، ہاں تقسیم کے بعد اس مال پر کافروں کی ملکیت ثابت ہو گی اور اب مسلمان ان سے وہ مال قیمت دے کر لے سکتے ہیں بلا عوض نہیں لے سکتے۔

احناف کے مذہب کی وضاحت کے بعد اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جو کافر عضباء اونٹنی کو لوٹ کر لے جا رہے تھے اپنی بستیوں میں نہیں پہنچے تھے اور ابھی راستہ ہی میں تھے کہ وہ عورت اس اونٹنی کو لے آئی، اس لیے ہنوز وہ اونٹنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ہی میں تھی، مالِ غنیمت قرار پائی تھی اور نہ اس عورت کی ملکیت میں تھی، امام طحاوی نے اس حدیث کو جس طرح بیان کیا ہے اس سے اس مفہوم کی مزید تقویت ہوتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الایمان

قسموں کے احکام

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْحَلِفِ بِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى
غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت

۴۱۴۱ - وَحَدَّثَنِيْ أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ ابْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ ح وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ قَالَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَا حَلَفْتُ بِهَا مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهَا ذَاكِرًا وَلَا آثِرًا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے آباء کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے، حضرت عمر فرماتے ہیں کہ بخدا جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے میں نے آباء کی قسم نہیں کھائی، اپنی طرف سے ذکر کرتے ہوئے نہ کسی کی حکایت کرتے ہوئے۔

۴۱۴۲ - وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ جَدِّيْ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِيْ حَدِيْثِ عُقَيْلٍ مَا حَلَفْتُ بِهَا مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْهَا وَلَا تَكَلَّمْتُ بِهَا وَلَمْ يَقُلْ

دو مختلف سندوں کے ساتھ اس روایت کی مثل مروی ہے، البتہ عقیل کی روایت میں ہے: جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم سے منع کرتے ہوئے سنا ہے میں نے از خود قسم کھائی نہ کسی کی قسم کا ذکر کیا جان بوجھ کر نہ بھولے سے۔

ذَاكِرًا وَلَا اٰثِرًا۔

۴۱۴۳- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ وَهُوَ يَحْلِفُ بِأَبِيهِ بِمِثْلِ رِوَايَةِ يُونُسَ وَمَعْمَرٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو اپنے باپ کی قسم کھاتے ہوئے سنا۔

۴۱۴۴- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِي رَكْبٍ وَعُمَرُ يَحْلِفُ بِأَبِيهِ فَنَادَاهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ أَوْ لِيَصْمُتْ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو سواروں کی ایک جماعت میں دیکھا دریں حالیکہ حضرت عمر اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آواز دی! سنو! اللہ عزوجل نے تم کو اپنے آباء کی قسم کھانے سے منع کیا ہے پس جو شخص قسم کھائے وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔

۴۱۴۵- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ح وَحَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ ابْنِ كَثِيرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ وَابْنُ أَبِي ذِئْبٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي

سات دیگر اسانید کے ساتھ یہ حدیث منقول ہے۔

عَبْدُ الْكَرِيْمِ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِمِثْلِ هٰذِهِ الْقِصَّةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۴۱۴۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُوْنَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفْ إِلَّا بِاللّٰهِ وَكَانَتْ قُرَيْشٌ تَحْلِفُ بِآبَائِهَا فَقَالَ لَا تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قسم کھانے کا ارادہ کرے وہ صرف اللہ کی قسم کھائے، قریش اپنے آباء کی قسم کھاتے تھے آپ نے فرمایا: اپنے آباء کی قسم مت کھاؤ۔

۴۱۴۷ - حَدَّثَنِيْ أَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ ح وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ مِنْكُمْ فَقَالَ فِيْ حَلِفِهِ بِاللَّاتِ فَلْيَقُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس شخص نے اپنی قسم میں کہا لات کی قسم! اس کو چاہیے کہ وہ لا الہ الا اللہ کہے اور جس شخص نے اپنے ساتھی سے کہا آؤ جوا کھیلیں اس کو چاہیے کہ وہ صدقہ کرے۔

۴۱۴۸ - وَحَدَّثَنِيْ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَحَدِيْثُ مَعْمَرٍ مِثْلُ حَدِيْثِ يُوْنُسَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَلْيَتَصَدَّقْ بِشَيْءٍ وَفِيْ حَدِيْثِ الْأَوْزَاعِيِّ مَنْ حَلَفَ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى قَالَ

دو مختلف اسانید کے ساتھ یہ روایت منقول ہے البتہ معمر کی روایت میں ہے وہ کوئی چیز صدقہ کرے اور اوزاعی کی روایت میں ہے جس شخص نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی، امام مسلم نے کہا کہ یہ قول "آؤ جوا کھیلیں" تو وہ صدقہ کرے، زہری کے علاوہ اور کسی نے روایت نہیں کیا، نیز امام مسلم نے کہا کہ زہری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی نوے جید احادیث بیان کی ہیں جن میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے۔

اَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمٌ هٰذَا الْحَرْفُ يَعْنِي قَوْلَهٗ تَعَالَ اُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ لَا يَرْوِيْهِ اَحَدٌ غَيْرُ الزُّهْرِيِّ قَالَ وَ لِلزُّهْرِيِّ نَحْوٌ مِّنْ تِسْعِيْنَ حَدِيْثًا يَرْوِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُشَارِكُهٗ فِيْهِ اَحَدٌ بِاَسَانِيْدَ جِيَادٍ۔

۴۱۴۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ هِشَامٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوْا بِالطَّوَاغِيْ وَلَا بِاٰبَائِكُمْ۔

حضرت عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بتوں کی قسم نہ کھاؤ، نہ اپنے آباء کی۔

یمین کا لغوی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں: یمین کا لغوی معنی برکت، قدرت اور قوت ہے، قرآن مجید میں ہے: لاخذنا منہ بالیمین زجاج نے کہا یہاں قوت یمین کے معنی میں ہے، یعنی ہم ان کو پوری قوت سے ضرور پکڑ لیتے۔ اور یمین کا معنی دایاں ہاتھ ہے اور قسم کو بھی یمین کہتے ہیں کیونکہ اہل عرب اپنا دایاں ہاتھ ملا کر حلف اٹھاتے تھے۔ صحاح میں ہے وہ ایک دوسرے کے دائیں ہاتھ پر ہاتھ مار کر حلف اٹھاتے تھے۔ [1]

یمین کا اصطلاحی معنی

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اسم یا صفت کے ساتھ کسی شئے کی تاکید کرنے کو شرعاً یمین کہتے ہیں، اس کو یمین کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح دائیں ہاتھ سے اشیاء کی حفاظت ہوتی ہے، اسی طرح یمین سے بھی اس چیز کی حفاظت ہوتی ہے جس پر قسم کھائی جاتی ہے۔ [2]

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ جس چیز کا وجود واجب کرنا ہو اس کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ محقق کرنا یمین ہے۔ [3]

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

یمین وہ قوی عقد ہے جس کے ساتھ قسم کھانے والا کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا عزم کرتا ہے۔ [4]

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی مصری متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۱۷۳ مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۱۶ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] حافظ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی شافعی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۹۳ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[4] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۳ ص ۶۱-۶۰ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

یمین کی اقسام

یمین کی تین اقسام ہیں، یمین غموس، یمین لغو اور یمین منعقدہ، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:-
کسی امر پر عمداً واقع کے خلاف قسم کھانا یمین غموس ہے، علامہ ابن نجیم نے کہا ہے کہ اگر قسم کھانے والے کا مقصد اس سے کسی مسلمان کا مال کھانا ہو یا اس کو ایذا دینا ہو تو یہ گناہ کبیرہ ہے اور اگر اس قسم پر کوئی خرابی مرتب نہ ہو تو گناہ صغیرہ ہے، لیکن علامہ شامی نے اس کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یمین غموس مطلقاً گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ صحیح بخاری میں ہے: اللہ کے ساتھ شریک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، قتل کرنا اور یمین غموس گناہ کبیرہ ہیں۔ [1]

اگر کوئی شخص ماضی یا حال کے کسی کام پر اپنے گمان میں سچی قسم کھائے لیکن درحقیقت وہ جھوٹی قسم ہو تو یہ یمین لغو ہے۔ اس کو لغو اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا کوئی ثمرہ مرتب نہیں ہوتا یہ گناہ ہے نہ اس میں کفارہ ہے۔ امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ انسان کی زبان پر بلا قصد جو قسم جاری ہو جاتی ہے جیسے "لا واللہ و بلی اللہ" "نہیں خدا کی قسم، ہاں خدا کی قسم" یہ یمین لغو ہے۔ امام محمد نے نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا بھی ایک قول یہ ہے کہ جو قسم بلا قصد ہو وہ یمین لغو ہوتی ہے، لیکن امام ابوحنیفہ کا یہ قول حال یا ماضی کے بارے میں ہے اور اگر مستقبل کے بارے میں بلا قصد قسم کھائی جائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس میں کفارہ ہے جب کہ امام شافعی کے نزدیک اگر کسی نے مستقبل میں کسی کام کرنے کی بلا قصد قسم کھائی تو اس میں کفارہ نہیں ہے۔ اس قول کے اعتبار سے احناف کے نزدیک یمین لغو کی دو قسمیں ہیں (۱) ماضی یا حال کے کسی امر پر اپنے گمان میں سچی قسم کھانا اور درحقیقت وہ جھوٹ ہو (۲) ماضی یا حال کی کسی بات میں زبان پر بلا قصد قسم جاری ہو جائے
اگر مستقبل میں کسی ممکن کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائے تو یہ یمین منعقدہ ہے اس قسم کو پورا کرنا ضروری ہے اگر قسم کو پورا نہ کیا تو کفارہ لازم ہوگا۔ یمین منعقدہ میں ممکن کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ اگر وہ کام ممکن نہ ہوا تو وہ یمین غموس ہوگی، مثلاً کوئی شخص قسم کھائے کہ بخدا سورج طلوع نہیں ہوگا یا بخدا میں کبھی نہیں مروں گا تو یہ قسم جھوٹ ہے اور قسم کھانے والا گنہگار ہوگا، اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یمین غموس کا تعلق ماضی، حال، اور استقبال تینوں زمانوں کے ساتھ ہے۔ [2]

قسم کو پورا کرنا اس وقت ضروری ہے جب کسی معصیت پر قسم نہ کھائی ہو اگر کسی معصیت پر قسم کھائی ہو تو اس پر لازم ہے کہ معصیت نہ کرے اور قسم کا کفارہ دے۔

کفارۂ قسم کا بیان

اللہ تعالیٰ قسم کا کفارہ بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من	اللہ تعالیٰ تمہاری بے مقصد قسموں پر مواخذہ نہیں فرمائے گا، لیکن تمہاری پکی قسموں پر مواخذہ فرمائے گا، سو ایسی قسموں کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۶۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ
[2] ״ ״ ״ ״ ، رد المحتار ج ۳، ص ۶۵، ״ ״ ״
[3] ״ ״ ״ ״ ، رد المحتار ج ۳ ص ۶۶ ״ ״ ״

اوسط ما تطعمون اهليكم او كسوتهم او تحرير رقبة ط فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام ط ذلك كفارة ايمانكم اذا حلفتم ط واحفظوا ايمانكم ط كذلك يبين الله لكم اٰيته لعلكم تشكرون۔

(مائدہ: ۸۹)

دیتا ہے، جیسا تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان مسکینوں کو کپڑے پہنانا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے اور جس شخص کو ان میں سے کسی چیز پر قدرت نہ ہو وہ تین دن کے روزے رکھے، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور قسم توڑ دو) اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو، اور اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکرگزار ہو جاؤ۔

کفارہ طعام میں یا تو دس مسکینوں کو صبح اور شام کھانا کھلا دیا جائے یا ایک مسکین کو دس دن صبح اور شام کھانا کھلا دیا جائے، یا دس مسکینوں کو بیک وقت یا ایک مسکین کو دس دن میں دس مسکینوں کے کھانے کی قیمت دے دی جائے اگر ایک مسکین کو ایک دن میں دس مسکینوں کے کھانے کی قیمت دی تو وہ صحیح نہیں ہے۔ ایک مسکین کے کھانے کی قیمت کا معیار نصف صاع گندم ہے جو ۲٫۱۲۵ (دو اعشاریہ ایک دو پانچ) کلوگرام کے برابر ہے۔ [1]

غیر اللہ کی قسم کھانے سے ممانعت کا سبب

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علماء نے کہا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانے سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ کسی کے نام کی قسم کھانا اس کے نام کی عظمت کا تقاضا کرتا ہے اور عظمت حقیقت میں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ [2]

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: غیر اللہ کی قسم کھانے سے ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ حقیقتِ عظمت اللہ عزوجل کے ساتھ مختص ہے، اس لیے کسی اور کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشابہ نہیں کیا جائے گا۔ [3] علامہ نووی [4] اور علامہ وشتانی [5] نے بھی یہی لکھا ہے۔

مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ غیر اللہ کی قسم سے ممانعت کی دو وجہیں ہیں، پہلی وجہ یہ ہے کہ ہر چند کہ بعض طریقوں سے مخلوق کی تعظیم بھی جائز ہے جیسے سلام، قیام اور دست بوسی وغیرہ لیکن قسم تعظیم کی ان انواع میں سے ہے جو شریعت نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص کر دی ہیں جیسے رکوع اور سجود وغیرہ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قسم کا معنی ہے شہادت اور گواہی [6]، اور ایسی ذات جس کا ہر جگہ، ہر وقت اور ہر موقع پر گواہ ہونا سب کے نزدیک مسلّم ہو وہ صرف اللہ کی ذات ہے، مثلاً کسی شخص کی ذات پر کوئی الزام ہے مدعی پر لازم ہے کہ وہ اپنے الزام کے ثبوت میں دو گواہ پیش کرے لیکن اس موقع واردات پر کوئی گواہ نہیں تھا اس لیے اب ضروری ہے کہ مدعی علیہ اس الزام سے برأت پر قسم

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۳ ص ۸۳-۸۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۳۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] حافظ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۷۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[5] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۳۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[6] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی مصری، متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۴۶، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

کھائے اور جب وہ اللہ عزوجل کی قسم کھا کر اس الزام سے اپنی براءت بیان کر دیتا ہے تو اس کو بری کر دیا جاتا ہے کیونکہ مدعی تو اس کے خلاف کوئی گواہی پیش نہیں کر سکا لیکن مدعی علیہ نے اپنی براءت میں اللہ کی گواہی پیش کر دی کہ جس وقت جس جگہ اور جس موقع پر تم نے مجھ پر یہ الزام لگایا ہے اللہ گواہ ہے کہ میں اس موقع پر اس الزام سے بری تھا! اور جس کی یہ شان ہو کہ وہ ہر جگہ ہر موقع پر اور ہر وقت گواہ ہو اور اس کی گواہی پوری کائنات میں مسلم ہو وہ صرف اللہ عزوجل کی ذات ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے غیر کی قسم کھانا اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ غیر اللہ کو ہر جگہ، ہر موقع پر اور ہر وقت گواہ سمجھتا ہے اور یہ شرک اور کفر ہے اس لیے غیر اللہ کی قسم کھانا بھی کفر اور شرک ہے الا یہ کہ وہ شرعی قسم کا ارادہ نہ کرے۔

غیر اللہ کی قسم کھانے کے حکم کے متعلق فقہاء حنبلیہ کی رائے

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا جائز نہیں ہے، خواہ اپنے باپ کی قسم کھائے یا صحابی کی یا کعبہ کی۔ امام شافعی نے کہا مجھے غیر اللہ کی قسم کے معصیت ہونے کا خدشہ ہے، علامہ ابن عبدالبر نے کہا اس اصل پر سب کا اجماع ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ غیر اللہ کی قسم جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی قسم کھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: والصافات صفا - والمرسلات عرفا۔ والنازعات غرقا۔ "صف باندھی ہوئی جماعتوں کی قسم اور آں حالیکہ وہ صف باندھی ہوئی ہوں۔ ان بھیجی ہوئی (ہواؤں) کی قسم! جو مسلسل بھیجی جاتی ہیں۔ سختی سے روح کھینچنے والے (فرشتوں) کی قسم، جو سختی سے جان نکالتے ہیں" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے متعلق پوچھنے والے اعرابی سے فرمایا: افلح وابیہ ان صدق۔ "اس کے باپ کی قسم! اگر یہ شخص سچا ہے تو کامیاب ہو گیا۔"

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: ہماری دلیل حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو اپنے باپ کی قسم کھاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ان اللہ ینھاکم ان تحلفوا باٰبائکم، من کان حالفا فلیحلف باللہ او لیصمت (متفق علیہ) "اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آباء کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے، جس شخص نے قسم کھانی ہو وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے" حضرت عمر فرماتے ہیں اس کے بعد میں نے (غیر اللہ کی) قسم نہیں کھائی، از خود ذکر کرتے ہوئے نہ کسی کی حکایت کرتے ہوئے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من حلف بغیر اللہ فقد اشرک "جس شخص نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا" امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی وہ لا الہ الا اللہ پڑھے"۔

باقی رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی قسمیں کیوں کھائی ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے وہ قسمیں صرف اپنی قدرت اور عظمت پر دلالت کرنے کے لیے کھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ مالک ہے وہ اپنی مخلوق کی جس طرح چاہے قسمیں کھائے اور اللہ تعالیٰ کے قسم کھانے پر کسی اور کے قسم کھانے کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ [1]

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۳۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۳۸۶ - ۳۸۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

غیر اللہ کی قسم کھانے کے حکم کے متعلق فقہاء مالکیہ کی رائے

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض مالکی نے فرمایا ہر مخلوق کی قسم کھانے سے منع کیا جائیگا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس کو توڑوں یہ اس سے بہتر ہے کہ میں ایک بار غیر اللہ کی قسم کھا کر اس کو پورا کر دوں! [۱]

علامہ ابو الولید باجی مالکی فرماتے ہیں: چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع فرمادیا ہے اس لیے غیر اللہ کی قسم کھانا ممنوع ہے، کیونکہ یہ مباح کاموں سے نہیں ہے، سو جس شخص نے قسم کھانی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اتباع میں تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے، لہٰذا کسی شخص کے لیے سورج، چاند اور ستاروں کی قسم کھانا جائز ہے اور نہ آسمان اور زمین کی قسم کھانا جائز ہے، اور نہ کسی اور مخلوق کی قسم کھانا جائز ہے، اور جس شخص نے غیر اللہ کی قسم کھائی وہ گنہ گار ہوگا لیکن اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھاؤں تو یہ غیر اللہ کی سچی قسم کھانے سے بہتر ہے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ قرآن مجید میں ہے: والسماء ذات البروج۔ والشمس وضحٰھا۔ واللیل اذا یغشی۔ "برجوں والے آسمان کی قسم۔ سورج اور اس کی روشنی کی قسم۔ رات کی قسم جب اس کی سیاہی پھیل جائے"۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں قواعد عربیہ کے مطابق مضاف محذوف ہے یعنی برجوں والے آسمان کے رب کی قسم۔ سورج اور اس کی روشنی کے رب کی قسم۔ جب رات کی سیاہی پھیل جائے تو اس کے رب کی قسم، گویا یہ سب اللہ کی قسمیں ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے وہ جس کی چاہے قسم کھائے، ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع کر دیا ہے اس لیے ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے۔ [۲]

غیر اللہ کی قسم کھانے کے متعلق فقہاء شافعیہ کی رائے

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی لکھتے ہیں ہمارے علماء کے نزدیک غیر اللہ کی قسم کھانا مکروہ ہے حرام نہیں ہے۔ [۳]

غیر اللہ کی قسم کھانے کے متعلق فقہاء حنفیہ کی رائے

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کے بغیر قسم منعقد نہیں ہوتی غیر اللہ کی قسم بطریق صراحۃً ہو یا کنایۃً ہو یہ حرام ہے، جیسا کہ قہستانی میں ہے بلکہ اس میں کفر کا خدشہ ہے مثلاً کہے میری زندگی کی قسم۔ جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ [۴]

علامہ شامی نے جس آنے والی عبارت کا ذکر کیا ہے وہ علامہ حصکفی کی یہ عبارت ہے:

---

[۱] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۳۶۶-۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[۲] علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۳ ص ۲۵۹ مطبوعہ مطبع السعادۃ مصر، ۱۳۳۲ھ

[۳] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[۴] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

علامہ حسام الدین رازی متوفی ۵۹۱ھ نے فرمایا: جس شخص نے کہا میری زندگی کی قسم، یا تمہاری زندگی کی قسم، یا تمہارے سر کی زندگی کی قسم، اگر اس نے اس قسم کو پورا کرنے کے وجوب شرعی کا اعتقاد کیا (بایں طور کہ اس قسم کا پورا کرنا ضروری ہے ورنہ کفارہ لازم آئے گا۔ سعیدی) تو وہ شخص کافر ہو جائے گا اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ عام لوگ اس سے لاعلم ہیں کہ غیر اللہ کی قسم کھانے سے خالق اور مخلوق کی مساوات لازم آتی ہے تو میں ایسی قسم کھانے والے کو مشرک قرار دیتا۔

(ہم نے علامہ حصکفی کی عبارت میں علامہ شامی کی توضیحات کو ملحوظ رکھ کر اس کا ترجمہ کیا ہے) [1]

علامہ حسام الدین رازی کی اس عبارت سے علامہ ابن ہمام[2] اور علامہ زین الدین ابن نجیم نے بھی استدلال کیا ہے۔ [3]

علامہ قہستانی نے بھی علامہ حسام الدین رازی کی مذکور الصدر عبارت نقل کی ہے اس کے بعد منیہ سے نقل کر کے لکھتے ہیں: جو جاہل آدمی امیر کی جان، اس کی زندگی اور اس کے سر کی قسم کھاتا ہے اس کا اسلام ابھی تک متحقق نہیں ہوا۔ [4]

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ غیر اللہ کی قسم سے اگر استحکام اور پختگی حاصل ہو، مثلاً کسی کام کو طلاق عتاق یا حج پر معلق کرے (یوں کہے کہ اگر میں نے فلاں چیز کھائی تو میری بیوی کو طلاق، یا میرا غلام آزاد یا مجھ پہ حج لازم ہو) تو بعض فقہاء کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور عام فقہاء کے نزدیک یہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ اس میں غیر اللہ کی تعظیم نہیں ہے اور وہ قسم جس سے پختگی اور قوت اور استحکام حاصل نہ ہو جیسے تمہارے باپ کی قسم! یا تمہاری زندگی کی قسم! تو فقہاء کی عبارات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آباء کی قسم کھانے سے صراحۃً منع فرمایا ہے اور غیر اللہ کی قسم کھانے سے اس کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعظیم میں مشارکت لازم آتی ہے۔ [5]

علامہ شامی کی ذکر کردہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے غیر اللہ کی قسم کسی چیز کو شرعاً واجب کرنے کے قصد سے کھائی تو یہ العیاذ باللہ کفر ہے اور اگر یہ قصد نہیں تھا تو پھر یہ مکروہ ہے اور یہی قسم لغوی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مصنوعات کی قسمیں کیوں کھائی ہیں؟

جب غیر اللہ کی قسم کھانا ممنوع ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی قسمیں کیوں کھائی ہیں؟ فقہاء کرام نے اس سوال کے حسب ذیل جوابات دیے ہیں:

(۱) ۔ اللہ تعالیٰ مالک اور خالق ہے اور اپنے کسی فعل پر جواب دہ نہیں ہے، وہ جس کی چاہے قسم کھائے وہ کسی قاعدہ کا پابند نہیں ہے اور ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کے پابند ہیں، اس کے رسول نے ہمیں غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع کر دیا ہے، اس لیے ہمارے لیے غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے افعال پر ہم اپنے افعال کا قیاس نہیں کر سکتے۔

---

[1] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۴۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] ۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۴ ص ۳۵۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[3] ۔ علامہ زین الدین ابن نجیم مصری متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۴ ص ۲۸۶ مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[4] ۔ علامہ محمد خراسانی متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز ج ۴ ص ۲۸۲، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور، ۱۲۹۱ھ

[5] ۔ علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق علی ہامش البحر الرائق ج ۴ ص ۲۷۰، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

(۲)۔ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں ان کو اپنی ذات اور صفات پر شاہد اور گواہ بنایا ہے۔

(۳)۔ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں ان کو اپنی ذات اور صفات پر دلیل بنایا ہے۔

(۴)۔ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں وہ دراصل ان چیزوں کی نہیں خود اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی قسمیں ہیں کیونکہ ان سے پہلے عربی گرامر کے قواعد کے مطابق مضاف محذوف ہے مثلاً والطور کی اصل ہے "ورب الطور" "پہاڑ طور کے رب کی قسم!"، وعلی ہذا القیاس۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ کی قسمیں کیوں کھائی ہیں؟

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ارکان اسلام کے متعلق سوال کیا، آپ نے جواب میں اس کو ارکان اسلام بتلائے اس نے کہا وہ ان میں زیادتی کرے گا نہ کمی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افلح وابیہ ان صدق۔ "اس کے باپ کی قسم اگر یہ سچا ہے تو کامیاب ہو گیا۔" [۱]

اس حدیث کی وجہ سے یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے تو خود غیر اللہ کی قسم کیوں کھائی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس اشکال کے حسب ذیل جوابات رقم کیے ہیں:۔

(۱)۔ حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ "افلح وابیہ" ان الفاظ کی روایت صحیح نہیں ہے۔ اس حدیث کے راوی اسماعیل بن جعفر نے "افلح وابیہ" کی بجائے "افلح واللہ ان صدق" "خدا کی قسم اگر یہ سچا ہے تو کامیاب ہو گیا" کے الفاظ روایت کیے ہیں، اور یہ الفاظ افلح وابیہ سے اولیٰ ہیں کیونکہ یہ الفاظ منکر ہیں جن کو آثار صحاح رد کرتے ہیں، اور امام مالک کی روایت میں یہ الفاظ اصلاً نہیں ہیں (خیال رہے کہ یہ الفاظ امام مسلم کی ایک روایت میں ہیں۔ امام بخاری نے اس حدیث کو ج ۱ ص ۱۲۔ ۱۱ پر روایت کیا ہے اور اس میں ہے "افلح ان صدق" اور قسم کے الفاظ اصلاً نہیں ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

(۲)۔ ان الفاظ میں تصحیف ہے یعنی بعض راویوں نے "واللہ" کے بجائے "وابیہ" کہہ دیا۔

(۳)۔ وابیہ (اس کے باپ کی قسم) یہ ایک ایسا کلمہ ہے جو اہل عرب کی زبان پر بلا قصد جاری ہو جاتا ہے وہ اس سے قسم کا قصد نہیں کرتے اور ممانعت غیر اللہ کی قسم قصداً کھانے سے ہے۔ امام بیہقی اور علامہ نووی نے اسی جواب کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔

(۴)۔ قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ اس لفظ کو کلام میں محض تاکید کے لیے ذکر کیا جاتا ہے، اور اس سے قسم کا ارادہ نہیں کیا جاتا۔

(۵)۔ قاضی ابوبکر ابن العربی نے کہا ہے کہ پہلے غیر اللہ کی قسم کھانا جائز تھا بعد میں منسوخ ہو گیا۔ علامہ سبکی نے کہا ہے کہ اکثر شارحین کا یہی مختار ہے، لیکن علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے

---

[۱] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

میں یہ گمان جائز نہیں کہ آپ غیر اللہ کی قسم کھاتے تھے۔

(۶)۔ امام بیہقی نے کہا ہے کہ عربی قواعد کے مطابق یہاں مضاف محذوف ہے اصل میں ہے "افلح ورب ابیہ" اس کے باپ کے رب کی قسم یہ کامیاب ہو گیا"۔

(۷)۔ علامہ نووی وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے، دوسرے شخص کے لیے غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس بحث کے اخیر میں لکھا ہے کہ امام ابن ماجہ نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنے باپ کی قسم کھاتے ہوئے سنا تو فرمایا: اپنے آباء کی قسم نہ کھاؤ، جو اللہ کی قسم کھائے اس کو سچا کرے اور جس کے لیے اللہ کی قسم کھائی جائے وہ اس پر راضی ہو جائے اور جو اللہ پر راضی نہ ہو وہ اللہ کا نہیں ہے۔ [1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں: اوّل تو ان الفاظ کی روایت صحیح نہیں ہے جیسا کہ علامہ ابن عبدالبر نے بیان فرمایا ہے، اور اگر یہ الفاظ ثابت ہوں تو غیر اللہ کی قسم کی ممانعت اس کے بعد ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد فرمایا میں نے اس کے بعد کبھی خود غیر اللہ کی قسم کھائی نہ کسی کی قسم کی حکایت کی۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

غیر اللہ کی قسم اگر حرام نہیں ہے تو اس کے مکروہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے یا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، کیونکہ غیر اللہ کی قسم گناہ ہے اور نیکیوں سے گناہ مٹ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان الحسنات یذھبن السیئات "نیکیاں گناہوں کو لے جاتی ہیں" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم کوئی برائی کرو تو اس کے بعد نیکی کرو وہ نیکی برائی کو مٹا دے گی" اور جس شخص نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے اللہ تعالیٰ کی طرح غیر اللہ کی تعظیم کی اس لیے اس کو شرک قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اس نے غیر اللہ کی قسم کھا کر اس کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے ساتھ شریک کر دیا۔ اس لیے حدیث میں ہے کہ اس کے بعد لا الٰہ الا اللہ کہے اور توحید کا اعتراف کرے اور شرک سے برأت کرے۔ [2]

ہم نے غیر اللہ کی قسم کی حرمت اور ممانعت پر کافی تفصیل سے گفتگو کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ غیر اللہ کی قسم کو جائز قرار دے کر اس پر غیر اللہ کی نذر کو قیاس کرتے ہیں جیسا کہ نذر کی بحث میں گذر چکا ہے، اس لیے ہم نے چاہا کہ احادیث، آثار اور مذاہب اربعہ کے اقوال کی روشنی میں غیر اللہ کی قسم کی حقیقت واضح ہو جائے!

قسم پوراکرنے اور توڑنے کی اقسام

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری لکھتے ہیں: جس چیز کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی گئی ہے وہ فی نفسہٖ حرام ہو گی یا مکروہ ہو گی یا مستحب ہو گی یا مباح ہو گی یا فرض۔ اس اعتبار سے قسم پورا کرنے اور قسم کو توڑنے کی پانچ پانچ قسمیں ہیں اور ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۳۶۔ ۵۳۱ ملخصا مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ، المغنی ج ۹ ص ۳۸۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ ھ

(۱)۔ جس کام کی قسم کھائی ہے اس کا کرنا یا نہ کرنا حرام ہو مثلاً کوئی شخص قسم کھائے کہ فلاں شخص کو قتل کرے گا یا نماز نہیں پڑھے گا یا اپنے باپ سے بات نہیں کرے گا۔ ایسی قسم کو توڑنا فرض ہے اور اس کا پورا کرنا حرام ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی کام کی قسم کھاؤ اور اس کام کا خلاف بہتر ہو تو تم قسم کے خلاف کرو اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو۔

(۲)۔ جس کام کی قسم کھائی ہے اس کا کرنا یا نہ کرنا مکروہ ہو، مثلاً کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ اپنے غلام کو اس کے قصور پر مارے گا یہ اس لیے مکروہ ہے کہ معاف کرنا افضل ہے۔ یا قسم کھائے کہ اگر مقروض نے وقت پر قرض ادا نہ کیا تو اس کی شکایت کرے گا یہ اس لیے مکروہ ہے کہ مقروض کو مہلت دینا افضل ہے بلکہ واجب ہے یا قسم کھائے کہ ایک ماہ تک اپنی بیوی سے عمل تزویج نہیں کرے گا ان صورتوں میں قسموں کو پورا کرنا مکروہ ہے اور قسم کا توڑنا واجب یا مستحب ہے (مقروض کو مہلت دینا واجب ہے اور غلام کو اس کے قصور پر نہ مارنا مستحب ہے۔) اور یہاں مکروہ سے مراد عام ہے مکروہ تحریمی ہو یا تنزیہی۔

(۳)۔ جس کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی ہے وہ مباح ہو مثلاً وہ قسم کھائے کہ وہ یہ کپڑا نہیں پہنے گا یا یہ روٹی نہیں کھائے گا۔ اس صورت میں قسم کا پورا کرنا واجب ہے اور قسم کو توڑنا مکروہ تحریمی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واحفظوا ایمانکم "اپنی قسموں کی حفاظت کرو" یعنی قسموں کو پورا کرو۔

(۴)۔ جس کام کی قسم کھائی ہے اس کا کرنا یا نہ کرنا فرض ہو، مثلاً اس نے قسم کھائی ہے کہ وہ پانچوں وقت کی نماز پڑھے گا یا قسم کھائی ہے کہ وہ زنا نہیں کرے گا اس قسم کا پورا کرنا فرض اور توڑنا حرام ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قسم پورا کرنے اور توڑنے کے اعتبار سے دس قسمیں ہیں:

(۱)۔ قسم پورا کرنا حرام ہو اور توڑنا فرض ہو (۲) قسم پورا کرنا مکروہ تحریمی ہو اور توڑنا واجب ہو (۳) قسم پورا کرنا مکروہ تنزیہی ہو اور توڑنا مستحب ہو۔ (۴) قسم پورا کرنا واجب ہو اور توڑنا مکروہ تحریمی ہو (۵) قسم پورا کرنا فرض ہو توڑنا حرام ہو۔ [۱]

بکثرت قسم کھانا غیر پسندیدہ ہے

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: قسم کھانے میں افراط کرنا مکروہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولا تطع کل حلاف مھین (القلم: ۱۰) "آپ بکثرت قسم کھانے والے ذلیل کی اطاعت نہ کریں" یہ بکثرت قسم کھانے والے کی مذمت ہے جو بکثرت قسم کھانے کی مذمت کا تقاضا کرتی ہے اور اگر قسم کھانے میں افراط نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ مطلقاً قسم کھانا مکروہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم (بقرہ: ۲۲۴) "اور اللہ (کے نام) کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ" لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ متعدد احادیث صحیحہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قسم کھانے کا ذکر ہے۔ آپ نے فرمایا: واللہ یا امۃ محمد ما احد اغیر من اللہ ان یزنی عبدہ او تزنی امتہ۔ "خدا کی قسم! اے امت محمد زنا کار

[۱] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۴ ص ۲۹۲-۲۹۱ ملخصاً وموضحاً مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

بندے یا باندی پر اللہ تعالیٰ سے غیور کوئی نہیں ہے" اور فرمایا و الذی نفسی بیدہ انکم لاحب الناس الی۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے" اور ایسی بہت سی احادیث ہیں۔ اور ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم۔ کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی قسموں کو نیکی اور بھلائی کے کاموں سے رکنے کا ذریعہ نہ بناؤ، مثلاً کوئی شخص کسی کے ساتھ بھلائی نہ کرنے کی قسم کھائے اور قسم پوار کرنے کے لیے اس کے ساتھ بھلائی نہ کرے، اس قسم کی قسموں کے کھانے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے مطلقاً قسم کھانے سے منع نہیں کیا۔ [1]

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی لکھتے ہیں: افضل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کم کھائی جائیں کیونکہ اگر ماضی کے متعلق زیادہ قسمیں کھائیں تو ہو سکتا ہے کہ کسی بات پر جھوٹی قسم کھائے اور مستقبل میں کام کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں بکثرت قسمیں کھائیں تو ہو سکتا ہے کہ اللہ کی قسم کھا کر پوری نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے نام کی بے حرمتی ہو۔ [2]

لات کی اصل اور تاریخ

حدیث نمبر ۴۱۴۶ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس شخص نے اپنی قسم میں کہا: لات کی قسم! اس کو چاہیے کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہے اور حدیث نمبر ۴۱۴۷ میں ہے جس شخص نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی وہ لا الٰہ الا اللہ کہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ لات، منات اور عزیٰ کفار قریش کے بت تھے۔ قتادہ نے کہا کہ لات ثقیف کا طائف میں بت تھا، ابو عبیدہ وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ کعبہ میں بت تھا۔ ابن زید نے کہا کہ مکا ظہ کے بازار میں ایک باغ میں یہ بت تھا وہاں قریش اس کی عبادت کرتے تھے۔ ابن عطیہ نے قتادہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔ علامہ ابو الحیان اندلسی نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لات نام کے کئی بت ہوں اور ان سب جگہوں پر یہ بت نصب ہوں سو ہر ایک نے اپنے بت کی خبر دی ہے۔ لفظ لات کی اصل کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ لتّ یلتّ کا اسم فاعل ہے اس کا معنی ہے ستو گھولنا ایک شخص ایک پتھر پر بیٹھ کر حاجیوں کے لیے ستو گھولتا تھا جب وہ مر گیا تو لوگ اس شخص کی تعظیم کے لیے اس پتھر کی عبادت کرنے لگے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ شخص ایک پتھر پر بیٹھ کر ستو گھولتا تھا اور جو شخص بھی اس کے بنائے ہوئے ستو پیتا وہ موٹا ہو جاتا تھا تو لوگوں نے اس کی عبادت شروع کر دی۔ لات کی اصل کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ یہ لوی سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے اعتکاف کرنا کیونکہ لوگ اس کی عبادت کے لیے جم کر بیٹھتے تھے اس لیے اس کو لات کہتے ہیں۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ "لیتی" سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے طواف کرنا کیونکہ کفار اس بت کا طواف کرتے تھے اس لیے اس کو لات کہا جانے لگا۔ [3]

عزیٰ کی اصل اور تاریخ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: عزیٰ غطفان کا بت تھا، قتادہ نے کہا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ یہ ایک باغ میں ببول کا درخت تھا، یہ اصل میں اعزّ کا مؤنث ہے، امام نسائی اور امام ابن مردویہ نے ابو الطفیل سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۳۸۷-۳۸۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۴ ص ۲۷۷ مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر ۱۳۱۱ھ۔

[3] علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمد آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جز ۲۷ ص ۵۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

باغ میں بھیجا جس میں عزیٰ تھا۔ حضرت خالد باغ میں گئے وہاں تین ببول کے درخت تھے انھوں نے ان درختوں کو کاٹ دیا اور جس کوٹھڑی میں یہ بت تھا اس کو منہدم کر دیا۔ جب حضرت خالد نے واپس لوٹ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ نے فرمایا: دوبارہ جاؤ تم نے تو کچھ نہیں کیا، حضرت خالد دوبارہ گئے، جب پجاریوں نے حضرت خالد کو دیکھا تو یا عزیٰ یا عزیٰ پکارتے ہوئے نکلے۔ وہاں ایک برہنہ عورت تھی جس کے بال اس کے چہرے پر بکھرے ہوئے تھے، حضرت خالد نے اس کو تلوار سے قتل کر دیا پھر واپس جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ سنایا آپ نے فرمایا یہی عزیٰ تھی اور اب کبھی اس کی پوجا نہیں ہوگی!۔[1]

کفریہ کلمات سے قسم کھانے کا حکم

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ قسم معبود معظم کی کھائی جاتی ہے پس جس شخص نے لات وغیرہ کی قسم کھائی اس نے کفار کی طرح ایک کام کیا اس لیے آپ نے کلمہ توحید پڑھنے کے ساتھ اس کی تلافی کا حکم دیا۔ ابن عربی نے کہا جس شخص نے تحقیق اور سنجیدگی سے یہ قسم کھائی وہ کافر ہو گیا اور جس نے جہالت یا بے توجہی کی بنا پر یہ قسم کھائی، وہ لا الہ الا اللہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی تلافی قبول کرے گا اور اس کو سہو سے التفات کی طرف اور اس کی زبان کو حق کی جانب لوٹا دے گا۔[2]

شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں: جس شخص نے کہا: "اگر اس نے یہ کام کیا ہو تو وہ یہودی ہے یا یہودی ہو جائے گا" تو یہ کلمہ قسم ہے۔ اگر اس نے ماضی کے متعلق قسم کھائی تھی اور وہ سمجھتا تھا کہ وہ اس قسم میں سچا ہے تو اس پر کچھ لازم نہیں، اور اگر اس کو پتا ہے کہ وہ اس قسم میں جھوٹا ہے تو محمد بن مقاتل نے کہا ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے کفر کو ایک موجود اور محقق چیز پر معلق کیا ہے اور امر موجود پر کسی چیز کو معلق کرنا تحقق اور علی الفور نافذ ہوتا ہے پس گویا کہ اس نے یہ کہا ہے کہ وہ کافر ہے۔ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر اس کی قسم ماضی سے متعلق ہو تو اس پر کفارہ ہے اور اس سے وہ کافر نہیں ہوگا اور ماضی کی قسم کا بھی مستقبل پر اعتبار کیا جائے گا سو ماضی کی قسم یمین غموس کے حکم میں ہے۔ اور زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر اس کو علم ہے کہ یہ قسم ہے تو وہ اس سے کافر نہیں ہوگا، خواہ قسم کا تعلق ماضی سے ہو یا مستقبل سے اور اگر اس کو یہ پتا نہیں تھا کہ یہ قسم ہے اور اس کے نزدیک یہ کلمہ کفر ہے تو پھر وہ کافر ہو جائے گا خواہ قسم کا تعلق ماضی ہو یا مستقبل سے۔ کیونکہ جو چیز اس کے نزدیک کفر ہے اس نے اس کو عمداً اختیار کیا اور اس نے کفر کو اختیار کیا پس وہ کافر ہو جائے گا۔[3]

علامہ ابو الحسن مرغینانی نے شمس الائمہ سرخسی کے قول کو صحیح قرار دیا ہے۔[4]

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری نے شمس الائمہ سرخسی کے قول کو مفتیٰ بہ قرار دیا ہے۔[5]

---

[1] علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جز ۲۷ ص ۵۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۶۱۲ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۸ ص ۱۳۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[4] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۴۶۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[5] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۴ ص ۲۸۶ - ۲۸۵ مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

آیا کفریہ کلمات سے ائمہ مذاہب کے نزدیک شرعی قسم منعقد ہوتی ہے یا نہیں؟

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب (شافعیہ) یہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے لات اور عزیٰ یا دیگر بتوں کی قسم کھائی یا اس نے کہا اگر میں نے یہ کام کیا تو یہودی یا نصرانی ہوں، یا اسلام سے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بری ہوں تو اس کی قسم منعقد نہیں ہوگی بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ استغفار کرے اور لا الہ الا اللہ کہے اور وہ اس کام کو کرے یا نہ کرے اس پر کفارہ نہیں ہے۔ یہ امام شافعی، امام مالک اور جمہور علماء کا مسلک ہے اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ ان تمام صورتوں میں کفارہ لازم آتا ہے ماسوا اس صورت کے کہ وہ کہے میں بدعتی ہوں، یا کہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بری ہوں [1]

امام ابوحنیفہ کا مذہب بیان کرنے میں بعض علماء کی لغزش

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی علامہ نووی کی طرح امام ابوحنیفہ کا مذہب بیان کیا ہے۔ [2]

حالانکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان تمام صورتوں میں قسم منعقد نہیں ہوتی کہ ان تمام صورتوں میں یہ صورت بھی ہے کہ کوئی شخص لات، عزیٰ یا دیگر بتوں کی قسم کھائے، کیونکہ فقہاء احناف نے اپنی تصانیف میں اس کی تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کے سوا اور کسی اسم سے قسم منعقد نہیں ہوتی۔ علامہ مرغینانی (صاحب ہدایہ) لکھتے ہیں:

ومن حلف بغير الله لم يكن حالفا كالنبي والكعبة لقوله عليه السلام من كان منكم حالفا فليحلف بالله۔ [3]

جس شخص نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس کی قسم منعقد نہیں ہوگی مثلاً نبی یا کعبہ کی قسم کھائی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تم میں سے جس شخص نے قسم کھانی ہو وہ اللہ کی قسم کھائے۔

اور شمس الائمہ سرخسی حنفی نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آباء اور بتوں کی قسم نہ کھاؤ اور لکھا کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی وہ قسم شرعی نہیں ہوگی۔ [4]

لہٰذا علامہ نووی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ کہنا غلط ہے کہ ان تمام صورتوں میں احناف کے نزدیک قسم منعقد ہو جاتی ہے۔ علامہ نووی اور علامہ عسقلانی تو خیر شافعی علماء ہیں اگر فقہ حنفی کا کوئی جزئیہ ان سے مخفی رہ جائے یا حنفی مذہب کو بیان کرنے میں ان سے تسامح ہو جائے تو اس قدر باعث حیرت نہیں ہے لیکن سخت حیرت ہے کہ بعض حنفی علماء بھی اس غلطی کا شکار ہو گئے اور انہوں نے بھی علامہ نووی کا نام لے کر مذہب احناف اسی طرح نقل کر دیا۔ شیخ غلام رسول رضوی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۳۶ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت ۱۴۰۱ھ

[3] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۴۵۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[4] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۷، ص ۲۴ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، الطبعۃ الثالثہ، ۱۳۹۸ھ

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اگر لات وعزیٰ وغیرہ بتوں کی قسم کھائی یا کہا اگر میں نے یہ کام کیا تو میں یہودی، نصرانی یا اسلام سے بیزار ہوں یا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیزار ہوں وغیرہ وغیرہ سے قسم منعقد نہیں ہوتی، اس پر لازم ہے کہ استغفار کرے اور لا الٰہ الا اللہ پڑھے، وہ مذکور کام کرے یا نہ کرے، اس پر کفارہ واجب نہیں۔ امام شافعی، امام مالک اور دیگر علماء کا یہی مذہب ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا تمام میں اس پر کفارہ واجب ہے۔ [۱]

حالانکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ نہیں کہا ان کی طرف یہ نسبت واقع کے خلاف ہے۔

قمار کی دعوت دینے کا حکم

حدیث نمبر ۴۱۴۶ کے اخیر میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے ساتھی سے کہا آؤ جُوا کھیلیں اس کو چاہیے کہ وہ صدقہ کرے۔

کتاب البیوع کے شروع میں ہم قمار (جُوا) پر مفصل گفتگو کر چکے ہیں، یہاں پر ہم صرف قمار کی تعریف کا دوبارہ ذکر کر رہے ہیں۔ علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں قمار قمر (چاند) سے ماخوذ ہے جو کبھی کم ہوتا ہے اور کبھی زیادہ۔ جوئے کو قمار اس لیے کہتے ہیں کہ جُوا کھیلنے والوں میں سے ہر ایک اپنا مال اپنے ساتھی کو دینے اور اپنے ساتھی کا مال لینے کو (شرط کے ساتھ) جائز سمجھتا ہے اور یہ نص قرآن سے حرام ہے۔ اور اگر ایک جانب سے شرط لگائی جائے تو جائز ہے۔ [۲]

میر سید شریف لکھتے ہیں: ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط ہو کہ مغلوب کی کوئی چیز غالب کو دی جائے گی قمار ہے۔ [۳]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: آپ نے صدقہ کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ اس شخص نے معصیت کی دعوت دی تھی، علامہ خطابی نے کہا کہ جتنے پیسوں کا جُوا کھیلنے کا کہا تھا اتنے پیسوں کا صدقہ کرے۔ محققین نے یہ کہا ہے کہ صدقہ کی کوئی مقدار معین نہیں ہے۔ جو آسانی سے صدقہ کر سکے وہ صدقہ کر دے۔ [۴]

یہ خیال رہے کہ گناہ دراصل توبہ سے ساقط ہوتا ہے اور صدقہ کی وجہ سے قبولیت توبہ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا دور ہونا زیادہ متوقع ہے۔

بَابُ ۵۳ نَدْبِ مَنْ حَلَفَ يَمِينًا فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا أَنْ يَأْتِيَ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَيُكَفِّرُ عَنْ يَمِينِهِ

قسم کا خلاف بہتر ہونے کی صورت میں قسم کا خلاف کرنے کا استحباب

۴۱۵۰ - حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَيَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ وَاللَّفْظُ لِخَلَفٍ قَالُوا حَدَّثَنَا

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں چند اشعریوں کے ساتھ سواری طلب کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے

---

[۱] شیخ غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۷ ص ۴۸۹، مطبوعہ عبد الحمید پرنٹرز، لاہور

[۲] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۵ ص ۳۵۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[۳] علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۷۷، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[۴] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ ابْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ مِّنَ الْأَشْعَرِيِّينَ نَسْتَحْمِلُهُ فَقَالَ وَاللهِ لَا أَحْمِلُكُمْ وَمَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ قَالَ فَلَبِثْنَا مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ أُتِيَ بِإِبِلٍ فَأَمَرَ لَنَا بِثَلَاثِ ذَوْدٍ غُرِّ الذُّرَى فَلَمَّا انْطَلَقْنَا قُلْنَا أَوْ قَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ لَا يُبَارِكُ اللهُ لَنَا أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَحْمِلُهُ فَحَلَفَ أَنْ لَا يَحْمِلَنَا ثُمَّ حَمَلَنَا فَأَتَوْهُ فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ مَا أَنَا حَمَلْتُكُمْ وَلَكِنَّ اللهَ حَمَلَكُمْ وَإِنِّي وَاللهِ إِنْ شَاءَ اللهُ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ ثُمَّ أَرَى خَيْرًا مِّنْهَا إِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي وَأَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ۔

فرمایا: بخدا میں تم کو سواری نہیں دوں گا، اور نہ تمہیں دینے کے لیے میرے پاس سواری ہے، حضرت ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ پھر جب تک اللہ نے چاہا ہم ٹھیرے رہے، پھر آپ کے پاس کچھ اونٹ آئے، آپ نے ہمیں سفید کوہان کے تین اونٹ دینے کا حکم دیا۔ جب ہم جانے لگے تو ہم نے کہا یا ہم میں سے کسی نے کہا: "اللہ تعالیٰ ہمیں برکت نہ دے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سواری مانگنے کے لیے آئے تھے، آپ نے قسم کھائی کہ آپ ہم کو سواری نہیں دیں گے، پھر آپ نے ہمیں سواری دے دی، پھر ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا میں نے تم کو سواری نہیں دی، لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ سواری دی ہے، اور بخدا میں کسی کام کو کرنے کی قسم کھاؤں پھر مجھے خیال آئے کہ اس کا خلاف بہتر ہے تو میں انشاء اللہ اس بہتر کام کو کروں گا اور قسم کا کفارہ دوں گا۔

۴۱۵۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بَرَّادٍ الْأَشْعَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ أَرْسَلَنِي أَصْحَابِي إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْأَلُهُ لَهُمُ الْحُمْلَانَ إِذْ هُمْ مَعَهُ فِي جَيْشِ الْعُسْرَةِ وَهِيَ غَزْوَةُ تَبُوكَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ إِنَّ أَصْحَابِي أَرْسَلُونِي إِلَيْكَ لِتَحْمِلَهُمْ فَقَالَ وَاللهِ لَا أَحْمِلُكُمْ عَلَى شَيْءٍ وَوَافَقْتُهُ وَهُوَ غَضْبَانُ وَلَا أَشْعُرُ فَرَجَعْتُ حَزِينًا مِّنْ مَّنْعِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ مَّخَافَةِ أَنْ يَكُونَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ وَجَدَ فِي نَفْسِهِ عَلَيَّ فَرَجَعْتُ إِلَى أَصْحَابِي

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ساتھیوں نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سواریاں مانگنے کے لیے بھیجا کیونکہ وہ جیش عسرت یعنی غزوۂ تبوک میں آپ کے ساتھ تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے میرے ساتھیوں نے سواریاں لینے کے لیے آپ کے پاس بھیجا ہے، آپ نے فرمایا بخدا میں تمہیں بالکل سواری نہیں دوں گا، آپ اس وقت غصہ میں تھے اور مجھے اس کا پتا نہیں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے سے میں غمزدہ ہوا اور یہ خدشہ ہوا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر ناراض ہو گئے ہوں! میں اپنے ساتھیوں کے پاس واپس گیا اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وہ انھیں بتا دیا، تھوڑی دیر گزری تھی کہ میں نے حضرت بلال کی آواز سنی: "اے عبداللہ بن قیس!" میں نے کہا ہاں! انھوں نے کہا چلو رسول اللہ

فَاَخْبَرْتُهُمُ الَّذِيْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ اَلْبَثْ اِلَّا سُوَيْعَةً اِذْ سَمِعْتُ بِلَالًا يُنَادِيْ اَيْ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ قَيْسٍ فَاَجَبْتُهٗ فَقَالَ اَجِبْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْكَ فَلَمَّا اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُذْ هٰذَيْنِ الْقَرِيْنَيْنِ وَهٰذَيْنِ الْقَرِيْنَيْنِ وَهٰذَيْنِ الْقَرِيْنَيْنِ لِسِتَّةِ اَبْعِرَةٍ ابْتَاعَهُنَّ حِيْنَئِذٍ مِّنْ سَعْدٍ فَانْطَلِقْ بِهِنَّ اِلٰى اَصْحَابِكَ فَقُلْ اِنَّ اللّٰهَ اَوْ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُكُمْ عَلٰى هٰؤُلَآءِ فَارْكَبُوْهُنَّ قَالَ اَبُوْ مُوْسٰى فَانْطَلَقْتُ اِلٰى اَصْحَابِيْ بِهِنَّ فَقُلْتُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُكُمْ عَلٰى هٰؤُلَآءِ وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ لَا اَدَعُكُمْ حَتّٰى يَنْطَلِقَ مَعِيْ بَعْضُكُمْ اِلٰى مَنْ سَمِعَ مَقَالَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ سَاَلْتُهٗ لَكُمْ وَمَنْعَهٗ فِيْ اَوَّلِ مَرَّةٍ ثُمَّ اِعْطَاءَهٗ اِيَّايَ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا تَظُنُّوْا اَنِّيْ حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا لَمْ يَقُلْهُ فَقَالُوْا لِيْ وَاللّٰهِ اِنَّكَ عِنْدَنَا لَمُصَدَّقٌ وَلَنَفْعَلَنَّ مَا اَحْبَبْتَ فَانْطَلَقَ اَبُوْ مُوْسٰى بِنَفَرٍ مِّنْهُمْ حَتّٰى اَتَوُا الَّذِيْنَ سَمِعُوْا قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْعَهٗ اِيَّاهُمْ ثُمَّ اِعْطَاءَهُمْ بَعْدُ فَحَدَّثُوْهُمْ بِمَا حَدَّثَهُمْ بِهٖ اَبُوْ مُوْسٰى سَوَآءً۔

صلی اللہ علیہ وسلم تم کو بلا رہے ہیں، جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے چھ اونٹوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہ جوڑا لو، یہ جوڑا لو اور یہ جوڑا لو اور ان اونٹوں کو اپنے ساتھیوں کے پاس لے جاؤ! آپ نے اسی وقت حضرت سعد سے یہ اونٹ خریدے تھے، آپ نے فرمایا اپنے ساتھیوں سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے یا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو یہ سواریاں دی ہیں، ان پر سواری کرو، میں یہ سواریاں لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو ان سواریوں پر سوار کیا ہے، لیکن میں تم کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ تم میں سے کوئی شخص میرے ساتھ ان لوگوں کے پاس نہیں جائے گا جنھوں نے میرے سوال کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب سُنا تھا، آپ نے پہلی بار منع فرمایا تھا اور اس کے بعد آپ نے یہ اونٹ دیے تھے، تم یہ گمان نہ کرنا کہ میں نے تم کو وہ حدیث سنائی ہے جو آپ نے نہیں فرمائی تھی، میرے ساتھیوں نے کہا بخدا تم ہمارے نزدیک سچے ہو اور ہم تمہاری خواہش ضرور پوری کریں گے، پھر حضرت ابوموسیٰ ان میں سے کچھ ساتھیوں کو لے کر ان لوگوں کے پاس گئے جنھوں نے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا سنا تھا پھر اس کے بعد آپ کا عطا فرمانا دیکھا تھا۔ انھوں نے بھی اسی طرح بیان کیا جس طرح حضرت ابوموسیٰ نے بیان کیا تھا۔

٤١٥٢۔ حَدَّثَنِيْ اَبُو الرَّبِيْعِ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ

زہدم جرمی کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، حضرت ابوموسیٰ نے اپنا کھانا

عَنْ اَبِي قِلَابَةَ وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ قَالَ اَيُّوْبُ وَاَنَا لِحَدِيْثِ الْقَاسِمِ اَحْفَظُ مِنِّيْ لِحَدِيْثِ اَبِيْ قِلَابَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ اَبِيْ مُوْسٰى فَدَعَا بِمَائِدَتِهٖ وَعَلَيْهَا لَحْمُ دَجَاجٍ فَدَخَلَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ تَيْمِ اللّٰهِ اَحْمَرُ شَبِيْهٌ بِالْمَوَالِيْ فَقَالَ لَهٗ هَلُمَّ فَتَلَكَّاَ فَقَالَ هَلُمَّ فَاِنِّيْ قَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُ مِنْهُ فَقَالَ الرَّجُلُ اِنِّيْ رَاَيْتُهٗ يَاْكُلُ شَيْئًا فَقَذِرْتُهٗ فَحَلَفْتُ اَنْ لَّا اَطْعَمَهٗ فَقَالَ هَلُمَّ اُحَدِّثْكَ عَنْ ذٰلِكَ اِنِّيْ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَهْطٍ مِّنَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ نَسْتَحْمِلُهٗ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَحْمِلُكُمْ وَمَا عِنْدِيْ مَا اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ فَلَبِثْنَا مَا شَاءَ اللّٰهُ فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَهْبِ اِبِلٍ فَدَعَا بِنَا فَاَمَرَ لَنَا بِخَمْسِ ذَوْدٍ غُرِّ الذُّرٰى قَالَ فَلَمَّا انْطَلَقْنَا قَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ اَغْفَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِيْنَهٗ لَا يُبَارَكُ لَنَا فَرَجَعْنَا اِلَيْهِ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا اَتَيْنَاكَ نَسْتَحْمِلُكَ وَاِنَّكَ حَلَفْتَ اَنْ لَّا تَحْمِلَنَا ثُمَّ حَمَلْتَنَا اَفَنَسِيْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنِّيْ وَاللّٰهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا اَحْلِفُ عَلٰى يَمِيْنٍ فَاَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا اِلَّا اَتَيْتُ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَتَحَلَّلْتُهَا فَانْطَلِقُوْا فَاِنَّمَا حَمَلَكُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ۔

منگوایا جس میں مرغ کا گوشت تھا۔ جرمِ اللہ سے سرخ رنگ کا ایک آدمی آیا جو غلاموں سے مشابہ تھا۔ حضرت ابوموسیٰ نے اسے کھانے کے لیے بلایا وہ کچھ ہچکچایا، حضرت ابوموسیٰ نے کہا: آؤ! کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مرغ کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا ہے، اس شخص نے کہا میں نے مرغی کو کچھ (گندگی) کھاتے ہوئے دیکھا تھا۔ مجھے اس سے گھن آئی، پھر میں نے قسم کھائی کہ میں مرغی نہیں کھاؤں گا، حضرت ابوموسیٰ نے کہا آؤ میں تم کو اس بارے میں ایک حدیث سناتا ہوں، میں چند اشعری ساتھیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سواری مانگنے کے لیے گیا، آپ نے فرمایا بخدا! میں تم کو سواری نہیں دوں گا اور نہ ہی میرے پاس سواری موجود ہے، سو جس قدر منظورِ خدا تھا ہم ٹھیرے رہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مالِ غنیمت کے اونٹ لائے گئے، آپ نے ہمیں بلایا اور سفید کوہان کے پانچ اونٹ ہمیں دیے۔ جب ہم روانہ ہوئے تو ہمارے ساتھیوں نے ایک دوسرے سے کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم یاد نہیں دلائی۔ ہمیں (ان اونٹوں میں) برکت نہیں ہوگی۔ ہم دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور کہا یا رسول اللہ! کیا آپ اس قسم کو بھول گئے! آپ نے فرمایا: بخدا! میں کسی کام کو کرنے کی قسم کھاؤں پھر مجھے خیال آئے کہ اس کا خلاف بہتر ہے تو میں ان شاء اللہ اس بہتر کام کو کروں گا اور قسم کا کفارہ دوں گا، جاؤ! تمہیں اللہ عزوجل نے سواریاں دی ہیں۔

۴۱۵۳ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ وَالْقَاسِمِ التَّمِيْمِيِّ عَنْ زَهْدَمٍ

زہدم جرمی کہتے ہیں کہ جرم کے اس قبیلہ اور اشعریوں کے درمیان دوستی اور بھائی چارہ تھا، ہم حضرت ابوموسیٰ اشعری کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے سامنے

الْجَرْمِيِّ قَالَ كَانَ بَيْنَ هٰذَا الْحَيِّ مِنْ جَرْمٍ وَبَيْنَ الْأَشْعَرِيِّينَ وُدٌّ وَإِخَاءٌ فَكُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فِيهِ لَحْمُ دَجَاجٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ۔

کھانا لایا گیا جس میں مرغی کا گوشت تھا اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۴۱۵۴۔ وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ الْقَاسِمِ التَّمِيمِيِّ عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ وَالْقَاسِمِ عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ قَالَ كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى وَاقْتَصُّوا جَمِيعًا الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ۔

امام مسلم نے تین مختلف سندوں کے ساتھ زہدم جرمی سے روایت کیا ہے کہ ہم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اور تمام سندوں کے ساتھ حماد بن زید کی ۴۱۵۲ والی روایت کی طرح روایت ہے۔

۴۱۵۵۔ وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا الصَّعْقُ يَعْنِي ابْنَ حَزْنٍ حَدَّثَنَا مَطَرٌ الْوَرَّاقُ حَدَّثَنَا زَهْدَمٌ الْجَرْمِيُّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي مُوسَى وَهُوَ يَأْكُلُ لَحْمَ دَجَاجٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ وَزَادَ فِيهِ قَالَ إِنِّي وَاللّٰهِ مَا نَسِيتُهَا۔

زہدم جرمی کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوموسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا دراں حالیکہ وہ مرغی کا گوشت کھا رہے تھے، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور اس میں یہ زیادہ ہے کہ آپ نے فرمایا بخدا میں اس (قسم) کو نہیں بھولا۔

۴۱۵۶۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ ضُرَيْبِ بْنِ نُقَيْرٍ الْقَيْسِيِّ عَنْ زَهْدَمٍ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ أَتَيْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَحْمِلُهُ فَقَالَ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سواریاں مانگنے کے لیے گئے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس تمہارے لیے سواری نہیں ہے۔ اور بخدا میں تم کو سواری نہیں دوں گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے پاس چتکبرے

مَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ وَاللّٰهِ مَا أَحْمِلُكُمْ سَلَّمَ بِثَلَاثَةِ ذَوْدٍ بُقْعِ الذُّرَى فَقُلْنَا إِنَّا أَتَيْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَحْمِلُهُ فَحَلَفَ أَنْ لَا يَحْمِلَنَا فَأَتَيْنَاهُ فَأَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ إِنِّي لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ أَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ۔

کر اونٹ والے تین اونٹ بھیجے، ہم نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تھے، آپ نے قسم کھائی کہ آپ ہم کو سواری نہیں دیں گے، سو ہم نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتلایا، آپ نے فرمایا میں کسی کام کو کرنے کی قسم کھاؤں پھر مجھے خیال آئے کہ اس کا خلاف بہتر ہے تو میں اس بہتر کام کو کروں گا۔

۴۱۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ حَدَّثَنَا أَبُو السَّلِيلِ عَنْ زَهْدَمٍ يُحَدِّثُهُ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنَّا مُشَاةً فَأَتَيْنَا نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَحْمِلُهُ بِنَحْوِ حَدِيثِ جَرِيرٍ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم پیادہ تھے، ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سواری طلب کی۔ جریر کی حدیث کی طرح روایت ہے۔

۴۱۵۸۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَعْتَمَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ فَوَجَدَ الصِّبْيَةَ قَدْ نَامُوا فَأَتَاهُ أَهْلُهُ بِطَعَامِهِ فَحَلَفَ لَا يَأْكُلُ مِنْ أَجْلِ صِبْيَتِهِ ثُمَّ بَدَا لَهُ فَأَكَلَ فَأَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَأْتِهَا وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کو رات کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دیر ہو گئی، جب وہ اپنے گھر گیا تو بچے سو چکے تھے، اس کی بیوی کھانا لے کر آئی، اس نے اپنے بچوں کی وجہ سے قسم کھائی کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا، پھر اس کو خیال آیا اور اس نے کھانا کھا لیا۔ پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کوئی قسم کھائی پھر اس کو خیال آیا کہ اس کا خلاف بہتر ہے وہ اس بہتر کام کو کرے اور قسم کا کفارہ دے دے۔

۴۱۵۹۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكٌ عَنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی کام کی

سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ وَلْيَفْعَلْ.

قسم کھائی پھر اس کے خلاف کو بہتر خیال کیا وہ اپنی قسم کا کفارہ دے دے اور اس کام کو کرے۔

۴۱۶۰ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي أُوَيْسٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُطَّلِبِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی کام کی قسم کھائی پھر اس کے خلاف کو بہتر خیال کیا وہ اس بہتر کام کو کرے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دے۔

۴۱۶۱ - وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ حَدَّثَنِي سُهَيْلٌ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمَعْنَى حَدِيثِ مَالِكٍ فَلْيُكَفِّرْ يَمِينَهُ وَلْيَفْعَلِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ.

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں ہے کہ اپنی قسم کا کفارہ دے اور اس بہتر کام کو کرے۔

۴۱۶۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ رُفَيْعٍ عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ قَالَ جَاءَ سَائِلٌ إِلَى عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ فَسَأَلَهُ نَفَقَةً فِي ثَمَنِ خَادِمٍ أَوْ فِي بَعْضِ ثَمَنِ خَادِمٍ فَقَالَ لَيْسَ عِنْدِي مَا أُعْطِيكَ إِلَّا دِرْعِي وَمِغْفَرِي فَأَكْتُبُ إِلَى أَهْلِي أَنْ يُعْطُوكَهَا قَالَ فَلَمْ يَرْضَ فَغَضِبَ عَدِيٌّ فَقَالَ أَمَا وَاللَّهِ لَا أُعْطِيكَ شَيْئًا ثُمَّ إِنَّ الرَّجُلَ رَضِيَ فَقَالَ أَمَا وَاللَّهِ لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ

تمیم بن طرفہ کہتے ہیں کہ حضرت عدی بن حاتم کے پاس ایک سائل آیا اور ان سے ایک غلام کی قیمت یا غلام کی قیمت کے کچھ حصہ کا سوال کیا، حضرت عدی نے کہا میرے پاس تمہیں دینے کے لیے اس زرہ اور خود کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، میں اپنے گھر والوں کو تمہیں کچھ دینے کے لیے لکھتا ہوں، مگر وہ راضی نہ ہوا حضرت عدی کو غصہ آگیا اور کہا خدا کی قسم! میں تم کو کچھ نہیں دوں گا، پھر وہ شخص راضی ہو گیا، حضرت عدی نے کہا اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ جس شخص نے کسی کام کی قسم کھائی پھر اس نے خیال کیا کہ اس کے خلاف میں اللہ کا تقویٰ زیادہ ہے تو وہ اس تقویٰ والے کام کو

فَقَالَ تَسْأَلُنِي بِمِائَةِ دِرْهَمٍ وَأَنَا ابْنُ حَاتِمٍ وَاللَّهِ لَا أُعْطِيكَ ثُمَّ قَالَ لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ ثُمَّ رَأَى خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ.

سنا ہوتا جس شخص نے کسی کام کی قسم کھائی پھر اس نے اس سے بہتر چیز کا خیال کیا تو وہ اس بہتر کام کو کرے۔

۴۱۶۷- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ تَمِيمَ بْنَ طَرَفَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ فَذَكَرَ مِثْلَهُ وَزَادَ وَلَكَ أَرْبَعُمِائَةٍ فِي عَطَائِي.

حضرت عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا، اس کے بعد حسب سابق روایت بیان کی۔ اور اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ تم میری عطاء سے چار سو درہم لے لو۔

۴۱۶۸- حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَمُرَةَ لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا وَإِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ وَائْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ قَالَ أَبُو أَحْمَدَ الْجُلُودِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَاسَرْجِسِيُّ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ بِهَذَا الْحَدِيثِ.

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبدالرحمن! حکومت کا سوال نہ کرنا اگر تم کو سوال کرنے سے حکومت دی گئی تو تم اس کے سپرد کر دیے جاؤ گے اور اگر تم کو بغیر سوال کے حکومت ملی تو تمہاری امداد کی جائے گی اور جب تم کسی کام کی قسم کھاؤ پھر اس کے خلاف کو بہتر خیال کرو تو اپنی قسم کا کفارہ دو اور جو بہتر کام ہے اس کو کرو، ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۴۱۶۹- حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يُونُسَ وَمَنْصُورٍ وَحُمَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ

چار مختلف سندوں کے ساتھ امام مسلم نے حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کیا ہے۔

حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ ثُمَّ رَاٰی اَتْقٰی لِلّٰهِ مِنْهَا فَلْیَأْتِ التَّقْوٰی مَا حَنِثَتْ یَمِیْنِیْ۔

کرے، تو پھر اپنی قسم کو نہ توڑتا۔

۴۱۶۳۔ وَحَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ رُفَیْعٍ عَنْ تَمِیْمِ بْنِ طَرَفَةَ عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَاٰی غَیْرَهَا خَیْرًا مِّنْهَا فَلْیَأْتِ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ وَّلْیَتْرُكْ یَمِیْنَهٗ۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی کام کی قسم کھائی پھر اس نے اس کام کے خلاف کو بہتر خیال کیا وہ اس بہتر کام کو کرے اور اپنی قسم کو چھوڑ دے۔

۴۱۶۴۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَیْرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ طَرِیْفٍ الْبَجَلِیُّ وَاللَّفْظُ لِابْنِ طَرِیْفٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَیْلٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ رُفَیْعٍ عَنْ تَمِیْمٍ الطَّائِیِّ عَنْ عَدِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَلَفَ اَحَدُكُمْ عَلَی الْیَمِیْنِ فَرَاٰی خَیْرًا مِّنْهَا فَلْیُكَفِّرْهَا وَلْیَأْتِ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ۔

حضرت عدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کی قسم کھائے پھر اس کے خلاف کو بہتر خیال کرے تو وہ اس قسم کا کفارہ دے اور اس کام کو کرے جو بہتر ہے۔

۴۱۶۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِیْفٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَیْلٍ عَنِ الشَّیْبَانِیِّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ رُفَیْعٍ عَنْ تَمِیْمٍ الطَّائِیِّ عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ذٰلِكَ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے۔

۴۱۶۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ تَمِیْمِ بْنِ طَرَفَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَدِیَّ بْنَ حَاتِمٍ وَّاَتَاهُ رَجُلٌ یَّسْاَلُهٗ مِائَةَ دِرْهَمٍ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایک شخص سو درہم مانگنے کے لیے آیا، حضرت عدی نے کہا تو مجھ سے سو درہم کا سوال کر رہا ہے حالانکہ میں ابن حاتم ہوں! بخدا! میں تجھ کو نہیں دوں گا پھر کہا اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہ

عَطِيَّةَ وَيُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ وَهِشَامِ بْنِ حَسَّانَ فِي آخَرِينَ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ ح وَ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ كُلُّهُمْ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ الْمُعْتَمِرِ عَنْ أَبِيهِ ذِكْرُ الْإِمَارَةِ.

خود سواریاں دے کر اس کی اللہ کی طرف نسبت کرنے کی توجیہات

حدیث نمبر ۴۱۵۰ میں ہے آپ نے اشعریین سے فرمایا "میں نے تم کو سواری نہیں دی لیکن یہ سواری تم کو اللہ نے دی ہے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کے ساتھیوں کو سواری دی اور اس فعل کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا اس کی شارحین نے کئی توجیہات کی ہیں ایک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قسم کھائی تھی کہ اپنی ملکیت میں سے کوئی اونٹ نہیں دیں گے اور آپ نے جو اونٹ عطا فرمائے تھے وہ اپنی ملکیت میں سے نہیں دیئے تھے بلکہ بیت المال سے دیئے تھے اور وہ اللہ کا مال ہے اس لیے فرمایا کہ یہ سواریاں تمہیں اللہ نے دی ہیں۔ اس توجیہ کا مآل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم نہیں توڑی اور یہ جو فرمایا تھا کہ اگر میں کسی کام کی قسم کھاؤں پھر اس کے خلاف کو بہتر خیال کروں تو میں وہ بہتر کام کروں گا اور قسم کا کفارہ دوں گا اس جملہ کا اس قصہ سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ آپ نے بر سبیل ہدایت ایک حکم یا قاعدہ بیان فرمایا ہے۔[1]

دوسری توجیہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قسم توڑنے کی نفی نہیں کی، بلکہ یہ بتلایا ہے کہ آپ کا اونٹ دینا اونٹ نہ دینے کی قسم پوری کرنے سے بہتر ہے اور آپ کا اونٹ عطا فرمانا نسیان کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اللہ سبحانہ کے حکم کی وجہ سے ہے اسی لیے فرمایا میں نے تم کو یہ سواریاں نہیں دیں بلکہ یہ سواریاں اللہ تعالیٰ نے دی ہیں، گویا یہ اسناد الی السبب ہے۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ یہ ارشاد وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ کے طریقہ پر ہے یعنی جب آپ نے کنکریاں ماری تھیں تو وہ کنکریاں آپ نے نہیں ماریں وہ کنکریاں اللہ نے ماری تھیں۔

چوتھی توجیہ یہ ہے کہ سواریوں کا دینا اگرچہ ظاہراً اور کسباً آپ کا فعل تھا لیکن حقیقۃً اور خلقاً وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ بندوں کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اس موضوع پر ہم نے اپنی کتاب "مقام ولایت و نبوت" میں تفصیلاً بحث کی ہے۔

قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی لکھتے ہیں: جو شخص کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائے اور قسم پورا

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۶۲۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

کرنے سے قسم کو توڑنا بہتر ہو تو فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کے لیے قسم کو توڑنا مستحب ہے اور اس پر کفارہ لازم ہوگا۔ اور اس پر بھی اجماع ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ واجب نہیں ہوگا اور یہ کہ قسم توڑنے کے بعد کفارے کو موخر کرنا جائز ہے اور یہ کہ کفارے کو قسم پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا قسم کھانے کے بعد اور قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ امام مالک، امام اوزاعی، امام ثوری، امام شافعی اور چودہ صحابی اور فقہاء تابعین اس کو جائز کہتے ہیں سو یہ جمہور کا قول ہے، لیکن ان کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ قسم توڑنے کے بعد کفارہ دیا جائے، امام شافعی نے روزے کے کفارے کا استثناء کیا ہے اور کہا ہے کہ روزہ توڑنے سے پہلے روزے کا کفارہ جائز نہیں ہے کیونکہ وہ بدنی عبادت ہے اور بدنی عبادت کو وقت سے پہلے کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ نماز وقت سے پہلے جائز نہیں نہ رمضان کا روزہ، اور مالی کفارہ کو وقت سے پہلے ادا کرنا جائز ہے، جس طرح زکوٰۃ کو وقت سے پہلے ادا کرنا جائز ہے، بعض شافعیہ نے معصیت کی قسم کا استثناء کیا ہے تاکہ معصیت پر اعانت لازم نہ آئے لیکن جمہور نے معصیت کی قسم کے کفارے کی تقدیم کو بھی جائز کہا ہے اور امام ابوحنیفہ، ان کے اصحاب اور اشہب مالکی نے کہا ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارے کا ادا کرنا کسی صورت سے جائز نہیں ہے۔ جمہور کا استدلال ان احادیث کے ظاہری مفہوم سے ہے اور زکوٰۃ پر قیاس کرنے سے ہے۔ [1]

قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کے جواز پر جمہور کے دلائل

جمہور فقہاء کا موقف یہ ہے کہ ہر چند کہ مستحب یہ ہے کہ قسم توڑنے کے بعد کفارہ دے لیکن اگر قسم توڑنے سے پہلے بھی کفارہ ادا کر دیا تو جائز ہے ان کی دلیل اس باب کی احادیث نمبر ۴۱۵۹، ۴۱۶۱ اور ۴۱۶۴ ہیں جن میں ذکر ہے فليكفر عن يمينه وليفعل "قسم کا کفارہ دے اور اس بہتر کام کو کرے" چونکہ ان احادیث میں پہلے کفارہ ادا کرنے کا ذکر ہے اس کے بعد قسم توڑنے کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنا جائز ہے اور یہ ان احادیث کے ظاہری مفہوم سے استدلال ہے۔ فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ ان احادیث میں واؤ کا ذکر ہے اور واؤ مطلقاً جمع کے لیے آتی ہے ترتیب کے لیے نہیں آتی جبکہ حدیث نمبر ۴۱۵۸، ۴۱۶۰ اور ۴۱۶۶ میں پہلے قسم توڑنے کا ذکر ہے اور یہی اصل کے مطابق ہے۔

فقہاء احناف کے اس اعتراض کے جواب میں حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں: بعض اسانید میں واؤ کے بجائے "ثم" کا لفظ بھی مروی ہے۔ امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: كفر عن يمينك ثم ائت الذى هو خير۔ "اپنی قسم کا کفارہ دو پھر اس کام کو کرو جو بہتر ہے، امام نسائی نے بھی ثم کے ساتھ روایت کیا ہے البتہ امام بخاری اور مسلم کی روایت میں لفظ واؤ ہے اور امام حاکم نے ثم کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [2]

قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کے عدم جواز پر فقہاء احناف کے دلائل اور جمہور کے دلائل کے جوابات

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۸-۴۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۶۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے ثم کے لفظ کے ساتھ جو روایات پیش کی ہیں ان کے معارضہ میں فقہاء احناف نے حسب ذیل احادیث پیش کی ہیں:

علامہ ابن ہمام نے مسند احمد کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے:

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حلف علی یمین فرای غیرھا خیرا منھا فلیأت الذی ھو خیر ثم لیکفر عن یمینہ۔ [1]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی کام کی قسم کھائی پھر یہ خیال کیا کہ اس کا خلاف بہتر ہے، وہ اس بہتر کام کو کرے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔

امام ابو داؤد طیالسی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمن بن اذینہ عن ابیہ: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من حلف علی یمین فرای غیرھا خیرا منھا فلیأت الذی ھو خیر فلیکفر عن یمینہ۔ [2]

عبد الرحمن بن اذینہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی کام کی قسم کھائی پھر اس کے خلاف کو بہتر خیال کیا، وہ اس بہتر کام کو کرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال... فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حلف علی یمین فرای غیرھا خیرا منھا فلیأتھا ولیکفر عن یمینہ۔ [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی کام کی قسم کھائی پھر اس کے خلاف کو بہتر خیال کیا سو وہ اس بہتر کام کو کرے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔

اس میں فاء کے ساتھ قسم توڑنے کا ذکر ہے اور اس کے کفارے کا ذکر ہے اور فاء کا لفظ یہ چاہتا ہے کہ قسم توڑنا کفارے پر مقدم ہو۔

حافظ زیلعی امام سرقسطی کی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: من حلف علی یمین فرای خیرا منھا، فلیأتہ ثم لیکفر عن یمینہ۔ [4]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی کام کی قسم کھائی پھر اس کے خلاف کو بہتر خیال کیا پس وہ اس بہتر کام کو کرے پھر اپنی قسم کا کفارہ دے۔

ان احادیث میں پہلے قسم توڑنے کا ذکر ہے اور اس کے بعد قسم کا کفارہ دینے کا ذکر ہے اور یہ احادیث اصول کے

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۴ ص ۳۶۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[2] امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی متوفی ۲۰۴ھ، مسند طیالسی ص ۱۹۵

[3] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ

[4] حافظ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف حنفی زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۲۹۷ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، الطبعۃ الاولی، ۱۳۵۷ھ

مطابق ہیں کیونکہ قسم توڑنا کفارہ کا سبب ہے اور کفارہ مسبب ہے اور سبب مسبب پر مقدم ہوتا ہے۔ اس لیے یہ احادیث حافظ ابن حجر عسقلانی کی پیش کردہ روایات پر راجح ہیں۔ ان احادیث کی تائید امام بخاری کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے:

انی واللہ ان شاء اللہ لا احلف علی یمین فاری غیرھا خیرا منھا الا اتیت الذی ھو خیر وتحللتھا۔ [۵]

خدا کی قسم! میں جب بھی کسی کام کو کرنے کی قسم کھاتا ہوں، پھر اس کے خلاف کو بہتر خیال کرتا ہوں تو میں ان شاء اللہ اس بہتر کام کو کروں گا اور قسم کا کفارہ دوں گا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ کے موقف پر استدلال کرتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ذلک کفارۃ ایمانکم اذا حلفتم۔ "یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم توڑ دو" علامہ عینی نے جمہور اور امام شافعی کے موقف پر تین اعتراض کیے ہیں (۱) اللہ تعالیٰ نے اس کو کفارہ فرمایا ہے اور قسم توڑنے سے پہلے کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا کفارہ دیا جائے۔ (۲) احادیث میں کفارہ دینے کے لیے جو امر کا صیغہ وارد ہے اس کا تقاضا ہے کہ کفارہ ادا کرنا واجب ہو اور واجب صرف قسم توڑنے کے بعد ہوتا ہے قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنا جمہور کے نزدیک صرف جائز ہے پس قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنے میں امر کے صیغہ کو بلا وجہ اس کی حقیقت سے پھیرنا ہے (۳) امام شافعی کے نزدیک بھی روزہ کے کفارہ کو روزہ توڑنے سے پہلے ادا کرنا جائز نہیں ہے، اس اعتبار سے بھی یہ ظاہر کے خلاف ہے۔ [۲]

زہدم کی نسبت پر ایک اشکال کا جواب

حدیث نمبر ۴۱۵۲ میں زہدم جرمی کی روایت ہے اور اسی میں ہے کہ بنو تیم اللہ سے ایک شخص آیا، اس سے پتا چلتا ہے کہ یہ دونوں متغائر شخص ہیں، حالانکہ ان دونوں سے ایک ہی شخص مراد ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بنو جرم اور بنو تیم اللہ قبیلہ قضاعہ کی شاخیں ہیں اور کبھی زہدم اپنے آپ کو بنو جرم کی طرف منسوب کرتے تھے اور کبھی بنو تیم اللہ کی طرف۔

سوال کرنے سے ابن حاتم کی ناراضگی کی توجیہ

حدیث نمبر ۴۱۶۶ میں ہے کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سو درہم مانگے تو انہوں نے ناراض ہو کر کہا: تم مجھ سے سو درہم کا سوال کرتے ہو، حالانکہ میں حاتم طائی کا بیٹا ہوں!

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حضرت عدی اس لیے ناراض ہوئے تھے کہ تم نے مجھ سے اتنی معمولی رقم کا کیوں سوال کیا ہے؟ حالانکہ میں حاتم طائی کا بیٹا ہوں جو اپنی جود و سخا میں بہت مشہور اور معروف تھا!

اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حضرت عدی کے ناراض ہونے کی وجہ یہ تھی کہ سائل کو علم تھا کہ اس وقت حضرت عدی کے پاس رقم نہیں ہے اس کے باوجود اس نے حضرت عدی سے سو درہم کا سوال کیا تاکہ حضرت عدی منع کر دیں اور ان کا بخل ظاہر ہو اور حاتم کے نام پر دھبہ لگ جائے! گویا سائل کی نیت خراب تھی اس لیے حضرت عدی نے قسم کھائی کہ اس کو سو درہم نہیں دیں گے لیکن حدیث یاد آنے پر ارادہ بدل دیا۔

---

[۵] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[۲] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۲۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

منصب کا سوال حدیث نمبر ۴۱۶۸ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمان بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے عبدالرحمان حکومت کا سوال نہ کرنا الحدیث۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امارۃ، قضاء یا کسی اور منصب کے لیے سوال کرنا مکروہ ہے، اس کی پوری تفصیل اور تحقیق انشاء اللہ ہم کتاب الامارۃ میں بیان کریں گے۔

بَابُ ۵۳۸ يَمِينِ الْحَالِفِ عَلٰى نِيَّةِ الْمُسْتَحْلِفِ

قسم میں، قسم دلانے والے کی نیت کا اعتبار ہے

۴۱۷۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمُ بْنُ بَشِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ وَقَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا هُشَيْمُ بْنُ بَشِيْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِيْنُكَ عَلٰى مَا يُصَدِّقُكَ عَلَيْهِ صَاحِبُكَ وَقَالَ عَمْرٌو يُصَدِّقُكَ بِهِ صَاحِبُكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری قسم میں اس چیز کا اعتبار ہوگا جس کی تمہارا ساتھی تصدیق کرے گا اور عمرو کی روایت میں "یصدقك به صاحبك" کے الفاظ ہیں۔

۴۱۷۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ هُشَيْمٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَمِيْنُ عَلٰى نِيَّةِ الْمُسْتَحْلِفِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم کھلانے والے کی نیت کے لحاظ سے قسم ہوگی۔

فقہاء شافعیہ کے نزدیک قسم میں تاویل اور توریہ کا حکم علامہ یحییٰ بن شرف نواوی لکھتے ہیں، جب ایک شخص کسی دوسرے شخص پر کسی حق کا دعویٰ کرے اور وہ شخص قاضی کے حلف دینے سے حلف اٹھالے اور اس میں توریہ کرے یعنی قاضی کی نیت کی بجائے کوئی اور نیت کرے تو اس کی قسم قاضی کی نیت کے مطابق ہوگی اور اس توریہ کا اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اس پر سب کا اجماع ہے اور اس کی دلیل اس باب کی حدیث اور اجماع ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص قاضی کے حلف لینے کے بغیر قسم کھائے تو اس کو توریہ نفع دے گا (توریہ کا مطلب یہ ہے کہ لفظ سے اس کے ظاہر اور متبادر معنی کے بجائے کوئی اور معنی مراد لینا مثلاً اس پر گھڑی کی چوری کا الزام ہے وہ

قسم کھائے کہ اس نے گھڑی نہیں چرائی اور اس سے گھڑی بنانے والے گھڑی کی بجائے وہ گھڑی مراد لے جس میں پانی بھرا جاتا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی عام ازیں کہ اس نے بغیر مطالبہ قسم کے ازخود قسم کھائی ہو یا قاضی اور اس کے نائب کے بغیر کسی اور شخص نے اس کو قسم دی ہو، اور قاضی یا اس کے نائب کے علاوہ کسی اور قسم دلانے والے شخص کی نیت کا اعتبار نہیں ہوتا، خلاصہ یہ ہے کہ حلف کی ہر صورت میں قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے سوا اس صورت کے جب کسی شخص پر کسی حق کا دعویٰ ہو اور قاضی یا اس کا نائب اس شخص کو قسم کھلائے اس وقت حلف میں قاضی یا اس کے نائب کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے اور حدیث میں یہی صورت مراد ہے۔ اور جب کسی دعویٰ کے بارے میں قاضی کے بجائے کسی اور شخص کے سامنے قسم کھائے تو اس حلف میں قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا، خواہ اللہ کی قسم کھائے یا طلاق کی یا غلام آزاد کرنے کی، ہاں اگر قاضی نے بھی طلاق یا غلام آزاد کرنے کی قسم کھلائی تو اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا اور اس کو توریہ نفع دے گا، کیونکہ قاضی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ طلاق یا غلام آزاد کرنے کی قسم طلب کرے اس کے لیے صرف اللہ کی قسم طلب کرنا جائز ہے۔ خیال رہے کہ ہر چند کہ قسم کھانے والے کے لیے توریہ کرنا جائز ہے لیکن جب توریہ کرنے سے کسی شخص کا حق ضائع ہوتا ہو تو پھر توریہ کرنا جائز نہیں ہے اور یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ [۱]

امام شافعی کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ صرف ایک صورت میں قسم دلانے والے کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب قاضی یا اس کا نائب کسی شخص کے حق کے بارے میں اللہ کی قسم دلائے، اور اگر وہ بھی طلاق یا غلام آزاد کرنے کی قسم دلائے تو حلف میں اس کی نیت معتبر نہیں ہوگی اور اگر قاضی یا اس کے نائب کے بجائے کوئی اور شخص قسم طلب کرے تو اس کی نیت بھی معتبر نہیں ہوگی۔

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک قسم میں تاویل اور توریہ کا حکم

علامہ ابو القاسم خرقی حنبلی لکھتے ہیں:

جب کسی شخص نے حلف اٹھایا اور اپنی قسم میں تاویل کی تو اگر وہ مظلوم ہو تو اس کی تاویل جائز ہے اور اس کے حق میں مفید ہے اور اگر وہ ظالم ہو تو اس کی تاویل اس کو (شرعاً) نفع نہیں دے گی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یمینک علی ما یصدقک بہ صاحبک "تمہاری قسم میں اس نیت کا اعتبار ہے جس کی تمہارا فریق تصدیق کرے"۔ [۲] اس عبارت کی شرح میں علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

تاویل کا مطلب یہ ہے کہ قسم کھانے والا اپنے کلام سے کسی خلاف ظاہر احتمال کا ارادہ کرے مثلاً وہ قسم کھائے کہ "یہ میرا بھائی ہے"۔ اور اس سے اس کی مراد ہو کہ یہ دینی بھائی ہے یا چھت بول کر آسمان مراد لے یا فرش بول کر زمین مراد لے یا کہے "میری عورتوں کو طلاق ہے" اور اس مراد یہ ہو کہ میرے رشتہ داروں کی عورتوں کو طلاق ہے۔ اس قسم کی تاویلیں کلام کے ظاہری مفہوم کے خلاف ہیں اور قسم میں تاویل کرنے والا تین حالتوں سے خالی نہیں ہے۔ ان تین حالتوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلی حالت یہ ہے کہ مثلاً قسم کھانے والا مظلوم ہو اور جو شخص اس سے حلف لے رہا ہو وہ شخص اس حلف سے حلف

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[۲] علامہ ابو القاسم عمر بن الحسین بن عبد اللہ بن احمد الخرقی متوفی ۳۳۴ھ، المقنع مع المغنی ج ۹ ص ۴۲۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

اٹھانے والے پر ظلم کر رہا ہو یا کسی اور پر ظلم کر رہا ہو یا اس حلف سے کسی مسلمان کو نقصان پہنچ رہا ہو اس صورت میں حلف اٹھانے والے کے لیے اپنے حلف میں کوئی تاویل کرنا جائز ہے۔ امام احمد بن حنبل سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک شخص کی دو بیویاں ہیں ہر ایک کا نام فاطمہ ہے ان میں سے ایک فوت ہو گئی اس نے فاطمہ کی طلاق کی قسم کھائی اور جو فوت ہو گئی تھی اس کی نیت کی، امام احمد نے فرمایا اگر حلف لینے والا ظالم ہے تو قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہو گا اور اگر قسم کھانے والا ظالم ہے تو حلف لینے والے کی نیت کا اعتبار ہو گا، امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے: حضرت سوید بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا رہے تھے، حضرت وائل کو دشمنوں نے پکڑ لیا، میں نے قسم کھائی کہ یہ میرا بھائی ہے تو انھوں نے اس کو چھوڑ دیا، پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ واقعہ عرض کیا: آپ نے فرمایا: انت ابرهم و اصدقهم المسلم اخو المسلم۔ "تم ان میں سب سے زیادہ قسم پوری کرنے والے ہو اور سب سے زیادہ سچے ہو، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔" نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان فی المعاریض المندوحة عن الکذب، "توریہ کی وسعت میں جھوٹ سے دوری ہے" اور محمد بن سیرین نے کہا کہ توریہ کی وسعت کی وجہ سے ذہین آدمی کو کبھی جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔

دوسری حالت یہ ہے کہ قسم اٹھانے والا ظالم ہو اس نے کسی کا حق مار رکھا ہو اور حاکم اس کے ثبوت کے لیے اس سے قسم لے، اس صورت میں وہ قسم الفاظ کے اس ظاہری مفہوم پر محمول ہو گی جو قسم لینے والے کی مراد ہے اور قسم اٹھانے والے کی تاویل اس کے لیے مفید نہیں ہو گی، یہی امام شافعی کا قول ہے اور ہمیں اس میں کسی مخالف قول کا علم نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہاری قسم میں اس نیت کا اعتبار ہے جس کی تمہارا فریق تصدیق کرے" (صحیح مسلم و سنن ابوداؤد) ابراہیم نے کہا ایک شخص سے حاکم نے کسی چیز پر طلاق کی قسم لی اور حلف اٹھانے والے نے اپنے حلف میں کسی اور چیز کا توریہ کر لیا اگر وہ ظالم ہے تو اس کو یہ توریہ فائدہ نہیں دے گا ورنہ یہ توریہ اس کے لیے مفید ہے۔

تیسری حالت یہ ہے کہ قسم اٹھانے والا ظالم ہو نہ مظلوم، اس صورت میں امام احمد کا ظاہر قول یہ ہے کہ اس کی تاویل جائز ہے، روایت ہے کہ امام احمد کے پاس مہنا اور مروذی بیٹھے تھے ایک شخص مروذی کو ڈھونڈتے ہوئے آیا اور مروذی اس سے بات کرنا نہیں چاہتا تھا، مہنا نے اپنی انگلی ہتھیلی میں رکھ کر کہا مروذی یہاں نہیں ہے اور اس کی مراد یہ تھی کہ اس کی ہتھیلی میں مروذی نہیں ہے اور امام احمد نے اس کو غلط نہیں کہا۔ امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مزاح فرماتے تھے اور حق کے سوا نہیں کہتے تھے، اور آپ کا مزاح یہ تھا کہ آپ سننے والے کے ذہن میں ایسے معنی کا وہم ڈالتے تھے جو آپ کی مراد نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے ایک بڑھیا سے کہا: "جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی" یعنی اللہ تعالیٰ عورتوں کو کنواری اور کم سن بنا کر جنت میں داخل کرے گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھے سواری دیجئے! آپ نے فرمایا میں تم کو اونٹ کے بچے پر سوار کروں گا، اس نے کہا یا رسول اللہ! میں اونٹ کے بچہ کا کیا کروں گا؟ آپ نے فرمایا کیا ہر اونٹ، اونٹ کا بچہ نہیں ہوتا؟ (سنن ابوداؤد) ایک عورت سے آپ نے اس کے خاوند کے بارے میں فرمایا کیا وہی شخص ہے جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے؟ اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ! اس کی آنکھ تو ٹھیک ٹھاک ہے! حالاں کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد کا ارادہ کیا تھا جو تبوک کے ارد گرد ہوتی ہے۔ اور یہ تمام تاویلات اور معاریض ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حق فرمایا کیونکہ آپ کا ارشاد ہے میں حق کے سوا نہیں کہتا۔ یا روایت ہے کہ خوارج نے ایک رافضی کو پکڑ لیا اور کہا علی اور عثمان سے برأت (بیزاری) ظاہر کرو اس نے کہا انا من علی و من عثمان بری "میں علی سے (راضی) اور عثمان سے بری ہوں" (اسی طرح روایت ہے کہ ایک مرتبہ رافضیوں نے علامہ ابن جوزی کو پکڑ لیا اور پوچھا ابوبکر اور علی میں کون افضل ہے؟ انھوں نے کہا من بنتہ فی بیتہ "وہ جس کی بیٹی ان کے گھر ہے" علامہ ابن جوزی کی مراد تھی حضرت ابوبکر جن کی بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر ہے اور رافضی یہ سمجھے حضرت علی جن کے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں۔ سعیدی غفرلہ) بہرحال یہ وہ تاویلات ہیں جو ظالم کے حلف میں عذر نہیں بن سکتیں اور غیر ظالم کے لیے عذر ہیں خواہ وہ مظلوم ہو یا نہ ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلا ضرورت مزاح میں توریہ اور معاریض کا استعمال فرماتے تھے۔ [1]

فقہاء مالکیہ کے نزدیک قسم میں تاویل اور توریہ کا حکم

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: کہ قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب کوئی شخص کسی اور کے حق کے لیے قسم کھائے تو اس میں اس شخص کی نیت کا اعتبار ہوگا جس کے لیے قسم کھائی ہے خواہ وہ از خود قسم کھا رہا ہو یا اس سے شہادت کی بناء پر قسم کا مطالبہ کیا گیا ہو، اور جب گواہی قائم نہ ہو اور اس سے سوال کیا جائے کہ تمہارے اور اللہ کے درمیان جو معاملہ ہے اس پر قسم کھاؤ تو اس میں بہت اختلاف ہے، ابن المواز نے کہا ہے کہ اس میں قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس میں اس شخص کی نیت کا اعتبار ہے جس کے لیے قسم کھائی گئی ہے۔ عبدالملک اور سحنون نے کہا ہے کہ امام مالک کا ظاہر قول یہی ہے۔ اور ابن قاسم نے کہا ہے کہ اگر اس نے از خود قسم کھائی ہے تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا، اور اگر اس سے قسم کا مطالبہ کیا گیا تھا تو پھر اس کی نیت کا اعتبار ہوگا جس کے لیے قسم کھائی گئی ہے۔ اور ایک قول اس کے برعکس ہے۔ امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر اس نے دھوکے اور مکر سے قسم کھائی ہے تو وہ اس میں گنہ گار ہوگا اور اگر کسی عذر سے قسم کھائی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے اور ابن حبیب سے یہ روایت ہے کہ اگر اس نے دھوکے اور مکر سے قسم کھائی ہے تو اس میں اس کی نیت معتبر ہے اور اگر مکر اور دھوکا نہیں ہے تو اس کی اس نیت کا اعتبار ہوگا جس کے لیے قسم کھائی گئی ہے۔

علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ جب گواہی قائم ہو تو پھر قسم کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور جب گواہ نہ ہوں تو قسم میں اس شخص کی نیت کا اعتبار ہوگا جس کے لیے قسم کھائی گئی ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث کا تقاضا ہے اور جو یہ کہتے ہیں کہ اس میں قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا تو اس کی دلیل یہ حدیث ہے انما لکل امرئ ما نوی "ہر شخص کے عمل میں اس کی نیت کا اعتبار ہے" اور ان کے نزدیک یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب کوئی شخص کسی اور کے لیے قسم کھائے اور وہاں گواہ نہ ہوں۔

قاضی عیاض مالکی کہتے ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کا حق کھانے کے لیے توریہ کر کے قسم کھائے تو وہ گنہ گار ہوگا۔

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۴۲۲ - ۴۲۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں علامہ ابن حاجب مالکی نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کے حق کے لیے قسم کھائے تو اس میں حلف لینے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا، خواہ اللہ کی قسم کھائے یا کسی اور کی (یعنی طلاق کی قسم کھائے) اور اگر اس سے قسم طلب نہیں کی گئی اور اس نے اللہ کی قسم کھائی ہے تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا اور اگر طلاق وغیرہ کی قسم کھائی ہے تو اس میں تین قول ہیں۔ [1]

فقہاء حنفیہ کے نزدیک قسم میں تاویل اور توریہ کا حکم

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: جب کوئی شخص اپنے خصم اور مخالف کے سامنے قسم کھائے تو اس میں توریہ مفید نہیں ہوگا، کیونکہ قسم میں حلف لینے والے کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے بشرطیکہ وہ اس قسم کا مستحق ہو۔ ورنہ قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے اور اس کے لیے توریہ کرنا جائز ہے۔ اور نہایہ میں ہے کہ جب تم کسی شخص کے لیے قسم کھاؤ تو تم پر واجب ہے کہ اس طرح قسم کھاؤ جس سے قسم لینے والا تمہاری تصدیق کرے۔ [2]

اس کے بعد ملا علی قاری نے علامہ نووی کی عبارت نقل کر دی ہے اور اس پر کوئی کلام نہیں کیا اس سے ہمارے معاصر شیخ تقی عثمانی نے یہ سمجھا ہے کہ فقہاء احناف کا بھی اس مسئلہ میں وہی موقف ہے جو علامہ نووی نے فقہاء شافعیہ کے مسلک کے سلسلہ میں نقل کیا ہے۔ [3]

شیخ عثمانی کا یہ استنباط صحیح نہیں ہے۔ ملا علی قاری نے اس مسئلہ میں فقہاء احناف کا جو موقف نقل کیا ہے اس میں اور علامہ نووی کے نقل کردہ فقہاء شافعیہ کے موقف میں واضح فرق ہے۔ شافعیہ کے موقف کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قاضی یا اس کا نائب کسی شخص کے حق میں اللہ کی قسم سے تو قسم لینے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا اور اگر طلاق یا اعتاق کی قسم لی یا قاضی کے علاوہ کسی اور شخص نے قسم لی یا اس نے از خود قسم کھائی تو قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ اور فقہاء احناف کے نزدیک اگر کسی شخص کے حق میں قسم لی گئی ہے تو حلف لینے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا خواہ اللہ کی قسم لی جائے یا طلاق اور عتاق کی۔ اور جب کوئی شخص از خود قسم کھائے تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا اور وہ تاویل اور توریہ بھی کر سکتا ہے۔

ملا علی قاری کی عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ از خود قسم کھانے والا ہر قسم میں جو چاہے تاویل اور توریہ کر سکتا ہے لیکن یہ اطلاق اور عموم صحیح نہیں ہے اگر وہ کسی کا حق کھانے کے لیے توریہ کرتا ہے تو یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ گناہ ہے۔ اس مسئلہ میں علامہ ابن قدامہ حنبلی نے جو بحث کی ہے وہی حق اور صحیح ہے۔

بَابُ ۵۳۹ الْاِسْتِثْنَاءِ
قسم میں ان شاء اللہ کہنا

۴۱۷۲ - حَدَّثَنِیْ اَبُوالرَّبِیْعِ الْعَتَکِیُّ وَاَبُوْ کَامِلٍ الْجَحْدَرِیُّ فُضَیْلُ بْنُ حُسَیْنٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ساٹھ ازواج تھیں، انھوں نے

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۳۴۵ - ۳۴۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۷ ص ۲۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۲ھ

[3] شیخ محمد تقی عثمانی، تکملہ فتح الملہم ج ۲ ص ۲۰۷، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، الطبع الاول، ۱۴۰۷ھ

وَاللَّفْظُ لِأَبِي الرَّبِيعِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ لِسُلَيْمَانَ سِتُّونَ امْرَأَةً فَقَالَ لَأَطُوفَنَّ عَلَيْهِنَّ اللَّيْلَةَ فَتَحْمِلُ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ فَتَلِدُ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ غُلَامًا فَارِسًا يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَمْ تَحْمِلْ مِنْهُنَّ إِلَّا وَاحِدَةٌ فَوَلَدَتْ نِصْفَ إِنْسَانٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ اسْتَثْنَى لَوَلَدَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ غُلَامًا فَارِسًا يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔

کہا آج رات میں ہر زوجہ کے پاس جاؤں گا جس سے ہر زوجہ حاملہ ہوگی اور ہر ایک سے ایک شہسوار لڑکا پیدا ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرے گا، لیکن ان میں سے صرف ایک زوجہ حاملہ ہوئی اور ان سے بھی آدھا بچہ پیدا ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر حضرت سلیمان ان شاء اللہ کہتے تو ہر زوجہ سے ایک شہسوار لڑکا پیدا ہوتا جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتا۔

۴۱۷۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ ابْنِ حُجَيْرٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ نَبِيُّ اللَّهِ لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى سَبْعِينَ امْرَأَةً كُلُّهُنَّ تَأْتِي بِغُلَامٍ يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ أَوِ الْمَلَكُ قُلْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَلَمْ يَقُلْ وَنَسِيَ فَلَمْ تَأْتِ وَاحِدَةٌ مِنْ نِسَائِهِ إِلَّا وَاحِدَةٌ جَاءَتْ بِشِقِّ غُلَامٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ قَالَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَمْ يَحْنَثْ وَكَانَ دَرَكًا لَهُ فِي حَاجَتِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان بن داؤد نبی اللہ نے کہا میں آج رات ستر ازواج کے پاس جاؤں گا ان میں سے ہر ایک سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا، ان کے ساتھی یا کسی فرشتے نے کہا کہیے ان شاء اللہ، وہ بھول گئے اور نہ کہا، پھر ان کی ازواج میں سے صرف ایک کے ہاں آدھا لڑکا پیدا ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ ان شاء اللہ کہتے تو ان کی قسم نہ ٹوٹتی اور ان کا مقصد پورا ہو جاتا۔

۴۱۷۴ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ أَوْ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کرتے ہیں۔

۴۱۷۵ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت

عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ لَأُطِيفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى سَبْعِينَ امْرَأَةً تَلِدُ كُلُّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ غُلَامًا يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَقِيلَ لَهُ قُلْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَمْ يَقُلْ فَأَطَافَ بِهِنَّ فَلَمْ تَلِدْ مِنْهُنَّ إِلَّا امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ نِصْفَ إِنْسَانٍ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَالَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَمْ يَحْنَثْ وَكَانَ دَرَكًا لِحَاجَتِهِ۔

سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے کہا میں آج رات ستر ازواج کے پاس جاؤں گا جن میں ہر ایک سے ایک لڑکا پیدا ہو گا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ ان سے کہا گیا انشاء اللہ کہیے، انھوں نے نہ کہا سو وہ ازواج کے پاس گئے اور ان میں سے صرف ایک سے آدھا انسان پیدا ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ انشاء اللہ کہتے تو ان کی قسم نہ ٹوٹتی اور وہ اپنی حاجت پا لیتے۔

۴۱۷۶- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ لَأُطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى تِسْعِينَ امْرَأَةً كُلُّهَا تَأْتِي بِفَارِسٍ يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ قُلْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَمْ يَقُلْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَطَافَ عَلَيْهِنَّ جَمِيعًا فَلَمْ تَحْمِلْ مِنْهُنَّ إِلَّا امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ فَجَاءَتْ بِشِقِّ رَجُلٍ وَايْمُ الَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ قَالَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فُرْسَانًا أَجْمَعُونَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت سلیمان بن داؤد (علیہما السلام) نے کہا آج رات میں نوّے ازواج کے پاس جاؤں گا جن میں سے ہر ایک ایسے لڑکے کو جنم دے گی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ ان کے ساتھی نے کہا انشاء اللہ کہیے، انھوں نے انشاء اللہ نہ کہا، اور سب ازواج کے پاس گئے سو ان میں سے صرف ایک زوجہ حاملہ ہوئی اور ان سے بھی ایک ناتمام بچہ پیدا ہوا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں محمد کی جان ہے اگر وہ انشاء اللہ کہتے تو سب شہسوار ہوتے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے!

۴۱۷۷- وَحَدَّثَنِيهِ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ كُلُّهَا تَحْمِلُ غُلَامًا يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے لیکن اس میں ہے ہر عورت سے ایک لڑکا پیدا ہوتا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کی تعداد کے بیان میں مضطرب روایات میں تطبیق !!

اس باب کی احادیث میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کی تعداد کا ذکر ہے بعض روایات میں ساٹھ ازواج کا ذکر ہے بعض میں ستر کا بعض میں نوّے کا اور صحیح مسلم کے علاوہ صحیح بخاری میں ننانوے اور سو ازواج کا بھی ذکر ہے علامہ نووی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ عدد میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا اور عدد قلیل کے ذکر سے عدد کثیر کی نفی نہیں ہوتی ۔[1]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ نووی کے جواب کو مسترد کر دیا ہے اور لکھا ہے کہ بہت سے علماء کے نزدیک عدد میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے اس لیے صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت سلیمان کی ساٹھ ازواج تھیں اور باقی باندیاں تھیں اور جن روایات میں ساٹھ سے زیادہ ازواج کا ذکر ہے ان میں مجازاً باندیوں پر بھی ازواج کا اطلاق کیا گیا ہے، یا اس کے برعکس ساٹھ باندیاں تھیں اور باقی ازواج تھیں ، دوسرا جواب یہ ہے کہ اصل میں ازواج نوّے سے زیادہ اور سو سے کم تھیں ، جس روایت میں نوّے کا ذکر ہے اس میں کسر کو حذف کر دیا اور جس روایت میں سو کا ذکر ہے اس میں کسر کو پورا کر دیا اور ساٹھ اور ستر کے ذکر سے کثرت میں مبالغہ مراد ہے کیونکہ عرب کثرت میں مبالغہ کے لیے ساٹھ اور ستر کا عدد ذکر کرتے ہیں اور وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک ہزار عورتیں تھیں جن میں سے تین سو ازواج تھیں اور سات سو باندیاں تھیں۔ امام حاکم نے مستدرک میں اپنی سند کے ساتھ محمد بن کعب سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان کے پاس ایک ہزار شیشے کے لکڑی پر جڑے ہوئے گھر تھے، تین سو ازواج کے تھے اور سات سو باندیوں کے ۔[2]

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ازواج کے عدد میں اختلاف راویوں کے تصرف کا نتیجہ ہے، ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا عدد بیان کیا ہو جو کثرت پر دلالت کرتا ہو اور ہر راوی نے اپنی سمجھ کے اعتبار سے اس کی دوسرے سے مختلف تعبیر کر دی اور اس سے اصل حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ ان کے نزدیک ازواج کے عدد کو محفوظ اور منضبط رکھنے کے ساتھ کوئی دینی اور دنیوی غرض متعلق نہیں تھی ۔

حضرت سلیمان سے متعلق ایک حدیث صحیح پر سید مودودی کے اعتراض کے جوابات

سید ابوالاعلی مودودی نے ایک رات میں ساٹھ ازواج سے جماع کرنے کو عقلاً مستبعد قرار دے کر ان احادیث ہی کا انکار کر دیا! لکھتے ہیں ؛

تیسرا گروہ کہتا ہے کہ حضرت سلیمان نے ایک روز قسم کھائی کہ آج رات میں اپنی ستر بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ہر ایک سے ایک مجاہد فی سبیل اللہ پیدا ہو گا مگر یہ بات کہتے ہوئے انھوں نے انشاء اللہ نہ کہا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف ایک بیوی حاملہ ہوئیں اور ان سے بھی ایک ادھورا بچہ پیدا ہوا جسے دائی نے لا کر حضرت سلیمان کی کرسی پر ڈال دیا۔

یہ حدیث حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور اسے بخاری و مسلم اور دوسرے محدثین نے متعدد طریقوں سے نقل کیا ہے۔ خود بخاری میں مختلف مقامات پر یہ روایت جن طریقوں سے نقل کی گئی ہے ان

---

[1] علامہ یحیٰی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ ، شرح مسلم ج ۲ص ۴۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ، ۱۳۷۵ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ، فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۱ ۔ ۴۶۰ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

ہیں سے کسی میں بیویوں کی تعداد ساٹھ بیان کی گئی ہے، کسی میں ۷۰، کسی میں ۹۰، کسی میں ۹۹، اور کسی میں ۱۰۰۔ جہاں تک اسناد کا تعلق ہے ان میں سے اکثر روایات کی سند قوی ہے اور باعتبار روایت اس کی صحت میں کلام نہیں کیا جا سکتا، لیکن حدیث کا مضمون صریح عقل کے خلاف ہے اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ہرگز نہ فرمائی ہوگی جس طرح وہ نقل ہوئی ہے بلکہ آپ نے غالباً یہود کی یاوہ گوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے کسی موقع پر اسے بطور مثال بیان فرمایا ہوگا، اور سامع کو یہ غلط فہمی لاحق ہو گئی کہ اس بات کو حضور خود بطور واقعہ بیان فرما رہے ہیں۔ ایسی روایات کو محض صحت سند کے زور پر لوگوں کے حلق سے اتروانے کی کوشش کرنا دین کو مضحکہ بنانا ہے، ہر شخص خود حساب لگا کر دیکھ سکتا ہے کہ جاڑے کی طویل ترین رات میں بھی عشاء اور فجر کے درمیان دس گیارہ گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں ہوتا۔ اگر بیویوں کی کم سے کم تعداد ساٹھ ہی مان لی جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس رات بغیر دم لیے فی گھنٹہ چھ بیویوں کے حساب سے مسلسل دس گھنٹے یا ۱۱ گھنٹے مباشرت کرتے چلے گئے۔ کیا یہ عملاً ممکن بھی ہے؟ اور کیا یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ حضور نے یہ بات واقعے کے طور پر بیان کی ہوگی؟۔[1]

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے جس انداز سے اس حدیث صحیح کو مسترد کیا ہے اس میں ان کا اسلوب نگارش غلام احمد پرویز اور ڈاکٹر غلام جیلانی سے چنداں مختلف نہیں ہے۔ حدیث کی جانچ اور پرکھ کا اصول محدثین اور مجتہدین کے نزدیک یہ ہے کہ اس کی سند صحیح ہو اور اس کا متن قرآن مجید، سنت مشہورہ اور عقل صریح کے خلاف نہ ہو بایں طور کہ وہ کسی محال عقلی کو مستلزم نہ ہو، اور اگر ہر شخص کی عقل کو حدیث کی صحت اور عدم صحت کے لیے ترازو مان لیا جائے تو دین کے اکثر اور بیشتر احکام سے اعتماد اٹھ جائے گا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اس حدیث پر جو اعتراض کیا ہے اس کے جواب میں پہلی گذارش یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کی تعداد میں یہ فرض کر لینا صحیح نہیں ہے کہ وہ قطعی طور پر ساٹھ ہی تھیں کیونکہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ ذکر کیا جس کو راویوں نے اپنی اپنی فہم کے مطابق ساٹھ، ستر، یا نوے سے تعبیر کر لیا۔ دوسری گذارش یہ ہے کہ اگر بارہ گھنٹے کی رات فرض کی جائے اور ساٹھ ازواج ہوں تو ایک گھنٹہ میں پانچ کا حساب آتا ہے اور یہ چنداں مستبعد نہیں ہے، تیسری گذارش یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے افعال مبارکہ کو عام آدمیوں کے افعال پر قیاس کر لینا ہی گمراہی کا اولین سبب ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے ایک ولی (آصف بن برخیا) نے تین ماہ کی مسافت سے تخت بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے لا کر حاضر کر دیا۔ اور جب سلیمان علیہ السلام کا ایک خاص امتی تین ماہ کے کام کو پلک جھپکنے سے پہلے کر سکتا ہے تو خود حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوت اور اختیار کا کیا عالم ہوگا! سید ابوالاعلیٰ مودودی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی کارکردگی کے لیے گھنٹوں اور منٹوں کا جو ٹائم ٹیبل بنایا ہے اس کے اعتبار سے کسی نبی کا معجزہ ثابت ہو سکتا ہے اور نہ کسی ولی کی کرامت!!

قسم کے بعد استثناء کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۴۱۷۳ میں ہے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کسی فرشتے نے کہا انشاء اللہ

[1] سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، تفہیم القرآن ج ۴ ص ۳۴۷، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، ۱۹۷۷ء

کہیے، لیکن حضرت سلیمان بھول گئے اور انشاء اللہ نہ کہا ـــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ انشاء اللہ کہہ دیتے تو قسم نہ ٹوٹتی ـــــ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے انشاء اللہ نہ کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انھوں نے زبان سے انشاء اللہ کہنے کا انکار کر دیا تھا۔ (العیاذ باللہ!) حضرت سلیمان علیہ السلام کے دل میں انشاء اللہ کہنے کا ارادہ تھا لیکن کسی مصروفیت اور مشغولیت کی وجہ سے وہ اس کلمہ کو زبان پہ لانا بھول گئے۔

جمہور فقہاء اسلام کا موقف یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھانے کے بعد متصلاً انشاء اللہ کہہ دیا تو یہ استثناء ہے اور اس شخص کی قسم منعقد نہیں ہو گی اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من حلف علی یمین فقال ان شاء اللہ فقد استثنٰی۔ [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قسم کھا کر انشاء اللہ کہا اس نے استثناء کر لیا

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

نیز امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حلف فاستثنٰی فان شاء رجع وان شاء ترک غیر حنث۔ [3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قسم کھا کر استثناء کر لیا وہ چاہے تو (استثناء سے) رجوع کرے اور چاہے چھوڑ دے اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں اس میں شرط یہ ہے کہ استثناء قسم کے ساتھ متصل ہو اور قسم اور استثناء کے درمیان کوئی اور کلام نہ ہو اور نہ ان کے درمیان اتنا سکوت کرے جس میں کلام ہو سکے، ہاں سانس رکنے کی وجہ سے یا تھکنے سے یا چھینک یا کسی اور عارضہ کی وجہ سے جو سکوت ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام مالک، امام شافعی، ثوری، ابوعبید، اصحاب الرائے (فقہاء حنفیہ) اور اسحاق کا بھی یہی موقف ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: من حلف فاستثنٰی۔ "جس نے قسم کے بعد استثناء کیا" اس کا تقاضا یہ ہے کہ استثناء قسم کے بعد ہو۔

امام احمد سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اگر طویل فصل نہ ہو پھر بھی استثناء صحیح ہے کیونکہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بخدا! میں قریش سے جنگ کروں گا پھر آپ کچھ دیر خاموش رہے اس کے بعد فرمایا انشاء اللہ کیونکہ یہ قریب میں استثناء ہے اور اس کے ساتھ دوسرا کلام مخلوط نہیں ہوا۔

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۴۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

امام مالک، ثوری، اوزاعی، امام شافعی، اسحاق، ابوثور، امام ابوحنیفہ اور ابن منذر کے نزدیک شرط یہ ہے کہ استثناء زبان کے ساتھ ہو اور دل کے ساتھ استثناء کافی اور مفید نہیں ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے حلف اٹھانے کے بعد ان شاء اللہ کہا"، اور کہنا نطق ہے۔

ہر وہ قسم جو کفارے کا موجب ہے اس میں استثناء صحیح ہے جیسے اللہ کی قسم یا ظہار یا نذر ـــــ اور جب طلاق دینے یا غلام آزاد کرنے میں استثناء کیا تو امام احمد نے اکثر اس مسئلہ میں توقف کیا اور ایک جگہ قطعیت سے کہا یہاں استثناء غیر مفید ہے۔ یعنی جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا تمہیں طلاق ہے ان شاء اللہ تو امام احمد نے اس کے جواب میں توقف کیا، کیونکہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، اور ایک روایت میں کہا کہ یہ استثناء مفید نہیں ہے۔ امام اوزاعی، حسن اور قتادہ کا بھی یہی موقف ہے، اور طاؤس، حماد، امام شافعی، ابوثور اور اصحاب رائے (فقہاء احناف) کا موقف یہ ہے کہ اس میں بھی استثناء صحیح ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من حلف فقال ان شاء اللہ لم یحنث۔ "جس شخص نے حلف اٹھایا اور ان شاء اللہ کہا تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔[1]

بعض دیگر مسائل

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نیک کام کو کرنے اور اس کے اسباب کو حاصل کرنے میں فضیلت ہے ـــــ بہت سے ایسے مباح کام جو نفسانی لذتوں پر مشتمل ہوں حسن نیت کی وجہ سے مستحب ہو جاتے ہیں ـــــ قسم میں ان شاء اللہ کہنا مستحب ہے ـــــ ان شاء اللہ کہنا شرعاً اس وقت معتبر ہوگا جب زبانی کہا جائے ـــــ جس شخص کو جان کا خطرہ ہو وہ دل میں ان شاء اللہ کہہ سکتا ہے ـــــ انبیاء علیہم السلام چونکہ غیر معمولی جسمانی قوتوں کے حامل ہوتے ہیں اس لیے وہ عمل زوجیت بھی بکثرت کرتے ہیں اور ان کے عمل زوجیت میں حظ نفسانی کے بجائے اولاد صالح کے حصول کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ ـــــ جس چیز کے حصول کا ظن غالب ہو اس کی مستقبل میں وقوع کی خبر دینا جائز ہے ـــــ بعض حکمتوں کو پورا کرنے کے لیے انبیاء علیہم السلام پر بھی سہو اور نسیان طاری ہوتا ہے لیکن یہ ان کے علو منصب کے منافی نہیں ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْإِصْرَارِ عَلَى الْيَمِينِ فِيمَا يَتَأَذَّى بِهِ أَهْلُ الْحَالِفِ مِمَّا لَيْسَ بِحَرَامٍ

اگر قسم سے اہل خانہ کا نقصان ہو تو قسم پورا کرنے کی ممانعت

۴۱۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا! اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے اہل خانہ کے بارے میں قسم پر اصرار کرے تو اللہ تعالیٰ نے جس کفارے کو فرض کیا ہے اس کو ادا کرنے کے مقابلہ میں وہ اصرار کرنا زیادہ گناہ ہے۔

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۴۱۵-۴۱۲ ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
اللهِ لَاَنْ يَّلِجَّ اَحَدُكُمْ بِيَمِيْنِهٖ فِيْ اَهْلِهٖ اٰثَمُ
لَهٗ عِنْدَ اللهِ مِنْ اَنْ يُّعْطِيَ كَفَّارَتَهُ
الَّتِيْ فَرَضَ اللهُ ۔

قسم توڑنے کے وجوب کا بیان

جب کوئی شخص اپنے اہل خانہ کے متعلق کوئی قسم کھائے اور ان کو اس قسم کے پورا کرنے سے ضرر ہو تو اس وقت قسم توڑنا گناہ نہیں ہے اور اس کو چاہیے کہ وہ قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کر دے۔ اگر اس نے کہا میں قسم نہیں توڑتا اور قسم توڑنے کو گناہ سمجھ کر اس سے پرہیز کرتا ہے تو اس کا یہ قول خطاء ہے بلکہ اس کا قسم نہ توڑنے پر اصرار کرنا اور اپنے اہل خانہ کو نقصان پہنچانے پر ڈٹے رہنا قسم توڑنے سے زیادہ گناہ ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ ہر چند کہ اس حدیث میں اہل خانہ کا ذکر ہے لیکن یہ حدیث عام ہے انسان کی قسم سے کسی شخص کو بھی اگر نقصان پہنچتا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اس قسم کو پورا نہ کرے۔

ایک اشکال کا جواب

اس حدیث میں ہے کہ اگر اہل خانہ کو ضرر ہو تو قسم توڑنے کی بہ نسبت اس کا پورا کرنا زیادہ گناہ ہے اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ قسم توڑنا بھی گناہ ہے، حالانکہ قسم توڑنا اس وقت ضروری ہوتا ہے جب قسم توڑنا گناہ نہ ہو۔

علامہ نووی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ ارشاد قسم کھانے والے کے اعتبار سے ہے کیونکہ وہ قسم توڑنے کو گناہ سمجھتا ہے اس لیے فرمایا کہ اس صورت میں قسم کا پورا کرنا اس سے زیادہ گناہ ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض وہ گناہ بھی ہو تو یہ اس سے بڑھ کر گناہ ہے تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں اسم تفضیل اپنے معنی میں نہیں ہے اور "اٰثم" کا معنی گناہ ہے زیادہ گناہ نہیں، جیسا کہ اہل عرب کہتے ہیں الصیف احر من الشتاء "سردیوں کی بہ نسبت گرمیوں کے دنوں میں حرارت ہے نہ کہ زیادہ حرارت ہے۔

بَابُ[۵۴] نَذْرِ الْكَافِرِ وَمَا يَفْعَلُ فِيْهِ اِذَا اَسْلَمَ

کافر مشرف با اسلام ہونے کے بعد آیا اپنی نذر کو پورا کرے گا یا نہیں؟

۴۱۷۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَهُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّيْ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ اَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کروں گا۔ آپ نے فرمایا اپنی نذر پوری کرو۔

فَاَوْفِ بِنَذْرِكَ.

۴۱۸۰- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي الثَّقَفِيَّ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ بْنِ اَبِيْ رَوَّادٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَقَالَ حَفْصٌ مِنْ بَيْنِهِمْ عَنْ عُمَرَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَمَّا اَبُوْ اُسَامَةَ وَالثَّقَفِيُّ فَفِيْ حَدِيْثِهِمَا اِعْتِكَافُ لَيْلَةٍ وَاَمَّا فِيْ حَدِيْثِ شُعْبَةَ فَقَالَ جَعَلَ عَلَيْهِ يَوْمًا يَعْتَكِفُهُ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِ حَفْصٍ ذِكْرُ يَوْمٍ وَلَا لَيْلَةٍ۔

امام مسلم نے کہا چار مختلف سندوں کے ساتھ یہ حدیث حضرت عمر سے مروی ہے ابواسامہ اور ثقفی کی حدیث میں ایک رات کے اعتکاف کا ذکر ہے اور شعبہ کی حدیث میں ایک دن کے اعتکاف ماننے کا ذکر ہے اور حفص کی روایت میں دن اور رات میں سے کسی کا ذکر نہیں ہے۔

۴۱۸۱- وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ اَنَّ اَيُّوْبَ حَدَّثَهُ اَنَّ نَافِعًا حَدَّثَهُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْجِعِرَّانَةِ بَعْدَ اَنْ رَجَعَ مِنَ الطَّائِفِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ اَعْتَكِفَ يَوْمًا فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَكَيْفَ تَرٰى قَالَ اذْهَبْ فَاعْتَكِفْ يَوْمًا قَالَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَعْطَاهُ جَارِيَةً مِنَ الْخُمُسِ فَلَمَّا اَعْتَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے طائف سے واپسی کے بعد جعرانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یا رسول اللہ! میں نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک دن اعتکاف بیٹھوں گا، اس پر آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا جاؤ ایک دن اعتکاف بیٹھو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو خمس میں سے ایک باندی دی تھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے قیدیوں کو آزاد کیا اور حضرت عمر نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا" حضرت عمر نے کہا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے قیدیوں کو آزاد کر دیا، حضرت عمر نے کہا اے عبداللہ! اس لونڈی کو لے جاؤ اور اس کو آزاد

سَبَايَا النَّاسِ سَمِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَصْوَاتَهُمْ يَقُولُونَ أَعْتَقَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا هٰذَا فَقَالُوا أَعْتَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَايَا النَّاسِ فَقَالَ عُمَرُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اذْهَبْ إِلَى تِلْكَ الْجَارِيَةِ فَخَلِّ سَبِيلَهَا.

کر دو۔

۴۱۸۲- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا قَفَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُنَيْنٍ سَأَلَ عُمَرُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَذْرٍ كَانَ نَذَرَهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اعْتِكَافِ يَوْمٍ ثُمَّ ذَكَرَ بِمَعْنَى حَدِيثِ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین سے لوٹے تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زمانہ جاہلیت میں ایک دن کی نذر اعتکاف کے بارے میں سوال کیا اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۴۱۸۳- وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ عُمْرَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِعْرَانَةِ فَقَالَ لَمْ يَعْتَمِرْ مِنْهَا قَالَ وَكَانَ عُمَرُ نَذَرَ اعْتِكَافَ لَيْلَةٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ وَمَعْمَرٍ عَنْ أَيُّوبَ.

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرہ جعرانہ کا ذکر کیا گیا، انھوں نے کہا آپ نے جعرانہ سے عمرہ نہیں کیا، پھر حضرت عمر کی زمانہ جاہلیت میں ایک رات کے اعتکاف کی نذر کا ذکر کیا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۴۱۸۴- وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الْمِنْهَالِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ كِلَاهُمَا عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ فِي النَّذْرِ وَفِي حَدِيثِهِمَا جَمِيعًا اعْتِكَافُ يَوْمٍ.

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ حضرت ابن عمر سے نذر کی حدیث روایت کی ہے اور ان دونوں سندوں میں ایک دن کے اعتکاف کا ذکر ہے۔

زمانہ کفر میں مانی ہوئی نذر کے حکم کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے حالت کفر میں اعتکاف یا صدقہ کی کوئی نذر مانی تو وہ اسلام قبول کرنے کے بعد آیا اس نذر کو پورا کرے گا یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، طاؤس، قتادہ، حسن بصری، امام شافعی، امام احمد، اسحاق، غیر مقلدین کی ایک جماعت اور ابن حزم کی یہ رائے ہے کہ اسلام لانے کے بعد اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے اور ابراہیم نخعی، ثوری، امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد، امام مالک، امام شافعی کا دوسرا قول اور امام محمد کا ایک روایت میں یہی قول ہے کہ زمانہ کفر میں مانی ہوئی نذر کا پورا کرنا واجب نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ اور ان کے موافقین کی دلیل یہ ہے کہ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انما النذر ما ابتغی به وجه الله "نذر صرف وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا ارادہ کیا جائے"، اور جس وقت کافر نے نذر مانی تھی اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا قصد نہیں کیا تھا اس لیے اس کی نذر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے نہیں تھی، نیز چونکہ کافر غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے اس لیے اس کی نذر معصیت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا نذر فی معصیة الله "اللہ تعالیٰ کی معصیت میں نذر جائز نہیں ہے"۔[1]

جاہلیت کی نذر کو پورا کرنے کے حکم کی توجیہات

اس باب کی احادیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زمانہ جاہلیت کی نذر پورا کرنے کا حکم دیا ہے اس کے جواب میں علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس وقت اللہ کی رضا جوئی کے لیے اعتکاف کرنے کا حکم دیا، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، ہر چند کہ یہ اس نذر کے خلاف تھا جو انھوں نے زمانہ جاہلیت میں مانی تھی کیونکہ وہ معصیت تھی۔ ابوالحسن قابسی نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بطور وجوب نذر پوری کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ بطور مشورہ ارشاد فرمایا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس پر تنبیہ کرنا تھا کہ نذر کو پورا کرنا بہت اہم اور مؤکد امر ہے، اس لیے التزام کے ساتھ نذر پورا کرنے کے لیے فرمایا۔[2]

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی نے اس حدیث کے جواب میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ امر استحباب پر محمول ہے یعنی مستحب یہ ہے کہ تم نے زمانہ جاہلیت میں جو نذر مانی تھی اس کی مثل عبادت اب کر لو۔[3]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں: علامہ ابن العربی مالکی نے یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عمر نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی اسلام لانے کے بعد انھوں نے اس نذر کا کفارہ دینا چاہا اور اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ لیا اور آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ یہ لازم ہے۔ اور علامہ ابوالولید باجی مالکی نے کہا ہے کہ حضرت عمر کا قصہ اس شخص کی طرح ہے جس نے یہ نذر مانی ہو کہ "اگر ایک ماہ بعد فلاں شخص آ گیا تو میں یہ چیز صدقہ کروں گا" اور وہ

---

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] ،، ،، ،، ،، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۹، ،، ،، ،،

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۵۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

نذر ماننے والا اس شخص کے آنے سے پہلے فوت ہو گیا تو اس شخص پر اس نذر کی قضاء لازم نہیں ہے لیکن اگر کسی نے اس نذر کی قضاء کر دی تو مستحب ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استحباباً اس نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ جس وقت حضرت عمر نے نذر مانی تھی اس وقت نذر منعقد نہیں ہوئی تھی۔ [۱]

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک اور کوفیوں (فقہاء احناف) نے یہ کہا ہے کہ زمانہ جاہلیت کی نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے: انما الاعمال بالنیات "اعمال کا مدار نیتوں پر ہے" اور کافر اہل نیت میں سے نہیں ہے اور حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ امر استحباب کے لیے ہے، علامہ مازری نے کہا ہے کہ حضرت عمر کا مطلب ایام جاہلیت کی نذر کے بارے میں استفسار تھا ان کا یہ مطلب نہیں تھا کہ یہ نذر مجھ پر فرض ہے، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہ دونوں جواب ضعیف ہیں کیونکہ یہ سیاق سباق اور ظاہر امر کے خلاف ہیں اور نیت مسلمان کی عبادت کے لیے شرط ہے کافر کی عبادت کے لیے شرط نہیں ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کافر احکام فرعیہ کے مخاطب اور مکلف ہوتے ہیں جس طرح کافر ایمان کے مکلف ہیں اسی طرح اعمال کے مکلف ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ ایمان اعمال کے لیے شرط ہے جب وہ ایمان نہیں لائے تو ایمان کے کیسے مکلف ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کیا بے وضو شخص نماز کا مکلف نہیں ہے حالانکہ وضو نماز کے لیے شرط ہے۔ پس اگر کافر غلام آزاد کرنے یا صدقہ کرنے کی نذر مان لے تو اس پر اس نذر کو پورا کرنا لازم ہوگا اور اگر وہ نذر پورا کرنے کے بعد مسلمان ہو گیا تو اس کو اس نذر پورا کرنے کا ثواب ملے گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: اسلمت علی ما اسلفت من خیر۔ "تم نے پہلے (زمانہ کفر میں) جو نیکیاں کی تھیں ان کو محفوظ رکھا ہے۔" [۲] اس مسئلہ پر شرح صحیح مسلم جلد اول میں ہم مکمل بحث کر چکے ہیں۔

اعتکاف میں روزہ کی شرط کے متعلق مذاہب

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: علامہ ابو البرکات بن تیمیہ حنبلی کہتے ہیں کہ ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین نے کہا ہے کہ روزہ اعتکاف واجب کی شرط ہے، صحابہ کرام میں سے حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ اور فقہاء تابعین میں سے شعبی، نخعی، مجاہد، قاسم بن محمد، نافع، ابن مسیب، اوزاعی، زہری، ثوری، اور حسن بن حی کا یہی نظریہ ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود، طاؤس، عمر بن عبدالعزیز، ابو ثور، داؤد اور اسحاق کا اور امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ اعتکاف واجب اور نفل میں روزہ شرط نہیں ہے اور امام شافعی کا بھی قول قدیم یہی ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ امام دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ: لیس علی المعتکف صوم الا ان یجعلہ علی نفسہ "معتکف پر روزہ واجب نہیں ہے الا یہ کہ وہ روزہ کی نذر مان لے"، امام ابو حنیفہ اور ان کے موافقین کا استدلال اس حدیث سے ہے۔ امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: ولا اعتکاف الا بصوم "روزے کے بغیر اعتکاف نہیں ہوتا"، اور اس اعتکاف سے مراد اعتکاف واجب ہے، اس

---

[۱] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۸۳ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[۲] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۳۸۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

لیے اعتکاف واجب میں روزہ شرط ہے یہ احناف کا متفق علیہ قول ہے۔ اور حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے جو قول روایت کیا ہے اس کے مطابق نفلی اعتکاف کی صحت کے لیے بھی روزہ شرط ہے۔[1]

اعتکاف میں روزہ کی شرط پر اعتراض کے جوابات

حدیث نمبر ۱۴۰۹ میں ایک رات کے اعتکاف کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف میں روزہ شرط نہیں ہے۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: صحیح مسلم میں رات کے بجائے دن کے روزے کا بھی ذکر ہے۔ اور سنن نسائی میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میں نے جاہلیت میں روزے کی نذر مانی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ اعتکاف کریں اور روزہ رکھیں؛ اور یہ احادیث اس پر محمول ہیں کہ حضرت عمر نے ایک دن اور ایک رات اعتکاف کی نذر مانی تھی، کیونکہ صحیح مسلم میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے اپنے اوپر ایک دن کے اعتکاف کی نذر مانی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی نذر پوری کرو اور علامہ ابن بطال نے کہا اصل حدیث یہ ہے کہ حضرت عمر نے کہا تھا کہ میں نے جاہلیت میں ایک دن اور ایک رات کے اعتکاف کی نذر مانی تھی پس بعض راویوں نے صرف رات کا ذکر کر دیا اور ذخیرہ میں ہے کہ ابتداء اسلام میں رات کا بھی روزہ تھا بعد میں یہ منسوخ ہو گیا۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ حدیث ترغیب اور استحباب پر محمول ہے کیونکہ اسلام سابقہ چیزوں کو مٹا دیتا ہے۔[2]

علامہ عینی مزید لکھتے ہیں کہ بعض روایات میں دن کے اعتکاف کا ذکر ہے اور بعض میں رات کے اعتکاف کا، امام ابن حبان وغیرہ نے ان روایات میں اس طرح تطبیق کی ہے کہ حضرت عمر نے ایک دن اور ایک رات کے اعتکاف کی نذر مانی تھی سو جس نے رات کا ذکر کیا اس نے اس دن کی رات کا ارادہ کیا اور جس نے دن کا اطلاق کیا اس نے اس رات کے دن کا ارادہ کیا علاوہ ازیں سنن نسائی میں حضرت ابن عمر سے صراحۃً مروی ہے کہ آپ نے حضرت عمر کو روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا۔ اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ اعتکاف میں روزہ شرط ہے۔[3]

باب ۵۴۳ صُحْبَةِ الْمَمَالِيْكِ — غلاموں کے ساتھ برتاؤ

۱۴۸۵۔ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ کَامِلٍ فُضَیْلُ بْنُ حُسَیْنٍ الْجَحْدَرِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ ذَكْوَانَ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ زَاذَانَ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ اَتَیْتُ ابْنَ عُمَرَ وَقَدْ اَعْتَقَ مَمْلُوْكًا قَالَ فَاَخَذَ مِنَ

زاذان ابوعمر کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گیا درآں حالیکہ انھوں نے ایک غلام آزاد کیا تھا انھوں نے زمین سے لکڑی یا کوئی اور چیز اٹھا کر کہا، اس (غلام آزاد کرنے) میں اس لکڑی کے برابر بھی ثواب نہیں ہے، البتہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۴۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۰ھ

[2] " " " عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۴۱۔۱۴۰، " " "

[3] " " " عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۴۶، " " "

الْأَرْضِ عُودًا أَوْ شَيْئًا فَقَالَ مَا فِيهِ مِنَ الْأَجْرِ مَا يَسْوَى هٰذَا إِلَّا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ لَطَمَ مَمْلُوكَهُ أَوْ ضَرَبَهُ فَكَفَّارَتُهُ أَنْ يُعْتِقَهُ.

سے سنا کہ جو شخص اپنے غلام کو تھپڑ مارے یا اس کو پیٹے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو آزاد کر دے۔

۴۱۸۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ فِرَاسٍ قَالَ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ زَاذَانَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ دَعَا بِغُلَامٍ لَهُ فَرَأَى بِظَهْرِهِ أَثَرًا فَقَالَ لَهُ أَوْجَعْتُكَ قَالَ لَا قَالَ فَأَنْتَ عَتِيقٌ قَالَ ثُمَّ أَخَذَ شَيْئًا مِنَ الْأَرْضِ فَقَالَ مَا لِي فِيهِ مِنَ الْأَجْرِ مَا يَزِنُ هٰذَا إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا لَهُ حَدًّا لَمْ يَأْتِهِ أَوْ لَطَمَهُ فَإِنَّ كَفَّارَتَهُ أَنْ يُعْتِقَهُ.

زاذان کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے اپنے ایک غلام کو بلایا اور اس کی پیٹھ پر نشان دیکھے اور اس سے پوچھا: میں نے تم کو تکلیف پہنچائی ہے؟ اس نے کہا نہیں، حضرت ابن عمر نے فرمایا: تم آزاد ہو، پھر حضرت عمر نے زمین سے کوئی چیز اٹھا کر کہا میرے لیے اس (آزاد کرنے) میں اس (چیز) کے برابر بھی اجر نہیں ہے لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس شخص نے اپنے غلام کو بے قصور پیٹا یا اس کے تھپڑ مارا، اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اس کو آزاد کر دے۔

۴۱۸۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ عَنْ فِرَاسٍ بِإِسْنَادِ شُعْبَةَ وَأَبِي عَوَانَةَ أَمَّا حَدِيثُ ابْنِ مَهْدِيٍّ فَذَكَرَ فِيهِ حَدًّا لَمْ يَأْتِهِ وَفِي حَدِيثِ وَكِيعٍ مَنْ لَطَمَ عَبْدَهُ وَلَمْ يَذْكُرِ الْحَدَّ.

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے، البتہ ابن مہدی کی روایت میں حدا لم یاتہ کے الفاظ ہیں اور وکیع کی روایت میں من لطم عبدہ کے الفاظ ہیں اور حد کا ذکر نہیں ہے۔

۴۱۸۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ كُهَيْلٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ

معاویہ بن سوید کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ایک غلام کے تھپڑ مارا، پھر میں بھاگ گیا اور ظہر سے تھوڑی دیر پہلے آیا، اور میں نے اپنے والد کے پیچھے نماز پڑھی، میرے والد نے مجھے اور اس غلام کو بلایا، پھر غلام سے فرمایا اس سے بدلہ لو، اس غلام

بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ لَطَمْتُ مَوْلًى لَنَا فَهَرَبْتُ ثُمَّ جِئْتُ قُبَيْلَ الظُّهْرِ فَصَلَّيْتُ خَلْفَ أَبِي فَدَعَاهُ وَدَعَانِي ثُمَّ قَالَ امْتَثِلْ مِنْهُ فَعَفَا ثُمَّ قَالَ كُنَّا بَنِي مُقَرِّنٍ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لَنَا إِلَّا خَادِمٌ وَاحِدَةٌ فَلَطَمَهَا أَحَدُنَا فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَعْتِقُوهَا قَالُوا لَيْسَ لَهُمْ خَادِمٌ غَيْرُهَا قَالَ فَلْيَسْتَخْدِمُوهَا فَإِذَا اسْتَغْنَوْا عَنْهَا فَلْيُخَلُّوا سَبِيلَهَا۔

نے معاف کر دیا۔ پھر سوید نے کہا ہم اولاد مقرن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے، ہمارے پاس صرف ایک غلام تھا جس کو ہم میں سے کسی نے تھپڑ لگا دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا اس کو آزاد کر دو لوگوں نے کہا ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی خادم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا یہ اس سے خدمت لیتے رہیں اور جب اس کی خدمت کی ضرورت نہ رہے تو اس کو آزاد کر دیں۔

۴١٨٩۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ قَالَ عَجِلَ شَيْخٌ فَلَطَمَ خَادِمًا لَهُ فَقَالَ لَهُ سُوَيْدُ بْنُ مُقَرِّنٍ عَجَزَ عَلَيْكَ إِلَّا حُرُّ وَجْهِهَا لَقَدْ رَأَيْتُنِي سَابِعَ سَبْعَةٍ مِنْ بَنِي مُقَرِّنٍ مَا لَنَا خَادِمٌ إِلَّا وَاحِدَةٌ لَطَمَهَا أَصْغَرُنَا فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُعْتِقَهَا۔

ہلال بن یساف کہتے ہیں کہ ایک شخص نے جلدی میں اپنے غلام کے منہ پر ایک تھپڑ مار دیا، حضرت سوید بن مقرن نے ان سے کہا تمہیں (تھپڑ مارنے کے لیے) اس کے چہرے کے علاوہ اور کوئی جگہ نہیں ملی تھی؟ مجھے یاد ہے کہ میں بنو مقرن کا ساتواں بیٹا تھا، اور ہمارے پاس ایک غلام کے سوا اور کوئی خادم نہیں تھا، ہم میں سے سب سے چھوٹے نے اس غلام کے تھپڑ مار دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔

۴١٩٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ قَالَ كُنَّا نَبِيعُ الْبَزَّ فِي دَارِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ أَخِي النُّعْمَانِ ابْنِ مُقَرِّنٍ فَخَرَجَتْ جَارِيَةٌ فَقَالَتْ لِرَجُلٍ مِنَّا كَلِمَةً فَلَطَمَهَا فَغَضِبَ سُوَيْدٌ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ إِدْرِيسَ۔

ہلال بن یساف کہتے ہیں کہ ہم نعمان بن مقرن کے بھائی سوید بن مقرن کے گھر کپڑا بیچا کرتے تھے، ایک باندی آئی اور اس نے ہمارے کسی شخص سے کچھ کہا اس شخص نے اس باندی کو تھپڑ مار دیا، سوید غضبناک ہوئے اس کے بعد ابن ادریس کی طرح روایت ہے۔

۴۱۹۱ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ قَالَ لِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ مَا اسْمُكَ قُلْتُ شُعْبَةُ فَقَالَ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنِي أَبُو شُعْبَةَ الْعِرَاقِيُّ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ أَنَّ جَارِيَةً لَهُ لَطَمَهَا إِنْسَانٌ فَقَالَ لَهُ سُوَيْدٌ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الصُّورَةَ مُحَرَّمَةٌ فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَسَابِعُ إِخْوَةٍ لِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا لَنَا خَادِمٌ غَيْرُ وَاحِدٍ فَعَمَدَ أَحَدُنَا فَلَطَمَهُ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُعْتِقَهُ -

سوید بن مقرن سے روایت ہے کہ ان کی باندی کو کسی نے تھپڑ مار دیا، حضرت سوید نے کہا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ چہرہ محترم ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے یاد ہے کہ میں اپنے بھائیوں میں ساتواں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہمارے پاس صرف ایک خادم تھا، ہم میں سے کسی شخص نے اس خادم کے ایک تھپڑ لگا دیا، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔

۴۱۹۲ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ وَهْبِ بْنِ جَرِيرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ قَالَ لِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ مَا اسْمُكَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَبْدِ الصَّمَدِ.

شعبہ کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن منکدر نے کہا تیرا نام کیا ہے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۴۱۹۳ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ الْبَدْرِيُّ كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِي بِالسَّوْطِ فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِنْ خَلْفِي اعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ فَلَمْ أَفْهَمِ الصَّوْتَ مِنَ الْغَضَبِ قَالَ فَلَمَّا دَنَا مِنِّي إِذَا هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ يَقُولُ اعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ اعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ قَالَ فَأَلْقَيْتُ السَّوْطَ مِنْ يَدِي فَقَالَ اعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ أَنَّ اللَّهَ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک غلام کو چابک سے مار رہا تھا اچانک میں نے اپنے پس پشت ایک آواز سنی، اے ابو مسعود سنو! میں غصہ کی وجہ سے اس آواز کو نہیں پہچان سکا۔ جب آپ مجھ سے قریب ہوئے تو میں نے پہچانا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور آپ فرما رہے تھے اے ابو مسعود جان لو، اے ابو مسعود جان لو! حضرت ابو مسعود کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ہاتھ سے چابک پھینک دیا۔ آپ نے فرمایا اے ابو مسعود تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جتنا تم اس غلام پر قادر ہو اللہ تعالیٰ تم پر اس سے زیادہ قادر ہے! میں نے کہا کہ میں آئندہ کسی غلام کو کبھی بھی نہیں ماروں گا۔

عَلَى هٰذَا الْغُلَامِ قَالَ فَقُلْتُ لَا أَضْرِبُ مَمْلُوكًا بَعْدَهُ أَبَدًا۔

۴۱۹۴ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَهُوَ الْمَعْمَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِإِسْنَادِ عَبْدِ الْوَاحِدِ نَحْوَ حَدِيثِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ فَسَقَطَ مِنْ يَدِي السَّوْطُ مِنْ هَيْبَتِهِ۔

یہ حدیث تین دیگر اسانید کے ساتھ اسی طرح مروی ہے البتہ جریر کی سند میں یہ ہے کہ آپ کی ہیبت کی وجہ سے میرے ہاتھ سے چابک گر گیا۔

۴۱۹۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِي فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِي صَوْتًا اعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ لَلّٰهُ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ فَقَالَ أَمَا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ أَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی: اے ابو مسعود تمہیں علم ہونا چاہیے کہ جتنا تم اس غلام پر قادر ہو اللہ تعالیٰ تم پر اس سے زیادہ قادر ہے میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، میں نے کہا: یا رسول اللہ! وہ اللہ کے لیے آزاد ہے، آپ نے فرمایا اگر تم ایسا نہ کرتے تو تمہیں جہنم کی آگ جلاتی یا فرمایا کہ تمہیں جہنم کی آگ مس کرتی۔

۴۱۹۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ أَنَّهُ كَانَ يَضْرِبُ غُلَامَهُ فَجَعَلَ يَقُولُ أَعُوذُ بِاللّٰهِ قَالَ فَجَعَلَ

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے غلام کو مار رہے تھے، غلام نے کہا "اللہ کی پناہ" وہ اور مارنے لگے اس نے کہا "رسول اللہ کی پناہ!" تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" بخدا! اللہ تعالیٰ تم پر اس سے زیادہ قادر ہے جتنا تم اس پر قادر ہو" حضرت ابو مسعود کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے اس کو آزاد کر دیا۔

يَضْرِبُهُ، فَقَالَ أَعُوذُ بِرَسُولِ اللهِ فَتَرَكَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللهِ لَلّٰهُ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ، قَالَ فَأَعْتَقَهُ۔

۴۱۹۷۔ وَحَدَّثَنِيهِ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَهُ أَعُوذُ بِاللهِ أَعُوذُ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے لیکن اس میں اللہ کی پناہ اور رسول اللہ کی پناہ کا ذکر نہیں ہے۔

۴۱۹۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي نُعْمٍ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ بِالزِّنَا يُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ كَمَا قَالَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے غلام پر زنا کی تہمت لگائی قیامت کے دن اس پر حد قائم کی جائے گی مگر یہ کہ وہ سچا ہو۔

۴۱۹۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ كِلَاهُمَا عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِهِمَا سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيَّ التَّوْبَةِ۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کہ میں نے ابوالقاسم نبی التوبہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

۴۲۰۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ مَرَرْنَا بِأَبِي ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ وَعَلَى غُلَامِهِ مِثْلُهُ فَقُلْنَا يَا أَبَا ذَرٍّ لَوْ جَمَعْتَ بَيْنَهُمَا كَانَتْ حُلَّةً

معرور بن سوید کہتے ہیں کہ ہمارا ربذہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا۔ انھوں نے ایک چادر پہنی ہوئی تھی اور ان کے غلام نے بھی ویسی ہی چادر پہنی ہوئی تھی، ہم نے کہا اے ابوذر اگر تم یہ دونوں چادریں ملا کر پہنتے تو یہ حلہ ہو جاتا۔ انھوں نے کہا کہ میرے اور میرے ایک بھائی کے

فَقَالَ إِنَّهُ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ مِنْ إِخْوَانِي كَلَامٌ وَكَانَتْ أُمُّهُ أَعْجَمِيَّةً فَعَيَّرْتُهُ بِأُمِّهِ فَشَكَانِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَقِيتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ سَبَّ الرِّجَالَ سَبُّوا أَبَاهُ وَأُمَّهُ قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ هُمْ إِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ فَأَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ وَأَلْبِسُوهُمْ مِمَّا تَلْبَسُونَ وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ۔

درمیان لڑائی ہوئی اس کی ماں عجمی تھی میں نے اس کو اس کی ماں کی وجہ سے عار دلائی، اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کی آپ نے فرمایا "اے ابوذر! تم میں زمانہ جاہلیت کی عادات ہیں" میں نے کہا جو شخص لوگوں کو گالی دے گا تو وہ لوگ اس شخص کے ماں باپ کو گالی دیں گے۔ آپ نے فرمایا: اے ابوذر! تم میں زمانہ جاہلیت کی عادات ہیں یہ تمہارے بھائی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارا ماتحت کر دیا ہے، ان کو وہ کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہ پہناؤ جو تم پہنتے ہو ان کو ایسے کام پر مجبور نہ کرو جو ان پر دشوار ہو اور اگر ان کو ایسے کام پر مجبور کرو تو ان کی مدد کرو۔"

۴۲۰۱ - وَحَدَّثَنَاهُ أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ فِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ وَأَبِي مُعَاوِيَةَ بَعْدَ قَوْلِهِ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ قَالَ قُلْتُ عَلَى حَالِ سَاعَتِي مِنَ الْكِبَرِ قَالَ نَعَمْ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي مُعَاوِيَةَ نَعَمْ عَلَى حَالِ سَاعَتِكَ مِنَ الْكِبَرِ وَفِي حَدِيثِ عِيسَى فَإِنْ كَلَّفَهُ مَا يَغْلِبُهُ فَلْيَبِعْهُ وَفِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ فَلْيُعِنْهُ عَلَيْهِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ فَلْيَبِعْهُ وَلَا فَلْيُعِنْهُ انْتَهَى عِنْدَ قَوْلِهِ وَلَا يُكَلِّفْهُ مَا يَغْلِبُهُ۔

دو اور سندوں سے یہ حدیث مروی ہے اس میں "تم میں زمانہ جاہلیت کی عادات ہیں" کے بعد یہ زائد ہے، حضرت ابوذر نے کہا میں نے عرض کیا میرے اس بڑھاپے کے حال میں؟ فرمایا ہاں! اور ابو معاویہ کی ایک روایت میں ہے ہاں تمہارے بڑھاپے کے حال میں بھی! اور عیسیٰ کی روایت میں ہے: اور اگر وہ اسے ایسے کام پر مجبور کرے جو اس پر دشوار ہو تو اس کو فروخت کر دے اور زہیر کی روایت میں ہے اس کام میں اس کی مدد کرے اور ابو معاویہ کی روایت میں یہ نہیں ہے کہ اس کو فروخت کرے، اور نہ یہ ہے کہ اس کی مدد کرے اور نہ یہ ہے کہ اس کو ایسے کام پر مجبور نہ کرے جو اس پر دشوار ہو۔

۴۲۰۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا

معرور بن سوید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر کو ایک حلہ پہنے ہوئے دیکھا ان کے غلام نے بھی ویسا ہی حلہ پہنا

مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاصِلٍ الْأَحْدَبِ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا ذَرٍّ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلَى غُلَامِهِ مِثْلُهَا فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ قَالَ فَذَكَرَ أَنَّهُ سَابَّ رَجُلًا عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَيَّرَهُ بِأُمِّهِ قَالَ فَأَتَى الرَّجُلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ إِخْوَانُكُمْ وَخَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدَيْهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ عَلَيْهِ۔

ہوا تھا، میں نے ان سے ان کی وجہ پوچھی، راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابوذر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک شخص سے اس کی ماں کے بارے میں کوئی معیوب کلمہ کہا، اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس کی شکایت کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایسے شخص ہو جس میں زمانہ جاہلیت کی عادات ہیں! یہ تمہارے بھائی اور تمہارے خادم ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارا ماتحت کر دیا ہے، پس جس شخص کے ماتحت اس کا بھائی ہو، وہ اس کو وہ چیز کھلائے جس کو وہ خود کھاتا ہو اور اس کو وہ لباس پہنائے جس کو وہ خود پہنتا ہو، اور ان کو ایسے کام پر مجبور نہ کرو جو ان کے لیے دشوار ہو اور اگر ان کو ایسے کام کے لیے کہو تو اس میں ان کی مدد کرو۔

۴۲۰۳ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ بُكَيْرَ بْنَ الْأَشَجِّ حَدَّثَهُ عَنِ الْعَجْلَانِ مَوْلٰى فَاطِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لِلْمَمْلُوكِ طَعَامُهُ وَكِسْوَتُهُ وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا يُطِيقُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلام کو کھانا اور کپڑا دو اور اس کو ایسے کام پر مجبور نہ کرو جو اس کی طاقت سے زیادہ ہو۔

۴۲۰۴ - وَحَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ مُوسَى بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَنَعَ لِأَحَدِكُمْ خَادِمُهُ طَعَامَهُ ثُمَّ جَاءَهُ بِهِ وَقَدْ وَلِيَ حَرَّهُ وَدُخَانَهُ فَلْيُقْعِدْهُ مَعَهُ فَلْيَأْكُلْ فَإِنْ كَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوهًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارا خادم تمہارا کھانا تیار کر کے لائے درآں حالیکہ اس نے کھانا پکانے میں گرمی اور دھوئیں کو برداشت کیا ہو وہ اس کو بٹھا کر اپنے ساتھ کھلائے، اور اگر کھانا بہت ہی کم ہو تو اس کے ہاتھ میں ایک یا دو لقمے رکھ دے۔

قَلِيلًا فَلْيَضَعْ فِي يَدِهِ مِنْهُ أُكْلَةً أَوْ أُكْلَتَيْنِ قَالَ دَاوُدُ يَعْنِي لُقْمَةً أَوْ لُقْمَتَيْنِ.

۴۲۰۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا نَصَحَ لِسَيِّدِهِ وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ اللَّهِ فَلَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب غلام اپنے آقا کی خیرخواہی کرے اور اللہ تعالیٰ کی اچھی طرح عبادت کرے تو اس کو دوگنا اجر ملیگا۔

۴۲۰۶ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ح وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ جَمِيعًا عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ.

چار سندوں کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسی ہی روایت ہے۔

۴۲۰۷ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ ابْنُ يَحْيَى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوكِ الْمُصْلِحِ أَجْرَانِ وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ لَوْلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْحَجُّ وَبِرُّ أُمِّي لَأَحْبَبْتُ أَنْ أَمُوتَ وَأَنَا مَمْلُوكٌ قَالَ وَبَلَغَنَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک غلام کے لیے دو اجر ہیں، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں ابوہریرہ کی جان ہے اگر جہاد فی سبیل اللہ، حج اور ماں کے ساتھ نیک سلوک کی عبادات نہ ہوتیں تو میں یہ پسند کرتا کہ مجھے غلامی کی حالت میں موت آئے، راوی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے اپنی والدہ کی وجہ سے اس وقت تک حج نہیں کیا جب تک ان کی والدہ فوت نہیں ہو گئیں، ابو الطاہر کی روایت میں نیک غلام کا ذکر ہے غلام کا ذکر نہیں ہے۔

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ لَمْ يَكُنْ يَحُجُّ حَتَّى مَاتَتْ أُمُّهُ لِصُحْبَتِهَا قَالَ أَبُو الطَّاهِرِ فِي حَدِيثِهِ لِلْعَبْدِ الْمُصْلِحِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْمَمْلُوكَ.

۴۲۰۸- وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ الْأُمَوِيُّ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ بَلَغَنَا وَمَا بَعْدَهُ.

اسی سند کے ساتھ ابن شہاب سے بھی یہ حدیث مروی ہے اور اس میں ہمیں یہ خبر پہنچی ہے اور اس کے بعد کا ذکر نہیں ہے۔

۴۲۰۹- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَدَّى الْعَبْدُ حَقَّ اللَّهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ كَانَ لَهُ أَجْرَانِ قَالَ فَحَدَّثْتُهَا كَعْبًا فَقَالَ كَعْبٌ لَيْسَ عَلَيْهِ حِسَابٌ وَلَا عَلَى مُؤْمِنٍ مُزْهِدٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی غلام اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے مالکوں کا حق بھی ادا کرے تو اس کو دو اجر ملیں گے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث کعب کو سنائی تو انھوں نے کہا اس غلام سے حساب نہیں ہو گا اور نہ اس مؤمن سے حساب ہو گا جو دنیا سے بے رغبتی رکھتا ہو۔

۴۲۱۰- وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ.

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے۔

۴۲۱۱- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعِمَّا لِلْمَمْلُوكِ أَنْ يُتَوَفَّى يُحْسِنُ عِبَادَةَ اللَّهِ وَصَحَابَةَ سَيِّدِهِ نِعِمَّا لَهُ.

ہمام بن منبہ کہتے ہیں کہ یہ وہ احادیث ہیں جو حضرت ابوہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیا ہی خوب غلام ہے جو اس حال میں فوت ہو کہ اللہ تعالیٰ کی بھی اچھی عبادت کرتا ہو اور اپنے مالک کی بھی خیر خواہی کرتا ہو۔

۴۲۱۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قُلْتُ لِمَالِكٍ حَدَّثَكَ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مشترک غلام کا ایک حصہ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ شِرْكًا لَهٗ فِيْ عَبْدٍ فَكَانَ لَهٗ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ قُوِّمَ عَلَيْهِ قِيْمَةَ الْعَدْلِ فَاَعْطٰى شُرَكَآءَهٗ حِصَصَهُمْ وَعَتَقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ وَاِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ۔

آزاد کر دے اور اس کے پاس غلام کی باقی قیمت کے برابر مال ہو تو اس غلام کی ٹھیک ٹھیک قیمت لگائی جائے پھر وہ اپنے شرکاء کو ان کا حصہ ادا کر دے اور غلام اس کی طرف سے پورا آزاد ہو جائے گا ورنہ اتنا غلام آزاد ہو گا جتنا اس نے آزاد کیا ہے۔

۴۲۱۳ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ شِرْكًا لَهٗ مِنْ مَمْلُوْكٍ فَعَلَيْهِ عِتْقُهٗ كُلُّهٗ اِنْ كَانَ لَهٗ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَهٗ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ مَالٌ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی غلام میں سے اپنے حصہ کو آزاد کیا اس پر پورے غلام کو آزاد کرنا لازم ہے بشرطیکہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس غلام کی قیمت کو پہنچ جائے، اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو فقط اتنا ہی غلام آزاد ہو گا جتنا اس نے آزاد کیا ہے۔

۴۲۱۴ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ نَافِعٍ مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ نَصِيْبًا لَهٗ فِيْ عَبْدٍ فَكَانَ لَهٗ مِنَ الْمَالِ قَدْرُ مَا يَبْلُغُ قِيْمَتَهٗ قُوِّمَ عَلَيْهِ قِيْمَةَ عَدْلٍ وَاِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے کسی غلام میں اپنے حصہ کو آزاد کر دیا اور اس کے پاس اتنا مال تھا جو اس کی قیمت کو پہنچتا تھا تو اس کی ٹھیک ٹھیک قیمت لگائی جائے گی ورنہ اسی قدر غلام آزاد ہو گا جتنا اس نے آزاد کیا ہے۔

۴۲۱۵ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ ح وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الرَّبِيْعِ وَاَبُوْ كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ كِلَاهُمَا عَنْ اَيُّوْبَ ح وَحَدَّثَنَا

سات مختلف سندوں کے ساتھ حضرت ابن عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے اور ان کی روایت میں یہ نہیں ہے کہ "اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو اسی قدر غلام آزاد ہو گا جتنا اس نے آزاد کیا، البتہ ایوب اور یحیی بن سعید نے حدیث میں ان الفاظ کا ذکر کیا اور کہا کہ ہمیں معلوم نہیں کہ یہ الفاظ حدیث میں ہیں یا نافع نے اپنی طرف سے کہے ہیں اور لیث بن سعد کے سوا اور کسی کی روایت میں یہ نہیں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أُمَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ ح وَحَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْأَيْلِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَلَيْسَ فِي حَدِيْثِهِمْ "وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ" إِلَّا فِي حَدِيْثِ أَيُّوْبَ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ فَإِنَّهُمَا ذَكَرَا هٰذَا الْحَرْفَ فِي الْحَدِيْثِ وَقَالَا لَا نَدْرِي أَهُوَ شَيْءٌ فِي الْحَدِيْثِ أَوْ قَالَهُ نَافِعٌ مِنْ قِبَلِهِ وَلَيْسَ فِي رِوَايَةِ أَحَدٍ مِّنْهُمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا فِي حَدِيْثِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ۔

۴۲۱۶- وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے اور کسی دوسرے شخص کے درمیان مشترک غلام کو آزاد کیا، اس کے مال میں اس غلام کی ٹھیک ٹھیک قیمت لگائی جائے گی نہ کمی ہو گی نہ زیادتی پھر اگر وہ مالدار ہو گا تو اس کے مال سے اس غلام کو آزاد

اٰخَرُ قُوِّمَ عَلَيْهِ فِي مَالِهِ قِيمَةَ عَدْلٍ لَا وَكْسَ وَلَا شَطَطَ ثُمَّ عَتَقَ عَلَيْهِ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ مُوسِرًا۔

کر دیا جائے گا۔

۳۲۱۷۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ عَتَقَ مَا بَقِيَ فِي مَالِهِ إِذَا كَانَ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی غلام میں سے اپنے حصہ کو آزاد کر دیا تو باقی غلام بھی اس کے مال سے آزاد کیا جائے گا۔ بشرطیکہ اس کے پاس اس غلام کی قیمت کے برابر مال ہو۔

۳۲۱۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمَمْلُوكِ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ فَيُعْتِقُ أَحَدُهُمَا قَالَ يَضْمَنُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو اور ان میں سے ایک اس کو آزاد کر دے تو دوسرا اس (کی بقیہ کی قیمت) کا ضامن ہو گا۔

۳۲۱۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ شَقِيصًا مِنْ مَمْلُوكٍ فَهُوَ حُرٌّ مِنْ مَالِهِ۔

ایک اور سند کے ساتھ شعبہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اس میں ہے آپ نے فرمایا جس شخص نے کسی غلام میں سے اپنے حصہ کو آزاد کیا وہ اس کے مال سے آزاد کر دیا جائے گا۔

۳۲۲۰۔ وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ شَقِيصًا لَهُ فِي عَبْدٍ فَخَلَاصُهُ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے غلام میں سے اپنے حصہ کو آزاد کیا تو اس غلام کی آزادی اس کے مال سے ہو گی۔ بشرطیکہ اس کے پاس مال ہو اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو غلام پر (غیر معمولی) مشقت ڈالے بغیر کمائی کرائی جائے گی۔

فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ اسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ۔

۴۲۲۱- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ عِيسَى ثُمَّ يُسْتَسْعَى فِي نَصِيبِ الَّذِي لَمْ يُعْتِقْ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ۔

دو مختلف سندوں کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے اور عیسی کی روایت میں ہے پھر جس شخص کے حصہ کو آزاد نہیں گیا اس کے حصہ میں غلام پر مشقت ڈالے بغیر اس سے کمائی کرائی جائے گی۔

۴۲۲۲- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ سِتَّةَ مَمْلُوكِينَ لَهُ عِنْدَ مَوْتِهِ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُمْ فَدَعَا بِهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَزَّأَهُمْ أَثْلَاثًا ثُمَّ أَقْرَعَ بَيْنَهُمْ فَأَعْتَقَ اثْنَيْنِ وَأَرَقَّ أَرْبَعَةً وَقَالَ لَهُ قَوْلًا شَدِيدًا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی موت کے وقت چھ غلام آزاد کیے، اور اس کے پاس ان غلاموں کے علاوہ اور کوئی مال نہیں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غلاموں کو بلا کر ان کے تین حصے کیے پھر ان کے درمیان قرعہ اندازی کی اور دو کو آزاد کر دیا اور چار کو غلام رہنے دیا اور اس شخص کے بارے میں ایک سخت کلمہ کہا۔

۴۲۲۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ عَنِ الثَّقَفِيِّ كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا حَمَّادٌ فَحَدِيثُهُ كَرِوَايَةِ ابْنِ عُلَيَّةَ وَأَمَّا الثَّقَفِيُّ فَفِي حَدِيثِهِ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَوْصَى عِنْدَ مَوْتِهِ فَأَعْتَقَ سِتَّةَ مَمْلُوكِينَ۔

دو مختلف سندوں کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے۔ ایک روایت میں ہے انصار میں سے ایک شخص نے اپنی موت کے وقت چھ غلاموں کو آزاد کرنے کی وصیت کی۔

۴۲۲۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَحَمَّادٍ۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل حدیث روایت کی ہے۔

غلاموں کے ساتھ بدسلوکی کی بناء پر انھیں آزاد کرنے کا حکم

ان احادیث میں غلاموں کے ساتھ ملائمت اور حسن معاشرت کا ثبوت ہے، اگر کوئی شخص اپنے غلام کو مار پیٹ کر ایذاء پہنچائے تو کیا اس شخص پر اس غلام کو آزاد کرنا واجب ہے؟ حضرت سوید بن مقرن کی حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واجب نہیں ہے، البتہ اس کے مستحب ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔ اور اگر کوئی شخص اپنے غلام کو بہت زیادہ مارے تو امام مالک کے نزدیک اس شخص پر اس غلام کو آزاد کرنا واجب ہے، بلکہ وہ غلام از خود آزاد ہو جاتا ہے اور حاکم پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے مالک کو سزا دے۔ اور باقی ائمہ کے نزدیک وہ غلام آزاد نہیں ہوتا۔

حدیث نمبر ۴۱۹۶ میں ہے حضرت ابو مسعود اپنے غلام کو مار رہے تھے اس نے اللہ کی دہائی دی "اللہ کی پناہ" کہا لیکن وہ بدستور مارتے رہے اور جب اس نے کہا "رسول اللہ کی پناہ" تو انھوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی بار انھوں نے غصہ کی شدت کی وجہ سے غلام کی فریاد نہیں سنی تھی

غلاموں کو دگنا اجر ملنے کی تحقیق

حدیث نمبر ۴۲۰۷ میں ہے نیک غلام کے دو اجر ہیں ــــ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ جب کسی غلام پر دو اطاعتیں جمع ہوں ایک اللہ عزوجل کی عبادت دوسری اس کے مالک کی اطاعت، اور وہ دونوں اطاعتوں کو بجا لائے تو اس کو آزاد عبادت گزار کی نسبت دگنا اجر ملے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں وہ دونوں برابر ہیں اور غلام نے اس کے علاوہ اپنے مالک کی اطاعت بھی کی ہے جس کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ حافظ ابن عبد البر نے کہا اس حدیث سے میں یہ مسئلہ مستنبط کرتا ہوں کہ جس شخص پر دو فرض جمع ہوں اور وہ ان دونوں فرضوں کو ادا کرے تو وہ اس شخص سے افضل ہے جو صرف ایک فرض ادا کرتا ہے۔ مثلاً جس شخص پر نماز اور زکوٰۃ دونوں فرض ہوں اور وہ ان دونوں کو ادا کرے تو وہ اس شخص سے افضل ہے جو صرف ایک فرض ادا کرتا ہے، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جس شخص پر کئی عبادات فرض ہوں اور وہ ان سب کا تارک ہو اس کا گناہ ان کی بہ نسبت زیادہ ہے جس پر اس کی بہ نسبت کم عبادات فرض ہوں۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ غلام کو اس لیے زیادہ اجر ملتا ہے کہ اس کی مشقت زیادہ ہے ورنہ اگر عمل کی نوعیت کے اختلاف کی وجہ سے زیادہ اجر ہو جیسا کہ حافظ ابن عبد البر کی رائے ہے تو پھر اس میں غلام کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ غلام کے ہر عمل کا اجر دگنا دیا جاتا ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ غلام کا اجر اس کے مالک سے زیادہ ہو، پھر انھوں نے اس سوال کے کئی جواب دیے ہیں اور ان میں زیادہ صحیح جواب

یہ ہے کہ اگر غلام کا اجر مالک سے زیادہ ہے تو پھر کیا قباحت ہے؟ آخر غلام کی مشقت بھی تو مالک سے زیادہ ہے۔ حافظ عسقلانی لکھتے ہیں اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غلام پر حج اور جہاد فرض نہیں ہے البتہ اگر وہ حالت غلامی میں حج یا جہاد کرے تو صحیح اور جائز ہے۔ [1]

غلاموں کے ساتھ حسن سلوک

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں کہ غلام سے کام لینے کے سلسلہ میں یہ واجب ہے کہ غلام کو اس کی طاقت سے زیادہ کام کے لیے نہ کہا جائے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ باغوں میں جاتے اور اگر کسی شخص کو دیکھتے کہ وہ اپنے غلام سے اس کی طاقت سے زیادہ کام لے رہا ہے تو اس کا کام کم کر دیتے اور اگر یہ دیکھتے کہ وہ اس کو خوراک کم دے رہا ہے تو اس کی خوراک زیادہ کر دیتے۔ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو ضعیفوں یعنی عورتوں اور غلاموں کے ساتھ خیر خواہی کا حکم دیتا ہوں۔ اور آپ نے ابوطیبہ کے مالکوں کو حکم دیا کہ اس کے خراج میں کمی کر دو (خراج سے مراد یہ ہے کہ مالک نے غلام پر لازم کیا ہو کہ تم اتنے پیسے روز لا کر دو گے) فقہاء نے کہا ہے کہ مالک جس نوعیت کا کھانا اور لباس اپنے لیے اختیار کرتا ہے اگر غلام کے لیے بھی اسی نوعیت کا طعام اور لباس فراہم کرے تو یہ مستحب ہے اور اگر اس سے گھٹیا اور معمولی قسم کا طعام اور لباس فراہم کرے پھر بھی جائز ہے۔ [2]

قرعہ اندازی کے ذریعہ غلام آزاد کرنے میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۴۲۱۴ میں ہے جس شخص نے کسی غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دیا اور اس کے پاس اتنا مال تھا جو اس کی قیمت کو پہنچتا تھا اس کی ٹھیک ٹھیک قیمت لگائی جائے گی ورنہ اسی قدر غلام آزاد ہوگا جتنا اس نے آزاد کیا ہے۔ اس حدیث کی مکمل تفصیل اور تحقیق کتاب العتق باب ۲، ۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر ۴۲۲۲ میں ہے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی موت کے وقت چھ غلام آزاد کیے، اور اس کے پاس ان غلاموں کے علاوہ اور کوئی مال نہیں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غلاموں کو بلا کر ان کے تین حصے کیے پھر ان کے درمیان قرعہ اندازی کی اور دو کو آزاد کر دیا اور چار کو غلام رہنے دیا اور اس شخص کے متعلق ایک سخت کلمہ کہا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی لکھتے ہیں: اس حدیث میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد، داؤد، ابن جریر اور جمہور کے مذہب پر دلیل ہے جو قرعہ اندازی کے ذریعہ غلام کو آزاد کرنے کے قائل ہیں، اور یہ کہ جس شخص نے مرض الموت میں اپنے غلاموں کو آزاد کیا یا انہیں آزاد کرنے کی وصیت کی اور ان غلاموں کی مالیت تہائی مال سے زیادہ ہو تو ان غلاموں میں قرعہ اندازی کر کے تہائی مالیت کے غلاموں کو آزاد کیا جائے گا۔ اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ قرعہ اندازی باطل ہے، اس کا غلام آزاد کرنے میں کوئی دخل نہیں ہے، وصیت کرنے والے نے جس قدر غلام آزاد کیے تھے وہ بقدر حصہ آزاد ہوں گے اور غلام اپنے حصوں کی بقیہ رقم کو کما کر وارثوں کو ادا کریں گے (اور آزاد ہو جائیں گے) کیونکہ قرعہ اندازی میں مخاطرہ ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کا یہ قول اس حدیث اور دیگر احادیث کثیرہ سے باطل ہے۔

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۱۷۷۔ ۱۷۶ ملخصاً مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] حافظ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۰۸۔ ۱۰۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ منفرد نہیں ہیں بلکہ بہت سے فقہاء تابعین مثلاً شعبی، نخعی، شریح، حسن بصری اور سعید بن مسیب وغیرہ کا بھی یہی نظریہ ہے۔ امام ابوحنیفہ کے موقف پر متعدد دلائل ہیں۔

قرعہ اندازی کے ذریعہ غلام آزاد کرنے کے عدم جواز میں فقہاء احناف کے دلائل

پہلی دلیل: متعدد دلائل سے ثابت ہے کہ غلام کو آزاد کرنے کے بعد آزادی فوراً نافذ ہو جاتی ہے اور اس میں تاخیر نہیں ہوتی حتیٰ کہ اگر کوئی شخص مذاق میں بھی اپنے غلام کو کہہ دے تم آزاد ہو تو وہ آزاد ہو جائے گا، سو جب کسی شخص نے اپنے چھ غلاموں کو آزاد کیا حالانکہ اس کو ان میں سے ہر ایک کے تہائی (ثلث) کو آزاد کرنے کا اختیار تھا تو اس کے کہتے ہی ہر غلام کا ثلث فوراً آزاد ہو جائے گا اور اگر یہ کہا جائے کہ قرعہ اندازی کر کے ان میں سے دو غلاموں کو آزاد کیا جائے گا تو جو چار غلام آزاد ہو چکے تھے۔ ان چاروں کو آزادی سے غلامی کی طرف لوٹانا لازم آئے گا، اور اس کی شریعت میں کوئی نظیر نہیں ہے۔ علامہ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ نے اذ یلقون اقلامھم ایھم یکفل مریم (آل عمران: ۴۴) "جب وہ (قرعہ اندازی) کے لیے اپنے قلموں کو ڈالتے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے" کے تحت لکھا ہے: بعض لوگوں نے اس آیت سے قرعہ اندازی کے ذریعہ غلاموں کے آزاد کرنے کو جائز کہا ہے جب کوئی شخص مرض الموت میں غلام آزاد کرے اور پھر مر جائے اور ان غلاموں کے سوا اس کا اور کوئی مال نہ ہو لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جو شخص ایک بار آزاد ہو چکا ہو اس کو پھر غلام بنانا جائز نہیں ہے اور مرنے والا سب کو آزاد کر چکا ہے اس لیے اب قرعہ اندازی کے ذریعہ ان میں بعض کو آزاد قرار دینا اور باقی کو غلام بنا دینا صحیح نہیں ہے۔[1]

دوسری دلیل: جب کوئی شخص اس صورت میں غلام آزاد کرتا ہے تو یہاں تین حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ (۱) میت کا حق، اور وہ یہ ہے کہ ۱/۳ حصہ مال میں اس کی وصیت جاری کی جائے (۲) ورثاء کا حق، باقی ماندہ ۲/۳ مال میں وصیت نہ جاری کی جائے۔ (۳) جس غلام کے متعلق وصیت جاری کی گئی ہے اس کا حق: مرنے والے نے جن غلاموں کو آزاد کر دیا ہے ان میں آزادی کو نافذ کیا جائے ــــ اور قرعہ اندازی کی زد صرف مؤخر الذکر یعنی غلام کے حق پر پڑتی ہے، کیونکہ جب مالک نے سب غلاموں کو آزاد کر دیا تو وہ سب آزادی کے حقدار ہیں اور ان میں سے ایک کو بھی دوسرے پر ترجیح نہیں ہے اور قرعہ اندازی کا تقاضا یہ ہے کہ بعض غلام اس حق کو حاصل کر لیں اور بعض محروم ہو جائیں اس لیے بہتر یہ ہے کہ ان سب غلاموں کے تہائی حصے ۱/۳ کو آزاد قرار دیا جائے اور باقی ۲/۳ حصہ کو آزاد کرانے کے لیے یہ غلام محنت مزدوری کریں اور اس کی رقم وارثوں کو ادا کریں۔

تیسری دلیل: احادیث سے یہ ثابت ہے کہ وصیت کرنے والا تہائی سے زیادہ وصیت نہیں کر سکتا اور اس پر عمل اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب فقہاء احناف کے طریقہ پر عمل کیا جائے اور اگر قرعہ اندازی کی جائے تو ہو سکتا ہے کہ آزادی کے لیے قرعہ فال اس غلام کے لیے نکل آئے جس کی قیمت تہائی مال سے زیادہ ہو۔

قرعہ اندازی کے ذریعہ غلام آزاد کرنے کے بارے میں حدیث صحیح کے جوابات

شمس الائمہ سرخسی حنفی اس مسئلہ میں قرعہ اندازی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قرعہ اندازی کے ساتھ مستحق کا تعین کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی جصاص رازی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۱۳، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ۔

مستحق کا تعین کرنا ابتداءً استحقاق ثابت کرنے کے حکم میں ہے، پس جس طرح ابتداءً استحقاق کو قرعہ اندازی پر معلق کرنا قمار (جوا) ہے۔ اسی طرح استحقاق کے تعین کا قرعہ اندازی پر معلق کرنا بھی قمار ہے۔ ہمارے نزدیک قرعہ اندازی کو استعمال کرنا صرف وہاں جائز ہے جہاں پر وہ فعل بغیر قرعہ اندازی کے بھی جائز ہو جیسا کہ تقسیم میں قرعہ اندازی کرنا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض ازواج کو سفر میں لے جانے کے لیے ان میں قرعہ اندازی کرتے تھے۔

علامہ سرخسی اس کے بعد لکھتے ہیں باقی رہا ائمہ ثلاثہ اور جمہور فقہاء کا اس حدیث سے استدلال سو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے بعض اصحاب نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ بہت نادر بات ہے کہ ایک انسان کے پاس چھ غلام ہوں اور اس کے علاوہ کوئی اور مال اس کے پاس نہ ہو اور اگر یہ حدیث ثابت ہو تو یہ بھی احتمال ہے کہ اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان غلاموں کو آزاد کرنے کی وصیت کی ہو۔ اور حدیث میں اس پر دلیل بھی ہے کیونکہ راوی نے کہا آپ نے دو غلاموں کو آزاد کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جائز تھا کہ آپ ان میں سے جن دو غلاموں کو چاہتے آزاد کر دیتے لیکن آپ نے ان کی تالیف قلوب کے لیے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی۔ اور علامہ ابوبکر جصاص نے کہا ہے کہ ”فاعتق اثنین“ کا معنی ہے دو غلاموں کی مقدار کو آزاد کر دیا اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کیونکہ جب ہر غلام میں سے تہائی (۱/۳) حصہ کو آزاد کیا تو ہم نے ان میں سے دو غلاموں کی مقدار کو آزاد کر دیا اور اقرع کا معنی ہے آپ نے وقت نظر سے کام لیا اور اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کی تاویل یہی ہے اس کے بعد علامہ سرخسی نے فقہاء احناف کی تائید میں بعض فقہاء تابعین مثلاً شعبی، شریح اور مسروق وغیرہم کے اقوال کا ذکر کیا ہے۔ [۱]

قرعہ اندازی کے ذریعہ غلام آزاد کرنے کے بارے میں مصنف کا موقف

صحیح مسلم کی یہ حدیث جامع ترمذی، سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں بھی ہے بلکہ تمام سنن میں ہے، مسند احمد میں اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے، علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین سے اس کو تین اماموں نے روایت کیا ہے، ابن سیرین، حسن اور ابوالمہلب نے۔ [۲]

علامہ سرخسی نے جو یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث اس وجہ سے غیر صحیح ہے کہ یہ بہت نادر ہے کہ کسی شخص کے پاس چھ غلام ہوں اور ان کے علاوہ اور کوئی مال نہ ہو، ظاہر ہے کہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس حدیث کی صحت کے خلاف ہو کیونکہ کسی چیز کا نادر ہونا حدیث کی صحت کے خلاف نہیں ہے۔ رہا یہ کہ یہ قرعہ اندازی قمار ہے سو علامہ سرخسی نے یہ بہت سنگین بات کہی ہے ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط ہو کہ مغلوب کی چیز غالب کو دی جائے گی وہ قمار ہوتا ہے، اور جب کسی حکم میں سب مساوی ہوں اور حکم ان میں سے کسی دو کے لیے ثابت کرنا ہو تو ان دو کے تعین کے لیے قرعہ اندازی کرنا قمار نہیں ہے جیسا کہ ازواج میں سے بعض کو سفر میں لے جانے کے لیے احادیث میں قرعہ اندازی کا ذکر ہے، یا جس طرح اذان کہنے اور صف اول میں نماز پڑھنے کے لیے احادیث میں قرعہ اندازی کا ذکر ہے اسی طرح احادیث میں قرعہ اندازی کی اور مثالوں کا بھی ذکر ہے۔

---

[۱] ۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۷، ص ۷۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[۲] ۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰ ص ۲۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۱ھ

علامہ سرخسی نے اس حدیث کی تاویل میں جو کچھ کہا ہے وہ حدیث کے ظاہر مفہوم سے مطابقت نہیں رکھتا۔ باقی یہ کہنا غلط ہے کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ جو لوگ پہلے آزاد ہو چکے ہیں ان کو پھر غلام بنایا جائے ——— وہ سب غلام آزاد کب ہوئے تھے؟ اور اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے غلاموں کو آزاد کر دے تو کیا وہ آزاد ہو جائیں گے؟ ظاہر ہے کہ غیر کی ملکیت میں دوسرے کا تصرف نافذ نہیں ہوتا، اسی طرح جس شخص کے چھ غلام ہوں اور ان کے علاوہ اس کا اور کوئی مال نہ ہو تو وصیت کے وقت وہ صرف دو غلاموں کا مالک ہے کل چھ غلاموں کا مالک نہیں ہے اور اگر اس نے چھ غلاموں کو آزاد کر دیا تو اس نے اپنے مال کے علاوہ ورثاء کے مال میں بھی تصرف کیا ہے اور اس کا چھ کے چھ غلاموں کو آزاد کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لیے اس کے آزاد کرنے سے صرف دو غلام ہی آزاد ہوئے ہیں اور باقی چار بدستور غلام ہی ہیں اور ان دو غلاموں کا تعین اب قرعہ اندازی کے ذریعہ ہی کیا جا سکتا ہے جیسا کہ صاحب شریعت علیہ السلام نے بتلایا ہے۔ ہماری رائے میں امام ابوحنیفہ تک یہ حدیث نہیں پہنچی ہو گی، ان کے ساتھ ہمارا یہی حسن ظن ہے اور خود امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جب کسی مسئلہ میں حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے، بہرحال کوئی شخص کچھ بھی کہنے میں یہی کہوں گا کہ صحیح وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور اس مسئلہ میں قرعہ اندازی کے ذریعہ غلاموں میں سے دو غلاموں کو آزاد کرنا ہی صحیح طریقہ ہے۔

بَابُ ٥٢٣ جَوَازِ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ

مدبر غلام کی بیع کا جواز

٤٢٢٥ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بِثَمَانِمِائَةِ دِرْهَمٍ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ قَالَ عَمْرٌو وَسَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ عَبْدًا قِبْطِيًّا مَاتَ عَامَ أَوَّلَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے اپنے ایک غلام کو مدبر کر دیا (یعنی اس کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہو گا) اور اس غلام کے علاوہ اس شخص کا اور کوئی مال نہیں تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: اس (غلام) کو مجھ سے کون خریدے گا؟ نعیم بن عبد اللہ نے اس کو آٹھ سو درہم میں خرید لیا۔ آپ نے وہ دراہم اس شخص کو دے دیے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ نے بتایا وہ غلام قبطی تھا اور (حضرت ابن الزبیر کی خلافت کے) پہلے سال فوت ہو گیا۔

٤٢٢٦ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے اپنے غلام کو مدبر کر دیا اور اس غلام کے سوا اس کا اور کوئی مال نہیں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

عُيَيْنَةَ قَالَ سَمِعَ عَمْرٌو جَابِرًا يَقُوْلُ دَبَّرَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ غُلَامًا لَهُ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ فَبَاعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَابِرٌ فَاشْتَرَاهُ ابْنُ النَّحَّامِ عَبْدًا قِبْطِيًّا مَاتَ عَامَ أَوَّلَ فِي إِمَارَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ

کو فروخت کر دیا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ ابن النحام نے اس غلام کو خرید لیا تھا اور وہ غلام قبطی تھا اور وہ حضرت ابن الزبیر کی خلافت کے پہلے سال فوت ہو گیا تھا۔

۴۲۲۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُدَبَّرِ نَحْوَ حَدِيْثِ حَمَّادٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ۔

حضرت جابر سے مدبر کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق حدیث مروی ہے۔

۴۲۲۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ يَعْنِي الْحِزَامِيَّ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ بْنِ سُهَيْلٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيْدٍ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ ذَكْوَانَ الْمُعَلِّمِ حَدَّثَنِي عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ مَطَرٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ وَأَبِي الزُّبَيْرِ وَعَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَهُمْ فِي بَيْعِ الْمُدَبَّرِ كُلُّ هٰؤُلَاءِ قَالَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيْثِ حَمَّادٍ وَابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ۔

تین مختلف سندوں کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مدبر کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث منقول ہے۔

مدبر کی بیع میں مذاہب فقہاء

جس غلام سے اس کا مالک یہ کہہ دے کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو اس کو مدبر کہتے ہیں اس کی بیع کے جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ، امام مالک اور اہل کوفہ کی ایک جماعت کا یہ موقف ہے کہ مدبر کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے، اور امام شافعی

امام احمد، امام ابو ثور، اسحاق اور اہل ظاہر نے کہا ہے کہ مدبر کو فروخت کرنا جائز ہے، حضرت عائشہ، مجاہد، حسن اور طاؤس کا بھی یہی قول ہے حضرت ابن عمر، حضرت زید بن ثابت، ابن مسیب، زہری، شاقعی، نخعی، ابن ابی لیلی، لیث بن سعد مدبر کی بیع کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ اوزاعی سے یہ روایت ہے کہ جو شخص مدبر کو خرید کر آزاد کرنا چاہتا ہو اس کے ہاتھ مدبر کو فروخت کرنا جائز ہے، امام احمد کہتے ہیں کہ اگر مالک پر قرض ہو تو وہ مدبر کو فروخت کر سکتا ہے، امام مالک سے ایک یہ روایت ہے کہ مالک موت کے وقت مدبر کو فروخت کر سکتا ہے اور زندگی میں اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ امام مالک نے یہ بھی کہا ہے کہ اہل مدینہ کا مدبر کی بیع اور ہبہ کے جواز پر اجماع ہے۔

مدبر کی بیع میں فقہاء احناف کا موقف

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں فقہاء احناف کے نزدیک مدبر کی دو قسمیں ہیں مدبر مطلق، اور مدبر مقید۔

قسم اول: مدبر مطلق ہے مثلاً کوئی شخص اپنے غلام سے کہے جب میں مر جاؤں تو تم آزاد ہو، اس مدبر کا حکم یہ ہے کہ اس کی بیع جائز ہے نہ ہبہ، البتہ اس سے خدمت لینا جائز ہے اور اس کو اجرت پر دیا جا سکتا ہے اور مدبرہ سے مباشرت کی جا سکتی ہے اور مدبرہ کا نکاح کرنا بھی جائز ہے اور مالک کے مرنے کے بعد اس کے تہائی (⅓) مال سے مدبر کو آزاد کر دیا جائے گا اور باقی دو تہائی (⅔) کو آزاد کرانے کے لیے مدبر محنت مزدوری کرے گا، یہ اس وقت ہے جب اس کا مالک فقیر ہو یا اس کے پاس اس مدبر کے سوا اور کوئی مال نہ ہو اور اگر اس کا مالک مقروض ہو حتیٰ کہ قرض اس مدبر کو بھی محیط ہو تو مدبر محنت مزدوری کر کے اپنی پوری قیمت ادا کرے گا۔

قسم ثانی: مدبر مقید ہے مثلاً کوئی شخص اپنے غلام سے کہے اگر میں اس بیماری میں فوت ہو گیا تو تم آزاد ہو یا کہے اگر میں اس سفر میں فوت ہو گیا یا اگر میں دس سال میں فوت ہو گیا یا اگر میں فلاں شخص کی موت کے بعد فوت ہو گیا تو تم آزاد ہو اس صورت میں اگر شرط پائی گئی تو مدبر آزاد کر دیا جائے گا ورنہ اس کو فروخت کرنا جائز ہے۔

مدبر مطلق کی بیع کے عدم جواز میں فقہاء احناف کے دلائل

فقہاء احناف نے مدبر مطلق کی بیع کے عدم جواز میں سنن دار قطنی کی اس روایت سے استدلال کیا ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدبر لا یباع ولا یوہب وھو حر من الثلث.[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدبر فروخت کیا جائے گا نہ ہبہ کیا جائے گا اور وہ تہائی مال سے آزاد ہے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی ہے علی بن ظبیان اور وہ ضعیف ہے۔ علامہ بدر الدین اس کے جواب میں لکھتے ہیں اس حدیث سے کرخی، طحاوی اور رازی وغیرہم نے استدلال کیا ہے اور وہ حدیث کے امام ہیں۔ علامہ ابو الولید باجی نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیر القرون میں مدبر کی بیع کو مسترد کر دیا تھا اور اس وقت صحابہ کی ایک

---

[1] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ ھ، سنن دار قطنی ج ۴ ص ۱۳۸، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[2] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۳۱۴،

عظیم اکثریت موجود تھی، اس سے ثابت ہوا کہ تمام صحابہ کا اس پر اجماع ہے کہ مدبر کی بیع جائز نہیں ہے۔

مدبر کی بیع کے جواز کی روایت کے جوابات

اس باب کی حدیث نمبر ۴۲۲۵ میں ہے ایک انصاری نے اپنے غلام کو مدبر کر دیا اور اس غلام کے علاوہ اس شخص کا اور کوئی مال نہیں تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو فروخت کر دیا۔ اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مدبر کو فروخت کرنا جائز ہے جیسا کہ امام شافعی وغیرہ کا مسلک ہے۔

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس کے مالک پر قرض تھا اس وجہ سے آپ نے اس کو فروخت کر دیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ایک خاص واقعہ ہے چونکہ اس شخص کا اور کوئی مال نہیں تھا اس لیے آپ نے اس کے تصرف کو رد کر دیا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس کی منفعت کو فروخت کیا تھا یعنی اس کو کرائے پر دیا تھا اور کرائے پر بھی بیع کا اطلاق آتا ہے۔ علامہ ابوالولید نے حضرت جابر کی اس روایت کا ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدبر کی خدمت کو فروخت کیا۔ (یہ حدیث سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۳۸ میں ہے۔ سعیدی) چوتھا جواب یہ ہے کہ جس انصاری شخص نے اپنے غلام کو مدبر کیا تھا وہ کم عقل شخص تھا اس لیے آپ نے بطور ولی اس کے تصرف کو کالعدم قرار دے کر اس کو فروخت کر دیا۔ پانچواں جواب یہ ہے کہ اس مدبر کی بیع اس وقت ہوئی تھی جب آزاد مقروض شخص کو فروخت کرنا جائز تھا بعد میں یہ اس آیت سے منسوخ ہو گیا وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ۔ "اگر مقروض تنگ دست ہو تو اس کو خوشحال ہونے تک مہلت دو۔" [1]

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۹۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب القسامۃ والمحاربین والقصاص والدیات

بَابُ الْقَسَامَةِ

قسامت کا بیان

۴۲۲۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ قَالَ يَحْيَى وَحَسِبْتُ قَالَ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ أَنَّهُمَا قَالَا خَرَجَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَهْلِ بْنِ زَيْدٍ وَمُحَيِّصَةُ ابْنُ مَسْعُودِ ابْنِ زَيْدٍ حَتَّى إِذَا كَانَا بِخَيْبَرَ تَفَرَّقَا فِي بَعْضِ مَا هُنَالِكَ ثُمَّ إِذَا مُحَيِّصَةُ يَجِدُ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ سَهْلٍ قَتِيلًا فَدَفَنَهُ ثُمَّ أَقْبَلَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ وَحُوَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُودٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَهْلٍ وَكَانَ أَصْغَرَ الْقَوْمِ فَذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ لِيَتَكَلَّمَ قَبْلَ صَاحِبَيْهِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبِّرِ الْكُبْرَ فِي السِّنِّ فَصَمَتَ فَتَكَلَّمَ صَاحِبَاهُ وَتَكَلَّمَ مَعَهُمَا فَذَكَرُوا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْتَلَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَهْلٍ فَقَالَ لَهُمْ أَتَحْلِفُونَ خَمْسِينَ يَمِينًا فَتَسْتَحِقُّونَ

سہل بن ابی حثمہ اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن سہل بن زید اور حضرت محیصہ بن مسعود خیبر گئے اور وہاں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے، پھر حضرت محیصہ نے حضرت عبد اللہ بن سہل کو مقتول پایا۔ انھوں نے ان کو دفن کر دیا، پھر وہ حضرت حویصہ بن مسعود اور حضرت عبد الرحمن بن سہل کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، حضرت عبد الرحمن بن سہل ان میں سب سے چھوٹے تھے وہ اپنے ساتھیوں سے پہلے بولنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عمر میں بڑا ہے اس کو بولنے دو، پھر وہ خاموش ہو گئے اور ان کے ساتھیوں نے واقعہ بیان کیا اور وہ بھی ان کے ساتھ بیان کرتے رہے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبد اللہ بن سہل کی جائے قتل کو بیان کیا، آپ نے ان سے فرمایا: کیا تم پچاس قسمیں کھا کر اپنے ساتھی کا خون ثابت کرو گے؟ انھوں نے کہا ہم کیسے قسمیں کھا سکتے ہیں جب کہ ہم موقع پر موجود نہیں تھے؟ آپ نے فرمایا پھر یہود پچاس قسمیں کھا کر اپنی برائت کو ثابت کر لیں گے، انھوں نے کہا کہ ہم کافروں کی قسموں کو کیسے قبول کر سکتے ہیں! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صورتحال دیکھی تو خود مقتول کی دیت ادا کر دی۔

صَاحِبَكُمْ أَوْ قَاتِلَكُمْ قَالُوا وَكَيْفَ نَحْلِفُ وَلَمْ نَشْهَدْ قَالَ فَتُبْرِئُكُمْ يَهُودُ بِخَمْسِينَ يَمِينًا قَالُوا وَكَيْفَ نَقْبَلُ أَيْمَانَ قَوْمٍ كُفَّارٍ فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَى عَقْلَهُ۔

۴۲۳۰۔ وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ وَرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ أَنَّ مُحَيِّصَةَ بْنَ مَسْعُودٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَهْلٍ انْطَلَقَا قِبَلَ خَيْبَرَ فَتَفَرَّقَا فِي النَّخْلِ فَقُتِلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ فَاتَّهَمُوا الْيَهُودَ فَجَاءَ أَخُوهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَابْنَا عَمِّهِ حُوَيِّصَةُ وَمُحَيِّصَةُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَكَلَّمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فِي أَمْرِ أَخِيهِ وَهُوَ أَصْغَرُ مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبِّرِ الْكُبْرَ أَوْ قَالَ لِيَبْدَأِ الْأَكْبَرُ فَتَكَلَّمَا فِي أَمْرِ صَاحِبِهِمَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْسِمُ خَمْسُونَ مِنْكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِنْهُمْ فَيُدْفَعُ بِرُمَّتِهِ قَالُوا أَمْرٌ لَمْ نَشْهَدْهُ كَيْفَ نَحْلِفُ قَالَ فَتُبْرِئُكُمْ يَهُودُ بِأَيْمَانِ خَمْسِينَ مِنْهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَوْمٌ كُفَّارٌ قَالَ فَوَدَاهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِهِ قَالَ سَهْلٌ فَدَخَلْتُ مِرْبَدًا لَهُمْ يَوْمًا فَرَكَضَتْنِي نَاقَةٌ مِنْ تِلْكَ الْإِبِلِ رَكْضَةً بِرِجْلِهَا قَالَ حَمَّادٌ هٰذَا أَوْ نَحْوَهُ۔

حضرت سہل بن ابی حثمہ اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت محیصہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن سہل خیبر گئے اور وہاں کھجور کے درختوں میں الگ الگ ہو گئے، حضرت عبداللہ بن سہل وہاں قتل کر دیے گئے، انھوں نے یہود پر تہمت لگائی پھر ان کے بھائی حضرت عبدالرحمن اور ان کے دو عم زاد بھائی حضرت حویصہ اور محیصہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، حضرت عبدالرحمن نے اپنے بھائی کے معاملے میں بولنا شروع کیا حالانکہ وہ ان میں سب سے چھوٹے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑے کو بولنے دو، یا فرمایا بڑے کو پہل کرنے دو، پھر ان دونوں نے اپنے بھائی کا واقعہ بیان کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پچاس آدمی ان کے کسی آدمی کے خلاف قسم کھائیں پھر وہ بالکل تمہارے حوالے کر دیا جائے گا۔ انھوں نے کہا ہم نے جس کو دیکھا نہیں ہے اس کے خلاف کیسے قسم کھا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا پھر پچاس یہود تمہارے سامنے قسم کھا کر اپنی برأت ثابت کریں گے! انھوں نے کہا یا رسول اللہ وہ تو کافر ہیں! راوی کہتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے اس مقتول کی دیت ادا کر دی، حضرت سہل کہتے ہیں کہ میں ان کی ان اونٹنیوں کے باڑے میں گیا تو ان کی اونٹنی نے لات مار دی۔

۴۲۳۱۔ وَحَدَّثَنَا الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا

ایک اور سند سے حضرت سہل بن ابی حثمہ سے یہی

بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَعَقَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ وَلَمْ يَقُلْ فِي حَدِيثِهِ فَرَكَضَتْنِي نَاقَةٌ۔

اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے اور اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے اس کی دیت ادا کردی اور اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ مجھے اونٹنی نے لات ماری تھی۔

۴۲۳۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي الثَّقَفِيَّ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ۔

دو مختلف سندوں کے ساتھ حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے۔

۴۲۳۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَهْلِ بْنِ زَيْدٍ وَمُحَيِّصَةَ بْنَ مَسْعُودِ بْنِ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّيْنِ ثُمَّ مِنْ بَنِي حَارِثَةَ خَرَجَا إِلَى خَيْبَرَ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ وَأَهْلُهَا يَهُودُ فَتَفَرَّقَا لِحَاجَتِهِمَا فَقُتِلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَهْلٍ فَوُجِدَ فِي شَرَبَةٍ مَقْتُولًا فَدَفَنَهُ صَاحِبُهُ ثُمَّ أَقْبَلَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَمَشَى أَخُو الْمَقْتُولِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ وَحُوَيِّصَةُ فَذَكَرُوا لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَأْنَ عَبْدِ اللهِ وَحَيْثُ قُتِلَ فَزَعَمَ بُشَيْرٌ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَمَّنْ أَدْرَكَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَهُمْ تَحْلِفُونَ خَمْسِينَ يَمِينًا وَتَسْتَحِقُّونَ

بُشیر بن یسار کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہل بن زید اور حضرت محیصہ بن مسعود بن زید انصاری جو بنو حارثہ سے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خیبر گئے ان دنوں خیبر میں یہودی رہتے تھے اور وہ صلح کا زمانہ تھا، وہ کسی کام سے الگ الگ ہو گئے، حضرت عبداللہ بن سہل ایک حوض میں مقتول پائے گئے، ان کے ساتھی نے ان کو دفن کر دیا۔ پھر وہ مدینہ منورہ پہنچے، مقتول یعنی حضرت عبداللہ بن سہل کے بھائی حضرت عبدالرحمن بن سہل اور حضرت محیصہ اور حویصہ بھی گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبداللہ (کے قتل ہونے) کا واقعہ بیان کیا اور جس جگہ انھیں قتل کیا گیا تھا اس کا ذکر کیا، بشیر اس حدیث کی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم پچاس قسمیں کھا کر قاتل یا فرمایا مدعی علیہ کے خلاف خون ثابت کر سکتے ہو، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم اس موقع پر موجود نہ تھے نہ ہم نے قاتل کو دیکھا ہے، آپ نے فرمایا پھر یہود پچاس قسمیں کھا کر خود کو بے قصور ثابت کر لیں گے! انھوں نے کہا یا رسول اللہ! وہ کافر ہیں ہم ان کی قسموں کا

قَاتِلَكُمْ أَوْ صَاحِبَكُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ مَا شَهِدْنَا وَلَا حَضَرْنَا فَزَعَمَ أَنَّهُ قَالَ فَتُبَرِّئُكُمْ يَهُودُ بِخَمْسِينَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ نَقْبَلُ أَيْمَانَ قَوْمٍ كُفَّارٍ فَزَعَمَ بُشَيْرٌ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَلَهُ مِنْ عِنْدِهِ.

کیسے اعتبار کرلیں۔ بشیر کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے اس کی دیت ادا کر دی۔

۴۲۳۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ مِنْ بَنِي حَارِثَةَ يُقَالُ لَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَهْلِ بْنِ زَيْدٍ انْطَلَقَ هُوَ وَابْنُ عَمٍّ لَهُ يُقَالُ لَهُ مُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُودِ بْنِ زَيْدٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ اللَّيْثِ إِلَى قَوْلِهِ فَوَدَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ قَالَ يَحْيَى فَحَدَّثَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَهْلُ بْنُ أَبِي حَثْمَةَ قَالَ لَقَدْ رَكَضَتْنِي فَرِيضَةٌ مِنْ تِلْكَ الْفَرَائِضِ بِالْمِرْبَدِ.

بشیر کہتے ہیں کہ انصار کے بنو حارثہ میں سے ایک شخص حضرت عبداللہ بن سہل بن زید رضی اللہ عنہ تھے وہ اور ان کے عم زاد بھائی جن کا نام حضرت محیصہ بن مسعود بن زید تھا دونوں گئے، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے جس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے دیت ادا کر دی۔ بشیر بن یسار کہتے ہیں کہ مجھے سہل بن ابی حثمہ نے بتایا کہ ان اونٹنیوں کے باڑے میں ایک اونٹنی نے مجھے لات مار دی تھی۔

۴۲۳۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ نَفَرًا مِنْهُمُ انْطَلَقُوا إِلَى خَيْبَرَ فَتَفَرَّقُوا فِيهَا فَوَجَدُوا أَحَدَهُمْ قَتِيلًا وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَقَالَ فِيهِ فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبْطِلَ دَمَهُ فَوَدَاهُ مِائَةً مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ.

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چند صحابہ خیبر گئے اور وہاں جا کر الگ الگ ہو گئے اور وہاں ایک صحابی کو مقتول پایا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خون کا رائیگاں ہونا ناپسند فرمایا اور صدقہ کے اونٹوں میں سے انھیں سو اونٹ دیت ادا کر دی۔

۴۲۳۶۔ حَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ

حضرت سہل بن ابی حثمہ اپنی قوم کے بزرگوں سے

أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ يَقُولُ حَدَّثَنِي أَبُو لَيْلَى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ رِجَالٍ مِنْ كُبَرَاءِ قَوْمِهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةَ خَرَجَا إِلَى خَيْبَرَ مِنْ جَهْدٍ أَصَابَهُمْ فَأَتَى مُحَيِّصَةُ فَأَخْبَرَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَهْلٍ قَدْ قُتِلَ وَطُرِحَ فِي عَيْنٍ أَوْ فَقِيرٍ فَأَتَى يَهُودَ فَقَالَ أَنْتُمْ وَاللّٰهِ قَتَلْتُمُوهُ قَالُوا وَاللّٰهِ مَا قَتَلْنَاهُ ثُمَّ أَقْبَلَ حَتَّى قَدِمَ إِلَى قَوْمِهِ فَذَكَرَ لَهُمْ ذٰلِكَ ثُمَّ أَقْبَلَ هُوَ وَأَخُوهُ حُوَيِّصَةُ وَهُوَ أَكْبَرُ مِنْهُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ فَذَهَبَ مُحَيِّصَةُ لِيَتَكَلَّمَ وَهُوَ الَّذِي كَانَ بِخَيْبَرَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُحَيِّصَةَ كَبِّرْ كَبِّرْ يُرِيدُ السِّنَّ فَتَكَلَّمَ حُوَيِّصَةُ ثُمَّ تَكَلَّمَ مُحَيِّصَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِمَّا أَنْ يَدُوا صَاحِبَكُمْ وَإِمَّا أَنْ يُؤْذِنُوا بِحَرْبٍ فَكَتَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فِي ذٰلِكَ فَكَتَبُوا إِنَّا وَاللّٰهِ مَا قَتَلْنَاهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحُوَيِّصَةَ وَمُحَيِّصَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَتَحْلِفُونَ وَتَسْتَحِقُّونَ دَمَ صَاحِبِكُمْ قَالُوا لَا قَالَ فَتَحْلِفُ لَكُمْ يَهُودُ قَالُوا لَيْسُوا بِمُسْلِمِينَ فَوَدَاهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ کسی تکلیف کی وجہ سے خیبر گئے، حضرت محیصہ نے آکر خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا ہے اور ان کی لاش کو چشمہ یا کنوئیں میں پھینک دیا گیا ہے، انھوں نے یہود کے پاس جاکر کہا بخدا تم نے ان کو قتل کیا ہے، انھوں نے کہا بخدا ہم نے ان کو قتل نہیں کیا، پھر انھوں نے اپنی قوم کے پاس جاکر اس واقعہ کو بیان کیا پھر وہ ان کے بڑے بھائی حضرت حویصہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن سہل (حضور کے پاس) گئے، حضرت محیصہ چونکہ خیبر میں تھے وہ اس سلسلے میں بات کرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑی عمر والے کو بات کرنے دو۔ پھر حضرت حویصہ اور حضرت محیصہ نے بات کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا تو یہود تمہارے ساتھی کی دیت ادا کریں یا جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ ان کی طرف لکھ کر روانہ کیا۔ انھوں نے جواب میں لکھا خدا کی قسم! ہم نے ان کو قتل نہیں کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حویصہ، حضرت محیصہ اور حضرت عبدالرحمٰن سے فرمایا: کیا تم قسم کھا کر اپنے ساتھی کا قصاص لو گے! انھوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا پھر یہود (اپنے بے قصور ہونے پر) حلف اٹھا لیں گے، انھوں نے کہا وہ تو مسلمان نہیں ہیں! راوی کہتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے ان کی دیت ادا کر دی، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس سو اونٹ بھیج دیے جو ان کے گھر پہنچا دیے گئے، سہل نے کہا ان میں سے ایک سرخ اونٹنی نے میرے لات ماری تھی۔

مِائَةَ نَاقَةٍ حَتَّى أُدْخِلَتْ عَلَيْهِمُ الدَّارَ فَقَالَ سَهْلٌ فَلَقَدْ رَكَضَتْنِي مِنْهَا نَاقَةٌ حَمْرَاءُ.

٤٢٣٧ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا وَقَالَ حَرْمَلَةُ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَسُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَرَّ الْقَسَامَةَ عَلَى مَا كَانَتْ عَلَيْهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.

حضرت سلیمان بن یسار زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک انصاری صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کے طریقہ پر قسامت کو برقرار رکھا

٤٢٣٨ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَزَادَ وَقَضَى بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ نَاسٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي قَتِيلٍ ادَّعَوْهُ عَلَى الْيَهُودِ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں یہ زیادہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ایک مقتول کے حق میں قسامت کا فیصلہ کیا جس کا انھوں نے یہود پر دعویٰ کیا تھا۔

٤٢٣٩ - وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَسُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَاهُ عَنْ نَاسٍ مِنَ الْأَنْصَارِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ.

حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن اور حضرت سلیمان بن یسار بعض انصاریوں سے مثل سابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث روایت کرتے ہیں۔

قسامت کا لغوی معنی سید مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں جو جماعت اپنے حق پر قسم کھائے اس کو قسامت کہتے ہیں۔ اور محکم میں ہے کسی چیز پر قسم کھائیں یا کسی چیز پر گواہی دیں۔ قسامت قسم دینے کا اسم ہے پھر

اس کو مصدر کا قائم مقام کیا گیا، پھر قسم کھانے والے لوگوں کو قسامت کہا جانے لگا اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعیٰ علیہ کو پچاس قسمیں کھانی پڑتی ہیں، علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ قسامت، یمین کی طرح قسم ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں کا کوئی شخص مقتول پایا گیا اور اس کے قاتل کا پتا نہیں چلا تو ان کے پچاس آدمی اپنے مقتول کے قصاص پر قسم کھائیں تو وہ دیت کے مستحق ہوں گے اور اگر مدعیٰ علیہ کے پچاس آدمیوں نے قسمیں کھالیں تو ان سے دیت ساقط ہو جائے گی۔ قسامت غرامت کے وزن پر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: القسامۃ توجب العقل قسامت دیت کو واجب کرتی ہے۔ [۱]

دیت خون بہا (جان کی قیمت) کو کہتے ہیں۔ یہ شرعاً سو اونٹ ہے یا ایک ہزار دینار جو چار اعشاریہ تین سات چار (۴٫۳۷۴) کلوگرام سونے کے برابر ہے۔ یا دس ہزار درہم ہے جو تیس اعشاریہ چھ ایک آٹھ (۳۰٫۶۱۸) کلوگرام چاندی کے برابر ہے۔

قسامت کی فقہی تعریف میں مذاہب اربعہ

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: جب کوئی شخص کسی محلہ میں مقتول پایا جائے تو اس محلہ والوں پر لازم ہے کہ ان کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں کہ خدا کی قسم نہ ہم نے اس شخص کو قتل کیا ہے نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں اس قسم کے بعد وہ دیت ادا کریں گے۔ [۲]

علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں: سبب مخصوص، عدد مخصوص اور شخص مخصوص کا اللہ تبارک وتعالیٰ کی قسم کھانا قسامت ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کسی محلہ میں کوئی مقتول پایا جائے تو اس محلہ کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں کہ اللہ کی قسم ہم نے اس شخص کو قتل کیا ہے نہ ہمیں اس کے قاتل کا علم ہے اور جب وہ یہ قسم کھالیں گے تو ان پر دیت لازم ہو جائے گی۔ [۳]

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی شرح مسلم میں لکھتے ہیں: قسامت میں پہلے مدعی سے قسم لی جائے گی اور اگر مدعی قسم سے انکار کرے تو پھر مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی۔ [۴]

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی روضۃ الطالبین میں لکھتے ہیں: اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی جگہ مقتول پایا جائے اور اس کے قاتل کا پتا نہ چلے اور نہ اس پر کوئی گواہ ہو اور اس مقتول کا ولی کسی خاص شخص یا جماعت پر اس کے قتل کا دعویٰ کرتا ہو اور اس کے گمان کے صدق پر قرینہ بھی موجود ہو (اس قرینہ کو فقہی اصطلاح میں لوث کہتے ہیں) تو اس ولی سے اس کے دعویٰ پر حلف لیا جائے گا۔ [۵]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں: جب مقتول کے ورثاء قصاص کا دعویٰ کریں تو ان سے قسم لی جاتی ہے یا مدعیٰ علیہ

۱۔ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی مصری متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس شرح القاموس ج ۹ ص ۳۷، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ
۲۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۶ ص ۱۰۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ
۳۔ علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷ ص ۲۸۶ مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ
۴۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۵۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
۵۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۰ ص ۹ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۵ھ

سے قسم لی جاتی ہے اس کو قسامت کہتے ہیں۔ [1]

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں: قسامت کی پچاس قسمیں ہیں جو مقتول کے ورثاء سے لی جائیں گی بایں طور کہ وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ فلاں شخص نے اس کو قتل کیا ہے اگر ورثاء پچاس سے کم ہوں تو ان پر یہ قسمیں تقسیم کر دی جائیں گی اور اگر بالفرض ایک وارث ہو تو وہ پچاس قسمیں کھائے گا اور اگر مقتول کے ورثاء قسم کھانے سے انکار کر دیں تو مدعی علیہ سے پچاس قسمیں لی جائیں گی۔ [2] (فقہاء شافعیہ کے نزدیک بھی یہی تفصیل ہے۔)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جب کسی جگہ پر کوئی شخص مقتول پایا جائے اور اس کے ورثاء کسی خاص شخص یا خاص جماعت پر قتل کا دعویٰ کریں اور ان کے درمیان عداوت ہو نہ لوث (یعنی قتل پر قرینہ) تو اس کا حکم باقی دعاوی کی طرح ہے اگر ورثاء مقتول کے پاس گواہ ہیں تو اس گواہی سے ان کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا ورنہ منکر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا، امام مالک، امام شافعی اور ابن منذر کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب مقتول کے ورثاء اہل محلہ پر یا کسی معین شخص پر قتل کا دعویٰ کریں تو مقتول کے ولی کے لیے اس علاقہ کے پچاس آدمیوں سے قسم لینا جائز ہے، وہ اس طرح قسم کھائیں کہ اللہ کی قسم ہم نے اس کو قتل کیا ہے نہ ہم کو قاتل کا علم ہے۔ اور جب اہل محلہ قسم کھا لیں گے تو ان پر دیت واجب ہو جائے گی اور اگر وہ قسم نہ کھائیں تو ان کو قید کر لیا جائے گا حتیٰ کہ وہ حلف اٹھا لیں یا قتل کا اقرار کر لیں۔ کیونکہ روایت ہے کہ ایک شخص دو قبیلوں کے درمیان مقتول پایا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پچاس قسمیں لیں اور جو قبیلہ زیادہ قریب تھا اس پر دیت لازم کی، انھوں نے کہا بخدا ہماری قسموں نے ہمارے اموال کو بچایا نہ ہمارے اموال نے ہماری قسموں کو بچایا، حضرت عمر نے فرمایا، تمہارے اموال (دیت) نے تمہاری جانوں کو بچا لیا یعنی تم پر قصاص لازم نہیں کیا گیا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہماری دلیل حضرت عبد اللہ بن سہل کی حدیث ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ: اگر (محض) لوگوں کے دعووں سے ان کو حقوق دے دیے جائیں تو ہر قوم دوسری قوم کے خون اور اموال کا دعویٰ کرے گی۔ لیکن مدعی علیہ پر قسم لازم ہوگی۔ (صحیح مسلم) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدعی پر گواہ (پیش کرنا) ہے اور منکر پر قسم (کھانا) ہے۔ اور اس لیے کہ مدعیٰ علیہ میں اصل یہ ہے کہ اس کو ذمہ سے بری کیا جائے اس لیے اس کا قول باقی دعاوی کے حکم میں ہے اور چونکہ وہ مدعیٰ علیہ ہے اس لیے اس پر ابتداءً قسم اور جرمانہ لازم نہیں ہوگا۔ جیسا کہ باقی دعووں میں ہوتا ہے، پھر فقہاء احناف نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل نہیں کیا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ظاہر قول پر عمل کیا ہے اور یہ اصول اور قاعدہ کے خلاف ہے، یعنی مدعیٰ علیہ کے غیر پر قسم لازم کرنا اور ان پر بغیر دعویٰ کے جرمانہ (دیت) لازم کرنا اور حلف اور جرمانہ کو جمع کرنا حالانکہ ان پر صرف قسم کافی تھی، علامہ ابن منذر نے کہا کہ سنت یہ ہے کہ مدعی پر گواہ ہیں اور مدعیٰ علیہ پر قسم ہے اور قسامت خیبر کے مقتول کے بارے میں مسنون کی گئی اور اصحاب رائے (فقہاء احناف) کا قول ان سنتوں سے خارج ہے۔ [3]

قسامت میں ائمہ ثلاثہ کے موقف پر دلائل کا خلاصہ

ائمہ ثلاثہ کا موقف یہ ہے کہ اگر کسی محلہ میں کوئی مقتول شخص پایا

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۳۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ ابو البرکات احمد بن محمد بن احمد دردیر مالکی، الشرح الصغیر علی اقرب المسالک ج ۴ ص ۴۲۱۔ ۴۱۵ ملخصاً مطبوعہ دار المعارف مصر ۱۳۹۲ھ

[3] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۸ ص ۳۸۳۔ ۳۸۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

گیا تو پہلے اس کے وارثوں سے کہا جائے گا تم جس شخص یا جس جماعت کے بارے میں قتل کرنے دعویٰ کرتے ہو اس پر پچاس قسمیں کھاؤ اور اگر وہ قسم کھانے سے انکار کریں تو مدعیٰ علیہم پر قسم لازم ہو گی اور قسم کے بعد ان کو دیت ادا کرنی ہو گی۔ ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن سہل، حضرت حویصہ اور حضرت محیصہ پر قسم پیش کی جو یہود پر قتل کے مدعی تھے اور جب انھوں نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو پھر آپ نے یہود پر قسم پیش کی۔ (دیکھیے صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۴۲۲۹، ۴۲۳۰، ۴۲۳۳، ۴۲۳۶ اور صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۹/۱۰۱۸)۔ سو ان احادیث سے ثابت ہوا قسامت میں پہلے قسم مدعی سے لی جائے گی اور اگر وہ انکار کر دے تو پھر مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی۔

ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل یہ حدیث ہے جس کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال البینۃ علی المدعی و الیمین علی من انکر الا فی القسامۃ[1]

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدعی پر گواہ ہے اور منکر پر قسم ماسوا قسامت کے۔

ائمہ ثلاثہ یہ کہتے ہیں کہ عام قاعدہ یہ ہے کہ قسم منکر پر ہوتی ہے لیکن قسامت میں قسم کی ابتداء مدعی سے ہو گی جیسا کہ اس حدیث کے استثناء سے ظاہر ہے۔

قسامت میں امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل

فقہاء احناف نے امام ابوحنیفہ کے موقف پر یہ حدیث پیش کی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسامت کی ابتداء مدعیٰ علیہ سے کی ہے، امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابی سلمۃ و سلیمان بن یسار عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الانصار ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیھود وبدا بھم ایحلف منکم خمسون؟ قالوا: لا فقال للانصار هل تحلفون؟ فقالوا اتحلف علی الغیب یا رسول اللہ فجعلھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیۃ علی الیھود لانہ وجد بین اظھرھم۔[2]

ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے قسامت کی ابتداء کرتے ہوئے فرمایا کیا تمہارے پچاس آدمی قسم کھائیں گے؟ انھوں نے کہا کہ نہیں! آپ نے انصار سے فرمایا: کیا تم قسم کھاؤ گے؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ ہم غیب پر قسم کھا سکتے ہیں؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود پر دیت لازم کر دی، کیونکہ مقتول ان کے درمیان پایا گیا تھا۔

یہ حدیث امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ سنن کبریٰ میں بھی بیان کی ہے، لیکن امام بیہقی نے اپنی سند پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ سند مرسل ہے، اس لیے ان احادیث متصلہ کے معارض ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی جن میں مدعی سے قسامت کی ابتداء کا بیان ہے۔[3]

---

[1] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۱۲۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[2] ۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۲۸ ۔ ۲۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ ھ

[3] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۱۲۲ ۔ ۱۲۱ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

ہم نے مدعیٰ علیہ سے قسامت کے ثبوت میں مصنف عبد الرزاق سے جو باوالہ حدیث ذکر کی ہے اس کی سند متصل ہے اور اس کی سند پر امام بیہقی کا مذکور الصدر اعتراض نہیں ہوتا۔ علامہ ماردینی مصنف عبد الرزاق کی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں یہ حدیث امام ابو حنیفہ کے موقف پر حجت قاطع ہے جیسا کہ علامہ ابن عبد البر مالکی نے استذکار میں لکھا ہے اور تمہید میں علامہ ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ثابت ہے۔ اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جس حدیث پر امام بیہقی نے اعتراض کیا ہے وہ بھی متصل ہے اور اگر ہم اس کو مرسل مان لیں تو حدیث سہل بھی متصل نہیں ہے۔ [1]

مدعیٰ علیہ سے قسامت کی ابتداء کے ثبوت میں امام ابن ابی شیبہ نے بھی اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

عن سعید بن المسیب ان القسامۃ کانت فی الجاھلیۃ فاقرھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قتیل من الانصار وجد فی جب الیھود، قال: فبدأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالیھود فکلفھم قسامۃ خمسین فقالت الیھود: لن نحلف، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للانصار: اتحلفون؟ فابت الانصار ان تحلف فاغرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیھود دیۃ لانہ قتل بین اظھرھم۔ [2]

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قسامت کا رواج تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا۔ انصار کا ایک شخص یہود کے ایک قلعہ میں مقتول پایا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے ابتداء کی اور ان کو پچاس قسموں کا مکلف کیا۔ یہود نے کہا ہم ہرگز قسم نہیں کھائیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہا کیا تم قسم کھاؤ گے؟ انصار نے قسم کھانے سے انکار کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود پر دیت لازم کر دی کیونکہ مقتول بہرحال ان کے علاقے میں پایا گیا تھا۔

علامہ علی متقی ہندی نے بھی اس حدیث کو مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبد الرزاق اور صحیح ابن حبان کے حوالے سے کنز العمال میں درج کیا ہے۔ [3]

امام ابو داؤد نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے۔

عن رجال من الانصار ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال للیھود وبدأ بھم یحلف منکم خمسون رجلا فابوا الحدیث [4]

انصاری صحابی روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے قسامت کی ابتداء کرتے ہوئے فرمایا تمہارے پچاس آدمیوں کو قسم کھانا ہوگی۔ انھوں نے اس سے انکار کیا۔

مدعیٰ علیہ سے قسامت کی ابتداء کرنے کے متعلق حافظ الہیثمی نے یہ حدیث صحیح ذکر کی ہے:

عن ابن عباس قال کانت القسامۃ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زمانہ

---

[1] علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان ماردینی متوفی ۷۴۵ھ، الجوہر النقی ج ۸ ص ۱۲۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔
[2] امام ابو بکر عبد اللہ محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۳۸۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبع الاول، ۱۴۰۶ھ
[3] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۵ ص ۱۲۵-۱۲۴ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت الطبع الخامس، ۱۴۰۵ھ
[4] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۴۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۶ھ

في الجاهلية حاجزا بين الناس فكان من حلف على يمين صبر اثم فيه اري عقوبة من الله ينكل بها عن الجرأة على المحارم فكانوا يتورعون عن ايمان الصبر ويخافونها فلما بعث الله محمدا صلى الله عليه وسلم بالقسامة وكان المسلمون هم اهيب لها لما علمهم من ذلك فقضى رسول الله صلى الله عليه وسلم بالقسامة بين حيين من الانصار يقال لهم بنو حارثة وذلك ان يهود قتلت محيصة فانكرت اليهود فدعا النبي صلى الله عليه وسلم اليهود لقسامتهم لانهم الذين ادعوا الدم فامرهم رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يحلفوا خمسين يمينا خمسين رجلا كبيرا من قتله فنكلت يهود عن الايمان فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم بني حارثة فامرهم ان يحلفوا خمسين يمينا خمسين رجلا ان يهود قتلته غيلة ويستحقون بذلك الذي يزعمون انه الذي قتل صاحبهم فنكلت بنو حارثة عن الايمان فلما راى ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى بعقله على يهود لانه وجد بين اظهرهم وفي ديارهم رواه الطبراني ورجاله رجال الصحيح[1]

جاہلیت میں قسامت لوگوں کے لیے (قتل سے) رکاوٹ تھی۔ جو شخص قسم کھانے پر مجبور کیا جاتا وہ اس میں گناہ سمجھتا تھا، اور جھوٹی قسم کھانے سے انکار کر دیتا تھا، سو وہ جبری قسم کھانے سے ڈرتے تھے اور اس سے احتراز کرتے تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قسامت کا حکم دے کر بھیجا تو مسلمان ان قسموں سے اور بھی زیادہ ڈرتے تھے کیونکہ وہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں سے زیادہ جانتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے دو قبیلوں میں قسامت کے ساتھ فیصلہ کیا، ان کو بنو حارثہ کہتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ یہود نے محیصہ کو قتل کر دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو قسامت کے لیے بلایا، کیونکہ ان پر خون کا الزام تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ قاتلوں کے پچاس بڑے آدمی پچاس قسمیں کھائیں۔ یہود نے قسمیں کھانے سے انکار کر دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو حارثہ کو بلایا اور حکم دیا کہ ان کے پچاس آدمی پچاس قسمیں کھائیں کہ یہود نے دھوکے سے محیصہ کو قتل کر دیا ہے اور اس طرح وہ اس شخص سے (قصاص یا دیت) کے مستحق ہو جائیں گے لیکن بنو حارثہ نے قسم کھانے سے انکار کر دیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حال دیکھا تو یہود پر دیت لازم کر دی کیونکہ محیصہ کو ان کے علاقے میں قتل کیا گیا تھا، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح ہیں۔

ان تمام احادیث صحیحہ میں فقہاء احناف کے اس موقف پر قوی دلیل ہے کہ قسامت میں قسم کی ابتداء مدعیٰ علیہ سے کی جاتی ہے۔ اور مدعی سے قسم لینے کی ابتداء نہیں کی جاتی جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا موقف ہے۔ اب ہم اس چیز کے ثبوت پر احادیث، آثار اور اقوال تابعین پیش کریں گے کہ اگر مدعیٰ علیہ قسم کھانے سے انکار کر دے تو فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور مدعی پر قسم اصلاً پیش نہیں کی جاتی۔

قسامت میں صرف مدعیٰ علیہ پر قسم پیش کرنے کے ثبوت میں احادیث، آثار اور فتاویٰ تابعین

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن الزهري ان النبي صلى الله عليه وسلم قضى

زہری بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۹۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی، الطبعۃ الثالثہ، ۱۴۰۲ھ

فی القسامۃ علی المدعی علیھم۔[1]

قسامت میں مدعیٰ علیہم کی قسم پر فیصلہ کیا۔

حافظ الہیثمی مسند بزار کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن عبد الرحمن بن عوف قال کانت القسامۃ فی الدم یوم خیبر و ذلک ان رجلا من الانصار من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقد تحت اللیل فجاءت الانصار فقالوا ان صاحبنا یتشحط فی دمہ فقال تعرفون قاتلہ قالوا لا، الا ان قتلتہ یہود فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اختاروا منھم خمسین رجلا فیحلفون باللہ جھد ایمانھم ثم خذوا منھم الدیۃ ففعلوا رواہ البزار وفیہ عبد الرحمن ابن یامین وھو ضعیف۔[2]

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قسامت خیبر کے دن مشروع ہوئی اور اس کا سبب یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک انصاری ایک رات گم ہو گیا، انصار نے آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارا ساتھی خون میں لتھڑا ہوا پڑا ہے، آپ نے فرمایا تم اس کے قاتل کو جانتے ہو؟ انھوں نے کہا نہیں! البتہ اس کو یہود نے قتل کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان میں سے پچاس آدمی چن کر ان سے پختہ قسمیں لے لو، پھر ان سے دیت وصول کر لو، سو انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں عبد الرحمن بن یامین نامی ایک ضعیف راوی ہے۔

ان دونوں حدیثوں میں اس کی واضح تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مدعیٰ علیہم سے قسم لی اور ان پر دیت لازم کی۔ ہر چند کہ دوسری حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن ہم نے اس کو تائید کے درجہ میں پیش کیا ہے۔ اس کے بعد ہم اس سلسلے میں آثار صحابہ اور فقہاء تابعین کے فتاوی پیش کر رہے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن الشعبی ان قتیلا وجد بین الیمن بین حیین فقال عمر: انظروا اقرب الحیین الیہ فاحلفوا منھم خمسین رجلا باللہ ما قتلنا ولا علمنا ثم تکون علیھم الدیۃ۔[3]

شعبی کہتے ہیں کہ یمن کے دو قبیلوں کے درمیان ایک شخص مقتول پایا گیا، حضرت عمر نے فرمایا: یہ دیکھو کہ یہ کس قبیلہ کے زیادہ نزدیک ہے پھر ان سے پچاس قسمیں لیں بایں طور کہ (وہ کہیں) ہم نے اس کو قتل کیا ہے نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں۔ پھر ان پر دیت لازم کر دی۔

اس حدیث کو امام عبد الرزاق،[4] امام طحاوی، امام بیہقی اور علامہ علی متقی ہندی نے بھی اپنی تصانیف میں روایت کیا ہے۔

---

[1] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ ھ، المصنف ج ۹ ص ۳۸۴ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبع الاول، ۱۴۰۶ ھ

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۹۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ ھ

[3] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ ھ، المصنف ج ۹ ص ۳۸۲-۳۸۱ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبع الاول، ۱۴۰۶ ھ

[4] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۳۵ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۳۹۲ ھ

(بقیہ حواشی آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)....

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن علی قال: ایما قتیل وجد بفلاۃ من الارض فدیتہ من بیت المال لکیلا یبطل دم فی الاسلام وایما قتیل وجد بین قریتین فھو علی اسفھما۔ [۵۱]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جو شخص جنگل کی زمین میں مقتول پایا گیا اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی تاکہ ارض اسلام میں کسی کا خون رائیگاں نہ جائے اور جو شخص دو بستیوں کے درمیان مقتول پایا گیا وہ قریب والی بستی کے ذمہ ہے۔

اس کو علامہ علی متقی نے بھی بیان کیا ہے۔ [۵۲]

امام ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابراھیم قال: اذا وجد قتیل فی حی اخذ منہ خمسون رجلا فیھم المدعی علیھم وان کانوا اقل من خمسین ردت علیھم الایمان الاول فالاول۔ [۵۳]

ابراہیم کہتے ہیں کہ جب کسی بستی میں کوئی مقتول پایا جائے تو مدعی علیہم سمیت ان کے پچاس آدمیوں سے قسمیں لی جائیں گی اور اگر وہ پچاس سے کم ہوں تو ان پر قسمیں لوٹائی جائیں گی الاول فالاول۔

عن الزھری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قضی فی القسامۃ ان الیمین علی المدعی علیھم [۵۴]

زہری بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسامت میں یہ فیصلہ کیا کہ قسم مدعی علیہم پر ہوگی۔

اس حدیث کو امام طحاوی نے بھی روایت کیا ہے۔ [۵۵]

ان عمر بن عبدالعزیز بدأ بالمدعی علیھم بالیمین ثم ضمنھم العقل [۵۶]

عمر بن عبدالعزیز پہلے مدعی علیہم سے قسم کی ابتداء کی پھر ان پر دیت لازم کردی۔

(حواشی صفحہ سابقہ) ......

[۴۸] امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۱۱۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ

[۴۹] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۸ ص ۱۲۴-۱۲۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[۵۰] علامہ علی متقی ہندی بن حسام الدین برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۵ ص ۱۴۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبع الخامس ۱۴۰۵ھ

---

[۵۱] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۳۶-۳۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

[۵۲] علامہ علی متقی ہندی بن حسام الدین برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۵ ص ۱۴۳، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[۵۳] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۳۸۱-۳۸۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[۵۴] " " " " ، المصنف ج ۹ ص ۳۸۴، " " "

[۵۵] امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۱۱۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ

[۵۶] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۳۸۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

اس حدیث کو امام عبد الرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

عن سعید بن المسیب انہ کان یری القسامة علی المدعی علیہم۔ [2]

سعید بن مسیب یہ کہتے تھے کہ قسامت مدعیٰ علیہم پر ہے۔

مدعی پر قسم لازم کرنے کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

ہر چند کہ احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور فقہاء تابعین کے فتاویٰ سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ قسامت میں مدعیٰ علیہ پر قسم لازم ہوتی ہے اور مدعی پر قسم نہیں ہوتی تاہم یہ بات وضاحت طلب ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمن بن سہل اور حضرت حویصہ اور محیصہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اتحلفون وتستحقون دم صاحبکم "کیا تم حلف اٹھاؤ گے اور اپنے صاحب کے خون کا استحقاق کو حاصل کرو گے؟" اور یہ مدعی پر قسم کا واضح ثبوت ہے۔

شمس الائمہ سرخسی حنفی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ان الفاظ کی زیادتی صحیح نہیں ہے (واضح رہے کہ صحیحین کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں یہ زائد الفاظ نہیں ہیں اور صرف مدعیٰ علیہ یعنی یہود پر قسم کا ذکر ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) محدثین کی تحقیق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اتحلفون وتستحقون دم صاحبکم" یہ کلمات نہیں فرمائے۔ اور اگر بالفرض آپ نے یہ کلمات فرمائے ہیں تو آپ نے یہ کلمات بر سبیل ارشاد نہیں بلکہ بر سبیل انکار فرمائے ہیں، کیونکہ اگر آپ بر سبیل ارشاد یہ کلمات فرماتے تو یوں فرماتے: "فتحلفون فتستحقون دم صاحبکم" "کیا تم حلف اٹھا کر اپنے صاحب کا خون حاصل کرو گے؟" اور اتحلفون وتستحقون دم صاحبکم۔ "کیا تم حلف اٹھاؤ گے اور اپنے صاحب کے خون کا حق لے لو گے؟" یہ ارشاد بر سبیل انکار ہے یعنی تم کو ایسا نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اتأتون الذکران من العالمین وتذرون ما خلق لکم ربکم من ازواجکم۔ "کیا تم دنیا کے مردوں سے اپنی شہوت پوری کرو گے اور اپنی ان بیویوں کو چھوڑ دو گے جن کو تمہاری خاطر تمہارے رب نے پیدا کیا ہے؟" یعنی تم ایسا مت کرو، اسی طرح آپ نے فرمایا کیا تم قسم کھاؤ گے؟ یعنی قسم مت کھاؤ، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں تحلفون بغیر ہمزہ استفہام کے ہے لیکن دوسری احادیث صحیحہ میں ہمزہ استفہام کا ذکر ہے جو حذف پر قرینہ ہے۔ نیز بعض اوقات ہمزہ استفہام مقدر ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: تریدون عرض الدنیا یعنی اتریدون عرض الدنیا "کیا تم متاع دنیا کا ارادہ کرتے ہو؟" جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ یہ لوگ یہود کی قسموں کو رد کر کے طریقہ جاہلیت کی طرف راغب ہو رہے ہیں تو آپ نے اظہار ناراضگی کے طور پر فرمایا کیا تم قسم کھاؤ گے اور اپنا حق ثابت کرو گے؟ اور جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کو سمجھ لیا تو انھوں نے کہا کہ ہم بغیر دیکھے کسی چیز پر کیسے قسم کھا سکتے ہیں! [3]

---

[1] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۲۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

[2] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵، المصنف ج ۹ ص ۳۸۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[3] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۶ ص ۱۰۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

ائمہ ثلاثہ کا دوسرا استدلال اس حدیث سے ہے۔ امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر الا فی القسامۃ۔[1]

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدعی پر گواہ پیش کرنا ہے اور منکر (مدعیٰ علیہ) پر قسم ہے ماسوا قسامت کے۔

ائمہ ثلاثہ یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عام قاعدہ یہی ہے کہ مدعی پر قسم ہوتی ہے مگر قسامت میں مدعیٰ علیہ پر قسم ہوتی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی زنجی ہے جس کا نام مسلم بن خالد ہے جو امام شافعی کا استاذ ہے اور یہ ضعیف ہے خود امام بیہقی نے سنن کبریٰ کے "باب ان التراویح بالجماعۃ افضل" میں اس کی تصریح کی ہے۔ ابن مدینی نے کہا یہ لیس بشئی ہے اور امام بخاری اور امام ابوزرعہ نے کہا یہ منکر الحدیث ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ ابن جریج کا عمرو بن شعیب سے سماع نہیں ہے۔ خود امام بیہقی نے سنن کبریٰ کے باب "وجوب الفطرۃ علی اہل البادیہ" میں امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ ابن جریج کا عمرو بن شعیب سے سماع نہیں ہے تیسرا جواب یہ ہے کہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے استدلال متنازع فیہ ہے چوتھا جواب یہ ہے کہ زنجی نے باوجود ضعف کے عبدالرزاق، حجاج اور قتادہ کی مخالفت کی ہے کیونکہ الغوں نے ابن جریج کی عمرو سے یہ روایت مرسلاً بیان کی ہے، امام دار قطنی نے اپنی سنن میں بھی یہی لکھا ہے[2] علامہ بدرالدین عینی نے ان چار جوابوں کے علاوہ اور بھی متعدد جوابات دیے ہیں اور بہت غامض علمی ابحاث رقم فرمائی ہیں۔ ان سے استفادہ کے لیے اہل علم اصل کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔

حدیث قسامت کے دیگر مسائل

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ خون میں قسامت مشروع ہے۔ یہ زمانہ جاہلیت کا طریقہ تھا جس کو اسلام نے مقرر رکھا، دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ جب ایک معاملہ کچھ لوگوں کے درمیان مشترک ہو تو جو ان میں بڑا ہو اس کو گفتگو کرنی چاہیے، تیسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ حدود کے مطالبہ میں وکالت صحیح ہے، چوتھا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ حاضر کی وکالت بھی جائز ہے کیونکہ مقتول کے ولی حضرت عبدالرحمن بن سہل تھے اور ان کی موجودگی میں حضرت حویصہ اور حضرت محیصہ نے اس مسئلہ پر گفتگو کی جو ان کے چچا زاد بھائی تھے۔[3]

قسامت کی شرعی فلاسفی

علامہ عبدالقادر عودہ لکھتے ہیں: قسامت کو انسانی جان کی حفاظت کے لیے مشروع کیا گیا ہے، کیونکہ شریعت اسلامیہ کی یہ شدید خواہش ہے کہ انسانی خون بے کار اور رائیگاں نہ جائے اور چونکہ قتل کرنے والا قتل کے لیے ایسی جگہ منتخب کرتا ہے جس میں اس کو کوئی نہ دیکھ سکے اور اس

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۱۲۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۰-۵۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[3] ″ ″ ″ ″ ، عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۰،

کے خلاف کوئی شہادت نہ دی جا سکے، اس لیے اسلامی شریعت نے انسانی جان کی حفاظت کو بہت اہمیت دی ہے اور قسامت کا قانون بنایا۔ اسی وجہ سے امام احمد نے یہ فرمایا کہ جو شخص طواف خانہ کعبہ یا جمعہ کے اژدحام میں کچلا جانے کی وجہ سے فوت ہو جائے اس کی دیت بیت المال پر واجب ہوگی، اسحٰق کا بھی یہی قول ہے اور حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے، کیونکہ سعید نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص عرفہ کی بھیڑ میں کچلا گیا اس کے ورثاء نے حضرت عمر کے پاس آ کر شکایت کی، حضرت عمر نے فرمایا: تم اس کے قاتلین کے خلاف گواہ لاؤ، اس پر حضرت علی نے فرمایا: اے امیر المومنین مسلمان کا خون رائیگاں نہیں جاتا، اگر آپ کو اس کے قاتل کا علم ہے تو فبہا ورنہ بیت المال سے اس کی دیت ادا کیجیے، اور حسن اور زہری نے کہا جو شخص بھیڑ میں کچلا جائے اس کی دیت حاضرین پر ہے، کیونکہ انھیں کی وجہ سے قتل ہوا ہے۔ اور حدیث قسامت میں بھی اس کی تائید ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کی دیت ادا کر دی تھی

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک قسامت کا سبب اس سے بھی زیادہ دقیق ہے کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ جس علاقہ میں کسی مسلمان کی لاش پائی گئی ہے اس کے قتل کا سبب اس علاقہ والوں کی غفلت اور کوتاہی ہے۔ ان پر لازم تھا کہ وہ اس شخص کی حفاظت اور مدد کرتے اور اس شخص کو قتل ہونے سے محفوظ رکھتے اور جب انھوں نے ایسا نہیں کیا اور ان کی غفلت اور تقصیر کی وجہ سے ایک مسلمان شخص قتل کر دیا گیا تو اس کی تلافی اور تدارک کی یہی صورت ہے کہ اس علاقہ کے پچاس آدمی قسم کھائیں اور اس مسلمان شخص کی دیت ادا کریں۔ [۱]

قسامت کی بحث میں یہ آخری چیز تھی جس کو ہم پیش کرنا چاہتے تھے۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

باب ۵۴۵ حُكْمِ الْمُحَارِبِيْنَ وَالْمُرْتَدِّيْنَ

ڈاکوؤں اور مرتدوں کے احکام

۴۲۴۰ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ هُشَيْمٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ وَحُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ نَاسًا مِنْ عُرَيْنَةَ قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَاجْتَوَوْهَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ شِئْتُمْ أَنْ تَخْرُجُوا إِلَى إِبِلِ الصَّدَقَةِ فَتَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا فَفَعَلُوا فَصَحُّوا ثُمَّ مَالُوا عَلَى الرِّعَاءِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرینہ کے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ آئے انھیں وہاں کی آب و ہوا موافق نہیں آئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اگر تم چاہو تو صدقہ کی اونٹنیوں کے باڑے میں جاؤ اور ان کا دودھ اور پیشاب پیو، انھوں نے اسی طرح کیا اور تندرست ہو گئے پھر انھوں نے اونٹوں کے چرواہوں پر حملہ کیا اور ان کو قتل کر دیا اور دین اسلام سے مرتد ہو گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ لے کر بھاگ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کے تعاقب میں لوگوں کو بھیجا، ان کو پکڑ کر لایا گیا، آپ نے ان کے ہاتھوں اور پیروں کو کٹوا دیا اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروائیں اور ان کو تپتے ہوئے میدان میں چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔

[۱] علامہ عبدالقادر عودہ، التشریع الجنائی ج ۲ ص ۳۲۸ - ۳۲۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت

فَقَتَلُوهُمْ وَارْتَدُّوا عَنِ الْإِسْلَامِ وَسَاقُوا ذَوْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ فِي أَثَرِهِمْ فَأُتِيَ بِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَلَ أَعْيُنَهُمْ وَتَرَكَهُمْ فِي الْحَرَّةِ حَتّٰى مَاتُوا۔

۴۲۲۱ - حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ أَبِي عُثْمَانَ حَدَّثَنِي أَبُو رَجَاءٍ مَوْلٰى أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ حَدَّثَنِي أَنَسٌ أَنَّ نَفَرًا مِنْ عُكْلٍ ثَمَانِيَةً قَدِمُوا عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعُوهُ عَلَى الْإِسْلَامِ فَاسْتَوْخَمُوا الْأَرْضَ وَسَقِمَتْ أَجْسَامُهُمْ فَشَكَوْا ذٰلِكَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَلَا تَخْرُجُونَ مَعَ رَاعِينَا فِي إِبِلِهِ فَتُصِيبُونَ مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا فَقَالُوا بَلٰى فَخَرَجُوا فَشَرِبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا فَصَحُّوا فَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَطَرَدُوا الْإِبِلَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ فَأُدْرِكُوا فَجِيءَ بِهِمْ فَأَمَرَ بِهِمْ فَقُطِعَتْ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ وَسُمِرَ أَعْيُنُهُمْ ثُمَّ نُبِذُوا فِي الشَّمْسِ حَتّٰى مَاتُوا وَقَالَ ابْنُ الصَّبَّاحِ فِي رِوَايَتِهِ وَاطَّرَدُوا النَّعَمَ وَقَالَ وَسُمِرَتْ أَعْيُنُهُمْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ عکل کے آٹھ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے انھوں نے آپ سے اسلام پر بیعت کی، ان کو اس جگہ کی آب و ہوا راس نہیں آئی اور ان کے جسم کمزور ہو گئے اور وہ بیمار ہو گئے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، آپ نے فرمایا تم ہمارے چرواہوں کے ساتھ اونٹوں کے باڑے میں کیوں نہیں جاتے، وہاں جا کر ان کا دودھ اور پیشاب پیو، انھوں نے کہا کیوں نہیں! وہ وہاں گئے اور انھوں نے اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پیا پھر وہ تندرست ہو گئے انھوں نے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کے تعاقب میں لوگوں کو روانہ کیا، وہ پکڑے گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کو لایا گیا، آپ نے ان کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹنے کا حکم دیا اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں، پھر ان کو دھوپ میں ڈال دیا گیا تا آنکہ وہ مر گئے۔ ابن الصباح کی روایت میں ہے واطردوا النعم اور سمرت اعینہم۔

۴۲۲۲ - وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عکل یا عرینہ کے کچھ

... حَدِيثِ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ مَوْلَى أَبِي قِلَابَةَ قَالَ قَالَ أَبُو قِلَابَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَدِمَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمٌ مِنْ عُكْلٍ أَوْ عُرَيْنَةَ فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ فَأَمَرَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِقَاحٍ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا بِمَعْنَى حَدِيثِ حَجَّاجِ بْنِ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ وَسُمِرَتْ أَعْيُنُهُمْ وَأُلْقُوا فِي الْحَرَّةِ يَسْتَسْقُونَ فَلَا يُسْقَوْنَ.

لوگ آئے، ان کو مدینہ کی آب و ہوا راس نہیں آئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اونٹنیوں کے بارے میں جاننے کا حکم دیا، اور ان سے فرمایا کہ وہ اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پیئیں۔ جس طرح حجاج بن ابی عثمان کی روایت میں ہے، اور کہا کہ ان کی آنکھوں میں سلائیاں ڈال دی گئیں اور ان کو میدان میں ڈال دیا گیا۔ وہ پانی مانگتے رہے لیکن ان کو پانی نہیں دیا گیا۔

۴۳۴۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ حَدَّثَنَا أَزْهَرُ السَّمَّانُ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ مَوْلَى أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا خَلْفَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَقَالَ لِلنَّاسِ مَا تَقُولُونَ فِي الْقَسَامَةِ فَقَالَ عَنْبَسَةُ قَدْ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ كَذَا وَكَذَا فَقُلْتُ إِيَّايَ حَدَّثَ أَنَسٌ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمٌ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ أَيُّوبَ وَحَجَّاجٍ قَالَ أَبُو قِلَابَةَ فَلَمَّا فَرَغْتُ قَالَ عَنْبَسَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ قَالَ أَبُو قِلَابَةَ فَقُلْتُ أَتَتَّهِمُنِي يَا عَنْبَسَةُ قَالَ لَا هَكَذَا حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ لَنْ تَزَالُوا بِخَيْرٍ يَا أَهْلَ الشَّامِ مَا دَامَ فِيكُمْ هَذَا أَوْ مِثْلُ هَذَا۔

ابو قلابہ کہتے ہیں کہ میں عمر بن عبد العزیز کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ انھوں نے لوگوں سے کہا تمہاری قسامت کے بارے میں کیا رائے ہے؟ عنبسہ نے کہا حضرت انس بن مالک نے اس اس طرح حدیث بیان کی ہے، میں نے کہا مجھے بھی حضرت انس نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قوم آئی اور ایوب اور حجاج کی سند کی مثل حدیث بیان کی، ابو قلابہ کہتے ہیں کہ جب میں فارغ ہوا تو عنبسہ نے کہا سبحان اللہ! ابو قلابہ نے کہا میں نے کہا اے عنبسہ کیا تم مجھے تہمت لگا رہے ہو؟ انھوں نے کہا نہیں! ہمیں بھی حضرت انس نے اسی طرح حدیث بیان کی ہے۔ اے اہل شام تم لوگ اس وقت تک بخیر رہو گے جب تک تم میں ایسا شخص (یعنی ابو قلابہ) موجود رہے گا۔

۴۲۴۴۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا مِسْكِينٌ وَهُوَ ابْنُ بُكَيْرٍ الْحَرَّانِيُّ أَخْبَرَنَا الأَوْزَاعِيُّ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنِ الأَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَةُ نَفَرٍ مِنْ عُكْلٍ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ وَلَمْ يَحْسِمْهُمْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبیلہ عکل کے آٹھ آدمی آئے آگے حسب سابق حدیث ہے۔

۴۲۴۵۔ وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَرٌ مِنْ عُرَيْنَةَ فَأَسْلَمُوا وَبَايَعُوهُ وَقَدْ وَقَعَ بِالْمَدِينَةِ الْمُومُ وَهُوَ الْبِرْسَامُ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ وَزَادَ وَعِنْدَهُ شَبَابٌ مِنَ الأَنْصَارِ قَرِيبٌ مِنْ عِشْرِينَ فَأَرْسَلَهُمْ إِلَيْهِمْ وَبَعَثَ مَعَهُمْ قَائِفًا يَقْتَصُّ أَثَرَهُمْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرینہ کی ایک جماعت آئی وہ اسلام لائے اور انہوں نے آپ سے بیعت کی، اور مدینہ میں موم یعنی برسام کی بیماری پھیل گئی پھر اسانید سابقہ کی مثل حدیث بیان کی، اور اس میں یہ زیادہ ہے کہ آپ کے پاس بیس کے لگ بھگ انصاری نوجوان بیٹھے تھے۔ آپ نے انہیں ان کے تعاقب میں بھیجا اور ان کے ساتھ ایک کھوجی بھی بھیجا جو ان کے نشان قدم پہچان سکے۔

(ف) علامہ نووی کہتے ہیں کہ برسام اس بیماری کو کہتے ہیں جس میں عقل فاسد ہو جاتی ہے اور سر اور سینہ پر ورم آجاتا ہے۔ بحر الجواہر میں ہے کہ برسام اس بیماری کو کہتے ہیں جس میں جگر اور معدہ کے درمیانی پردے پر ورم آجاتا ہے۔

۴۲۴۶۔ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ وَفِي حَدِيثِ هَمَّامٍ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطٌ مِنْ عُرَيْنَةَ وَفِي حَدِيثِ سَعِيدٍ مِنْ عُكْلٍ وَعُرَيْنَةَ بِنَحْوِ

ہمام کی روایت میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرینہ کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، سعید کی روایت میں ہے، عکل اور عرینہ سے وہ جماعت حاضر ہوئی جیسا کہ روایات سابقہ میں ہے۔

حدیثہم۔

۴۲۴۷۔ وَحَدَّثَنِی الْفَضْلُ ابْنُ سَهْلٍ الْأَعْرَجُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِنَّمَا سَمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْيُنَ أُولَئِكَ لِأَنَّهُمْ سَمَلُوا أَعْيُنَ الرِّعَاءِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں سلائیاں اس لیے پھرائی تھیں کیونکہ انھوں نے چرواہوں کی آنکھوں میں سلائیاں پھیری تھیں۔

واقعہ عرینہ کی تاریخ عُکل یا عُرینہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے، بیمار پڑنے بعدازاں اونٹنیوں کے دودھ اور پیشاب سے علاج کرانے اور اس کے بعد قتل و غارت گری کرنے اور اس کی سزا پانے کا واقعہ چھ ہجری میں ہوا ہے۔

امام ابن سعد لکھتے ہیں: حضرت کرز بن جابر فہری کا لشکر شوال چھ ہجری میں عرینیوں کی جانب روانہ ہوا۔ اس کے بعد امام ابن سعد نے تفصیل سے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ انھیں مدینہ سے چھ میل دور قباء کی جانب ایک جگہ اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پینے کے لیے بھیجا تھا۔ وہ پندرہ اونٹنیاں لے کر بھاگ گئے تھے، اور ان میں سے ایک اونٹنی کو ذبح کر دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام یسار نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کا پیچھا کیا تھا اور ان سے جنگ کی، انھوں نے حضرت یسار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پیر کاٹ ڈالے، ان کی زبان اور آنکھوں میں کانٹے گاڑ دیے حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کے تعاقب میں بیس سواروں کا ایک دستہ روانہ کیا اور حضرت کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ کو اس دستہ کا امیر مقرر کیا وہ ان کو گرفتار کر کے مدینہ لے آئے پھر آپ کے حکم سے ان کے ہاتھ اور پیر کاٹ دیے گئے، ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور ان کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی: انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیہم وارجلہم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لہم خزی فی الدنیا ولہم فی الاخرۃ عذاب عظیم o الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیہم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم۔ (مائدہ: ۳۳-۳۴)

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین پہ فساد کی کوشش کرتے ہیں (ڈاکہ ڈالتے ہیں) ان کی یہی سزا ہے کہ وہ چن چن کر قتل کیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف طرفوں سے کاٹے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیے جائیں۔ یہ ان کی (فقط) دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے البتہ جو لوگ تمہارے قابو کرنے سے پہلے توبہ کر لیں تو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ہے۔" اس واقعہ کے بعد آپ نے آنکھوں میں گرم سلائیاں نہیں پھیریں۔ [1]

علامہ سہیلی نے اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ ذی قرد سے واپس

[1] امام محمد بن سعد واقدی متوفی ۲۳۰ھ، طبقات کبریٰ ج ۲ ص ۹۳، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

آنے کے بعد یہ واقعہ پیش آیا (غزوہ ذی قرد چھ ہجری میں ہوا تھا۔ سعیدی) ۔ [1]

حلال جانوروں کے پیشاب کی نجاست میں مذاہب اور نجس چیزوں سے علاج کا بیان۔

علامہ ابو عبد اللہ ابی وشتانی مالکی لکھتے ہیں: قاضی عیاض مالکی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں فقہاء مالکیہ کی دلیل ہے کہ حلال جانوروں کے فضلات پاک ہوتے ہیں اور جو فقہاء ان کے فضلات کو نجس کہتے ہیں وہ اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ ضرورت کی بناء پر حرام چیزوں سے علاج کرنا جائز ہے۔ علامہ نووی کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ حلال جانوروں کے فضلات نجس ہیں اور ہمارے فقہاء نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ ان کو اونٹنیوں کا پیشاب پلانا علاج کی ضرورت سے تھا، اور ہمارے نزدیک خمر (انگور کی شراب) اور دیگر نشہ آور چیزوں کے سوا ہر نجس چیز کے ساتھ علاج کرنا جائز ہے۔

علامہ خطابی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں دوا اور علاج کا ثبوت ہے، اور یہ کہ ہر انسان کا علاج اس کی عادات کے مطابق کرنا چاہیے کیونکہ وہ لوگ گنوار اور جنگلی تھے ان کی عادت تھی کہ وہ اونٹنیوں کا پیشاب اور دودھ پی لیتے تھے اور وہ جنگلوں میں رہنے والے تھے، جب وہ شہر میں داخل ہوئے اور اپنی مانوس آب وہوا اور غذاؤں کو چھوڑ آئے تو بیمار پڑ گئے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مانوس اور مزاج کے مطابق غذا کی ہدایت دی اور جب انھوں نے اپنی مانوس اور مالوف غذا کھائی تو صحت مند اور فربہ ہو گئے۔ [2]

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: امام مالک نے اس حدیث سے حلال جانوروں کے پیشاب کی طہارت پر استدلال کیا ہے، امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے اور محمد بن حسن اصطخری شافعی اور رویانی شافعی کا بھی یہی موقف ہے، شعبی، عطاء، نخعی، زہری، ابن سیرین، حکم اور ثوری کا بھی یہی قول ہے اور ابو داؤد بن علیہ نے کہا ہے کہ انسان کے سوا ہر جاندار کا پیشاب پاک ہے، خواہ وہ حیوان حرام ہی کیوں نہ ہو۔ اور امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام ابو یوسف، ابو ثور اور دوسرے کثیر فقہاء کا یہ نظریہ ہے کہ تمام پیشاب نجس ہیں (ماسوا اس مقدار کے جو معاف ہے) اور حدیث عرینین کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ ضرورت کی وجہ سے تھا، اور اس میں یہ دلیل نہیں ہے کہ بغیر ضرورت کے بھی پیشاب پینا مباح ہے، کیونکہ کتنی چیزیں ایسی ہیں جو ضرورت کی وجہ سے مباح ہوتی ہیں اور بغیر ضرورت کے مباح نہیں ہوتیں، مثلاً مردوں پر ریشم پہننا حرام ہے لیکن جنگ، خارش اور شدید سردی میں جب اور کسی جائز چیز سے تدارک نہ ہو سکے تو مردوں کے لیے ریشم پہننا مباح ہے، اور شریعت میں اس کی بہت مثالیں ہیں اور اس کا تسلی بخش جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے معلوم ہو گیا تھا کہ ان کی شفاء اس سے ہو گی اور جب شفاء کا یقین ہو تو حرام چیز سے علاج جائز ہے، جیسا کہ شدید بھوک اور پیاس میں مردار کھانا اور شراب پینا جائز ہے۔ ہاں اس وقت حرام چیز سے علاج جائز نہیں ہے جب حرام چیز سے شفاء کا حصول یقینی نہ ہو، شیخ ابن حزم نے کہا کہ یہ بات یقیناً صحیح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پیشاب پینے کا حکم بطور دوا دیا تھا، اور وہ اس علاج سے صحیح ہو گئے، اور علاج ضرورت کے قائم مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: الا ما اضطررتم الیہ۔

---

[1] ۔ علامہ ابو القاسم عبد الرحمان بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ ھ، الروض الانف ج ۲ ص ۳۶۵ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان

[2] ۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۴۰۹، مطبوعہ

اور انسان جس چیز کو کھانے اور پینے پر مجبور ہو جائے وہ حرام نہیں ہوتی۔ شمس الائمہ نے کہا کہ قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے اور جب اس میں دو احتمال نکل آئے تو یہ پیشاب کی طہارت پر حجت نہ رہی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے جان لیا تھا کہ ان کی شفاء پیشاب پینے سے حاصل ہو گی اور ہمارے لیے یہ علم ممکن نہیں ہے، یا جس طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو خارش یا جوؤں کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی تھی اور یہ اجازت ان کے ساتھ خاص تھی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے جان لیا تھا کہ یہ لوگ اللہ کے علم میں کافر ہیں اور مرتد ہو کر مریں گے، اور کافر کی شفاء کا نجس چیز سے حاصل ہونا کوئی بعید نہیں ہے۔ (علامہ عینی لکھتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے جان لیا تھا کہ ان کی شفاء پیشاب پینے سے حاصل ہو گی اور یہ چیز ہمارے زمانہ میں نہیں پائی جاتی۔ حتیٰ کہ جب ہم یہ فرض کریں کہ کسی طبیب نے کسی شخص کے مرض کو اپنی قوت علم سے سمجھ لیا اور اس نے یہ جان لیا کہ اس کا مرض حرام چیز کے کھانے سے زائل ہو گا تو اس مریض کے لیے اس چیز کا کھانا جائز ہے جیسا کہ شدید پیاس کے وقت خمر (انگوری شراب) کا پینا جائز ہے اور شدید بھوک کے وقت مردار کا کھانا جائز ہے، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال کرنا زیادہ اولیٰ ہے: استنزھوا من البول فان عامۃ عذاب القبر منہ "پیشاب سے اجتناب کرو کیونکہ عموماً عذاب قبر پیشاب کے سبب سے ہوتا ہے"۔ یہ حدیث امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے اور امام ابن خزیمہ اور دیگر ائمہ حدیث نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور اس حدیث کی وعید کا تقاضا یہ ہے کہ ہر قسم کے پیشاب سے اجتناب کرنا واجب ہے۔ [1]

شمس الائمہ سرخسی حنفی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرام چیزوں کے ساتھ علاج جائز نہیں ہے اور امام ابویوسف کے نزدیک جائز ہے۔ [2] علامہ ابن ہمام نے بھی یہی لکھا ہے۔ [3]

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی لکھتے ہیں: ہمارے مشائخ میں حرام چیزوں کے ساتھ علاج کرنے میں اختلاف ہے۔ نہایہ میں ذخیرہ سے منقول ہے، حرام چیز سے علاج کرنا اس وقت جائز ہے جب یہ علم ہو کہ اسی میں شفاء ہے اور اس کے علاوہ دوسری دوا کا علم نہ ہو، اور قاضی خان میں نصر بن سلام سے نقل کر کے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم "اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفاء اس چیز میں نہیں رکھی جو تم پر حرام کر دی ہے"۔ ان چیزوں پر محمول ہے جن میں شفاء نہیں ہے، لیکن جس چیز میں شفاء ہو اس کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ پیاسے آدمی کے لیے ضرورت کی وجہ سے خمر (انگوری شراب) پینا جائز ہے صاحب ہدایہ نے تجنیس میں اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ [4]

---

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۵۵۔ ۱۵۴ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ ھ، المبسوط ج ۱ ص ۵۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ ھ

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ ھ، فتح القدیر ج ۸ ص ۴۴۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۱۱۶ مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ ھ۔

امام ابو یوسف کے قول اور متاخرین مشائخ حنفیہ کے اقوال کی بنا پر تمام ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک دواؤں کا استعمال کرنا جائز ہے اس کی مکمل تفصیل اور تحقیق کے لیے شرح صحیح مسلم ج ۲ کتاب الجنائز کو ملاحظہ فرمائیں۔

عرینیین کو آگ کا عذاب دینے اور پانی نہ دینے کی توجیہات

ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنے کا حکم دیا اور یہ آگ سے عذاب دینا ہے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آگ کے ساتھ عذاب دینے سے منع فرمایا ہے۔ علامہ بدرالدین عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت محاربہ اور حدود کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے اور مثلہ کرنے سے ممانعت منسوخ ہو چکی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ منسوخ نہیں ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل بطور قصاص تھا کیونکہ انھوں نے چرواہوں کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا اور برائی کا بدلہ اسی قسم کی برائی کے ساتھ دیا جاتا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ مثلہ سے ممانعت تنزیہی ہے تحریمی نہیں ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ جس شخص کو قتل کرنا واجب ہو اور وہ پانی مانگے تو اس کو پانی سے روکا نہیں جائے گا تا کہ اس پر دو عذاب جمع نہ ہوں پھر کیا وجہ ہے کہ جب انھوں نے پانی مانگا تو ان کو پانی نہیں دیا گیا۔ علامہ بدرالدین عینی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ ان کو ان کے جرم کی سزا کے طور پر پانی نہیں دیا گیا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعا کی تھی "جنھوں نے آج رات آل محمد کو پیاسا رکھا ہے اللہ ان کو پیاسا رکھے۔" (سنن نسائی) اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی، اس کا سبب امام ابن سعد نے یہ روایت کیا ہے کہ ان اونٹنیوں کا دودھ ہر رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پہنچایا جاتا تھا ـــ جس رات وہ اونٹنیوں کو چرا کر لے گئے اس رات آپ کے گھر دودھ نہیں پہنچ سکا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ مرتد ہو گئے تھے اور مرتد کا کوئی احترام نہیں ہے اور قاضی عیاض نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پانی پلانے سے نہیں روکا تھا لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پانی مانگنے پر مطلع ہو گئے تھے اور آپ کا سکوت فرمانا ممانعت کی دلیل ہے۔ علامہ نووی نے کہا کہ ڈاکوؤں کو پانی پلانے یا ان کے کسی اور تقاضے کو پورا کرنے کا کوئی احترام نہیں ہے، اور اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس صرف وضو کے لیے پانی ہو تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مرتد کو پانی پلا کر تیمم کرے خواہ مرتد پیاسا مر جائے۔ علامہ خطابی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ یہ سلوک اس لیے کیا تھا کہ آپ نے اس فعل سے ان کو ہلاک کر لینے کا ارادہ کیا تھا اس جواب کا ضعف ظاہر ہے اور ایک جواب یہ ہے کہ ان کو پیاسا مارنے میں حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اونٹنیوں کے دودھ کی جو نعمت عطا کی تھی جس سے ان کو شفا حاصل ہوئی تھی۔ انھوں نے اس کا کفران نعمت کیا لیکن یہ جواب بھی ضعیف ہے۔[1]

کیا عرینیین کو ان کے جرم سے زیادہ سزا دی گئی؟

بعض ملاحدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سزا پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ نے العیاذ باللہ بہت ... سزا دی ہے، لیکن اگر عرینیین کے جرم کو دیکھا جائے تو اس کے مقابلہ میں یہ

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۵۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ

کوئی بڑی سزا نہیں ہے۔ عرینیین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھوک، پیاس اور بیماری کی حالت میں آئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں رہنے کی جگہ دی، ان کے کھانے پینے کا بندوبست کیا ان کی بیماری کا شافی علاج کیا، انھوں نے اس کا صلہ یہ دیا کہ اسلام سے مرتد ہو گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کو لے کر بھاگ گئے۔ اونٹنیوں کے محافظوں کو قتل کر دیا، ان کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے اور ان کی آنکھوں میں کلنشے چبھوئے، بلاشبہ یہ لوگ اس بات کے مستحق تھے کہ ان کو بڑے سے بڑا اور بھاری سے بھاری عذاب دیا جاتا۔ ہمیں ان لوگوں کی فکر پر حیرت ہوتی ہے جو مجرموں کے بڑے سے بڑے جرم کو ہلکا اور معمولی خیال کرتے اور جرم کی سزا کو بڑا گمان کرتے ہیں۔

کیا عرینیین کو سزا دینا حضور کی رحمت کے منافی تھا؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت للعالمینی کا تقاضا یہ تھا کہ آپ انھیں معاف فرما دیتے کیونکہ آپ کا یہ خلق مشہور ہے کہ آپ کافروں سے بھی درگزر فرماتے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ اپنی ذات کا کبھی انتقام نہیں لیتے تھے، لیکن اسلامی حدود کو جاری کرنے میں آپ سے بڑھ کر کوئی سخت نہیں تھا۔ ان کے پانچ جرم تھے انھوں نے اسلام کے بعد کفر کیا اور مرتد ہو گئے، انھوں نے ڈاکہ ڈالا، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظوں کو قتل کیا، ان کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے اور ان کی آنکھوں میں کلنشے چبھوئے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مسلمانوں کا قصاص لیا اور ان پر اللہ تعالیٰ کی حدود کو جاری کر دیا!

آیات محاربہ کا شان نزول

ڈاکوؤں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ آیات نازل فرمائی ہیں

انما جزؤا الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم ۝ الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم ۝ (مائدہ ۵ : ۳۳، ۳۴)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے پھرتے ہیں اور زمین پر فساد کی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں (یعنی ڈاکہ ڈالتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ چُن چُن کر قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں، یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف جانبوں سے کاٹ دیے جائیں یا وہ شہر بدر کر دیے جائیں، یہ ان کی دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ ماسوا ان لوگوں کے جو تمہارے گرفتار کرنے سے پہلے توبہ کرلیں سو جان لو کہ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

امام رازی شافعی نے اس آیت کی تفسیر میں چار قول ذکر کیے ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ یہ آیت عرینیین کے بارے میں نازل ہوئی دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ابو برزہ اسلمی کی قوم کے متعلق نازل ہوئی ہے، اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ تھا، لوگوں نے ان کو قتل کر دیا اور ان کا مال لوٹ لیا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت بنو اسرائیل کے قاتلوں اور مفسدوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ یہ آیت مسلمان ڈاکوؤں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور اکثر فقہائے اسلام کا یہی نظریہ ہے اور اس کے ثبوت میں حسب ذیل دلائل ہیں۔

(۱)۔ مرتد کو قتل کرنا زمین میں فساد کرنے اور اللہ اور رسول سے جنگ کرنے پر موقوف نہیں ہے جبکہ اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور رسول سے جنگ کرے اور زمین میں فساد کرے اس کو قتل کیا جائے گا۔

(ب)۔ مرتد کے ہاتھ اور پاؤں کاٹنے اور اس کو شہر بدر کرنے پر اقتصار کرنا کافی نہیں ہے، جبکہ اس آیت کی رو سے یہ جائز ہے۔
(ج)۔ مرتد کو سولی پر چڑھانا مشروع نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیت مرتد کے ساتھ خاص نہیں ہے۔
(د)۔ اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو لوگ بھی اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہوں اور زمین میں فساد کرتے ہوں ان کو یہ سزائیں دی جائیں خواہ وہ لوگ کافر ہوں یا مسلمان۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ آیت کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اہل علم سے مخفی نہیں کہ اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے، خصوصیت مورد کا نہیں ہوتا۔ [۱]

حرابہ (ڈاکہ) کا لغوی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں: حَرْب کا معنی ہے جنگ، صلح کی ضد اور حَرْب کا معنی ہے کسی انسان کا سارا مال لوٹ لینا اور اس کو بالکل تہی دست چھوڑ دینا۔ [۲]

ڈاکہ کی اصطلاحی تعریف

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں باغیوں اور محاربین (ڈاکوؤں) میں فرق یہ ہے کہ باغی کسی تاویل سے حکومت کے خلاف جنگ کرتے ہیں اور ڈاکو بغیر کسی تاویل کے قتل اور غارت گری کرتے ہیں۔

فقہاء احناف نے حرابہ (ڈاکہ) کی تعریف کو سرقہ (چوری) کی تعریف کے ساتھ لاحق کر دیا ہے کیونکہ ڈاکہ بڑی چوری ہے مگر یہ مطلقاً چوری نہیں ہے کیونکہ خفیہ طریقہ سے کسی چیز کو لینا چوری کہلاتا ہے، چور، محافظ، امام یا مالک سے چھپ کر کوئی چیز لیتا ہے اور ڈاکو علانیہ مار دھاڑ کر کے لوٹتا ہے اس لیے ڈاکہ کا ضرر چوری سے زیادہ ہے یہی وجہ ہے کہ ڈاکہ کی سزا بھی چوری سے زیادہ رکھی گئی ہے۔

ڈاکو (قاطع الطریق یا محارب) ہر وہ مسلمان یا ذمی شخص ہے جس کی جان ڈاکہ ڈالنے سے پہلے محفوظ اور مامون ہو۔ اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص نے قتل کیا اور مال لوٹا اس پر حد قائم کرنا واجب ہے اور ولی مقتول کے معاف کر دینے اور لوٹا ہوا مال واپس کر دینے سے اس کی حد ساقط نہیں ہوگی۔ اور ڈاکو ہر ایسا فعل کرتے ہیں جس میں اس طریقہ سے مال کو لوٹا جائے کہ عادتاً اس مال کو بچانا مشکل ہو۔ [۳]

ڈاکہ کا رکن

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں: ڈاکہ کا رکن یہ ہے کہ کوئی شخص غلبہ سے مسافروں کا مال لوٹنے کے لیے اس طرح نکلے کہ مسافروں کا اس راستہ پر سفر کرنا مشکل ہو جائے خواہ ڈاکہ ڈالنے والا ایک فرد ہو یا جماعت، جبکہ ڈاکو کے پاس ڈاکہ ڈالنے کی قوت ہو خواہ اس کے پاس ہتھیار ہوں یا لاٹھی یا اینٹ یا پتھر ہوں کیونکہ ان میں سے ہر چیز کے ساتھ ڈاکہ ڈالا جا سکتا ہے، خواہ سب حملہ کریں یا بعض حملہ کریں اور بعض معاون ہوں۔ [۴]
اس سے معلوم ہو گیا کہ ڈاکو اس فرد یا گروہ کو کہتے ہیں جن کے پاس ایسی قوت ہو جس کا مقابلہ کرنا مسافروں کے لیے مشکل ہو اور وہ اپنی قوت سے مسافروں کا مال لوٹنے کا قصد کریں۔

---

[۱] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۳۹۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ
[۲] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی مصری متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس شرح القاموس ج ۱ ص ۲۰۴۔۲۰۵ مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، ۱۳۰۶ھ
[۳] ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۶ ص ۱۲۹۔۱۲۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۵ھ
[۴] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷ ص ۹۰ مطبوعہ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

ڈاکہ کی شرائط

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی نے ڈاکہ کی حسب ذیل شرائط بیان کی ہیں:

(۱)۔ ڈاکہ ڈالنے والا عاقل اور بالغ ہو اگر وہ بچہ یا مجنون ہے تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔

۲۔ ڈاکو مرد ہو اگر عورت نے ڈاکہ ڈالا ہے تو اس پر حد نہیں ہے، لیکن امام طحاوی کے نزدیک اس میں عورت اور مرد برابر ہیں۔ اور دونوں پر حد ہو گی، روایت مشہورہ کی وجہ یہ ہے کہ غلبہ سے مال لوٹنا عادتاً عورتوں سے متصور نہیں ہے۔ اور امام طحاوی کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح باقی حدود میں مردوں کی تخصیص نہیں ہے عورتوں پر بھی حد جاری ہوتی ہے۔ اسی طرح ڈاکہ میں بھی مردوں کی تخصیص نہیں ہو گی۔

۳۔ جن پر ڈاکہ ڈالا ہے وہ مسلمان یا ذمی ہوں، اگر ان غیر مسلموں پر ڈاکہ ڈالا ہے جو پاسپورٹ کے ذریعہ دارالاسلام میں آئے ہوں تو ڈاکوؤں پر حد نہیں ہے۔ (بلکہ تعزیر ہے)

۴۔ جن پر ڈاکہ ڈالا ہے وہ ڈاکوؤں کے محرم نہ ہوں۔

۵۔ جس چیز پر ڈاکہ ڈالا گیا ہے وہ قیمت والا مال ہو اور محفوظ ہو، اس میں کسی ڈاکو کا حق نہ ہو، نہ اس میں لینے کی کوئی تاویل ہو اور نہ تاویل کا کوئی شبہ ہو، نہ اس میں ڈاکو کی ملکیت ہو نہ ملکیت کی تاویل یا شبہ ہو اور وہ مال دس درہم کی مالیت سے کم نہ ہو (یعنی ۲۵ ء۲ تولہ چاندی جو ۶۱۸ ء ۳۰ گرام چاندی کے برابر ہے۔) اگر متعدد ڈاکو ہوں تو ہر ڈاکو کے حصہ دس درہم کی مالیت کا مال ہو اور ہر ڈاکو کے حصہ میں اتنا مال نہ آئے تو حد واجب نہیں ہو گی۔

۶۔ جس جگہ ڈاکہ ڈالا گیا ہے وہ جگہ دارالاسلام ہو اگر دارالحرب میں ڈاکہ ڈالا ہے تو حد واجب نہیں ہو گی، کیونکہ حد کو حاکم اسلام جاری کرتا ہے اور دارالحرب حاکم اسلام کی ولایت اور تصرف میں نہیں ہے، اس لیے وہ دارالحرب میں حد جاری کرنے پر قادر نہیں ہے (علامہ کاسانی نے جو وجہ بیان کی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دارالحرب میں جا کر ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کریں اور یہ کہ ناجائز طریقہ سے کفار کا مال لینا بہرحال گناہ ہے خواہ ان کا مال سود کے ذریعہ لیں یا قمار کے یا رشوت کے۔ سعیدی غفرلہٗ)

۷۔ جس جگہ ڈاکہ ڈالا گیا ہے وہ جگہ شہر نہ ہو، اگر کسی نے شہر میں ڈاکہ ڈالا ہے تو اس پر حد واجب نہیں ہو گی خواہ دن میں ڈاکہ ڈالا ہو یا رات میں اور خواہ ہتھیاروں کے ذریعہ ڈاکہ ڈالا ہو یا بغیر ہتھیاروں کے یہ استحسان ہے اور یہی امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا قول ہے اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ شہر میں ڈاکہ ڈالنے سے بھی حد واجب ہو گی اور یہ امام ابو یوسف کا قول ہے۔ قیاس کی وجہ یہ ہے کہ حد واجب ہونے کا سبب ڈاکہ ہے اور جب ڈاکہ ثابت ہو گیا تو حد واجب ہو گی خواہ شہر میں ڈاکہ ڈالا ہو۔ اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ قطع الطریق (ڈاکہ) سفر میں ہی متحقق ہو سکتا ہے، شہر میں راستے منقطع نہیں ہوتے کیونکہ اگر شہر میں ڈاکہ پڑے تو اس سے راستے منقطع نہیں ہوتے۔ ایک قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے غیر شہر کی قید اپنے زمانہ کے اعتبار سے لگائی ہے کیونکہ اس زمانہ میں شہر والے ہتھیاروں سے مسلح رہتے تھے اس لیے ڈاکوؤں کو شہر میں ڈاکہ ڈالنے کی قدرت نہیں تھی، اور اب شہر کے لوگوں نے ہتھیار رکھنے کی عادت چھوڑ دی ہے اس لیے اب شہر میں ڈاکہ ڈالنے سے بھی حد واجب ہو گی۔

۸۔ جس جگہ ڈاکہ ڈالا ہے اس جگہ اور شہر کے درمیان مسافت سفر ہو (یعنی اکسٹھ میل چھ سو چالیس گز) یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے قول پر شرط ہے، امام ابو یوسف کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے۔

شہر میں لوٹ مار کرنے کے ڈاکہ ہونے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں کہ شرح الطحاوی میں مذکور ہے کہ فتوی امام ابو یوسف کے قول پر ہے پھر علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ شہر میں ڈاکہ کی نفی پر اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ قطع الطریق جنگل میں ہی ہو سکتا ہے کیونکہ شہر میں ڈاکہ پڑنے سے راستے بند نہیں ہوتے یہ استدلال اس لیے غلط ہے کہ ڈاکہ کا نام قطع الطریق (راستہ منقطع کرنا) بعد میں پڑا ہے، اصل میں ڈاکہ اللہ کے بندوں سے جنگ کرنے کا نام ہے خواہ یہ شہر میں ہو یا جنگل میں۔[1]

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں: شہر میں ڈاکہ پر حد نہیں ہے خرقی کا ظاہر کلام یہی ہے، تجرید العنایہ میں ہے کہ یہی مشہور ہے۔ وجیز، منور اور منتخب الادمی میں بھی یہی مذکور ہے، محرر، نظم، رعایتین، حاوی صغیر اور ادراک العنایہ میں بھی اسی قول کو مقدم قرار دیا ہے۔ اور ابوبکر نے کہا کہ شہر اور جنگل کا ڈاکہ ایک حکم رکھتا ہے اور یہی مذہب ہے اکثر اصحاب کا یہی مختار ہے، مصنف اور شارح نے کہا یہ ابوبکر کا قول ہے اور اکثر اصحاب کا یہی مذہب ہے، شیخ تقی الدین نے کہا کہ یہ اکثرین کا قول ہے، فروع میں ہے کہ یہ اکثرین کا مختار ہے۔ علامہ مرداوی کہتے ہیں کہ ابوبکر، قاضی، شریف، ابو الخطاب اور شیرازی کا یہی قول ہے، خلاصہ میں اسی کو صحیح قرار دیا، فروع میں اسی کو مقدم قرار دیا، اس اختلاف کا منشاء یہ ہے کہ جب امام احمد سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے اس میں توقف کیا۔[2]

علامہ عبدری مالکی لکھتے ہیں: ابن شاس نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص رات کو مکان میں داخل ہو اور غلبہ سے مال لوٹ لے اور وہاں مدد نہ پہنچ سکے تو وہ ڈاکو ہے۔ اور علامہ ابن حاجب مالکی نے کہا ہے کہ کوئی شخص رات کو یا دن میں کسی مکان یا گلی میں داخل ہو کر اس طرح غلبہ سے مال لے کہ وہاں مدد نہ پہنچ سکے تو وہ محارب (ڈاکو) ہے۔[3]

علامہ حطاب مالکی ڈاکو کی تعریف میں لکھتے ہیں: محارب (ڈاکو) وہ شخص ہے جو راستہ منقطع کرے یا مسلم یا غیر مسلم (ذمی) کا مال اس طرح لے کہ وہاں مدد پہنچنا مشکل ہو۔[4]

علامہ حطاب مالکی نے جو ڈاکو کی تعریف میں عموم کو اختیار کیا ہے اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ڈاکہ میں عموم ہے شہر میں ہو یا جنگل میں۔

علامہ یحیی بن شرف نواوی شافعی لکھتے ہیں: اگر کوئی جماعت شہر میں جا کر ڈاکہ ڈالے یا کوئی لشکر کسی شہر میں یا بستی میں جا کر لوٹ مار کرے یا شہر کی ایک طرف سے دوسری طرف پر حملہ کرے اور شہر والے اگر مدد طلب کریں تو ان کو مدد نہ پہنچ سکتی ہو تو یہ ڈاکو (قطاع الطریق) ہیں اور اگر ان کو مدد پہنچ سکتی ہو تو یہ لٹیرے ہیں ڈاکو نہیں ہیں اور مدد کا نہ پہنچ سکنا یا تو حاکم کی کمزوری کی وجہ سے ہوتا ہے یا حاکم اور اس کے مددگاروں کے بُعد کی وجہ سے اور

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۱۸۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔
[2] علامہ ابو الحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ، الانصاف ج ۱۰ ص ۲۹۲-۲۹۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۷ھ
[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن ابی القاسم العبدری متوفی ۸۹۷ھ، التاج والاکلیل ج ۶ ص ۳۱۴، دار الفکر بیروت الطبعة الثانیہ ۱۳۹۸ھ
[4] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی متوفی ۹۵۴ھ، مواہب الجلیل ج ۶ ص ۳۱۴، دار الفکر بیروت، الطبعة الثانیہ، ۱۳۹۸ھ

اس قسم کے حالات میں فساد غالب آجاتے ہیں اور ان سے شریف لوگ مقابلہ نہیں کر سکتے، اور ان کی مدد کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور اگر کوئی جماعت رات کو کسی گھر میں داخل ہو اور ان پر غلبہ حاصل کرے اور حاکم کی قوت اور اس کے موجود ہونے کے باوجود گھر والوں کو مدد نہ پہنچ سکے تو زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ ڈاکو ہیں، قفال اور بغوی کی حتمی رائے یہی ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ چور ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ اچکے ہیں۔ [1]

شیخ ابن حزم ظاہری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے جس امتی نے میری امت کے خلاف خروج کیا اور میری امت کے اچھوں اور بروں کو مارا مومنوں سے درگذر نہیں کیا، اور ذمی کے عہد کا پاس نہیں کیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔" اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرب کا عموماً ذکر کیا ہے اور اس کو ہتھیار وغیرہ سے مقید نہیں فرمایا پس حرابہ ہتھیاروں کے ساتھ ہو یا بغیر ہتھیاروں کے اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور محارب (ڈاکو) وہ ہے جو راستہ پر چلنے والوں کو غلبہ سے ڈرائے اور زمین میں فساد کرے، خواہ اس کے پاس ہتھیار ہوں یا نہ ہوں رات ہو یا دن ہو، شہر ہو یا جنگل ہو یا خلیفہ کا محل ہو، وہ صحرا میں راستہ روکیں یا بستی کے گھروں میں رہنے والوں پر ڈاکہ ڈالیں اور خواہ شہر چھوٹا ہو یا بڑا۔ [2]

فقہاء اسلام کے ان کثیر حوالہ جات سے یہ واضح ہو گیا کہ ڈاکہ جنگل یا صحرا کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ جنگل ہو یا شہر رات ہو یا دن جب بھی کسی مسلمان یا ذمی کے مال کو کوئی فرد یا جماعت علانیہ ڈرا دھمکا کر یا مار دھاڑ اور غلبہ سے لوٹ کر لے جائیں گے تو وہ ڈاکو ہیں اور ان پر حد جاری کی جائے گی۔

ڈاکہ کے جرم کی تفصیل

ڈاکو کی سزاؤں میں ائمہ کا اختلاف ہے آیا یہ سزائیں جرم کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہیں یا یہ قاضی کی صواب دید پر موقوف ہیں۔ ڈاکو کے جرم کے اختلاف کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(ا)۔ صرف لوگوں یا مسافروں کو ڈرانا اور دھمکانا، کسی کو قتل کرنا، نہ مال لوٹنا۔

(ب)۔ صرف مال لوٹنا۔

(ج)۔ صرف قتل کرنا۔

(د)۔ مال لوٹنا اور قتل کرنا۔

ان میں سے ہر جرم کی ائمہ کے نزدیک الگ الگ سزا ہے۔ امام مالک کا نظریہ یہ ہے کہ اگر ڈاکو نے قتل نہیں کیا ہے تو قاضی قتل اور پھانسی کی سزاؤں میں سے کوئی بھی سزا اپنے اجتہاد سے دے سکتا ہے، اس کی سزا قتل بھی ہو سکتی ہے اور قتل اور پھانسی بھی ہو سکتی ہے، ان سزاؤں میں قاضی کو اختیار ہے اور باقی سزاؤں میں اس کو اختیار نہیں ہے۔ اور غیر مقلدین کا یہ نظریہ ہے کہ ڈاکو کا جو بھی جرم ہو قرآن مجید کی بیان کردہ سزاؤں میں سے قاضی اپنے اجتہاد سے کوئی بھی سزا دے سکتا ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۰ ص ۱۵۵، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

[2] شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۱۱ ص ۳۰۸۔۳۰۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۹ھ۔

فقہاء کے اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ او آیا بیان اور تفصیل کے لیے ہے یا تخییر کے لیے، بعض فقہاء کے نزدیک یہ بیان اور تفصیل کے لیے ہے یعنی مختلف جرائم کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف سزاؤں کا بیان ہے جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک لفظ او تخییر کے لیے ہے یعنی امام اور قاضی کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ان سزاؤں میں سے کوئی ایک سزا دیدے۔

مذاہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے صرف ڈرانے کی سزا

جب ڈاکو صرف ڈرائے اور دھمکائے، نہ مال لوٹے اور نہ قتل کرے تو امام احمد وغیرہ کے نزدیک اس کی سزا شہر بدر کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: او ینفوا من الارض "یا ان کو شہر بدر کر دیا جائے"۔

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جب ڈاکو راستہ میں ڈرائیں اور دھمکائیں نہ قتل کریں اور نہ مال لوٹیں تو ان کو زمین سے نکال دیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: او ینفوا من الارض (مائدہ: ۳۶) اس حالت میں جلا وطن کرنا حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور یہی نخعی، قتادہ اور عطاء خراسانی کا قول ہے، اور زمین سے نکالنے کا معنی یہ ہے کہ ان کو تمام شہروں اور قصبوں سے نکال دیا جائے اور ان کے لیے کسی شہر میں رہنے کا ٹھکانا نہ ہو، اسی طرح کی تفسیر حسن اور زہری سے مروی ہے اور حضرت ابن عباس سے یہ روایت ہے کہ اس کو ایک شہر سے دوسرے شہر بھیج دیا جائے جس طرح زانی کو شہر بدر کیا جاتا ہے، اہل علم کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔ امام مالک کا قول یہ ہے کہ جس شہر میں اس کو بھیجا جائے اسی میں اس کو قید کر دیا جائے جس طرح زانی کے متعلق ان کا قول ہے[۵] امام ابوحنیفہ نے فرمایا اس کو زمین سے نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو قید کر دیا جائے حتیٰ کہ وہ توبہ کرے، امام شافعی کا بھی اسی قسم کا قول ہے۔ کیونکہ انھوں نے کہا کہ اس صورت میں امام اس کو تعزیر لگائے اور اگر اس کی رائے ڈاکو کو قید کرنا ہو تو اس کو قید کر دے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ نفی کا معنی یہ ہے کہ امام ڈاکوؤں پر حدود جاری کرنے کے لیے ان کو طلب کرے یہ حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے۔ ابن شریح نے کہا ڈاکوؤں کو ان کے شہر کے علاوہ کسی اور شہر میں قید کر دے یہ قول امام مالک کے قول کی مثل ہے، اور یہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ اگر ان کو کسی اور شہر میں بھیجیں گے تو وہ وہاں جا کر ڈاکہ ڈالیں گے اور لوگوں کو ایذاء پہنچائیں گے۔ اس لیے ان کو قید کرنا بہتر ہے۔

نیز علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہماری دلیل ظاہر آیت ہے کیونکہ نفی کا معنی نکالنا، دور کرنا اور بھگانا ہے اور قید کا معنی روکنا ہے اگر ان کو کسی غیر معین جگہ کی طرف نکال دیا جائے تو اس کی دلیل او ینفوا من الارض (مائدہ: ۳۶) ہے کیونکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کو تمام زمینوں سے نکال دیا جائے۔ باقی ہمارے اصحاب نے یہ نہیں لکھا کہ اسے کتنی مدت کے لیے شہر بدر کیا جائے تاہم اس کو اتنی مدت کے لیے شہر بدر کرنا چاہیے جس میں اس کی توبہ ظاہر ہو جائے اور اس کا چال چلن ٹھیک ہو جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ایک سال کے لیے

---

[۵] علامہ ابن قدامہ نے امام مالک کا مکمل اور پورا مذہب بیان نہیں کیا۔ اس بحث کے اخیر میں ہم مدونہ کے حوالہ سے امام مالک کا پورا مذہب بیان کر رہے ہیں۔

شہر بدر کیا جائے۔ [1]

علامہ شمس الدین ابن قدامہ حنبلی نے بھی من وعن یہی لکھا ہے۔ [2]

یہ کہ ڈاکو کو تمام زمینوں سے نکال دیا جائے دوسری یہ کہ جس شہر میں اس نے ڈاکہ ڈالا ہو وہاں سے نکال دیا جائے تیسری صورت یہ ہے کہ اس کو دار الاسلام سے نکال دیا جائے پہلی صورت مراد لینا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ تمام زمینوں سے نکال دینا اسی صورت میں متصور ہو سکتا ہے جب اس کو قتل کر دیا جائے۔ اور قتل کرنے کا ذکر اس آیت میں پہلے آ چکا ہے۔ دوسری صورت اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اگر ڈاکو کو دوسرے شہر کی طرف نکالیں گے تو وہ وہاں جا کر ڈاکے ڈالے گا اور لوگوں کو ضرر پہنچائے گا۔ اور تیسری صورت اس لیے صحیح نہیں ہے کہ مسلمان کو دار الحرب میں بھیجنا صحیح نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہاں نفی الارض کا معنی یہ ہے کہ اس کو تمام زمینوں سے نکال کر اس زمین میں رکھا جائے جس میں اس کو قید کیا جائے جہاں پر اس کا فساد کرنا متصور نہ ہو۔ [3]

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں کہ: جب ڈاکو صرف راستہ میں ڈرائیں اور دھمکائیں، نہ قتل کریں اور نہ مال لوٹیں تو ان کو تعزیر لگانے کے بعد اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لیں اور اللہ کے قول او ینفوا من الارض سے بھی یہی مراد ہے یعنی ان کو قید کر لیا جائے اس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں (علامہ سرخسی نے پہلے یہ بیان کیا ہے کہ جس شخص نے قتل کیا نہ مال لوٹا صرف ڈرایا اور دھمکایا اس نے معصیت کا ارادہ کیا اور قتل کرنا، ہاتھ پیر کاٹنا انتہائی سزائیں ہیں اور جس شخص نے معصیت کا صرف ارادہ کیا ہو اس کو یہ سزائیں نہیں دی جائیں گی جس طرح چوری میں چوری کا صرف ارادہ کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا، اسی طرح یہاں بھی صرف ڈرانے کی وجہ سے اس کے ہاتھ پیر نہیں کاٹے جائیں گے۔ (مبسوط سرخسی ج ۹ ص ۱۹۵) اور یہ امام شافعی کی تفسیر سے بہتر ہے" یعنی ان کو طلب کرنا تاکہ ان کو ہر جگہ سے بھگا دیا جائے" کیونکہ قید کر کے سزا دینے کی شریعت میں نظیر ہے، اور جس چیز کی شریعت میں نظیر ہو اس پر عمل کرنا اس کی بہ نسبت بہتر ہے جس کی شریعت میں نظیر نہ ہو۔ [4]

امام شافعی کا مذہب بیان کرنے میں علامہ سرخسی کو تسامح ہوا ہے اور بعد کے فقہاء نے بھی فقہاء شافعیہ کی اصل کتابوں کی طرف مراجعت نہیں کی، کیونکہ میں نے دیکھا علامہ ابوالحسن مرغینانی، علامہ ابن ہمام، علامہ بابرتی اور علامہ خوارزمی وغیرہ فقہاء احناف نے بھی علامہ سرخسی کی اتباع میں امام شافعی کا مسلک اسی طرح نقل کیا ہے حالانکہ امام شافعی بھی اس صورت میں یہی فرماتے ہیں کہ ڈاکو کو تعزیر لگائی جائے اور اس کو قید کر لیا جائے۔ امام شافعی لکھتے ہیں:

ولو هيبوا ولم يبلغوا قتلا ولا اخذ مال — اگر ڈاکو ڈرائیں، نہ قتل کریں نہ مال لیں تو ان کو

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۳۰۸-۳۰۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۴ھ
[2] علامہ شمس الدین عبد الرحمن بن ابی عمر محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ، الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۳۰۸-۳۰۹، " "
[3] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۱۲ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ۔
[4] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، مبسوط ج ۹ ص ۱۹۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

عزروا۔ [1]

اور محرر مذہب شافعی علامہ یحیٰی بن شرف نواوی لکھتے ہیں:

فاذا علم الامام من رجل او من جماعۃ انہم یترصدون للرفقۃ ویخیفون السبیل ولم یاخذوا بعد مالا ولا قتلوا نفسا طلبہم وعزرہم بالحبس وغیرہ قال ابن سریج: والحبس فی ھذہ الحال فی غیر موضعہم اولی لانہ احوط وابلغ فی الزجر والایحاش۔ [2]

تعزیر دی جائے۔

جب امام کو یہ علم ہو جائے کہ کوئی شخص یا گروہ مسافروں کی گھات لگا کر بیٹھتا اور راستہ میں ڈراتا ہے، لیکن ابھی تک انہوں نے کسی کا مال لیا ہے نہ کسی کو قتل کیا ہے تو وہ ان کو پکڑوا کر قید وغیرہ کی سزا دے۔ ابن سریج نے کہا اس صورت میں ان کو کسی اور جگہ قید کرنا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ ڈاکوؤں کو ڈرانے اور دہشت زدہ کرنے کے لیے یہ زیادہ موثر تدبیر ہے۔

امام شافعی اور علامہ نووی شافعی کے حوالوں سے واضح ہو گیا کہ اس صورت میں امام شافعی کا نظریہ امام ابو حنیفہ سے مختلف نہیں ہے۔

اس بحث کے شروع میں ہم نے علامہ ابن قدامہ کی جو عبارت نقل کی تھی اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اس صورت میں امام مالک کا مذہب بھی یہی ہے کہ جب ڈاکو صرف ڈرائیں تو ان کو قید کر دیا جائے لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ امام مالک یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں امام کو اختیار ہے خواہ ڈاکو کو قتل کرے، سولی دے، اس کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے یا اس کو قید کرے، امام اپنی صواب دید سے ڈاکو کو اس صورت میں ان سزاؤں میں سے کوئی سی سزا بھی دے سکتا ہے۔ علامہ سحنون مالکی لکھتے ہیں:

میں نے امام ابن قاسم مالکی سے کہا یہ بتلائیے کہ اہل ذمہ یا اہل اسلام جب ڈاکہ ڈالیں اور ڈرائیں لیکن نہ مال لیں نہ قتل کریں اور پھر پکڑے جائیں تو امام مالک کے قول کے مطابق امام ان کو کیا سزا دے؟ امام ابن قاسم نے کہا امام مالک یہ کہتے ہیں کہ جب وہ راستے میں ڈرائیں تو امام کو اختیار ہے اگر امام چاہے تو ان کو قتل کر دے اور اگر چاہے تو ان کے ہاتھ اور پیر کاٹ دے، اور امام مالک نے فرمایا کہ بسا اوقات ڈاکو قتل نہیں کرتا لیکن قتل کرنے والوں کی بہ نسبت اس کا ڈر اور خوف زیادہ ہوتا ہے، علامہ سحنون کہتے ہیں کہ میں نے کہا جب امام، ڈاکو کو پکڑے دراں حالیکہ اس نے صرف ڈرایا ہو، نہ مال لیا ہو اور نہ قتل کیا ہو تو کیا امام کو اس کا اختیار ہے کہ خواہ وہ اس کے ہاتھ یا پیر کاٹ دے خواہ اس کو قتل کر دے اور خواہ اس کو سولی پر چڑھا دے؟ امام ابن قاسم نے کہا: امام مالک نے فرمایا کہ جب ڈاکو کھڑا ہو کر لوگوں کو ڈرائے اور لڑے خواہ اس نے قتل نہ کیا ہو تو امام کو اختیار ہے اور امام مالک نے اس پر اس آیت سے استدلال کیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا (مائدہ: ۳۲) "جس شخص نے بغیر قصاص یا بغیر فساد (کی سزا) کے (ناحق) قتل کیا تو گویا اس نے سب انسانوں کو قتل کر دیا" (ہمارے مصحف میں یہ آیت اسی طرح ہے لیکن مدونہ میں فسادا لکھا ہے اور اس صورت میں معنی ہوگا جس نے ناحق قتل کیا یا فساد کی وجہ سے کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے سب انسانوں کو قتل کیا۔ سعیدی غفرلہ)۔

---

[1] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، کتاب الام ج ۶ ص ۱۵۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۳ھ

[2] علامہ یحیٰی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۰ ص ۱۵۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۵ھ

امام مالک فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فساد کو بھی قتل کی مثل قرار دیا ہے (ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فساد کو قتل نہیں قرار دیا بلکہ فساد کی وجہ سے قتل کرنے کو تمام انسانوں کا قتل کہا ہے۔ اس لیے امام مالک کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ) علامہ سحنون کہتے ہیں کہ اگر ڈاکو صرف ڈرائے اور مال نہ لے پھر بھی یہی حکم ہے؟ امام ابن قاسم نے کہا اگر وہ راستہ میں کھڑا ہو کر ڈرائے اور مال نہ لے پھر بھی امام کو اختیار ہے۔ امام مالک نے فرمایا کہ تمام ڈاکو ایک جیسے نہیں ہوتے بعض صرف لاٹھی یا معمولی چیز لے کر نکلتے ہیں اگر وہ اس حال میں پکڑے جائیں درآں حالیکہ انہوں نے ڈرایا ہو اور نہ مال لیا ہو اور نہ ہی قتل کیا ہو تو ان کی سزا کم ہو گی، علامہ سحنون کہتے ہیں میں نے پوچھا ان کی سزا کیا ہو گی؟ علامہ ابن قاسم نے کہا امام مالک نے فرمایا ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو کوڑے لگائے جائیں اور ان کو شہر بدر کیا جائے اور جس شہر میں ان کو بھیجا جائے اس میں ان کو قید کر دیا جائے۔ [1]

مذاہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے صرف مال لوٹنے کی سزا

اگر ڈاکو نے صرف مال لوٹا ہو اور قتل نہ کیا ہو تو امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک ڈاکو کا ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹ دیا جائے گا یعنی سیدھا ہاتھ اور الٹا پیر، اس سے زیادہ سزا نہیں دی جائے گی، اگر اس کا ایک ہاتھ اور ایک پیر پہلے کٹا ہوا تھا تو اب اس کا ہاتھ اور پیر نہیں کاٹا جائے گا بلکہ اس کو قتل یا قید کیا جائے گا اور اگر اس کا پہلے ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا تو اب صرف پیر کاٹا جائے گا اور اگر پہلے ایک پیر کٹا ہوا تھا تو اب صرف ہاتھ کاٹا جائے گا۔ یہ حکم امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک ہے، اور امام مالک کے نزدیک اس صورت میں امام کو اختیار ہے وہ ڈاکو کو قتل کر دے یا سولی دے یا مخالف جانب سے اس کے ہاتھ اور پیر کاٹ دے البتہ اس صورت میں اس کو شہر بدر کرنے یا قید کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

امام شافعی کے نزدیک بھی دوبارہ ڈاکہ ڈالنے پر اس کے بقیہ ہاتھ اور پیر کو کاٹ دیا جائے گا۔

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ جب ڈاکو مال لوٹے اور قتل نہ کرے تو امام کو اسے قید یا شہر بدر کرنے کا اختیار نہیں ہے البتہ اس کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس کو قتل کرے یا سولی دے یا مخالف جانب سے اس کے ہاتھ اور پیر کاٹ دے [2]

علامہ سحنون مالکی لکھتے ہیں کہ امام ابن قاسم نے کہا ہے کہ امام مالک نے فرمایا کہ جس ڈاکو کا ایک ہاتھ اور ایک پیر کاٹا جا چکا ہے اور وہ دوبارہ ڈاکہ ڈالے تو امام کو اختیار ہے کہ وہ اس کا دوسرا ہاتھ اور پیر بھی کاٹ دے [3]

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں: جس ڈاکو نے مال لیا ہو اور قتل نہ کیا ہو اس کا ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹ دیا جائے گا۔ [4]

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی لکھتے ہیں: اگر ڈاکو نے چوری کے نصاب کے مطابق مال لیا ہو تو اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پیر کاٹ دیا جائے گا اور اگر وہ دوبارہ ڈاکہ ڈالے تو اس کا بایاں ہاتھ اور دایاں پیر کاٹ دیا جائے گا اور اگر نصاب سے

---

[1]۔ امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ ھ، المدونۃ الکبریٰ ج ۴ ص ۴۲۹ - ۴۲۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2]۔ قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۴۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3]۔ امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ ھ، المدونۃ الکبریٰ ج ۴ ص ۴۳۱ - ۴۳۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۲ھ

[4]۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷ ص ۹۳، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ

کم مال لیا ہو تو اس کے ہاتھ اور پیر کو نہیں کاٹا جائے گا۔[1]

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اگر ڈاکو صرف مال لے تو اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پیر کاٹ دیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (من خلاف: مائدہ: ۳۶) ہم نے دائیں ہاتھ اور بائیں پیر کا حکم اسی لیے دیا ہے تاکہ منفعت متحقق ہو، اور ہاتھ کاٹنے کے فوراً بعد پیر کاٹ دیا جائے گا اور ہاتھ کے ٹھیک ہونے کا انتظار نہیں کیا جائے گا، بلکہ دونوں کو ساتھ کاٹا جائے گا۔ پہلے دائیں ہاتھ کو کاٹ کر داغا جائے گا پھر پیر کو کاٹا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھ سے ابتداء فرمائی ہے، یہ اس کا حکم ہے جس کے دونوں ہاتھ اور پیر موجود ہوں اور صحیح ہوں، اور اگر اس کے ہاتھ اور پیر نہ ہوں یا اس کا ہاتھ اور پیر چوری یا قصاص یا بیماری کی وجہ سے کٹ چکا ہو تو خرقی کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پھر اس سے ہاتھ اور پیر کاٹنے کا حکم ساقط ہو جائے گا خواہ اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پیر کٹا ہوا ہو یا اس کے برعکس، کیونکہ ایک ہاتھ اور ایک پیر سے زیادہ کاٹ دینے سے اس کے چلنے پھرنے اور کام کرنے کی صلاحیت بالکل ختم ہو جائے گی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔[2]

مذاہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے صرف قتل کرنے کی سزا

علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں جس ڈاکو نے قتل کیا ہو اور مال نہ لیا ہو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔[3]

قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: اگر ڈاکو نے قتل کیا ہو تو اس کو قتل کرنا ضروری ہے اور امام کو اس کے ہاتھ اور پیر کاٹنے یا قید کرنے کا اختیار نہیں ہے۔[4]

اگر ڈاکو نے قتل کیا ہو تو اس کو قتل کرنا ضروری ہے اور یہ قصاص کی طرح نہیں ہے۔[5]

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ اگر ڈاکوؤں نے قتل کیا ہو اور مال نہ لیا ہو تو ان کو قتل کیا جائے گا اور سولی نہیں دی جائے گی، امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ ان کو سولی دی جائے گی کیونکہ وہ محارب ہیں جن کو قتل کرنا واجب ہے۔ پس ان کو ان کی طرح سولی دی جائے گی جنہوں نے مال بھی لیا ہو، اور امام احمد کا پہلا قول زیادہ صحیح ہے، کیونکہ حدیث میں ہے: من قتل ولم یاخذ المال قتل۔ "جس نے قتل کیا ہو اور مال نہ لیا ہو اس کو قتل کر دیا جائے گا" اس حدیث میں سولی کا ذکر نہیں ہے اور مال لوٹنے اور قتل کرنے کی بہ نسبت صرف قتل کرنا کم جرم ہے اس لیے اس کی سزا بھی پہلے جرم کی بہ نسبت کم ہونی چاہیے۔ اور اگر دونوں جرموں کی سزا ایک ہو گئی تو یہ دونوں جرم برابر ہو جائیں گے۔[6]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۰ ص ۱۵۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۳۰۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۴ھ

[3] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷ ص ۹۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی ۱۴۰۰ھ

[4] قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۴۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت

[5] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۰ ص ۱۵۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

[6] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۳۰۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

مذاہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے قتل کرنے اور مال لوٹنے کی سزا

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں: جس ڈاکو نے مال لوٹا اور قتل کیا اس کے متعلق امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امام کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اس کا ہاتھ اور پیر کاٹ دے پھر اس کو قتل کر دے یا سولی دے دے اور اگر چاہے تو اس کا ہاتھ اور پیر نہ کاٹے اور اس کو قتل کرے یا سولی دیدے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ قطع اور قتل کو اس طرح جمع کرے کہ وہ اس کا ہاتھ اور پیر کاٹ دے پھر اس جگہ کو داغ نہ لگائے یونہی چھوڑ دے حتیٰ کہ وہ مر جائے۔[1]

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں کہ امام محمد نے یہ کہا ہے کہ ڈاکو کو قتل کیا جائے یا سولی دی جائے اور اس کا ہاتھ اور پیر نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ یہ ایک جرم ہے اس سے دو حدیں واجب نہیں ہوں گی نیز قتل سے کم سزا قتل میں داخل ہو جاتی ہے جیسا کہ حد سرقہ، حد رجم میں داخل ہو جاتی ہے (مثلاً کسی نے چوری بھی کی ہو اور زنا بھی کیا ہو تو اس کو صرف رجم کیا جائے گا اور اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ — سعیدی غفرلہٗ) امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کی دلیل یہ ہے کہ ہاتھ اور پیر کاٹنا اور قتل کرنا ایک سزا ہے اور چونکہ ڈاکہ کا جرم زیادہ ہے اس لیے اس کی سزا بھی زیادہ ہے، کیونکہ جو ڈاکو لوگوں کو قتل کرتا ہے اور ان کا مال لوٹتا ہے وہ امن میں خلل ڈالتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ڈاکہ میں ہاتھ اور پیر دونوں کو کاٹنا ایک حد ہے جب کہ چوری میں دونوں کو کاٹنا دو سزائیں ہیں اور امام محمد نے جو حد رجم اور حد سرقہ کی مثال دی ہے وہاں دو حدوں کو ایک دوسرے میں داخل کیا گیا ہے اور یہاں ایک حد میں بحث ہو رہی ہے۔ امام ابویوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ سولی میں اختیار نہیں ہے اس کو ترک نہ کیا جائے کیونکہ اس کی قرآن مجید میں تصریح ہے اور مقصود یہ ہے کہ اس سزا کو شہرت دی جائے تاکہ دوسرے عبرت پکڑیں اور امام ابوحنیفہ کی جانب سے جواب یہ ہے کہ اصل شہرت قتل سے حاصل ہو جاتی ہے اور سولی پر چڑھانے میں مبالغہ ہے لہٰذا اس میں اختیار دیا جائے گا۔[2]

علامہ سحنون مالکی لکھتے ہیں میں نے امام ابن قاسم مالکی سے پوچھا اگر ڈاکو قتل کرے اور مال لے تو کیا اس کا ہاتھ اور پیر کاٹا جائے گا اور اس کو قتل کیا جائے گا یا اس کو صرف قتل کیا جائے گا اور اس کا ہاتھ اور پیر نہیں کاٹا جائے گا؟ اس میں امام مالک کا کیا قول ہے؟ امام ابن قاسم نے فرمایا اس کو ہر صورت میں قتل کیا جائے گا۔ (خواہ قاضی کی رائے میں اس کا ہاتھ اور پیر کاٹنا ضروری ہو یا نہ ہو)۔[3]

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی لکھتے ہیں: اگر ڈاکو نے قتل کیا اور مال لیا تو اس کو قتل کیا جائے گا اور اس کو سولی دی جائے گی اور یہ اس وقت ہے جب مال نصاب کے برابر ہو، اور مذہب یہی ہے، ابن سلمہ کا قول یہ ہے کہ اس کا ہاتھ اور پیر کاٹا جائے گا اور قتل کیا جائے گا اور اس کو سولی دی جائے گی اور صاحب تقریب نے کہا کہ اس کا ہاتھ اور پیر کاٹا جائے گا اور قتل کیا جائے گا اور سولی نہیں دی جائے گی۔[4]

---

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۹۳، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۵۳۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

[3] علامہ سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبریٰ ج ۶ ص ۲۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۶ھ

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۰ ص ۱۵۶۔۱۵۷ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۵ھ

علامہ ابوالقاسم خرقی حنبلی لکھتے ہیں: جس ڈاکو نے قتل کیا اور مال لیا اس کو قتل کیا جائے گا۔ خواہ صاحب مال معاف کر دے اور سولی دی جائے گی حتیٰ کہ اس کی شہرت ہو جائے اور لاش اس کے وارثوں کے حوالے کر دی جائے گی۔ [1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی اس پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ حضرت جبرائیل نازل ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈاکوؤں کے یہ احکام نازل کیے: جس شخص نے قتل کیا اور مال لیا اس کو قتل کیا جائے گا اور سولی دی جائے گی اور جس نے قتل کیا اور مال نہیں لیا اس کو قتل کیا جائے گا اور جس نے مال لیا اور قتل نہیں کیا اس کے ہاتھ اور پیر کو مخالف جانب سے کاٹا جائے گا۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ [2]

اس باب کی احادیث میں عرینین کے ڈاکہ ڈالنے، ان کے مرتد ہو جانے اور بعد ازاں ان پہ اسلامی حد جاری کرنے کا بیان ہے۔ اس مناسبت سے ہم نے ڈاکہ کے تفصیلی احکام بیان کیے۔ اب ہم عرینین کے ارتداد کی مناسبت سے مرتد کے تفصیلی احکام بیان کریں گے۔ فنقول وباللّٰہ التوفیق والاستعانۃ بہ یلیق۔

مرتد کا لغوی معنی

ردۃ کا لغت میں معنی ہے کسی چیز کا دوسری چیز کی طرف لوٹنا، یہ کفر کی بدترین قسم ہے اور اس کا حکم سب سے زیادہ سخت ہے۔ علامہ زبیدی لکھتے ہیں کہ ردت ارتداد کا اسم ہے ارتد کا معنی ہے تحول یعنی پھر گیا اسی لفظ سے اسلام سے مرتد ہونا بنا ہے، کسی کو مرتد اس وقت کہتے ہیں جب وہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کرے۔ [3]

مرتد کا اصطلاحی معنی

اصطلاح شرع میں مرتد اس شخص کو کہتے ہیں جو دین اسلام کو چھوڑ کر کفر کو اختیار کرے، خواہ اس کا کفر کو اختیار کرنا نیت سے ہو یا کسی کفریہ فعل یا کفریہ قول سے ہو اور عام ازیں کہ اس کا یہ قول استہزاءً ہو یا عناداً ہو یا اعتقاداً۔

اس تعریف کے اعتبار سے جو شخص وجود باری کا انکار کرے یا رسولوں کی نفی کرے یا کسی رسول کی تکذیب کرے مثلاً محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرے یا آپ کی بعثت کے بعد کسی اور اصلی یا ظلی حقیقی یا امتی نبی کی پیدائش کو جائز اور واقع مان کر آپ کی ختم نبوت کا انکار کرے یا آپ کے بعد کسی مدعی نبوت کو مسلمان مانے۔ ایسے تمام اشخاص مرتد ہیں۔ اس طرح جو شخص حرام قطعی مثلاً زنا، شراب (خمر) نوشی، قتل، چوری اور ڈاکے وغیرہ کو حلال جانے وہ مرتد ہے۔ جو چیز اجماعاً حلال ہے اس کا انکار بھی ارتداد ہے۔ مثلاً کوئی شخص بیع اور نکاح کے حلال ہونے کا انکار کرے۔ اسی طرح بغیر دلیل شرعی کے محض اپنی رائے سے کسی چیز کو فرض قطعی قرار دینا بھی ارتداد ہے، مثلاً کوئی شخص نماز میں کسی رکعت کا اضافہ کر کے اس کو فرض قرار دے یا کہے کہ دن میں چھ نمازیں فرض ہیں یا کہے کہ شوال کے روزے فرض ہیں۔

اس بحث کو وسیع تناظر میں جاننے کے لیے حسب ذیل اصطلاحات کو سمجھ لینا چاہیے۔

---

[1] علامہ ابوالقاسم عمر بن الحسین بن عبد اللہ بن احمد الخرقی حنبلی متوفی ۳۳۴ھ، مختصر مع المغنی والشرح ج ۱۰ ص ۲۹۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

[2] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۳۰۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

[3] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس شرح القاموس ج ۲ ص ۳۵۱ مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر ۱۳۰۶ھ

مرتد وہ مکلف شخص ہے جو اپنے اختیار سے اسلام سے رجوع کرے یا وہ کفر کی تصریح کرے یا کوئی ایسا لفظ بولے جو کفر کو مستلزم ہو اور اس پر مطلع ہونے کے بعد اس پر ڈٹ جائے یا کوئی کفریہ فعل کرے۔ کفریہ فعل کی مثال یہ ہے کہ قرآن مجید یا احادیث نبوی کو (العیاذ باللہ) گندگی میں پھینک دے یا کسی بت یا سورج کو سجدہ کرے۔

زندیق وہ شخص ہے جو کسی دین کو نہ مانتا ہو یعنی سیکولر ہو (فتح القدیر ج ۵ ص ۳۳۲، مطبوعہ سکھر)

منافق جو شخص بظاہر مسلمان اور بباطن کافر ہو، اس کا پتا اس طرح چلے گا کہ وہ اپنے کفر پر اپنے کسی معتمد کو مطلع کر دے۔

ساحر جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ شیاطین اس کے تابع ہیں اور وہ ان سے جو کام چاہے لے سکتا ہے، سحر کا اجسام میں اثر ہوتا ہے۔ البتہ نظر بندی کرنا، لوگوں کے ذہنوں میں خیال آفرینی کرنا اور ہپناٹائز کرنا سحر نہیں ہے۔

کاہن جو شخص جنات کا کلام سن کر اس میں کچھ اپنے پاس سے باتیں ملا کر اٹکل پچو سے لوگوں کو غیب کی باتیں بتلائے۔

گستاخ جو شخص اللہ تعالیٰ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی اور نبی اور رسول یا رسل ملائکہ میں سے کسی رسول کی گستاخی کرے بایں طور کہ ان کی شان میں دانستہ کوئی ایسا کلمہ بولے جو لغت اور عرف میں گستاخی گردانا جاتا ہو۔

علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ ساحر اور زندیق کی توبہ مقبول نہیں ہے، اسی طرح منافق کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی اور ساحر کافر ہے اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت ابن عمر سے اسی طرح روایت ہے۔ اور حضرت جندب بن عبداللہ، حبیب بن کعب، قیس بن سعد اور عمر بن عبدالعزیز نے ساحر سے توبہ طلب کیے بغیر اس کو قتل کر دیا اور حضرت جندب نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ساحر کی حد اس کو تلوار سے مار دینا ہے۔ اور کاہن میں اختلاف ہے، امام شافعی نے فرمایا اگر وہ کفریہ اعتقاد رکھتا ہو اور کواکب کی عبادت کرتا ہو تو وہ کافر ہے اور امام احمد کے نزدیک وہ ساحر کے حکم میں ہے ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا ہر ساحر اور کاہن کو قتل کر دو اور ایک روایت ہے کہ اگر وہ توبہ کرے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ اس میں امام شافعی کے قول پر اعتماد کرنا واجب ہے۔ [1]

اگر کوئی مسلمان گستاخی کرے تو اس کو بالاتفاق قتل کر دیا جائے گا۔ اس سے توبہ طلب کرنے میں اختلاف ہے امام مالک کے مذہب میں مشہور یہ ہے کہ اس سے توبہ طلب نہیں کی جائے گی اور فقہاء احناف کے نزدیک اس سے توبہ طلب کی جائے گی اس کی تفصیل اور بیان مذاہب ہم شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں لکھ چکے ہیں۔

مرتد سے توبہ طلب کی جائے گی اگر اس نے توبہ کر لی تو فبہا ورنہ دنیا میں اس کی سزا قتل اور نیک اعمال کا ضائع ہونا ہے۔ اور آخرت میں ضیاع اعمال کے علاوہ اس کی سزا دائمی جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحب النار ھم فیھا (

اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور پھر وہ حالت کفر ہی میں مر جائے تو ان لوگوں کے نیک اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہ

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۳۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

خالدون۔ (بقرہ: ۲۱۷) لوگ جہنمی ہیں اور یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ارتداد کی شرائط

ارتداد کے تحقق کے لیے پہلی اتفاقی شرط عقل ہے۔ اس لیے پاگل اور ناسمجھ بچہ پر مرتد کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے، اور جو شخص نشہ میں از خود رفتہ ہو فقہاء احناف کے نزدیک اس پر بھی ارتداد کا حکم استحساناً صحیح نہیں ہے، کیونکہ ارتداد کا تعلق قصد اور اعتقاد کے ساتھ ہے اور جس شخص کی نشہ کی وجہ سے عقل زائل ہو چکی ہو اس پر اس حال میں ارتداد کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ اس شخص کی طرح ہے جو نیند میں ہو اور نیز وہ غیر مکلف ہے پس مجنون کی طرح اس پر بھی مرتد کا حکم عائد کرنا صحیح نہیں ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۷، ص ۱۳۴، الدرالمختار ج ۳ ص ۳۱۰)۔

فقہاء شافعیہ کا ظاہر مذہب اور فقہاء حنابلہ کی امام احمد سے ظاہر روایت یہ ہے کہ جو شخص نشہ میں ہو اس کا اسلام لانا صحیح ہے اور اس کا مرتد ہونا بھی صحیح ہے، جس طرح اس کا طلاق دینا اور اس کے باقی تصرفات صحیح ہیں۔ (مغنی المحتاج، ج ۴، ص ۱۳۷، مغنی ابن قدامہ مع الشرح ج ۱۰، ص ۷۳، مطبوعہ بیروت)

امام ابوحنیفہ، امام محمد، فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنابلہ کے نزدیک بالغ ہونا مرتد کے لیے شرط نہیں ہے۔ سو سمجھدار بچہ پر مرتد کا حکم لگانا صحیح ہے لیکن امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اس کو نہ قتل کیا جائے گا نہ مارا جائے گا بلکہ اس پر جبراً اسلام پیش کیا جائے گا اور بالغ ہونے تک اس کو قید میں رکھا جائے گا اگر وہ شادی شدہ ہے تو اس کی عورت اس سے بائنہ ہو جائے گی لیکن باقی سزائیں اس پر نافذ نہیں ہوں گی، کیونکہ وہ مکلف نہیں ہے (الدرالمختار و رد المحتار ج ۳ ص ۳۲۵)

امام شافعی اور امام ابو یوسف کے نزدیک ارتداد کے لیے بلوغ شرط ہے اس لیے سمجھدار بچہ پر مرتد کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے۔ حدیث میں ہے تین شخصوں سے قلم (تکلیف) اٹھا لیا گیا سونے والے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے بچہ سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے اور مجنون سے حتیٰ کہ اس کی عقل کام کرنے لگے (جامع ترمذی ص ۲۲۴ مطبوعہ نور محمد کراچی) سنن ابو داؤد، ج ۲ ص ۲۴۸، مطبوعہ لاہور) علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ ابن ابی مالک نے امام ابو یوسف سے روایت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے امام ابو یوسف کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔[1]

ارتداد کی دوسری اتفاقی شرط اختیار ہے اس لیے اگر کسی شخص کو جبراً مرتد کیا گیا تو اس پر مرتد کا حکم نہیں لگایا جائیگا بشرطیکہ اس کا قلب اسلام پر مطمئن ہو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ اس کی تصدیق قائم ہو۔

مرتد کے حکم میں فقہاء اسلام کے مذاہب

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من بدل دینہ فاقتلوہ "جو شخص اپنا دین (اسلام) تبدیل کرے اس کو قتل کر دو" اور تمام اہل علم کا قتل مرتد کے وجوب پر اجماع ہے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت معاذ، حضرت ابوموسیٰ، حضرت ابن عباس اور حضرت خالد رضی اللہ عنہم وغیرہم سے مرتد کو قتل کرنے کا حکم مروی ہے اور اس کا انکار نہیں کیا گیا پس اس پر اجماع ہو گیا۔

علامہ ابوالقاسم خرقی حنبلی متوفی ۳۳۴ھ لکھتے ہیں: جو شخص اسلام سے مرتد ہو جائے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور وہ بالغ اور عاقل ہو اس کو تین دن تک اسلام کی دعوت دی جائے گی اور اس پر تنگی کی جائے گی اگر اس نے رجوع کر

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۲۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

لیا تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: مرتد کو قتل کرنے کے وجوب میں مرد اور عورت کا کوئی فرق نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت ہے، حسن، زہری، نخعی، مکحول، حماد، مالک، لیث، اوزاعی، امام شافعی اور اسحاق کا یہی قول ہے، حضرت علی، حسن اور قتادہ سے ایک روایت یہ ہے کہ عورت کو غلام بنا لیا جائے اور اس کو قتل نہ کیا جائے، کیونکہ حضرت ابوبکر نے بنو حنیفہ کے بچوں اور عورتوں کو غلام بنا لیا تھا، اور حضرت علی کو بھی ان میں سے ایک باندی عطا کی تھی جس سے محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے اور یہ واقعہ صحابہ کے سامنے ہوا اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا، پس اس پر اجماع ہو گیا، اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ عورت کو قید کر کے اور مار پیٹ کے ذریعہ قبول اسلام پر مجبور کیا جائے گا اور عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تقتلوا امرأة: "عورت کو قتل نہ کرو۔" نیز عورت کو کفر اصلی (یعنی ابتداءً کافر ہونے) کی وجہ سے قتل نہیں کیا جاتا سو اس کو کفر طاری (بعد کے کفر) کی وجہ سے بھی قتل نہیں کیا جائے گا، پس اس کا حکم بچوں کی طرح ہے۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا دین (اسلام) تبدیل کرے اس کو قتل کر دو (صحیح بخاری وسنن ابوداؤد) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کا خون صرف تین اسباب میں سے کسی ایک سبب سے حلال ہے، شادی شدہ زانی ہو یا جان کا بدلہ جان ہو اور یا وہ اپنے دین کو چھوڑ کر جماعت سے علیحدہ ہونے والا ہو۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم) اور سنن دارقطنی میں روایت ہے کہ ایک عورت کا نام ام مروان تھا وہ اسلام سے مرتد ہو گئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے حکم دیا کہ اس سے توبہ طلب کی جائے اگر وہ توبہ کر لے تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ نیز عورت ایک مکلف شخص ہے جس نے اپنے دین حق کو باطل سے تبدیل کر دیا سو اس کو مرد کی طرح قتل کر دیا جائے گا، رہا یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے تو اس سے وہ عورت مراد ہے جو ابتداءً کافر ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس موقع پر فرمایا تھا جب آپ نے ایک کافر عورت کو مقتول دیکھا اور وہ کافرہ اصلیہ تھی یعنی ابتداءً کافرہ تھی، یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صحابہ کو ابن ابی حقیق کی طرف بھیجا تھا ان کو آپ نے عورتوں کے قتل کرنے سے منع فرما دیا تھا، حالانکہ ان میں کوئی مرتد نہ تھا۔ اور کفر اصلی اور ارتداد کے احکام میں فرق ہے، کیونکہ کفر اصلی پر برقرار رکھا جاتا ہے اور گرجے والوں، بوڑھوں اور جنگ سے رکنے والوں کو قتل نہیں کیا جاتا اور عورت کو کفر کے ترک پر مجبور نہیں کیا جاتا ضرب سے نہ قید سے، اور کفر طاری یعنی ارتداد کے احکام اس کے برخلاف ہیں اور بچہ کے برخلاف عورت مکلف ہے، اور بنو حنیفہ کے متعلق یہ ثابت نہیں ہوا کہ ان کے جن لوگوں کو غلام بنایا گیا تھا وہ پہلے اسلام لا چکے تھے کیونکہ بنو حنیفہ کا پورا قبیلہ پہلے مسلمان نہیں ہوا تھا، صرف ان کے بعض لوگ مسلمان ہوئے تھے اور ظاہر یہ ہے کہ ان کے مرد مسلمان ہوئے تھے پس ان میں سے بعض اسلام پر ثابت رہے، مثلاً حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ اور بعض ان میں سے مرتد ہو گئے جن میں سے ایک بنو حنیفہ کا دجال تھا۔ [1]

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۷۳-۷۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

علامہ ابن قدامہ حنبلی کا مطلب یہ ہے کہ بنو حنیفہ کی عورتوں کو قید کرنے سے یہ استدلال صحیح نہیں ہے کہ مرتد عورتوں کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ بنو حنیفہ کی عورتوں کا ارتداد ثابت نہیں ہے۔

مرتد کو علی الفور قتل کرنے پر فقہاء احناف کے دلائل

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: جب کوئی مسلمان مرتد ہو جائے تو اس پر اسلام پیش کیا جائے گا اگر وہ مسلمان ہو گیا تو فبہا ورنہ اسی جگہ اس کو قتل کر دیا جائے گا، الا یہ کہ وہ مہلت طلب کرے، اگر وہ مہلت طلب کرے تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی۔ مرتدین کے قتل کے وجوب پر اس آیت سے استدلال ہے "او یسلمون" یہ آیت مرتدین کے بارے میں ہے (اس کی وضاحت عنقریب آئے گی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کر دو۔" اور حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت معاذ وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے کہ مرتدین کو قتل کرنا واجب ہے۔

مرتدین کا قتل اس لیے واجب ہے کہ مرتدین کا جرم مشرکین عرب کی طرح ہے بلکہ ان سے بھی زیادہ ہے، مشرکین عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار تھے، قرآن مجید ان کی زبان میں نازل ہوا، اس کے باوجود انہوں نے اس حق کی پاسداری نہیں کی اور شرک کیا۔ اسی طرح مرتد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر تھا اور آپ کی شریعت کی خوبیوں کو جانتا تھا، اس کے باوجود اس نے اسلام کی پاسداری نہیں کی اور مرتد ہو گیا۔ پس جس طرح مشرکین عرب کے لیے صرف دو حکم ہیں اسلام یا تلوار، اسی طرح مرتدین کے لیے بھی صرف دو حکم ہیں اسلام یا تلوار۔ الا یہ کہ اگر مرتد مہلت طلب کرے تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی، کیونکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی شبہ کی وجہ سے مرتد ہو گیا پس ہم پر اس کے شبہ کو زائل کرنا لازم ہے یا خود اس کو غور و فکر کی ضرورت ہے تاکہ اس پر حق ظاہر ہو جائے، اور ازالہ شبہ کے لیے مہلت ضروری ہے، اگر وہ مہلت طلب کرے تو امام پر اس کو مہلت دینا لازم ہے اور شریعت میں یہ مہلت تین دن مقرر کی گئی ہے جیسا کہ بیع خیار میں ہے، اس لیے اس کو تین دن مہلت دے اور اس سے زیادہ مہلت نہ دے، اور اگر وہ مہلت طلب نہ کرے تو ظاہر الروایۃ کے مطابق اس کو فی الفور قتل کر دیا جائے گا اور نوادر میں امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ امام کے لیے یہ مستحب ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دے خواہ وہ مہلت طلب کرے یا نہ کرے، اور امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ مرتد کو تین دن کی مہلت دینا امام پر واجب ہے اور مہلت دینے سے پہلے اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مغرب سے ایک شخص آیا، آپ نے اس سے پوچھا کہ مغرب کی کوئی خبر ہے؟ اس نے کہا ہاں ایک شخص ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گیا آپ نے پوچھا پھر تم نے کیا کیا؟ اس نے کہا ہم اس کے پاس گئے اور اس کو قتل کر دیا! آپ نے فرمایا تم نے اس کو تین دن کی مہلت کیوں نہیں دی؟ شاید وہ توبہ کر کے حق کو قبول کر لیتا، پھر آپ نے ہاتھ بلند کر کے کہا اے اللہ! میں اس موقع پر حاضر نہیں تھا اور جب میرے پاس یہ خبر پہنچی تو میں اس سے راضی نہیں تھا۔ اور یہ روایت اس پر دلیل ہے کہ مہلت دینا مستحب ہے اور ظاہر الروایہ کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں اسلام کا شروع شروع ظہور ہوا تھا اور بسا اوقات کسی شخص کو کوئی شبہ لاحق ہو جاتا تھا اور شبہ زائل ہونے کے بعد وہ رجوع کر لیتا تھا۔ اسی سبب سے حضرت عمر نے مہلت نہ دینے کو مکروہ جانا۔ لیکن اب ہمارے زمانے میں دین کی جڑیں راسخ ہو چکی ہیں اور حق پوری طرح ظاہر ہو

چکا ہے، اس لیے اب اسلام قبول کرنے کے بعد شرک کرنا محض سرکشی ہے، ہاں اس کو شبہ لاحق ہو سکتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہ مہلت طلب کرے اور جب وہ مہلت طلب نہیں کرتا تو یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ سرکش ہے اور عناداً اسلام کو ترک کر رہا ہے لہٰذا اس کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ اس سے توبہ طلب کرنا مستحب ہے۔ اگر وہ توبہ کرے تو اس کو چھوڑ دیا جائے اور اس کی توبہ یہ ہے کہ وہ کلمہ شہادت پڑھے اور اسلام کے ماسوا تمام مذاہب سے برأت کا اظہار کرے یا اس نظریہ سے بیزاری کا اظہار کرے جس کی طرف وہ منتقل ہوا تھا۔ [1]

مرتدہ عورت کو قتل نہ کرنے پر فقہاء احناف کے دلائل

مرتدہ عورت کو قتل نہ کرنے پر دلائل دیتے ہوئے شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے اور اس بارے میں دو حدیثیں ہیں ایک وہ حدیث ہے جس کو رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جہاد میں دیکھا کہ لوگ کسی چیز کے گرد جمع ہیں، آپ نے اس کے متعلق پوچھا تو صحابہ کرام نے بتایا کہ لوگ ایک مقتولہ عورت کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے کسی شخص سے فرمایا خالد کو تلاش کرو اور اس سے کہو کہ مزدور کو اور بچوں کو ہرگز قتل نہ کریں۔" یہ حدیث اصل میں اس طرح ہے: حضرت رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے اور مقدمۃ الجیش پر حضرت خالد بن ولید مامور تھے۔ وہاں راستہ میں ایک عورت مقتولہ ملی جس کو مقدمۃ الجیش نے قتل کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا "یہ عورت تو جنگ نہیں کر رہی تھی"۔ الحدیث [2] فقہاء احناف کے استدلال کا مرکزی نقطہ اس حدیث کا یہ جملہ ہے جو علامہ سرخسی سے غالباً سہواً رہ گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو عورت جنگ نہ کرے اس کو قتل نہ کیا جائے۔ (سعیدی غفرلہٗ) اور دوسری حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقتولہ عورت دیکھی، آپ نے پوچھا کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے؟ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اس کو اپنے پیچھے سوار کیا تھا اس نے مجھے قتل کرنے کے لیے میری تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا، آپ نے فرمایا عورتوں کو قتل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کی لاش کو دفن کر دو اور دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ اور فتح مکہ کے دن جب آپ نے ایک عورت کو مقتولہ دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ عورت تو جنگ نہیں کرتی؟ اس حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ کوئی شخص قتل کا اس وجہ سے مستحق ہوتا ہے جب وہ جنگ کرے اور عورتوں کو قتل نہ کیا جائے کیونکہ وہ جنگ نہیں کرتیں، اور جب عورتوں کو قتل کرنے کی علت ان کا جنگ نہ کرنا ہے تو اس علت میں کفر اصلی اور کفر طاری (ارتداد) میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور امام شافعی اور امام احمد وغیرہ نے جو اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کر دو تو ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے عورتیں مستثنیٰ ہیں اور اس حدیث سے صرف مرد مراد ہیں اور تخصیص کی دلیل وہ احادیث ہیں جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور سنن دارقطنی میں جو یہ روایت ہے کہ "ام مروان نام کی ایک عورت مرتد ہو گئی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا اس سے توبہ طلب

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۰ ص ۹۸ - ۹۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ۔

[2] حافظ احمد بن علی المثنی التمیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ الموصلی ج ۳ ص ۱۱۶ - ۱۱۵ مطبوعہ دار المامون تراث بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

کرو اگر توبہ کرے تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دو" اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس عورت کو قتل کرنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ جنگ کرنے والی تھی کیونکہ ام مروان خود بھی جنگ کر رہی تھی اور مردوں کو بھی جنگ پر برانگیختہ کر رہی تھی اور وہ ان کی سردار تھی۔ اور حضرت ابوبکر سے جو روایت ہے کہ انھوں نے ام فرقہ نامی ایک مرتدہ کو قتل کر دیا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ ام فرقہ کے تیس بیٹے تھے جن کو وہ جنگ پر ابھار رہی تھی اور اس کو قتل کر کے کفار کی شوکت کو ختم کرنا مقصود تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو مصلحت اور سیاست سے قتل کیا ہو جس طرح آپ نے ان عورتوں کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تھا جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر سن کر اظہار خوشی کے لیے دف بجایا تھا۔ [1]

مرتدہ کو قتل نہ کرنے کے متعلق احادیث و آثار

حافظ زیلعی امام طبرانی کی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن معاذ بن جبل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ حین بعثہ الی الیمن ایما رجل ارتد عن الاسلام فادعہ فان تاب فاقبل منہ وان لم یتب فاضرب عنقہ وایما امرأۃ ارتدت عن الاسلام فادعہا فان تابت فاقبل منہا وان ابت فاستتبہا۔[2]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یمن کی طرف بھیجتے ہوئے فرمایا "جو شخص اسلام سے مرتد ہو جائے اس کو اسلام کی دعوت دو اگر وہ توبہ کر لے تو اس کا اسلام قبول کر لو، اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کی گردن مار دو، اور جو عورت اسلام سے مرتد ہو جائے اس کو دعوت دو، اگر وہ توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کر لو اور اگر وہ انکار کرے تو اس سے پھر توبہ طلب کرو۔

عن رباح بن ربیع قال: کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزاۃ وعلی مقدمۃ الناس خالد بن الولید فاذا امرأۃ مقتولۃ علی الطریق یتعجبون من خلقہا قد اصابتہا المقدمۃ فاتی رسول اللہ صلی

حضرت رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے اور مقدمۃ الجیش پر حضرت خالد بن ولید مامور تھے، راستہ میں ایک عورت قتل کی ہوئی پڑی تھی، لوگ اس کی خلقت پر اظہار تعجب کر رہے تھے، اس کو مقدمۃ الجیش نے قتل کیا تھا

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۰، ص ۱۱۰-۱۰۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ
[2] حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف حنفی زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۴۵۷، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، الطبعۃ الاولی ۱۳۵۷ھ

الله علیہ وسلم فوقف علیھا فقال: ھاہ! ما کانت ھذہ تقاتل ثم قال لرجل ادرک خالدا فلا یقتلن ذریۃ ولا عسیفا.[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آکر کھڑے ہو گئے اور فرمایا یہ عورت تو جنگ نہیں کر رہی تھی! پھر ایک شخص سے فرمایا خالد سے کہو وہ بچے اور مزدور کو ہرگز قتل نہ کرے۔

علامہ خطابی نے کہا اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب عورت جنگ کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے (معالم السنن ج ۲ ص ۲۸۰) اور علامہ سرخسی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب عورت جنگ نہ کرے تو اس کو قتل نہ کیا جائے خواہ کافرہ ہو یا مرتدہ۔ (مبسوط ج ۱۰ ص ۱۰۹)۔

امام محمد بن حسن شیبانی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال لا یقتل النساء اذا ارتددن عن الاسلام ویجبرن علیہ.[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب عورتیں اسلام سے مرتد ہو جائیں تو ان کو قتل نہ کیا جائے، ان کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے۔

اس حدیث کو امام دار قطنی[3] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال لا یقتلن النساء اذا ھن ارتددن عن الاسلام ولکن یحبسن ویدعین الی الاسلام فیجبرن علیہ.[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عورتیں (العیاذ باللہ) اسلام سے مرتد ہو جائیں تو ان کو ہرگز نہ قتل کیا جائے، البتہ ان کو قید کر دیا جائے اور ان کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے۔

عن لیث عن عطاء فی المرتدۃ قال: لا تقتل.[5]

لیث بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے مرتدہ کے بارے میں کہا ہے کہ اس کو قتل نہ کیا جائے۔

عن الحسن فی المرتدۃ ترتد عن الاسلام قال لا تقتل. تحبس.[6]

حسن بصری نے کہا جو عورت اسلام سے مرتد ہو جائے، اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ قید کیا جائے گا۔

قتل مرتد کا قرآن مجید سے ثبوت

قل للمخلفین من الاعراب ستدعون

ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے آپ فرما دیجئے

---

[1] حافظ احمد بن علی المثنی التمیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلی الموصلی ج ۳ ص ۱۱۶ - ۱۱۵، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

[2] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۲۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۷ھ،

[3] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۳ ص ۱۱۸، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۴۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

[5] 〃 〃 〃 ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۴۰، 〃 〃 〃

[6] 〃 〃 〃 ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۴۰، 〃 〃 〃

الی قوم اولی باس شدید تقاتلونہم اویسلمون۔ (فتح: ۱۶)

عنقریب تم ایک ایسی قوم (مرتدین اہل یمامہ) کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت جنگجو ہوگی تم ان سے لڑتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔

اس آیت میں جس قوم کی طرف جنگ کی دعوت دی جانے کی خبر دی گئی ہے، علامہ آلوسی اس کے متعلق لکھتے ہیں: ابن منذر، طبرانی، اور زہری کی روایت کے مطابق یہ مسیلمہ کذاب کی قوم اہل یمامہ اور بنو حنیفہ ہیں، اور مفسرین کی ایک جماعت کا یہی نظریہ ہے اگرچہ اس میں دیگر اقوال بھی ہیں، نیز علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ اس جنگجو قوم سے تم قتال کرتے رہو یا وہ مسلمان ہو جائیں اس کے علاوہ اور کوئی تیسری صورت نہیں ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید نے ایک قوم کے لیے صرف دو راستے رکھے ہیں قتل یا قبول اسلام اور وہ قوم جس کے لیے یہ سخت حکم نازل ہوا ہے عقلاً اور نقلاً مرتد ہی ہو سکتی ہے۔ عقلاً اس لیے کہ مرتد سے زیادہ سنگین جرم اور کسی فرد یا قوم کا نہیں ہے اس لیے یہ سخت حکم بھی اسی کا ہونا چاہیے جیسا کہ ہم مرتد کو علی الفور قتل کرنے کے حکم پر احناف کے دلائل" کے عنوان کے تحت بیان کر چکے ہیں اور نقلاً اس لیے کہ علامہ آلوسی کی نقل کردہ روایات سے ثابت ہے کہ اس قوم سے مراد بنو حنیفہ کے مرتدین ہیں۔

قتل مرتد کے ثبوت میں احادیث، آثار صحابہ اور اقوال تابعین

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بدل دینہ فاقتلوہ۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کر دو۔"

امام مالک روایت کرتے ہیں:

عن زید بن اسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من غیر دینہ فاضربوا عنقہ۔[2]

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کی گردن اڑا دو۔"

حافظ الہیثمی امام طبرانی کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں:

عن معاویۃ بن حیدۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بدل دینہ

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے دین کو تبدیل

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۶۴۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

فاقتلوہ۔ — کرے اسے قتل کر دو۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت

رواہ الطبرانی ورجالہ الثقات[1] — کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے[2] نیز اس کو امام عبد الرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

عن حمید بن هلال ان معاذ بن جبل اتی ابا موسی وعندہ رجل یهودی فقال: ما هذا فقال: هذا یهودی اسلم ثم ارتد وقد استتابہ ابو موسی شهرین قال، فقال معاذ: لا اجلس حتی اضرب عنقہ، قضی اللہ وقضی رسولہ۔[4]

حمید بن ہلال کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل حضرت ابو موسیٰ کے پاس گئے ان کے پاس ایک یہودی شخص تھا حضرت معاذ نے کہا یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یہ ایک یہودی شخص تھا، مسلمان ہوا پھر مرتد ہو گیا، حضرت ابو موسیٰ نے دو ماہ تک اس کو توبہ کی مہلت دی۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت معاذ نے کہا میں جب تک اس کی گردن نہ اڑا دوں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے۔

اس حدیث کو امام بیہقی[5] اور امام عبد الرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔[6]

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ عن ابیہ قال: اخذ ابن مسعود قوما ارتدوا عن الاسلام من اهل العراق فکتب فیهم الی عمر، فکتب الیہ ان اعرض علیهم دین الحق وشهادۃ ان لا الہ الا اللہ، فان قبلوها فخل عنهم وان لم یقبلوها فاقتلهم، فقبلها بعضهم فترکہ، ولم یقبلها بعضهم

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عراق کے کچھ لوگوں کو گرفتار کر لیا جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے، حضرت ابن مسعود نے ان کا حکم معلوم کرنے کے لیے حضرت عمر کو خط لکھا، حضرت عمر نے ان کو جواب لکھا کہ ان پر دین حق اور کلمہ شہادت پیش کرو، اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان کو چھوڑ دو اور اگر اسلام قبول نہ کریں تو ان کو قتل کر دو، سو ان میں سے بعض نے اسلام قبول کر لیا ان

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، الطبعۃ الثالثہ ۱۴۰۲ھ

[2] حافظ ابو بکر عبد اللہ بن ابی شیبہ العبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۳۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

[3] حافظ عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۶۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

[4] حافظ ابو بکر عبد اللہ بن ابی شیبہ العبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۶۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ

[5] حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۰۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[6] حافظ ابو بکر عبد اللہ بن ابی شیبہ العبسی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۶۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

فقتلہ [1]

کو حضرت ابن مسعود نے چھوڑ دیا اور بعض نے اسلام قبول نہیں کیا تو ان کو قتل کر دیا۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر یقول یستتاب المرتد ثلاثا فان تاب ترك وان ابی قتل [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مرتد سے توبہ کے لیے تین بار کہا جائے اگر وہ توبہ کرے تو اس کو چھوڑ دیا جائے اور اگر انکار کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

عن ابن شهاب قال: یدعی الی اسلام ثلاث مرات فان ابی ضربت عنقه [3]

ابن شہاب کہتے ہیں کہ (مرتد کو) تین بار اسلام کی دعوت دی جائے اور اگر وہ انکار کرے تو اس کی گردن مار دی جائے۔

عن ابن جریج قال: قال عطاء فی الانسان یکفر بعد اسلامه یدعی الی الاسلام فان ابی قتل [4]

ابن جریج کہتے ہیں کہ عطاء نے کہا کہ جو انسان اسلام کے بعد کفر کرے اس کو اسلام کی دعوت دی جائے اور اگر وہ انکار کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

کیا مرتد کو قتل کرنا آزادی فکر کے خلاف ہے؟

بعض مخالفین اسلام اور مستشرقین قتل مرتد کے حکم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ حکم آزادی فکر اور حریت اعتقاد کے خلاف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت نے فکر کو علی الاطلاق اور بے لگام نہیں چھوڑا، مثلاً اگر کسی شخص کا یہ نظریہ ہو کہ زنا کرنا اور چوری کرنا درست ہے تو کیا اس کو مسلمانوں کی لڑکیوں سے بدکاری کرنے اور مسلمان کے اموال چرانے کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے گا؟ اور اگر کسی کا یہ نظریہ ہو کہ قتل کرنا درست ہے تو اس کو قتل کرنے کے لیے بے مہار چھوڑ دیا جائے گا، اور اگر ان اخلاقی مجرموں کو سزا دی جائے تو کیا یہ آزادی فکر اور حریت اعتقاد کے خلاف ہوگا؟

تمام دنیا کے ملکوں میں یہ قاعدہ ہے اگر کوئی شخص حکومت وقت کے خلاف بغاوت کرے اور حکومت کو الٹنے اور انقلاب کے پروگرام بنائے تو ایسے شخص کو پھانسی کی سزا دی جاتی ہے پھر کیا ایسے شخص کو موت کی سزا دینا آزادی فکر اور حریت اعتقاد کے خلاف نہیں ہے؟ جب کہ تمام دنیا میں باغیوں اور ملک کے غداروں کو موت کی سزا دی جاتی ہے۔ اور جب ملک کے غدار کو موت کی سزا دینا حریت فکر اور آزادی رائے کے خلاف نہیں ہے تو دین کے غدار کو موت کی سزا دینا کیونکر آزادی رائے کے خلاف ہو سکتا ہے!۔

---

[1] حافظ عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰ص ۱۶۹-۱۶۸ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ
[2] حافظ ابو بکر عبداللہ بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۰ص ۱۳۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۶ھ۔
[3] " " " " ، المصنف ج ۱۰ص ۱۳۸، " "
[4] " " " " ، المصنف ج ۱۰ص ۱۳۹، " "

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں انصاف اور امن کے لیے آزادی رائے اور حریت فکر کو بے لگام اور بے مہار نہیں چھوڑا جا سکتا، ورنہ کسی کی جان، مال، عزت اور آبرو کا کوئی تحفظ نہیں ہوگا، اس لیے ضروری ہے کہ فکر اور اعتقاد کے لیے حدود اور قیود مقرر کی جائیں اور ان حدود کا تقرر یا عقل محض سے ہوگا یا وحی الٰہی سے، اگر ان حدود کا تقرر عقل محض سے کیا جائے تو ان حدود میں غلطی، خطاء، ظلم اور جور کا امکان ہے۔ اس لیے ان حدود اور قیود میں وحی پر اعتماد کرنا ہوگا اور یہ وحی الٰہی ہے جس نے مرتد کی سزا قتل کرنا بیان کی ہے، جیسا کہ ہم قرآن مجید، احادیث صریحہ، اور آثار صحابہ و تابعین سے واضح کر چکے ہیں۔

بعض مستشرقین کہتے ہیں کہ مرتد کو قتل کی سزا دینا خود قرآن مجید کے خلاف ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے: لا اکراہ فی الدین (البقرہ: ۲۵۶) "دین (قبول کرنے) میں جبر نہیں ہے"۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت کافر اصلی کے متعلق ہے یعنی جو ابتداءً کافر ہو مرتد کے بارے میں نہیں ہے کیونکہ پوری آیت اس طرح ہے:

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لھا (بقرہ: ۲۵۶)

دین (قبول کرنے) میں جبر نہیں ہے، ہدایت گمراہی سے خوب واضح ہو چکی ہے جو شخص شیطان کے حکم کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو بے شک اس نے ایسا مضبوط دستہ تھام لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گا۔

اور کافر اصلی کے مقابلہ میں شریعت نے مرتد کے متعلق زیادہ سخت احکام دیے ہیں جن کی تفصیل ہم "مرتد کو علی الفور قتل کرنے پر فقہاء احناف کے دلائل" کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں۔

بَابُ ثُبُوْتِ الْقِصَاصِ فِي الْقَتْلِ بِالْحَجَرِ وَغَيْرِهِ مِنَ الْمُحَدَّدَاتِ وَالْمُثَقَّلَاتِ وَقَتْلِ الرَّجُلِ بِالْمَرْاَةِ

پتھر اور دوسری دھار والی چیزوں سے قصاص کا، اور عورت کے بدلہ میں مرد کو قتل کرنے کا ثبوت

۴۲۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ يَهُوْدِيًّا قَتَلَ جَارِيَةً عَلٰى اَوْضَاحٍ لَهَا فَقَتَلَهَا بِحَجَرٍ قَالَ فَجِيْءَ بِهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِهَا رَمَقٌ فَقَالَ لَهَا اَقَتَلَكِ فُلَانٌ فَاَشَارَتْ بِرَاْسِهَا اَنْ لَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کو چاندی کے زیورات کی خاطر پتھر سے قتل کر دیا، اس لڑکی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا درآں حالیکہ ابھی اس میں کچھ جان باقی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو فلاں شخص نے قتل کیا ہے؟ اس نے سر کے اشارے سے کہا نہیں، آپ نے دوبارہ کہا تو اس نے پھر سر کے اشارے سے کہا نہیں، جب آپ نے تیسری بار سوال کیا تو اس نے کہا ہاں! اور سر سے اشارہ

ثم قال لها الثانية فأشارت برأسها أن لا ثم سألها الثالثة فقالت نعم وأشارت برأسها فقتله رسول الله صلى الله عليه وسلم بين حجرين.

کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے سر کو دو پتھروں سے کچل کر ہلاک کر دیا۔

۴۲۴۹ - وحدثني يحيى بن حبيب الحارثي حدثنا خالد يعني ابن الحارث ح وحدثنا أبو كريب حدثنا ابن إدريس كلاهما عن شعبة بهذا الإسناد نحوه وفي حديث ابن إدريس فرضخ رأسه بين حجرين.

دو مختلف سندوں کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے اور ابن ادریس کی روایت میں ہے کہ آپ نے اس کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا۔

۴۲۵۰ - حدثنا عبد بن حميد حدثنا عبد الرزاق أخبرنا معمر عن أيوب عن أبي قلابة عن أنس أن رجلا من اليهود قتل جارية من الأنصار على حلي لها ثم ألقاها في القليب ورضخ رأسها بالحجارة فأخذ فأتي به رسول الله صلى الله عليه وسلم فأمر به أن يرجم حتى يموت فرجم حتى مات.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے کچھ زیوروں کی خاطر انصار کی ایک لڑکی کو قتل کر دیا، پھر اس کو ایک کنویں میں ڈال دیا۔ اس نے اس لڑکی کا سر پتھروں سے کچل دیا تھا۔ پھر وہ شخص پکڑا گیا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، آپ نے فرمایا جب تک یہ مر نہ جائے اس کو پتھر مارے جائیں۔ پھر اس کو پتھر مارے گئے حتیٰ کہ وہ مر گیا۔

۴۲۵۱ - وحدثني إسحق بن منصور أخبرنا محمد بن بكر أخبرنا ابن جريج أخبرني معمر عن أيوب بهذا الإسناد مثله.

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۴۲۵۲ - وحدثنا هداب بن خالد حدثنا همام حدثنا قتادة عن أنس بن مالك أن جارية وجد رأسها قد رض بين حجرين فسألوها من صنع هذا بك فلان فلان حتى ذكروا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک لڑکی اس حال میں پائی گئی کہ اس کا سر پتھروں سے کچلا ہوا تھا، لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے؟ فلاں نے؟ حتیٰ کہ لوگوں نے ایک یہودی کا ذکر کیا، اس نے سر کے ساتھ اشارہ کیا پھر اس

یَهُوْدِیًّا فَاُدْمَتْ بِرَاْسِهَا فَاُخِذَ الْیَهُوْدِیُّ فَاَقَرَّ فَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّرَضَّ رَاْسُهٗ بِالْحِجَارَةِ۔

یہودی کو پکڑا گیا اور اس نے (قتل کا) اقرار کر لیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ اس کا سر پتھروں سے کچل دیا جائے۔

حدیث الباب میں قتل کے ثبوت کا تعین

اس باب کی احادیث پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر گواہوں کے ثبوت کے محض اس لڑکی کے بیان پر اس یہودی کو کیوں قتل کر دیا؟ بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے جب قاتل کو مقتول کے قول کی بناء پر قتل کر دیا جاتا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے علم ہو گیا تھا کہ اس لڑکی کا قاتل وہ یہودی ہے لیکن یہ دونوں جواب صحیح نہیں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ قصاص کا ثبوت یا گواہوں سے ہوتا ہے یا قاتل کے اعتراف سے۔ اور اس واقعہ میں قاتل نے قتل کا اعتراف کر لیا تھا جیسا کہ اس باب کی حدیث نمبر ۴۲۵۲ میں ہے (صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۸ مطبوعہ اصح المطابع کراچی) نیز صحیح بخاری (ج ۲ ص ۱۰۱۶-۱۰۱۵) میں بھی ہے کہ قاتل کے اقرار پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے قصاص لیا۔

قتل کے ثبوت میں امام مالک کے قول کی وضاحت

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ نووی نے کہا ہے کہ جس شخص پر قتل کرنے کی تہمت ہو تو امام مالک کے نزدیک محض زخمی کے قول سے قتل کا ثبوت ہو جاتا ہے اور انھوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے، لیکن اس حدیث میں اس قول پر دلیل نہیں ہے، بلکہ یہ قول باطل ہے، کیونکہ اس یہودی نے قتل کا اعتراف کر لیا تھا جیسا کہ امام بخاری اور امام مسلم کی روایات سے ثابت ہے، بعض مالکی علماء نے علامہ نووی کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ امام مالک یا کسی اور مالکی عالم کا یہ قول نہیں ہے کہ محض زخمی کے قول سے قصاص ثابت ہو جاتا ہے، ہاں جو شخص مرنے کے قریب ہو اور وہ یہ کہے کہ مجھے فلاں شخص نے قتل کیا ہے تو یہ ایک قرینہ ہے جس سے قسامت واجب ہوتی ہے، پھر دو مردوں سے قسم لی جائے گی، بعض مالکیہ نے جمہور کی موافقت کی ہے اور جو اس قول کے قائلین ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ جب انسان مر رہا ہو اور دنیا سے جا رہا ہو اور اخروی احوال کا معائنہ کر رہا ہو اس وقت وہ صرف سچ ہی بولتا ہے اس لیے اس کا قول لائق اعتبار ہے۔ [۱]

آلۂ قصاص میں ائمہ مذاہب کی آراء

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: عمر بن عبدالعزیز، قتادہ، حسن، ابن سیرین، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، ابوثور، اسحاق، ابن المنذر اور غیر مقلدین کی ایک جماعت نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ قاتل جس آلہ سے قتل کرے اس کو اسی آلہ کے ساتھ قتل کیا جائے، ابن حزم لکھتے ہیں امام مالک نے کہا ہے کہ اگر قاتل کسی شخص کو پتھر یا لاٹھی یا آگ سے قتل کرے تو اس کو بھی اسی قسم کے آلات سے قتل کیا جائے گا اور اس پر ان چیزوں سے اس وقت تک ضرب لگائی جائے گی حتیٰ کہ وہ مر نہ جائے اور اگر اس نے اس کو بھوکا اور پیاسا بند کر کے رکھا حتیٰ کہ وہ مر گیا تو اس کو بھی اتنے دن بھوکا

---

[۱] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۱۹۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

اور پیاسا بند کر کے رکھا جائے گا اگر اتنے دنوں میں مر گیا تو ٹھیک ورنہ تلوار سے قتل کر دیا جائے گا اسی طرح اگر اس نے غرق کیا ہے یا کسی بلندی سے پھینکا ہے، اگر قاتل نے کسی شخص کے ہاتھ اور پیر کاٹے جس سے وہ مر گیا تو قاتل کے بھی ہاتھ اور پیر کاٹے جائیں گے۔ اگر وہ مر گیا تو ٹھیک ورنہ اس کو تلوار سے قتل کر دیا جائے گا ____ عامر شعبی، ابراہیم نخعی حسن بصری، سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ، امام محمد اور امام ابویوسف نے یہ کہا ہے کہ قاتل کو تمام صورتوں میں صرف تلوار سے قتل کیا جائے گا کیونکہ امام ابوداؤد طیالسی نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا قود الا بحدیدۃ۔ "قصاص صرف دھار والی چیز سے لیا جائے" اور امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت نعمان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
لا قود الا بالسیف۔ "قصاص صرف تلوار سے لیا جائے اور امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا قود الا بالسیف۔ "قصاص صرف تلوار سے لیا جائے" اسی طرح حضرت علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا قود الا بحدیدۃ "قصاص صرف دھار والی چیز سے لیا جائے" اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: القود بالسیف والخطاء علی العاقلۃ۔ "قصاص تلوار سے ہے اور قتل خطاء کی دیت عصبات پر ہے" اور یہ حدیث حضرت نعمان بن بشیر، حضرت ابوبکرہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہ بعض روایات بعض کے لیے شاہد ہیں اور اس کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس سے استدلال صحیح ہے۔ [1]

آلہ قصاص کے عموم میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

ائمہ ثلاثہ اس باب کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ قاتل جس آلہ سے قتل کرے اسی آلہ سے قصاص لیا جائے، علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: فقہاء احناف اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کو قاطع الطریق اور ڈاکو کے حکم میں قرار دیا اور ڈاکو کو امام جس طرح چاہے قتل کر سکتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب مثلہ کرنا مباح تھا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرنیین کو سزا دی تھی بعد میں اس سے منع کر دیا گیا اور یہ منسوخ ہو گیا۔ [2]

اشارہ سے حکم کے ثبوت میں مذاہب

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ مریض کے اشارہ سے حکم کے ثبوت میں فقہاء کا اختلاف ہے، لیث، امام مالک، اور امام شافعی کا یہ موقف ہے کہ جب حاضرین اس کے اشارہ کو پہچان لیں تو اس سے حکم ثابت ہو جائے گا، اور اس کی وصیت جائز ہے اور امام ابوحنیفہ، اوزاعی اور ثوری کا یہ موقف ہے کہ جب مریض سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا جائے اور وہ ہاتھ یا سر سے اشارہ کرے تو اس سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوگا جب تک کہ وہ کلام نہ کرے، امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ صرف گونگے کے اشارہ سے حکم کا ثبوت جائز

---

[1] حافظ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۵۲ - ۲۵۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] " " " " عمدۃ القاری ج ۱۲، ص ۲۵۲،

ہے یا جس شخص کے کلام میں سکتہ ہو لیکن جس شخص کی زبان بند ہو جائے اور وہ اس کے ساتھ اشارہ نہ کرے اس کا اشارہ جائز نہیں ہے۔ صاحب التوضیح نے کہا کہ یہ حدیث امام ابو حنیفہ کے خلاف دلیل ہے۔ علامہ عینی اس کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کے اشارے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس یہودی کو اس کے اعتراف اور اقرار کی بنا پر قتل کیا تھا۔ لے

بھاری اور ثقیل چیز سے قصاص کے لزوم میں ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ بعض شافعی علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام ابو حنیفہ کے خلاف دلیل ہے کیونکہ جو شخص کسی ثقیل اور بھاری چیز سے عمداً قتل کیا جائے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کے لیے قصاص واجب نہیں ہے ان کے نزدیک اس صورت میں صرف دیت مغلظہ ثابت ہے اور یہ حدیث ان کے خلاف ہے اس کے برخلاف امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور علماء کے نزدیک کسی بھاری اور وزنی چیز کے ساتھ قتل کرنے سے بھی قصاص لازم آتا ہے، امام ابو حنیفہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس یہودی کی عادت تھی کہ وہ راستہ میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو قتل کر دیتا تھا گویا وہ فساد کرنے والا اور ڈاکو تھا اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سیاستہً قتل کر دیا، انھوں نے اعتراض کیا کہ اگر ایسا ہی تھا تو اس کو پتھروں سے کچل کر اسی کی طرح کیوں قتل کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مُثلہ کی تحریم سے پہلے کا عمل ہے اور جب مُثلہ کو حرام کر دیا گیا تو صرف تلوار سے قصاص لینا مشروع رہا۔ ۲ے

قصاص کے وجوب میں تلوار یا دھار والے آلہ سے قتل کے بارے میں احادیث، آثار اور فتاوی تابعین

امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن النعمان بن بشیر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لکل شئ خطأ الا السیف ولکل خطأ ارش۔ ۳ے

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تلوار کے سوا ہر شے میں خطاء ہے اور ہر خطاء میں دیت ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ ۴ے

حافظ ذہلی نے امام احمد کی سند سے یہ حدیث بھی ذکر کی ہے۔

لے۔ حافظ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۵۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

۲ے۔ 〃 〃 〃، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۵۵-۲۵۴، 〃 〃

۳ے۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۲۷۲، ایضاً ۲۷۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۴ے۔ حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۳۴۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ

عن النعمان بن بشیر مرفوعاً کل شیٔ خطأ الا ما کان بحدیدۃ ولکل خطأ ارش [۱]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دھار والی (کاٹنے والی) چیز کے سوا ہر چیز میں خطاء ہے اور ہر خطاء کی ایک دیت ہے۔

ان احادیث سے واضح ہوگیا کہ تلوار یا دھار والی چیز کے ساتھ قتل کیا جائے تو قصاص ہے اور اس کے سوا اور کسی چیز سے قتل کیا جائے تو اس میں دیت ہے، نیز احادیث میں یہ بھی ہے کہ لاٹھی یا پتھر اور کسی وزنی اور بھاری چیز کے ساتھ قتل کرنے میں دیت ہے۔ امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطب یوم الفتح بمکۃ فکبر ثلاثا ثم قال لا الہ الا اللہ وحدہ صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ — الا ان کل ما ثرۃ کانت فی الجاھلیۃ تذکر وتدعی من دم او مال تحت قدمی الا ما کان من سقایۃ الحاج وسدانۃ البیت ثم قال الا ان دیۃ الخطأ شبہ العمد ما کان بالسوط والعصا مأۃ من الابل منھا اربعون فی بطونھا اولادھا۔ [۲]

حضرت عبد اللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیا اور تین مرتبہ اللہ اکبر کہا، پھر فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ پھر فرمایا سنو، زمانہ جاہلیت کی تمام فخریہ باتیں اور زمانہ جاہلیت کے تمام خون اور مال کے دعوے میرے قدموں کے نیچے ہیں (یعنی ساقط ہیں) البتہ حاجیوں کو پانی پلانا اور بیت اللہ کی خدمت کرنا (باقی ہے) پھر فرمایا سنو! قتل خطاء شبہ عمد وہ قتل ہے جو کوڑے اور لاٹھی سے قتل کیا جائے اس کی دیت سو اونٹ ہیں جن میں چالیس حاملہ اونٹنیاں ہوں۔

اس حدیث کو امام نسائی [۳]، امام ابن ماجہ [۴]، امام حمیدی [۵] اور امام ابن حبان [۶] نے بھی روایت کیا ہے۔
حافظ زیلعی نے امام اسحاق بن راہویہ کی سند سے یہ حدیث ذکر کی ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شبہ العمد قتیل الحجر والعصا وفیہ الدیۃ مغلظۃ۔ [۷]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شبہ العمد وہ ہے جس کو پتھر اور لاٹھی سے قتل کیا گیا ہو اس میں دیت مغلظہ ہے۔

---

[۱] حافظ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۴ ص ۳۳۳ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ
[۲] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
[۳] امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۱۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[۴] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۸۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[۵] امام عبد اللہ بن زبیر حمیدی متوفی ۲۱۹ھ، مسند حمیدی ج ۲ ص ۳۰۷، مطبوعہ عالم الکتب بیروت
[۶] امیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ (المرتب)، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۶۰۲-۶۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷ھ
[۷] حافظ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف حنفی زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۴ ص ۳۳۳ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من قتل فی عمیا رمیا بحجر او ضربا بالسوط او بعصا فعقلہ عقل الخطاء الحدیث۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اندھا دھند پتھر مار کر قتل کیا گیا ہو یا جس کو کوڑے یا لاٹھی کی ضرب سے قتل کیا گیا اس کی دیت قتل خطا کی دیت ہے۔

عن علی وابن مسعود ان شبہ العمد الحجر والعصا۔ [2]

حضرت علی اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جس کو پتھر یا لاٹھی سے قتل کیا جائے وہ قتل شبہ عمد ہے۔

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو امام طبرانی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ [3]

عن ابن مسعود قال: شبہ العمد الحجر والعصا والسوط والدفعۃ والرفقۃ وکل شئ عمدتہ بہ ففیہ التغلیظ فی الدیۃ۔ [4]

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جس شخص کو پتھر، لاٹھی، کوڑے یا سواری سے گرا کر ان میں سے جس کے ساتھ بھی تم نے عمداً قتل کیا اس میں دیت مغلظہ ہے۔

اس حدیث کو بھی حافظ الہیثمی نے طبرانی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ سند منقطع ہے لیکن اس کے تمام راوی صحیح ہیں۔ [5]

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن الحسن قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتیل السوط والعصا شبہ عمد۔ [6]

حسن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوڑے اور لاٹھی کا مقتول قتل شبہ عمد ہے۔

عن الشعبی والحکم وحماد قالوا ما اصیب بہ من حجر او سوط او عصا فاتی علی النفس فھو شبہ العمد وفیہ الدیۃ مغلظۃ۔ [7]

شعبی، حکم اور حماد کہتے ہیں کہ جس کو پتھر، کوڑے یا لاٹھی سے قتل کر دیا جائے وہ قتل شبہ عمد ہے اور اس میں دیت مغلظہ ہے۔

عن ابراھیم قال ما کان من قتل بغیر سلاح فھو شبہ العمد وفیہ الدیۃ علی العاقلۃ۔ [8]

ابراہیم کہتے ہیں کہ جو قتل بغیر ہتھیار کے ہو وہ قتل شبہ عمد ہے اور اس میں عاقلہ پر دیت ہے۔

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۹ ص ۲۸۰ - ۲۷۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ھ
[2] 〃 〃 〃 〃 ، المصنف ج ۹ ص ۲۷۸،
[3] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۸۶، مطبوعہ دارالکتاب العربی، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۲ھ
[4] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۹ ص ۲۷۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ھ
[5] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۸۶، مطبوعہ دارالکتاب العربی، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ
[6] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۱۳۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ
[7] 〃 〃 〃 〃 ، المصنف ج ۹ ص ۱۳۹،
[8] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۲۸۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

عن علی وعبد اللہ قالا: العمد السلاح [۱]

حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ قتل عمد ہتھیار سے ہوتا ہے۔

عن مسروق قال: العمد بالحدیدۃ [۲]

مسروق نے کہا کہ قتل عمد کاٹنے والے یا دھار والے ہتھیار سے ہوتا ہے۔

عن الشعبی قال: کل شیٔ بحدیدۃ فھو عمد [۳]

شعبی نے کہا ہر دھار والے آلہ سے قتل، قتل عمد ہے۔

ان تمام احادیث، آثار اور فتاوی تابعین سے بصراحت واضح ہوتا ہے کہ تلوار اور کاٹنے والے آلہ کے سوا اور کسی چیز سے قتل میں قصاص واجب نہیں ہے اور ان احادیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ پتھر، لاٹھی یا کسی اور بھاری اور وزنی چیز کے ساتھ قتل کرنے سے قصاص لازم نہیں آتا اور فقہاء احناف کا نظریہ ان احادیث کے عین مطابق ہے اور ائمہ ثلاثہ کا نظریہ ان احادیث، آثار اور فتاوی تابعین کے بالکل خلاف ہے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک صرف تلوار اور دھار دار چیز کے ساتھ قتل کرنے سے قصاص واجب ہوتا ہے اور اگر ارادہ قتل سے کسی کو لاٹھی یا پتھر سے ہلاک کیا جائے تو وہ قتل شبہ عمد ہے جس میں قصاص نہیں ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے اس وجہ سے موقف احناف کی مکمل وضاحت کے لیے قتل کی جمیع اقسام اور ان کا حکم جاننا ضروری ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک قتل کی اقسام

فقہاء احناف کے نزدیک قتل کی پانچ اقسام ہیں: علامہ سرخسی لکھتے ہیں۔ علامہ ابو بکر رازی نے کہا کہ قتل کی پانچ اقسام ہیں: قتل عمد، قتل شبہ عمد، قتل خطاء، قتل قائم مقام خطاء اور وہ قتل جو عمد، خطاء اور قائم مقام خطاء کے مغایر ہے جس کو قتل بالسبب کہتے ہیں۔

قتل عمد

علامہ سرخسی قتل عمد کی تعریف میں لکھتے ہیں:

اما العمد فھو ما تعمدت ضربہ بسلاح لان العمد ھو القتل وقصد ازھاق الحیاۃ وھی غیر محسوسۃ لقصد اخذھا فیکون القصد الی ازھاق الحیاۃ بالضرب بالسلاح الذی ھو جارح عامل فی [۴]

قتل عمد وہ قتل ہے جس میں جان نکالنے کے لیے ہتھیار سے ضرب لگائی جائے اور جان غیر محسوس ہے پس وہ جان نکالنے کے لیے ایسے ہتھیار کو استعمال کرے گا جو زخم ڈالنے والا ہو اور بدن کے ظاہر اور باطن میں مؤثر ہو۔

علامہ ابو بکر رازی لکھتے ہیں: امام ابو حنیفہ کی اصل کے مطابق جس قتل کو ہتھیار یا ہتھیار کے قائم مقام کے ساتھ

۱۔ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۳۴۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

۲۔ 〃 〃 〃 ، المصنف ج ۹ ص ۳۴۳

۳۔ 〃 〃 〃 ، المصنف ج ۹ ص ۳۴۴

۴۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۶ ص ۵۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

کیا جائے وہ قتل عمد ہے مثلاً بانس کی کھپچی یا لاٹھی کے ٹکڑے یا کسی اور ایسی دھار والی چیز کے ساتھ قتل کر دے جو ہتھیار اور ہمارے علم کے مطابق ان صورتوں کے قتل عمد ہونے میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے۔ لہ

شمس الائمہ سرخسی نے لکھا ہے کہ قتل عمد کا حکم آخرت میں عذاب ہے اور دنیا میں قصاص ہے الا یہ کہ اولیاء مقتول دیت پر راضی ہو جائیں اور قاتل اگر وارث ہو تو وہ مقتول کی وراثت سے محروم ہو جاتا ہے۔ لہ

قتل شبہ عمد

شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں:

واما شبہ العمد فہو ما تعمدت ضربہ بالعصا او السوط او الحجر او الید فان فی ھذا الفعل معنیین العمد باعتبار قصد الفاعل الی الضرب ومعنی الخطأ باعتبار انعدام القصد منہ الی القتل لان الآلۃ التی استعملھا آلۃ الضرب للتادیب دون القتل والعاقل انما یقصد کل فعل بالتہ فاستعمالہ آلۃ التادیب دلیل علی انہ غیر قاصد الی القتل فکان فی ذلک خطأ لشبہ العمد صورۃ من حیث انہ کان قاصدا الی الضرب والی ارتکاب ما ھو محرم علیہ۔ ىہ

شبہ العمد وہ قتل ہے جس میں لاٹھی کوڑے پتھر یا ہاتھ سے ضرب لگانے کا قصد کیا جائے۔ اس قتل میں دو وجہیں ہیں اس لحاظ سے عمد ہے کہ وہ فاعل اس میں ضرب لگانے کا قصد کرتا ہے اور اس لحاظ سے خطاء ہے کہ وہ اس ضرب سے قتل کرنے کا قصد نہیں کرتا، کیونکہ جس آلہ کو اس نے استعمال کیا ہے وہ سزا دینے کے لیے ضرب کا آلہ ہے۔ قتل کا آلہ نہیں ہے اور عاقل شخص ہر آلہ سے اسی فعل کا قصد کرتا ہے جس فعل کے لیے وہ آلہ بنایا گیا ہے پس فاعل کا تادیب کے آلہ کو استعمال کرنا اس کی دلیل ہے کہ اس کا قصد قتل کرنے کا نہیں تھا پس اس میں اس کو خطاء لاحق ہوئی جو صورۃً عمد کے مشابہ ہے، کیونکہ اس کا قصد سزا دینا تھا اور وہ اس فعل کا مرتکب ہو گیا جو اس پر حرام ہے (یعنی قتل)

شمس الائمہ سرخسی کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ قتل شبہ عمد میں فاعل کا مقصود تادیب (سزا دینے) کے لیے مارنا ہوتا ہے قتل کرنا نہیں ہوتا۔ لیکن ہمارے معاصر فقیہ مولانا وقار الدین نے اس کے برعکس لکھا ہے: لکھتے ہیں:

قتل کی دوسری قسم شبہ عمد ہے وہ یہ کہ قصداً قتل کرے مگر اسلحہ سے یا جو چیزیں اسلحہ کے قائم مقام ہوں ان سے قتل نہ کرے مثلاً کسی کو لاٹھی یا پتھر سے مار ڈالا ——— طحطاوی صد ۲۸۵ جلد ۴، بحر الرائق صد ۲۹۱ ج ۸، تبیین صد ۱۰ ج ۶، در مختار و شامی صد ۴۲۶ ج ۵، درر غرر صد ۹۰ ج ۲ ——— ىہ

مولانا وقار الدین نے جتنی کتابوں کے حوالے دیے ہیں سب میں ان کی تحریر کے برعکس یہ لکھا ہے کہ قتل شبہ عمد

لہ علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۲۲۸، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

لہ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۶ ص ۶۰-۵۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

ىہ ، ، ، المبسوط ج ۲۶ ص ۶۰-۵۹

ىہ مولانا وقار الدین نوبل کراچی، بہار شریعت ج ۱۸ ص ۱۶ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی، بار اول ۱۹۷۹ء

وہ ہے جس میں سزا دینے کا قصد ہو اور قتل کرنے کا قصد نہ ہو۔

علامہ طوری حنفی شبہ عمد کی تعریف میں لکھتے ہیں:

شبہ العمد عند الامام تعمد الضرب بما لیس بسلاح وقال محمد ویکون قصدہ الضرب والتادیب[1]

امام اعظم کے نزدیک شبہ عمد یہ ہے کہ اس چیز سے ضرب لگانے کا قصد کیا جو ہتھیار نہ ہو، اور امام محمد نے کہا اس کا قصد تادیب اور سزا دینا ہو۔

علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

لانہ یقصد بہ التادیب او اتلاف العضو لا القتل فکان شبہ عمد۔[2]

کیونکہ اس سے تادیباً سزا دینے یا عضو کو تلف کرنے قصد کیا جاتا ہے نہ کہ قتل کرنے کا پس یہ شبہ عمد ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

لان فیہ معنی العمدیۃ باعتبار قصد الفاعل الی الضرب ومعنی الخطأ باعتبار عدم قصدہ الی القتل اذ لیست الالۃ آلۃ قتل۔[3]

کیونکہ شبہ عمد میں فاعل ضرب کا قصد کرتا ہے اس اعتبار سے اس میں عمدیت کا معنی ہے اور خطاء کا معنی اس وجہ سے ہے کہ وہ قتل کا قصد نہیں کرتا، کیونکہ اس نے جس چیز سے ضرب لگائی ہے وہ آلۂ قتل نہیں ہے۔

ملا خسرو لکھتے ہیں:

لان فی ہذا الفعل معنی العمدیۃ باعتبار قصد الفاعل الی الضرب ومعنی الخطأ باعتبار عدم قصدہ الی القتل۔[4]

کیونکہ اس فعل میں اس اعتبار سے عمدیت کا معنی ہے کہ فاعل ضرب کا قصد کرتا ہے اور اس اعتبار سے خطأ کا معنی ہے کہ وہ قتل کا قصد نہیں کرتا۔

اور علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

وقال صاحب المجتبیٰ یشترط عند ابی حنیفۃ ان یقصد التادیب دون الاتلاف۔[5]

اور صاحب مجتبیٰ نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک (شبہ عمد میں) یہ شرط ہے کہ وہ سزا دینے کا قصد کرے قتل کرنے کا قصد نہ کرے۔

مولانا وقار الدین کے اپنے نقل کردہ حوالہ جات اور ان کے علاوہ علامہ سرخسی اور علامہ عینی کے حوالوں سے واضح

---

[1] علامہ محمد بن حسین بن علی طوری حنفی، تکملہ البحر الرائق ج ۸ ص ۲۹۱ مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۶ ص ۱۰۰، مکتبہ امدادیہ ملتان

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۶۸ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[4] ملا احمد بن فراموز خسرو متوفی ۸۸۵ھ، درر الحکام فی شرح غرر الاحکام ج ۲ ص ۹۰ مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر، ۱۳۰۴ھ

[5] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، البنایہ شرح الہدایہ الجزء الرابع ص ۴۴۵ مطبوعہ المکتبۃ الامدادیہ مکۃ المکرمہ

ہو گیا کہ قتل شبہ عمد وہ ہوتا ہے جس میں فاعل قتل کا قصد نہ کرے بلکہ تادیباً سزا دینے کا قصد کرے اور مولانا وقار الدین نے جو شبہ عمد کی تعریف میں لکھا ہے کہ فاعل قتل کا قصد کرے وہ غلط ہے اور ان تمام تصریحات کے خلاف ہے۔

قتل شبہ عمد میں فاعل گنہ گار ہوگا اور اس پر کفارہ واجب ہے (ایک غلام کو آزاد کرے یا دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے) اور اس کے عصبات پر دیت مغلظہ (سو اونٹ) واجب ہے جس کو وہ تین سال میں ادا کریں گے اور فاعل اگر وارث ہو تو اس میں مقتول کی میراث سے محروم ہو جاتا ہے۔ [۱]

قتل خطاء علامہ سرخسی لکھتے ہیں قتل خطاء یہ ہے کہ جس کو قتل کرنے کا قصد کیا ہو اس کے بجائے کوئی اور قتل ہو جائے۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ اس کے گمان میں خطاء ہو اور دوسری یہ ہے کہ اس کے فعل میں خطاء ہو۔ فعل میں خطاء کی مثال یہ ہے کہ اس نے کسی شکار یا کسی ہدف کی طرف شست باندھ کر نشانہ لگایا اور گولی کسی مسلمان شخص کو لگ گئی۔ اور گمان میں خطاء کی مثال یہ ہے کہ اس نے کسی شخص کو حربی کافر سمجھ کر نشانہ بنایا اور وہ شخص مسلمان تھا یا اس نے شکار سمجھ کر گولی چلائی اور جس کو گولی لگی وہ مسلمان شخص تھا۔

قتل خطاء کا حکم یہ ہے کہ اس میں قصاص واجب نہیں ہے اور شریعت میں ہم سے خطاء پر اخروی مواخذہ ساقط ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لیس علیکم جناح فیما اخطأتم بہ "جو کام تم نے خطاء کیا اس میں گناہ نہیں ہے" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رفع عن امتی الخطأ والنسیان وما استکرھوا علیہ "بھول خطاء اور جبریہ کاموں پر میری امت سے گناہ اٹھا لیا گیا ہے۔ اس میں فاعل پر کفارہ یعنی دو ماہ کے مسلسل روزے ہیں اور اس کے عصبات پر دیت ہے جو تین سال میں ادا کی جائے گی۔ [۲]

قتل قائم مقام خطاء علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ علامہ ابوبکر رازی کی تعریف کے مطابق قتل قائم مقام خطاء یہ ہے کہ مثلاً نیند میں کوئی شخص کسی پر گر پڑے اور اس کو قتل کر دے یہ عمد ہے نہ خطاء۔ کیونکہ سونے والے شخص کا قصد متصور نہیں ہے لیکن اس کا کروٹ بدل کر کسی شخص پر گرنا اس شخص کی ہلاکت کا موجب ہے، اس کے عصبات پر دیت اور کفارہ واجب ہوگا اور اگر وہ مقتول کا وارث تھا تو اس کی وراثت سے بھی محروم ہوگا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس نے کوئی کوتاہی کی ہو یا وہ نیند میں نہ ہو اور اس نے جلد میراث حاصل کرنے کے لیے ایسا کیا ہو۔ [۳]

قتل بالسبب علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ جو قتل عمد ہے نہ خطاء نہ قائم مقام خطاء (یعنی قتل بالسبب) وہ یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص راستہ میں کنواں کھود دے یا راستہ میں پتھر وغیرہ رکھ دے اور کوئی شخص کنوئیں میں گر کر ہلاک ہو جائے یا پتھر سے ٹھوکر کھا کر گرے اور مر جائے۔ یہ شخص قتل کرنے کا مرتکب نہیں ہے کیونکہ اس سے مقتول پر کوئی فعل واقع نہیں کیا اس کا فعل تو زمین کے ساتھ متصل تھا اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ یہ عمد، شبہ عمد، خطاء یا قائم مقام خطاء قتل کی کسی قسم کا مرتکب نہیں ہے بلکہ اس کے ایک سبب سے قتل ہوا ہے جو سبب متعدی ہے پس ہم اس کے

---

[۱] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۶ ص ۶۶ مطبوعہ دار المعرفۃ الطبعۃ الثالثۃ بیروت

[۲] " " المبسوط ج ۲۶ ص ۶۷-۶۶، " "

[۳] " " المبسوط ج ۲۶ ص ۶۸، " "

عصبات پر دیت واجب کرتے ہیں تاکہ انسانی جان رائیگاں جانے سے بچ جائے اور اس شخص پر نہ کفارہ واجب ہوگا اور نہ وہ مقتول کی وراثت سے محروم ہوگا۔ [1]

حسب ذیل صورتیں بھی قتل بالسبب میں داخل ہیں:

(۱)۔ کوئی شخص کسی جانور کو ہانک کر لے جا رہا ہو اور وہ جانور کسی شخص کو ہلاک کر دے۔

(۲)۔ کوئی شخص تیز رفتار گاڑی چلائے اور اس کی جھپٹ میں آ کر کوئی شخص ہلاک ہو جائے۔

(۳)۔ کوئی اناڑی شخص گاڑی چلائے اور اس کی گاڑی کے نیچے کوئی آ کر ہلاک ہو جائے۔

(۴)۔ کوئی شخص نشہ میں آ کر گاڑی چلائے اور اس کی گاڑی کے نیچے آ کر کوئی شخص مر جائے۔

پستول اور بندوق وغیرہ کے ساتھ قتل کرنے سے آیا قصاص واجب ہوگا یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ کے نزدیک

تلوار اور دیگر کاٹنے اور دھار والے ہتھیاروں کے ساتھ قصاص واجب ہوتا ہے اور پتھر اور دیگر بھاری اشیاء کے ساتھ قتل کرنے سے قصاص واجب نہیں ہوتا اور ائمہ ثلاثہ اور امام ابویوسف اور محمد کے نزدیک دیگر ثقیل اشیاء کے ساتھ اگر قتل کرنے کے قصد سے کسی کو ہلاک کر دیا جائے تو پھر بھی قصاص واجب ہوتا ہے۔ اس بنا پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر بندوق یا پستول یا کلاشنکوف سے کسی کو قتل کر دیا جائے تو آیا امام اعظم کے قول کے مطابق اس سے قصاص لازم آئے گا یا نہیں؟!

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس میں قصاص واجب نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ تلوار کی طرح کاٹنے والا ہتھیار نہیں ہے اور ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک اس سے قصاص واجب ہو جائے گا۔

لیکن اگر نظر عمیق سے دیکھا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی گولی کے ساتھ قتل کرنے سے قصاص واجب ہوگا کیونکہ امام ابوحنیفہ نے قصاص کو تلوار کے ساتھ اس لیے خاص کیا تھا کہ اس زمانہ میں قتل کرنے کا عام سبب اور ذریعہ تلوار تھا اور چونکہ پتھر وغیرہ قتل کرنے کا عام اور مؤثر سبب نہیں تھا اس لیے پتھر سے قتل کرنے کو قتل شبہ عمد کہا اور قتل عمد نہیں قرار دیا جو موجب قصاص ہوتا ہے اور ہمارے زمانہ میں تلوار کا استعمال متروک ہو چکا ہے اور قتل کرنے کا عام اور سبب غالب بندوق اور پستول وغیرہ ہے نیز جس طرح تلوار کی وضع صرف قتل اور زخمی کرنے کے لیے ہے اسی طرح بندوق کی وضع قتل اور زخمی کرنے کے لیے ہے اس لیے امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق اب بندوق اور پستول وغیرہ تلوار کے حکم میں ہیں اور جس طرح تلوار سے قتل کرنے سے قصاص واجب ہوتا ہے اسی طرح بندوق یا ریوالور سے قتل کرنے سے قصاص لازم آئے گا۔ اس سلسلہ میں پہلی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:-

یا ایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی۔ (بقرۃ: ۱۷۸)

اے ایمان والو! جو لوگ ناحق قتل کیے گئے ہیں ان کا بدلہ لینا تم پر فرض کیا گیا ہے۔

اس آیت سے مقتول عام ہے خواہ اس کو تلوار یا کسی دھار والے آلہ سے قتل کیا گیا ہو یا پستول یا بندوق کی گولی سے قتل کیا گیا ہو اور امام ابوحنیفہ کا اصول یہ ہے کہ قرآن مجید کے عموم کو حدیث صحیح سے بھی مقید نہیں کیا جا سکتا جبکہ حدیث: لاقود

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ ھ، المبسوط ج ۲۶ ص ۶۸، مطبوعہ دار المعرفۃ الطبعۃ الثالثۃ بیروت

الا بالسیف زیادہ سے زیادہ حسن ہے۔ اس کی سند میں ضعیف راوی ہیں لیکن چونکہ یہ متعدد اسانید سے مروی ہے اس لیے حدیث حسن ہے۔ انصاف اور دیانتداری کی بات یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ اور امام ابویوسف اور امام محمد جو یہ کہتے ہیں کہ مقتول کو جس طرح بھی قتل کیا گیا ہو اس کا قصاص لازم ہے، ان کا مسلک قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق ہے۔

اسی طرح بکثرت احادیث میں ہے کہ ہتھیار سے قتل کرنے میں قصاص ہے، ان احادیث کا ذکر ہم پہلے باحوالہ بیان کر چکے ہیں تاہم امام ابوحنیفہ کے نظریہ کے مطابق بھی بندوق کی گولی اور چھرے سے قصاص لازم آتا ہے۔ ہم ذیل میں علامہ سرخسی حنفی کی وہ عبارت نقل کر رہے ہیں جس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ امام ابوحنیفہ نے قصاص کو تلوار کے ساتھ اس لیے خاص کیا تھا کہ اس زمانے میں قتل کرنے کا عام اور غالب سبب تلوار تھی اور اس کی وضع صرف قتل کرنے اور زخمی کرنے کے لیے تھی جبکہ مثقل اشیاء کی وضع دیگر مقاصد کے لیے ہوتی ہے۔

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ: لا قود الا بالسیف قصاص صرف تلوار (کے قتل) سے واجب ہوتا ہے اور اس حدیث میں اس کی صراحت ہے کہ تلوار کے بغیر قصاص لینا واجب نہیں ہے اور اس حدیث میں تلوار سے مراد ہتھیار ہیں، کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس حدیث سے یہی سمجھا تھا حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: العمد السلاح۔ قتل عمد ہتھیار سے ہوتا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے کہا: لا قود الا بالسلاح، قصاص صرف ہتھیاروں کے قتل سے لازم آتا ہے۔ نیز اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار کے ذکر سے ہتھیار مراد لیے ہیں، کیونکہ ہتھیاروں میں بالخصوص تلوار کو جنگ کے لیے تیار کیا گیا ہے، کیونکہ تلوار سے سوا جنگ اور قتال کے اور کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا جاتا اور دیگر ہتھیاروں سے جنگ کے علاوہ اور منافع بھی مقصود ہوتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو یہ ارشاد ہے کہ: بعثت بالسیف بین یدی الساعۃ "مجھے تلوار کے ساتھ قیامت تک کے لیے بھیجا گیا ہے" اس تلوار سے آپ کی مراد ہتھیار اور آلہ قتال ہے اور یہ امام ابوحنیفہ کی اس امر پر دلیل ہے کہ قصاص صرف ہتھیاروں سے واجب ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص کسی انسان کو بڑے پتھر یا بڑی لکڑی سے قتل کر دے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے قول کے مطابق قصاص لازم نہیں ہے۔ اور امام ابویوسف اور امام محمد اور امام شافعی رحمہم اللہ کے قول کے مطابق قصاص لازم ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا فلا یسرف فی القتل (اسراء: ۳۳) "اور بے شک جس شخص کو ناحق قتل کیا گیا ہو تو ہم نے اس کے وارث کو (اس سے قصاص لینے کی) قدرت دی ہے پس وہ قصاص لینے میں حد سے نہ بڑھے"۔ اس آیت میں سلطان سے مراد قصاص لینا ہے کیونکہ اس کے بعد قتل میں اسراف کرنے سے منع فرمایا ہے اس لیے اگر یہ قید لگائی گئی کہ جس شخص کو کاٹنے اور زخمی کرنے والے آلہ سے قتل کیا گیا ہو (تو اس کا ولی قصاص لے سکتا ہے) تو یہ قرآن مجید کی آیت پر زیادتی ہوگی اور حدیث میں بھی ہے کہ ایک یہودی نے زیورات کی وجہ سے ایک لڑکی کا سر پتھر سے کچل کر اس کو ہلاک کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ دو پتھروں سے اس یہودی کا سر کچل دیا جائے۔

شمس الائمہ سرخسی اس دلیل کے جواب میں امام ابوحنیفہ کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ آلہ (پتھر اور دیگر وزنی اشیاء) نہ زخم ڈالتا ہے اور نہ بدن کو کاٹتا ہے اس لیے اس سے قتل کرنا قصاص کا موجب نہیں ہے مثلاً چھوٹی لکڑی سے قتل کرنا اور اس کی تحقیق دو طرح ہے ایک یہ ہے کہ وجوب قصاص قتل عمد کے ساتھ خاص ہے اور عمد محقق اس وقت ہوگا جب آلہ قتل کے ساتھ قتل کیا جائے اور آلہ قتل وہ ہے جو زخمی کرنے والا آلہ ہو

اور وہ جسم بدن کے ظاہر اور باطن میں شکست و ریخت کا عمل پیدا کرتا ہے اور آلہ جارحہ (زخمی کرنے والے آلات) کے ماسوا (غالباً) بدن کے باطن میں توڑ پھوڑ کرتے ہیں اور ظاہر میں نہیں کرتے (مثلاً لاٹھی اور پتھر کی چوٹ سے بدن کے جس حصہ کو ضرب لگتی ہے ظاہر میں وہ ٹوٹتا نہیں ہے) پس جس نے ساتھ انسانی بدن کے ظاہر اور باطن دونوں میں توڑ پھوڑ ہو وہ قتل من کل الوجوہ ہے اور جس قتل کے ساتھ بدن کے صرف باطن میں شکست و ریخت ہو اور جو بعض وجوہ سے قتل ہو وہ فی نفسہٖ قاصر ہے اور چونکہ اس میں شبہ پڑ گیا اس لیے اس سے قصاص ساقط ہو جائے گا۔

نیز علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وانزلنا الحدید فیہ بأس شدید (الحدید: ۲۵) "ہم نے لوہا نازل کیا جس میں سخت جنگی قوت ہے" اس سے مراد قتل کی قوت ہے اسی طرح بادشاہوں کے ہتھیار لوہے سے بنائے جاتے ہیں اور لکڑی اور پتھر اصالۃً تعمیرات کے لیے ہوتے ہیں اور اسی لیے ان کو حاصل کیا جاتا ہے اور لوہے کو جنگ میں استعمال کیا جاتا ہے۔[1]

شمس الائمہ سرخسی حنفی کی اس عبارت میں حسب ذیل نکات سے بندوق اور پستول وغیرہ کے قتل سے قصاص کا ثبوت ہے:

(ا)۔ لا قود الا بالسیف "قصاص صرف تلوار کے قتل سے واجب ہوتا ہے" علامہ سرخسی لکھتے ہیں اس حدیث میں تلوار کا بالخصوص اس لیے ذکر ہے کہ اس زمانہ میں عام طور پر تلوار سے قتل کیا جاتا تھا اور اب عام طور پر بندوق اور پستول وغیرہ سے قتل کیا جاتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ پہلے اونٹ اور گھوڑے پر سفر کیا جاتا تھا اور اس سفر پر نماز، روزے اور طہارت (تیمم اور موزوں پر مسح) کے شرعی احکام مرتب ہوتے تھے اور اب ریل اور ہوائی جہاز پر سفر شرعی کے احکام مرتب ہوتے ہیں۔ اسی طرح مُدّ کے ذریعہ وزن کے شرعی احکام مرتب ہوتے تھے اور اب کلوگرام اور لیٹر وغیرہ پر وزن کے شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں، اسی طرح پہلے تلوار ذریعہ قتل تھا اور اس سے قتل پر قصاص لازم تھا اور اب بندوق اور پستول وغیرہ ذریعہ قتل ہیں اس لیے اب ان سے قتل کرنے پر قصاص لازم ہوگا۔

(ب)۔ علامہ سرخسی نے لکھا ہے کہ حدیث بعثت بالسیف میں تلوار سے آلہ قتال مراد ہے اور بندوق آلہ قتال ہے۔

(ج)۔ علامہ سرخسی نے لکھا ہے کہ حضور نے جو فرمایا ہے لا قود الا بالسیف اس سے صحابہ نے بالخصوص تلوار کو مراد نہیں لیا بلکہ اس سے جنگ کے عام ہتھیار مراد ہیں اور بندوق بھی جنگ کا ہتھیار ہے۔

(د)۔ علامہ سرخسی نے لکھا ہے کہ تلوار کی خصوصیت اس لیے ہے کہ اس کو جنگ اور قتال کے لیے بنایا گیا ہے اس کے برعکس لکڑی اور پتھر کا اصل استعمال مکانوں کی تعمیر کے لیے ہے، اسی طرح بندوق کو بھی جنگ اور قتال کے لیے بنایا گیا ہے۔

(ہ)۔ علامہ سرخسی نے لکھا ہے کہ اس آلہ قتل سے قصاص واجب ہوتا ہے جو جارحہ ہو (زخم پیدا کرے) اور آلہ جارحہ وہ ہے جو بدن کے ظاہر اور باطن دونوں میں توڑ پھوڑ کرے، اور تلوار کی طرح بندوق بھی اس تعریف کا مصداق ہے کیونکہ بدن کے ظاہر اور باطن دونوں میں شکست و ریخت کا عمل کرتی ہے۔

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۶ ص ۱۳۳-۱۳۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

علامہ ابوالحسن مرغینانی (صاحب ہدایہ) لکھتے ہیں:

العمد ما تعمد ضربه بسلاح او ما اجری مجری السلاح

العمد هو القصد ولا یوقف علیه الا بدلیله وهو استعمال الالة القاتلة فکان متعمدا فیه عند ذلک۔[1]

قتل عمد (جو موجب قصاص ہے) کسی کو قصداً قتل کرنا ہے اور قصد پر اطلاع صرف دلیل سے ہو سکتی ہے اور دلیل ہے آلہ قاتلہ کا استعمال کرنا پس آلہ قاتلہ کا استعمال قتل عمد کی دلیل ہے۔

اس عبارت میں صاف تصریح ہے کہ آلہ قاتلہ سے قتل کرنا قتل عمد کی دلیل ہے اور بندوق بھی آلہ قاتلہ ہے لہذا اس سے قتل کرنا بھی قتل عمد اور موجب قصاص ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی آلہ قتل کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فیکون القصد الی ازهاق الحیوة بالضرب بالسلاح الذی هو جارح عامل فی الظاهر والباطن جمیعا۔[2]

زندگی ختم کرنے کے لیے ایسے ہتھیار سے ضرب کا قصد کیا جائے جو زخم ڈالنے والا ہو اور جسم کے ظاہر اور باطن دونوں میں عمل کرے۔

اور بندوق بھی جسم کے اندر زخم ڈالتی ہے اور جسم کے ظاہر اور باطن دونوں میں عمل کرتی ہے۔

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

فی فتاوی قاضی خان فی ظاهر الروایة فی الحدید وما یشبه الحدید النحاس والصفر والرصاص والذهب والفضة والابرة لایشترط الجرح لوجوب القصاص۔[3]

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ ظاہر الروایۃ کے مطابق لوہے اور جو لوہے کے مشابہ چیزیں ہیں مثلاً تانبا، پیتل، رانگ یا سیسہ، سونا، چاندی اور سوئی میں وجوب قصاص کے لیے زخم لگنے کی شرط نہیں ہے۔

علامہ عینی نے قاضی خاں کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ پوری عبارت اس طرح ہے:

اما الالة التی توجب القصاص اذا حصل القتل عمدا بالة جارحة کالسیف والسکین والرمح والسهم حلایکا کانت الالة او غیر حدید کما لو ذبح بلیطة القصب والرمح الذی لاسنان له بعد ان یکون محددا والجزز والعمود والنشابة والسهم الذی لا نصل فیه اذا رماه فاصابه فجرحه او ضربه بعمود

وہ آلہ جس سے قصاص واجب ہوتا ہے یہ ہے کہ جب آلہ جارحہ سے عمداً قتل کیا جائے، مثلاً تلوار، چھری، نیزہ اور تیر خواہ یہ لوہے کے ہوں یا لوہے کے نہ ہوں۔ جیسے بانس کی کھپچی والا نیزہ جس کے دندانے نہ ہوں، کاٹنے والی لکڑی، ستون، تیر، بغیر پیکان (پھل) کا تیر، جبکہ وہ تیر سے زخمی ہو جائے یا اس کو لوہے کے ستون سے مارے یا وہ ستون لوہے کے مشابہ کسی چیز کا ہو مثلاً تانبہ، پیتل، سیسہ، سونا

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۵۵۹ مطبوعہ مطبع شرکۃ علمیہ ملتان

[2] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، البنایہ شرح الہدایہ ج رابع ص ۴۴۲، مطبوعہ المکتبۃ الامدادیہ مکۃ المکرمہ

[3] " " " البنایہ شرح الہدایہ جلد رابع ص ۴۴۳،

حدید اوما یشبه الحدید کالنحاس والشبه و الرصاص والذهب والفضة اذا ضربه فجرحه او شق بطنه بخشب محدد او رماه بصنجة الف درهم فجرحه او لم یجرحه فمات من ذلك یقتل به۔[1]

اور چاندی سے جب ان سے مار کر اس کو زخمی کر دے، یا دھار والی لکڑی سے اس کا پیٹ پھاڑ دے یا اس کو ہزار درہم والے ترازو کے پلڑے سے مار دے خواہ وہ اس سے زخمی ہو یا نہ ہو وہ اس ضرب سے مر جائے تو ان تمام صورتوں میں قاتل کو قتل کیا جائے گا۔

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی آلہ قتل کی بحث میں لکھتے ہیں:

وکذلك اذا کان فی معنی الحدید کالصفر والنحاس والآنك والرصاص والذهب والفضة فحکمه حکم الحدید۔[2]

اسی طرح اگر لوہے کا غیر ہو مثلاً پیتل، تانبہ، رانگ، سیسہ، سونا اور چاندی تو ان تمام کا وہی حکم ہے جو لوہے کا حکم ہے۔

علامہ ابن بزاز کردری لکھتے ہیں:

وفی ظاهر الروایة فی الحدید وما یشبه الحدید کالنحاس وغیره لا یشترط الجرح لوجوب القصاص۔[3]

ظاہر الروایۃ میں ہے کہ لوہے اور جو چیزیں لوہے کے مشابہ ہیں مثلاً تانبہ وغیرہ، ان میں قصاص کے وجوب کے لیے زخمی کرنا شرط نہیں ہے۔

اور خاتم الفقہاء علامہ ابن عابدین شامی آلہ قاتلہ کی بحث میں لکھتے ہیں:

ولا یشترط الجرح فی الحدید فی ظاهر الروایة لانه وضع للقتل قال تعالی وانزلنا الحدید فیه بأس شدید وکذا کل ما یشبه الحدید کالصفر والرصاص والذهب والفضة سواء کان یبضع او یرض حتی لو قتله بالمثقل منها یجب علیه القصاص کما اذا ضربه بعمود من صفر او رصاص۔[4]

ظاہر الروایۃ کے مطابق لوہے کے لیے زخمی کرنا شرط نہیں ہے، کیونکہ اس کو قتل کے لیے بنایا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے لوہے کو نازل کیا ہے اور اس میں سخت جنگی قوت ہے اسی طرح جو چیزیں لوہے کے مشابہ ہیں جیسے پیتل، سیسہ، سونا اور چاندی خواہ وہ کاٹیں یا توڑیں حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے ان میں سے کسی وزنی چیز سے قتل کر دیا تو اس سے قصاص واجب ہوگا مثلاً پیتل یا سونے کے ستون سے قتل کر دیا۔

ان تمام حنفی فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ سیسہ کی چیز سے اگر کسی کو قتل کر دیا جائے تو اس میں قصاص ہے اور بندوق کی گولی بھی سیسہ کی ہوتی ہے۔

---

[1] علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۲۹۵ھ، فتاویٰ قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ج ۳ ص ۴۴۰ مطبوعہ مطبع امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷ ص ۲۳۳، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ

[3] علامہ محمد بن شہاب ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ، فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۶ ص ۴۰۴ مطبوعہ مطبع امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[4] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۶۶ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

اور علامہ شامی نے بندوق کی گولی سے قتل کرنے کو قتل عمد قرار دینے کی تصریح بھی کی ہے لکھتے ہیں:

وعلی کل فالقتل بالبندقۃ الرصاص عمد لانھا من جنس الحدید وتجرح فیقتص بہ لکن اذا لم تجرح لا یقتص بہ علی روایۃ الطحاوی کما افادہ عن الشبلی۔[1]

اور ہر صورت میں بندوق کی گولی سے قتل کرنا قتل عمد ہے کیونکہ یہ بھی لوہے کی جنس سے ہے اور زخمی کرتی ہے اس لیے اس میں قصاص لیا جائے گا لیکن اگر یہ زخمی نہ کرے تو پھر امام طحاوی کی روایت کے مطابق اس میں قصاص نہیں لیا جائے گا جیسا کہ علامہ طحاوی نے علامہ شبلی سے افادہ کیا ہے۔

نیز اگر بندوق وغیرہ کی گولی سے قصاص نہ لیا جائے تو نہ صرف یہ کہ اب قصاص کے حکم پر عمل کرنا معطل ہو جائے گا بلکہ مجرم قتل کرنے پر دلیر ہو جائیں گے کیونکہ ان کو یہ اطمینان ہوگا کہ بندوق وغیرہ کی گولی سے قتل کرنے میں قصاص نہیں ہے۔

مسئلہ قصاص میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ قاتل نے مقتول کو جس کیفیت سے قتل کیا ہے اس کو اسی کیفیت سے قتل کیا جائے گا الا یہ کہ اس نے غیر شرعی طریقہ مثلاً لواطت یا زنا سے قتل کیا ہو، اس صورت میں اس کو تلوار سے قتل کر دیا جائے گا۔ ائمہ ثلاثہ کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے: وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ (النحل: ۱۲۶) "اگر تم انھیں سزا دو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے"، نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم (البقرہ: ۱۹۴) "جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس کی زیادتی کا اتنی ہی زیادتی کے ساتھ بدلہ لو جتنی زیادتی اس نے کی ہے۔" علامہ ابوبکر جصاص نے اس استدلال کے جواب میں لکھا ہے کہ ان آیات کے ظاہر پر عمل نہیں ہو سکتا، مثلاً کسی شخص نے ایک پتھر مار کر قتل کیا ہے اب اس کو پتھر کی ایک ضرب سے قتل کرنا عادۃً ممکن نہیں ہے اور اگر زیادہ ضرب لگائیں گے تو مماثلت نہیں رہے گی، اس لیے اس کو تلوار سے قتل کر کے ہی قصاص لینا چاہیے جیسا کہ حدیث میں ہے: لا قود الا بالسیف "قصاص صرف تلوار سے لیا جائے۔"

ائمہ ثلاثہ کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے جس کو امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، ومن حرق حرقناہ ومن غرق غرقناہ "جس نے کسی کو آگ میں جلایا ہم اس کو آگ میں جلائیں گے اور جس نے کسی کو غرق کیا ہم اس کو غرق کر دیں گے۔"[2] اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہیں اور اس کو زیاد نے اپنے خطبہ میں بیان کیا تھا۔

قصاص لینے کے طریقہ میں فقہاء احناف کا موقف

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: قصاص صرف تلوار سے لیا جائے۔ امام شافعی نے کہا ہے کہ قاتل کے ساتھ وہی فعل کیا جائے جو اس نے مقتول کے ساتھ کیا ہے بشرطیکہ وہ فعل مشروع ہو اگر وہ مر گیا تو فبہا

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۴۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۴۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

ورنہ اس کی گردن کاٹ دی جائے، کیونکہ قصاص کی بناء مساوات پر ہے، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حدیث "لاقود الا بالسیف" کی فنی حیثیت

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی فنی حیثیت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے حضرت نعمان بن بشیر سے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں جابر جعفی ضعیف راوی ہے البتہ ثوری اور شعبہ نے اس کی توثیق کی ہے اور امام طبرانی نے اس کو حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں عبدالکریم ہے جس کو ضعیف قرار دیا ہے، امام دارقطنی نے اس کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے، اس سند میں سلمان بن ارقم ہے یہ راوی متروک ہے، نیز امام دارقطنی نے اس کو حضرت علی سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: لا قود فی النفس وغیرها الا بحدیدۃ "جان وغیرہ کے بدلہ میں صرف دھار والے ہتھیار سے قصاص لیا جائے" اس سند میں معلی بن ہلال ہے اور یہ متروک راوی ہے۔ [2]

فقہاء احناف کے نزدیک قصاص لینے میں بالخصوص تلوار مراد نہیں ہے

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ تلوار سے مراد ہتھیار ہیں اور اس کی تائید حضرت علی کی روایت سے ہوتی ہے (جس کا ابھی دارقطنی کے حوالے سے ذکر ہو چکا ہے) تاج الشریعۃ نے کہا ہے کہ صحابہ نے بھی تلوار سے ہتھیار ہی سمجھے ہیں، کیونکہ ہتھیار بھی کاٹتے ہیں اور یہ دلالۃ النص سے استدلال ہے جیسا کہ اف کہنے کی حرمت سے مارنا حرام ہے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب یہ کہتے تھے کہ قصاص صرف ہتھیاروں سے لیا جائے کیونکہ قصاص لینے میں خنجر اور چھری کی طرح دھار والے لوہے کے ہتھیار مراد ہیں اور ہتھیاروں کو تلوار سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ قتال کے لیے ہتھیاروں میں خصوصیت کے ساتھ تلوار کو استعمال کیا جاتا تھا اور باقی ہتھیاروں سے قتال کے علاوہ دوسرے کام بھی مقصود ہوتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: بعثت بالسیف بین یدی الساعۃ "میں قیامت تک کے لیے تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہوں" اس حدیث میں تلوار سے مراد ہتھیار اور آلہ قتال ہیں۔ [3]

ہم اس سے پہلے علامہ سرخسی حنفی کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ زیر بحث حدیث میں تلوار سے مراد آلہ قتل ہے اور علامہ عینی حنفی نے بھی یہی لکھا ہے کہ اس حدیث میں تلوار سے مراد آلہ قتل ہے۔ نیز علامہ طحطاوی اور علامہ شامی کے حوالوں سے ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ بندوق وغیرہ کی گولی سے قتل میں بھی قصاص ہے اور اس مسئلہ میں بھی فقہاء احناف نے اسی حدیث پر اعتماد کیا ہے۔ ان تمام صریح عبارات سے یہ واضح ہو گیا کہ بالخصوص تلوار سے قصاص لینا ضروری نہیں ہے، تلوار، نیزہ، پستول اور بندوق کسی آلہ قتل سے بھی قاتل کو قتل کر دیا جائے تو فقہاء احناف کے نزدیک یہ قصاص صحیح ہے۔ البتہ پستول اور بندوق کی گولی میں تلوار کی طرح سرعت اور سہولت نہیں ہے الا یہ کہ مقتول کی کنپٹی پر پستول رکھ کر گولی ماری جائے۔

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۵۶۳، مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان

[2] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، البنایہ شرح الہدایہ الجزء الرابع ص ۲۵۱ مطبوعہ المکتبۃ الامدادیہ مکۃ المکرمہ

[3] ،، ،، ،، ،، البنایہ شرح الہدایہ الجزء الرابع ص ۲۵۲-۲۵۳،

مِقصلہ اور برقی کرسی کے ذریعہ قصاص لینے کی تحقیق

اب ایک سوال یہ ہے کہ کیا مِقصلہ (ہلاک کرنے کا ایک آلہ اس کے سر پر ایک چھرا ہوتا ہے جو مجرم کے سر پر گر کر اس کو کاٹ ڈالتا ہے) اور بجلی کی کرسی کے ذریعہ اگر قاتل کو قتل کیا جائے تو کیا اس سے قصاص کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے؟ علامہ عبدالقادر عودہ مصری اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کیا تلوار سے زیادہ سریع القتل آلہ کے ذریعہ قصاص لینا جائز ہے؟ تلوار کے ذریعہ قصاص لینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ سریع القتل ہے اور درد اور عذاب کے بغیر سہولت کے ساتھ قاتل کی موت حاصل ہو جاتی ہے۔ سو اگر کوئی ایسا آلہ دستیاب ہو جائے جو تلوار سے زیادہ سریع القتل ہو اور اس میں سہولت اور آسانی بھی تلوار سے زیادہ ہو اور اس سے جان لینے میں تلوار کی نسبت کم درد اور کم تکلیف ہو تو شریعت میں اس کو استعمال کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے۔ اس لیے مقصلہ، برقی کرسی اور دیگر جدید آلات قتل کے ذریعہ قصاص لینے میں از روئے شرع کوئی حرج نہیں ہے۔ مقصلہ اس لیے جائز ہے کہ وہ دھار والا آلہ ہے اور برقی کرسی اس لیے جائز ہے کہ وہ تلوار کی بہ نسبت سرعت سے کام تمام کر دیتی ہے اور اس سے تلوار کی بہ نسبت اذیت اور تکلیف کم ہوتی ہے۔[1]

پھانسی کے ذریعہ قصاص لینے کی تحقیق

علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے، سو جب تم قتل کرو تو احسان کے ساتھ قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو احسان کے ساتھ ذبح کرو اور چاہیے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی چھری کو تیز کرے اور ذبیحہ کو آرام کے ساتھ ذبح کرے۔[2] اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو بھی عمدگی اور آرام کے ساتھ ذبح کرنے کا حکم دیا ہے تو انسان جو مکرم اور محترم ہے اس کو قتل کرنے میں احسان اور آرام کیونکر نہ ملحوظ ہوگا۔[3]

مصری علماء حدیث "لاقود الا بالسیف" "صرف تلوار سے قصاص لیا جائے" اور "فاذا قتلتم فاحسنوا القتلۃ" - "جب تم کسی کو قتل کرو تو احسان کے ساتھ قتل کرو" کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ان احادیث سے دو چیزیں بصراحت ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ تلوار سے قصاص لینا واجب ہے۔ دوسری یہ کہ جو چیز آسانی اور سہولت میں تلوار کی مثل نہ ہو اس سے قصاص لینا جائز نہیں ہے۔ اور اس سے دلالت النص کے طریقہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس چیز سے قتل کرنا تلوار کی بہ نسبت زیادہ آسانی اور سرعت کے ساتھ ہو اس سے قتل کرنا اولیٰ ہے کیونکہ تلوار کے ساتھ وجوب قصاص کی علت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سرعت اور سہولت سے جان نکل جاتی ہے پس اگر کوئی چیز تلوار سے زیادہ آسانی اور سرعت کے ساتھ جان نکالنے کا ذریعہ ہو تو اس سے قتل کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور یہ دلالت النص سے استدلال ہے (جیسا کہ قرآن مجید نے ماں باپ کو اف کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ اس میں ایذاء ہے تو

---

[1] علامہ عبدالقادر عودہ مصری، التشریع الجنائی ج ۲ ص ۱۵۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۶۰-۶۱ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ ھ، تبیین الحقائق ج ۶ ص ۱۰۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

ماں باپ کو گالی دینا اور مارنا بطریق اولیٰ ممنوع ہے) اور اب اگر قتل کا کوئی ایسا ذریعہ مل جائے جو پہلے معروف نہیں تھا اور جان نکالنے کا وہ ذریعہ تلوار سے زیادہ سرعت اور سہولت والا ہو تو اس حدیث کی دلالت النص سے اس ذریعہ سے قتل کرنا جائز ہوگا اور لا قود الا بالسیف میں حصر اضافی ہے یعنی تلوار کے سوا ان چیزوں سے قصاص نہ لیا جائے جن میں تلوار کی طرح سرعت اور سہولت نہ ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء حنفیہ نے جن دلائل سے استدلال کیا ہے ان دلائل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جان نکالنے کا جو ذریعہ تلوار سے زیادہ سرعت اور سہولت والا ہو اس کے ذریعہ جان نکالنا نہ صرف جائز بلکہ اولیٰ ہے۔ بنا بریں پھانسی کے ذریعہ جان نکالنا چونکہ تلوار سے زیادہ سرعت اور سہولت والا طریقہ ہے اس لیے فقہاء احناف کے ان دلائل کا یہ تقاضا ہے کہ پھانسی کے ذریعہ بھی قصاص لینا جائز ہو۔[1]

آلات قصاص میں مصنف کی تحقیق

یہ بات ملحوظ رہے کہ جس طرح مصری علماء نے حدیث لا قود الا بالسیف میں دلالت النص سے پھانسی کے ذریعہ قتل کرنے پر استدلال کیا ہے اسی طرح علامہ عینی حنفی نے بھی دلالت النص سے تلوار کے علاوہ دیگر ہتھیاروں سے قتل کرنے پر استدلال کیا ہے جس کو ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث لا قود الا بالسیف میں فقہاء احناف کے نزدیک تلوار میں حصر نہیں ہے بلکہ اس سے ہر وہ آلہ قتل مراد ہے جس سے آسانی اور سہولت اور سرعت کے ساتھ قتل حاصل ہو جائے، لہٰذا مقتل، برقی کرسی اور گیس چیمبر کے ذریعہ قصاص لینا جائز ہے، البتہ پھانسی میں ہمارے نزدیک تلوار سے زیادہ اذیت ہے۔

سائنس کی ترقی اور نت نئی ایجادات سے آج ہم زندگی اور عبادات کے تمام شعبوں میں فائدہ اٹھا رہے ہیں، اذان لاؤڈ سپیکر پر دی جاتی ہیں، مساجد میں بجلی کی روشنی میں نماز پڑھی جاتی ہے، گھڑیوں کے حساب سے نماز کے اوقات کا تعین کیا جاتا ہے، افطار اور سحر میں سائرن پر اعتماد کیا جاتا ہے، ریڈیو اور ٹی وی پر رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کے اعلان پر رمضان اور عید کا تعین ہوتا ہے، ذرائع سفر میں اونٹ اور بیل گاڑیوں کی بجائے ریل اور ہوائی جہاز پر سفر کیا جاتا ہے، میزان میں صاع اور مد کے بجائے جدید آلات میزان کو اختیار کیا جاتا ہے۔ اور بیماریوں میں میڈیکل سائنس کے ترقی یافتہ طریقہ ہائے علاج مثلاً سرجری وغیرہ سے استفادہ کیا جاتا ہے اور جب ہم عبادات اور معیشت کے دوسرے تمام شعبوں میں سائنس کی ترقی یافتہ ایجادات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ قاتل سے قصاص لینے میں برقی کرسی اور دیگر زیادہ سرعت اور سہولت والے آلات کو اختیار نہ کیا جائے جب کہ ان آلات کا استعمال ہمارے فقہاء کے بیان کردہ قواعد کے عین مطابق ہے۔

دیکھیے امام ابوحنیفہ کے موقف کے مطابق قصاص اس وقت واجب ہوتا ہے جب تلوار یا دھار والی چیز سے قتل کیا گیا ہو لیکن علامہ طحطاوی اور علامہ شامی نے جب یہ دیکھا کہ ان کے زمانہ میں قتل کرنے کا معروف آلہ بندوق ہے تو انھوں نے بندوق کی گولی سے قتل کرنے پر بھی قصاص کو واجب قرار دیا، حالانکہ بندوق کی گولی دھار والی چیز نہیں ہے وہ جسم کو کاٹتی نہیں بلکہ پھاڑتی ہے، اور اس کی وجہ یہی ہے جیسا کہ علامہ سرخسی اور علامہ عینی نے بیان کیا ہے

---

[1] الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ، ج ۳ ص ۹۶۵-۹۶۴، مطبوعہ القاہرہ، ۱۴۰۱ھ

کہ چونکہ اس زمانہ میں قتل کرنے کا عام اور معروف آلہ تلوار تھی اس لیے فقہاء نے یہ کہا کہ صرف تلوار یا دھار والی چیز سے قتل پر قصاص واجب ہوگا اور علامہ طحطاوی اور علامہ شامی کے زمانہ میں قتل کا عام اور معروف ذریعہ بندوق تھی اس لیے انھوں نے بندوق کی گولی سے قتل پر بھی قصاص کو واجب قرار دیا۔ علیٰ ہذا القیاس پہلے غیر ترقی یافتہ زمانے میں سرعت اور سہولت کے ساتھ قتل کرنے کا آلہ صرف تلوار تھی اس لیے فقہاء نے قصاص لینے کے لیے تلوار یا دوسرے دھار والے آلات کو خاص کر لیا لیکن اب سائنس کی روز افزوں ترقی سے برقی کرسی، گیس چیمبر اور دیگر زیادہ سرعت اور سہولت والے آلات قتل ایجاد ہو چکے ہیں، اس لیے ان آلات کے ذریعہ قصاص لینا نہ صرف جائز ہے بلکہ تلوار کی بہ نسبت اولیٰ اور انسب ہے۔ البتہ پھانسی میں ہمارے نزدیک تلوار سے زیادہ اذیت ہے۔

کیا اس زمانے میں قصاص لینے کا عمل حکومت کے سپرد کیا جا سکتا ہے؟

علامہ عبدالقادر عودہ مصری لکھتے ہیں کہ: فقہاء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ زخم کا قصاص لینے کے لیے ولی سے نہ کہا جائے کیونکہ زخموں میں قصاص لینا انتہائی علم اور گہرائی پر مبنی ہے کہ زخمی کرنے والے کو زیادہ زخم یا زیادہ عذاب نہ پہنچ جائے، اس لیے فقہاء نے کہا ہے زخم کا قصاص لینے کے لیے زخمی کے ولی کسی واقف کار اور ماہر شخص (جراح) کو اپنا وکیل بنا دیں اور وہ ان کی طرف سے قصاص لے۔ اور اگر یہ لوگ حکومت کے خزانے سے اس عمل کی اجرت لیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ولی اگر جان کا بدلہ آلہ قاطعہ سے اچھی طرح لے سکتا ہے تو یہ قصاص لینا ولی کا حق ہے لیکن ولی کا قصاص لینا اس پر موقوف ہے کہ وہ آلہ قصاص کے استعمال سے اچھی طرح واقف ہو اور قصاص لینے پر قادر ہو، پہلے زمانے میں لوگ ہتھیاروں سے مسلح رہتے تھے اور ان کو اچھی طرح استعمال کرتے تھے۔ لیکن اب ایسے لوگ بہت کم ہیں جو تلوار کے استعمال سے بخوبی واقف ہوں بلکہ اب کسی شہر یا بستی میں ایک تلوار بھی نہیں ملے گی جو استعمال کی صلاحیت رکھتی ہو۔ اور تجربہ سے ثابت ہے کہ مقصلہ، پھانسی اور بجلی کی کرسی تلوار کی بہ نسبت زیادہ سرعت کے ساتھ موت واقع کر دیتے ہیں اور عام لوگوں کے لیے ان کو استعمال کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ آلات حکومت کی تحویل میں رہتے ہیں اور ان تمام امور کا لحاظ کرنے کے بعد یہ قول ناگزیر ہے کہ اس زمانہ میں بربنائے ضرورت طریقہ قدیمہ کے مطابق قصاص لینے کا کام ولی کے سپرد نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ولی کی طرف سے قصاص لے اور مقتول کے اولیاء اور ورثاء کو یہ چاہیے کہ اگر وہ قصاص لینا چاہتے ہیں تو حکومت کو قصاص لینے کی اجازت دیں اور اگر وہ مقتول کا خون معاف کرنا چاہتے ہیں تو حکومت کو قصاص لینے سے منع کر دیں۔ [1]

---

[1] علامہ عبدالقادر عودہ مصری، التشریع الجنائی ج ۲ ص ۱۵۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

بَابُ ۵۴ الصَّائِلِ عَلٰى نَفْسِ الْاِنْسَانِ اَوْ عُضْوِهٖ اِذَا دَفَعَهُ الْمَصُوْلُ عَلَيْهِ فَاَتْلَفَ نَفْسَهٗ اَوْ عُضْوَهٗ لَا ضَمَانَ عَلَيْهِ

جب کوئی شخص حملہ آور کی مدافعت کرتے ہوئے اس کی جان یا اس کے کسی عضو کو ہلاک کر دے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے

۴۲۵۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَاتَلَ يَعْلَى بْنُ مُنْيَةَ اَوْ اِبْنُ اُمَيَّةَ رَجُلًا فَعَضَّ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ فَانْتَزَعَ يَدَهٗ مِنْ فِيْهِ فَنَزَعَ ثَنِيَّتَهٗ وَقَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى ثَنِيَّتَيْهِ فَاخْتَصَمَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيَعَضُّ اَحَدُكُمْ كَمَا يَعَضُّ الْفَحْلُ لَا دِيَةَ لَهٗ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یعلی بن منیہ یا یعلی بن امیہ کی ایک شخص سے لڑائی ہوئی تو ایک نے دوسرے کے ہاتھ پر دانتوں سے کاٹ لیا۔ دوسرے شخص نے اس کے منہ سے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کے سامنے کے دانت نکل گئے۔ ابن مثنیٰ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان دونوں نے مقدمہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا تم ایک دوسرے کو اس طرح کاٹتے ہو جس طرح اونٹ کاٹتا ہے، اس کی دیت نہیں ہے۔

۴۲۵۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ يَعْلٰى عَنْ يَعْلٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کی مثل حدیث حضرت یعلی سے روایت کی ہے۔

۴۲۵۵ - حَدَّثَنِيْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَجُلًا عَضَّ ذِرَاعَ رَجُلٍ فَجَذَبَهٗ فَسَقَطَتْ ثَنِيَّتُهٗ فَرُفِعَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَبْطَلَهٗ وَقَالَ اَرَدْتَّ اَنْ تَاْكُلَ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی کلائی پر دانتوں سے کاٹ لیا اس شخص نے اپنی کلائی کھینچی تو کاٹنے والے کے سامنے کے دانت گر گئے اس شخص نے جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا مقدمہ پیش کیا۔ آپ نے اس کے دعوی کو باطل کر دیا اور فرمایا تم اس کا گوشت کھانا چاہتے تھے؟

لَحْمَہٗ۔

۴۲۵۶۔ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِیُّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ بُدَیْلٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ یَعْلٰی اَنَّ اَجِیْرًا لِیَعْلَی بْنِ مُنْیَةَ عَضَّ رَجُلٌ ذِرَاعَهٗ فَجَذَبَهَا فَسَقَطَتْ ثَنِیَّتُهٗ فَرُفِعَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَبْطَلَهَا وَقَالَ اَرَدْتَ اَنْ تَقْضَمَهَا كَمَا یَقْضَمُ الْفَحْلُ۔

حضرت صفوان بن یعلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یعلیٰ بن منیہ کے ایک نوکر کی کلائی کو کسی شخص نے دانتوں سے کاٹ لیا اس نے اپنی کلائی کو کھینچا تو اس شخص کے سامنے کے دانت گر گئے۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ پیش کیا۔ آپ نے اس کے دعویٰ کو باطل کر دیا۔ اور فرمایا: کیا تم اونٹ کی طرح اس کا ہاتھ چبا ڈالنا چاہتے تھے؟۔

۴۲۵۷۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِیُّ حَدَّثَنَا قُرَیْشُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ اَنَّ رَجُلًا عَضَّ یَدَ رَجُلٍ فَانْتَزَعَ یَدَهٗ فَسَقَطَتْ ثَنِیَّتُهٗ اَوْ ثَنَایَاهُ فَاسْتَعْدٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا تَاْمُرُنِیْ تَاْمُرُنِیْ اَنْ اٰمُرَهٗ اَنْ یَدَعَ یَدَهٗ فِیْ فِیْكَ تَقْضَمُهَا كَمَا یَقْضَمُ الْفَحْلُ ادْفَعْ یَدَكَ حَتّٰی یَعَضَّهَا ثُمَّ انْتَزِعْهَا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ پر کاٹ لیا اس شخص نے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کاٹنے والے کے سامنے کے دانت گر گئے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کیا چاہتے ہو؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اس سے یہ کہوں کہ وہ اپنا ہاتھ تمہارے منہ میں رکھے اور پھر تم اونٹ کی طرح اس کے ہاتھ کو چبا ڈالو! چلو تم اپنا ہاتھ اس کے منہ میں رکھو وہ اس کو چبائے گا پھر تم اپنا ہاتھ کھینچ لینا۔

۴۲۵۸۔ حَدَّثَنَا شَیْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا عَطَآءٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ یَعْلَی بْنِ مُنْیَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ وَقَدْ عَضَّ یَدَ رَجُلٍ فَانْتَزَعَ یَدَهٗ فَسَقَطَتْ ثَنِیَّتَاهُ یَعْنِی الَّذِیْ عَضَّهٗ قَالَ فَاَبْطَلَهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اَرَدْتَ اَنْ تَقْضَمَهٗ كَمَا یَقْضَمُ الْفَحْلُ۔

یعلیٰ بن منیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا درآں حالیکہ اس نے کسی آدمی کا ہاتھ کاٹ لیا تھا۔ اس آدمی نے اپنا ہاتھ کھینچا اور اس کے یعنی کاٹنے والے کے سامنے کے دو دانت گر گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دعویٰ کو باطل کر دیا اور فرمایا تم اس کے ہاتھ کو اونٹ کی طرح چبانا چاہتے تھے!

۴۲۵۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَخْبَرَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوكَ قَالَ وَكَانَ يَعْلَى يَقُولُ تِلْكَ الْغَزْوَةُ أَوْثَقُ عَمَلِي عِنْدِي فَقَالَ عَطَاءٌ قَالَ صَفْوَانُ قَالَ يَعْلَى كَانَ لِي أَجِيرٌ فَقَاتَلَ إِنْسَانًا فَعَضَّ أَحَدُهُمَا يَدَ الْآخَرِ قَالَ لَقَدْ أَخْبَرَنِي صَفْوَانُ أَيُّهُمَا عَضَّ الْآخَرَ فَانْتَزَعَ الْمَعْضُوضُ يَدَهُ مِنْ فِي الْعَاضِّ فَانْتَزَعَ إِحْدَى ثَنِيَّتَيْهِ فَأَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهْدَرَ ثَنِيَّتَهُ۔

صفوان بن یعلی بن امیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے اپنے صرف اس عمل پر ہی سب سے زیادہ بھروسہ تھا (کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد تھا) صفوان کہتے ہیں کہ حضرت یعلیٰ نے کہا کہ میرا ایک نوکر تھا اس کی کسی شخص سے لڑائی ہو گئی ان میں سے کسی ایک نے دوسرے کے ہاتھ پر کاٹ لیا۔ صفوان کہتے ہیں کہ مجھے حضرت یعلیٰ نے بتایا تھا کہ کس نے کس کے ہاتھ پر کاٹا تھا، پس جس کے ہاتھ پر کاٹا گیا تھا اس نے کاٹنے والے کے منہ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا جس کی وجہ سے اس کے سامنے کے دانتوں میں سے ایک دانت گر گیا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ نے اس کے دانت کی دیت ساقط کر دی۔

۴۲۶۰ - وَحَدَّثَنَاهُ عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

یہ حدیث ایک اور سند سے بھی اسی طرح روایت کی گئی ہے۔

اس واقعہ کی تحقیق کہ ہاتھ حضرت یعلیٰ کا کاٹا گیا تھا یا ان کے نوکر کا؟

اس باب کی احادیث میں اس واقعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص کے ہاتھ پر دوسرے شخص نے دانتوں سے کاٹ لیا تھا لیکن کس نے کس کے ہاتھ پر کاٹا تھا اس کی تعیین اور تشخیص کا ذکر نہیں ہے۔ حدیث نمبر ۴۲۵۶ میں اس کی وضاحت ہے کہ حضرت یعلیٰ کے نوکر کے ہاتھ پر کسی نے کاٹ لیا تھا اور حدیث نمبر ۴۲۵۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ کاٹنے والے شخص خود حضرت یعلیٰ تھے یا کوئی اور شخص تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں صحیح مسلم اور سنن نسائی میں یہ روایت ہے کہ یعلیٰ کے نوکر کے ہاتھ پر کسی شخص نے کاٹ لیا اور سنن نسائی کی ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں: حضرت یعلیٰ نے کہا "میرے نوکر کی کسی سے لڑائی ہوئی اور اس کو دوسرے شخص نے کاٹ لیا" اور سنن نسائی میں صفوان بن یعلیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں "ان کی ایک شخص سے لڑائی ہوئی اور ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ پر کاٹ لیا جس سے اس کے ہاتھ میں تکلیف ہوئی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کاٹنے والے حضرت یعلیٰ بن امیہ تھے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت یعلیٰ نے تمام روایات میں کاٹنے والے کا نام مخفی رکھا اور اس کو کنایہ سے تعبیر کیا۔

علامہ قرطبی نے اس سے اختلاف کیا ہے کہ کاٹنے والے حضرت یعلیٰ تھے۔ انھوں نے کہا اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے نوکر سے لڑنے والے خود حضرت یعلیٰ تھے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت یعلیٰ کے نوکر نے کسی دوسرے شخص کا ہاتھ کاٹ لیا اور یہی بات زیادہ مناسب ہے کیونکہ حضرت یعلیٰ کی جلالت قدر کو دیکھتے ہوئے یہ بہت نامناسب معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ہاتھ کاٹا ہو۔ حافظ ابن حجر اس سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ کاٹنے والا حضرت یعلیٰ کا نوکر تھا۔ البتہ اشتباہ اس سے ہوتا ہے کہ مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ "حضرت یعلیٰ کے نوکر کے ہاتھ پر کسی شخص نے کاٹ لیا" اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ کاٹنے والا حضرت یعلیٰ کے علاوہ کوئی اور شخص تھا۔ رہا علامہ قرطبی کا یہ کہنا کہ حضرت یعلیٰ کی جلالت قدر کو دیکھتے ہوئے یہ مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے کاٹا ہو تو یہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حدیث صحیح میں اس کی تصریح آچکی ہے کہ کاٹنے والے حضرت یعلیٰ تھے اور ہو سکتا ہے کہ یہ فعل ان سے اوائل اسلام میں سرزد ہوا ہو، پس اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں صحیح مسلم میں یہ تصریح ہے کہ حضرت یعلیٰ کے نوکر کا ہاتھ کاٹا گیا تھا اس سے متعین ہو گیا کہ کاٹنے والے خود حضرت یعلیٰ تھے۔ [2]

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ صحیح اور معروف یہ ہے کہ جس کا ہاتھ کاٹا گیا وہ حضرت یعلیٰ کے نوکر تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دو واقعے ہوں ایک مرتبہ حضرت یعلیٰ کے نوکر کا ہاتھ کاٹا گیا ہو اور دوسری مرتبہ خود حضرت یعلیٰ کا۔ [3]

کاٹنے والے کے منہ سے ہاتھ چھڑانے میں اگر کاٹنے والے کے دانت ٹوٹ جائیں تو فقہاء احناف اور شوافع کے نزدیک تاوان نہیں ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ جس شخص کا ہاتھ کسی نے دانتوں سے کاٹ لیا اور اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا جس سے کاٹنے والے کے دانت ٹوٹ کر گر گئے اور اس کا جبڑا ٹوٹ گیا تو اس پر کسی قسم کا تاوان یا دیت نہیں ہے۔ جمہور فقہاء کا بھی یہی نظریہ ہے۔ البتہ امام مالک کہتے ہیں کہ ہاتھ کھینچنے والا دانت کا ضامن ہوگا۔ [4]

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ ھ

[2] حافظ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ص ۵۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

[4] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۰۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ

منہ سے ہاتھ چھڑانے میں اگر کاٹنے والے کے دانت ٹوٹ جائیں تو امام مالک کے نزدیک تاوان ہے

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ جس شخص کا ہاتھ کاٹا گیا ہو اور اس کے ہاتھ کھینچنے سے کاٹنے والے کے دانت ٹوٹ جائیں تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک مشہور یہ ہے کہ کاٹنے والا ضامن ہوگا۔ امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ اور انھوں نے کہا ہے کہ حدیث کا محمل یہ ہے کہ جب ہاتھ کا چھڑانا صرف اسی طرح ممکن ہو، اور ایک قول یہ ہے کہ شاید اس کے دانت ہل رہے تھے پس کھینچنے کے اثر سے گر گئے ــــ اور الفاظ حدیث کے اعتبار سے یہ تاویل بہت بعید ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ ہاتھ کھینچنے والے پر ضمانت نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور ہمارے محققین علماء نے یہ کہا ہے کہ جب آسانی سے ہاتھ چھڑایا جا سکتا ہو اور کوئی شخص زیادہ زور سے ہاتھ چھڑائے جس کی وجہ سے کاٹنے والے کے دانت ٹوٹ جائیں تو وہ ضامن ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔[1]

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں: اگر کسی آدمی نے کسی شخص کا ہاتھ کاٹ لیا اور اس نے کاٹنے والے کے منہ سے ہاتھ کھینچ کر قصداً اس کا دانت اکھاڑ دیا تو اس کے مال سے دانت کی دیت ادا کی جائے گی۔ اگر اس نے اس آدمی کا دانت اکھاڑنے کا قصد نہیں کیا تھا اور دانت اکھاڑے بغیر اس کے لیے ہاتھ چھڑانا ممکن نہیں تھا تو اس پر کوئی دیت اور ضمانت نہیں ہے ــــ اور حدیث شریف میں جو اس صورت کے اندر دیت کی نفی کی گئی ہے اس کا بھی یہی محمل ہے۔[2]

امام مالک کی طرف سے توجیہات حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس صورت میں دیت واجب کرنے کی مالکی علماء سے متعدد توجیہات نقل کی ہیں۔ ایک توجیہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں جس شخص کے دانت کا ذکر ہے اس کا دانت ہل رہا تھا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ ایک خاص واقعہ ہے اس میں کسی عام حکم کا ذکر نہیں ہے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ اس شخص کے لیے بغیر اس کا دانت اکھاڑے ہاتھ چھڑانا ممکن نہیں تھا۔ اور بہترین توجیہ یہ ہے کہ یحییٰ بن عمر نے کہا: اگر امام مالک کو یہ حدیث پہنچ جاتی تو وہ اس کی مخالفت نہ کرتے اور علامہ ابن بطال نے کہا اگر امام مالک کو یہ حدیث مل جاتی تو وہ اس کی مخالفت نہ کرتے۔ اور داؤدی نے کہا امام مالک نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا، کیونکہ یہ اہل عراق کی روایات سے ہے اور ابو عبد الملک نے کہا شاید یہ روایت امام مالک کے نزدیک صحیح نہیں تھی، کیونکہ یہ اہل مشرق کی روایت ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس توجیہ سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حدیث سند صحیح سے ثابت ہے۔[3]

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۴۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] علامہ ابو البرکات احمد بن محمد بن احمد الدردیر مالکی، الشرح الصغیر ج ۴ ص ۵۰۶، مطبوعہ دار المعارف مصر، ۱۹۷۴ء۔

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۲۳-۲۲۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

فقہاء حنبلیہ کا مسلک

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اگر ایک آدمی نے کسی شخص کا ہاتھ دانتوں سے کاٹ لیا اور اس شخص نے اپنا ہاتھ دانتوں سے کھینچ لیا جس سے اس کے دانت گر گئے تو اس پر کوئی ضمانت نہیں ہے، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے[۱]

قرآن اور سنت کی روشنی میں مسلمانوں کی جان اور مال پر حملہ کرنے والے کا حکم

اس حدیث کی روشنی میں فقہاء نے اس مسئلہ پر بھی بحث کی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی جان یا مال پر حملہ کرے اور وہ اپنی مدافعت میں اور جان اور مال کی حفاظت کرتے ہوئے اس شخص کو ہلاک کر دے یا اس کا کوئی عضو تلف کر دے تو اس پر کوئی دیت یا ضمان نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم۔ (بقرہ: ۱۹۴)

جو شخص تم پر زیادتی کرے تو تم (بھی) اتنی زیادتی کے ساتھ اس زیادتی کا بدلہ لو جتنی زیادتی اس نے تم پر کی ہے۔

اور امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ارایت ان جاء رجل یرید اخذ مالی قال فلا تعطہ مالک قال ارایت ان قاتلنی قال قاتلہ قال ارایت ان قتلنی قال فانت شہید قال ارایت ان قتلتہ قال ہو فی النار۔[۲]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر کوئی شخص میرا مال لینے کے لیے آئے؟ آپ نے فرمایا اس کو اپنا مال مت دو۔ انھوں نے کہا یہ فرمائیے اگر وہ مال لینے کے لیے مجھ سے لڑے؟ آپ نے فرمایا تم بھی اس سے لڑو انھوں نے کہا یہ فرمائیے کہ اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ آپ نے فرمایا تم شہید ہو، انھوں نے کہا اگر میں اس کو قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا وہ جہنم میں جائے گا۔!

نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو قال اما علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من قتل دون مالہ فھو شہید۔[۳]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوا وہ شہید ہے۔

---

[۱] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۳۴۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

[۲] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[۳] " " " " " " صحیح مسلم ج ۱ ص ۸۱، " " " "

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک مسلمان پر حملہ کرنے والے کا حکم

علامہ ابن قدامہ حنبلی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اگر ایک آدمی نے کسی شخص کو قتل کر دیا اور یہ دعویٰ کیا کہ اس شخص نے اس کے گھر پر حملہ کیا تھا اور اس آدمی کے لیے اس شخص کو قتل کیے بغیر اس سے اپنا دفاع کرنا ممکن نہیں تھا تو بغیر گواہوں کے اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا اور اس پر قصاص لازم ہو گا۔ خواہ وہ شخص چوری اور آوارگی کے ساتھ معروف ہو یا نہ ہو۔ اور اگر گواہوں نے اس پر گواہی دی کہ انہوں نے ہتھیاروں کے ساتھ اس شخص کو اس آدمی کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ پھر اس آدمی نے اس شخص کو قتل کر دیا تو اس شخص کا خون رائیگاں ہو گا۔ (یعنی اس کا قصاص نہیں لیا جائے گا) اور اگر گواہوں نے صرف اس شخص کے داخل ہونے کی گواہی دی یا کسی غیر معروف ہتھیار کا ذکر کیا تو اس کا قصاص ساقط نہیں ہو گا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے کسی کام سے گیا ہو اور محض کسی شخص کے گھر میں داخل ہونے کی گواہی سے اس کا قصاص ساقط نہیں ہوتا۔ اور اگر دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو زخمی کر دیا اور ہر ایک یہ دعویٰ کرے کہ اس نے اپنے دفاع میں دوسرے کو زخمی کیا ہے تو ہر ایک سے دوسرے کے خلاف حلف لیا جائے گا اور ہر ایک پر زخم کی دیت ہو گی کیونکہ ہر ایک دوسرے کے دعویٰ کا انکار کرتا ہے۔ [1]

فقہاء احناف کے نزدیک مسلمان کی جان اور اس کے مال پر حملہ کرنیوالے کا حکم

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی (صاحب ہدایہ) لکھتے ہیں:

جس شخص نے مسلمانوں پر تلوار اٹھائی ان پر اس کو قتل کرنا واجب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من شهر على المسلمين سيفا فقد اطل دمه۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۱۵۴ مطبوعہ نور محمد و مستدرک ج ۲ ص ۱۵۹ مطبوعہ مکتبہ المکرمہ) "جس شخص نے مسلمانوں کے اوپر تلوار سونت لی اس کا خون رائیگاں ہے۔" نیز وہ شخص باغی ہے اور بغاوت کی وجہ سے اس کے خون کی عصمت ساقط ہو گئی۔ اور اس لیے بھی کہ اپنی جان کا دفاع کرنے کے لیے اس کو قتل کرنا متعین ہو گیا۔ امام محمد نے الجامع الصغیر میں یہ لکھا ہے کہ مسلمانوں پر اس شخص کو قتل کرنا واجب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ضرر کو دفع کرنا واجب ہے۔ اور الجامع الصغیر کے باب السرقۃ میں لکھا ہے کہ جو شخص کسی آدمی پر رات یا دن میں ہتھیار اٹھائے یا شہر میں رات کے وقت اس پر لاٹھی اٹھائے یا غیر شہر میں دن کے وقت اس پر لاٹھی اٹھائے اور وہ اس ہتھیار یا لاٹھی اٹھانے والے کو عمداً قتل کر دے تو اس پر کوئی تاوان یا سزا نہیں ہے کیونکہ ہتھیار ہلاک کرنے میں دیر نہیں کرتے، اس لیے اپنے دفاع میں اس کو قتل کرنے کی ضرورت ہے اور چھوٹی لاٹھی ہر چند کہ دیر سے ہلاک کرتی ہے لیکن رات کے وقت اس کو مدد نہیں پہنچ سکتی، اس لیے اپنے دفاع میں وہ اس کو قتل کرنے پر مجبور ہے اسی طرح غیر شہر میں دن کے وقت بھی اس کو مدد پہنچنا مشکل ہے، لہٰذا اس آدمی نے اگر اس شخص کو قتل کر دیا تو اس کا

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۳۴۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

خون رائیگاں ہے۔ [1]

علامہ بابرتی حنفی نے لکھا ہے کہ لکڑی اور بڑا پتھر بھی ہتھیار کے حکم میں ہے۔ [2]

اور مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کے متعلق علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

جو شخص رات کے وقت کسی کے ہاں داخل ہوا اور چوری کر کے مال نکالا اور صاحب مال نے اس کا پیچھا کر کے اس کو قتل کر دیا تو اس پر کوئی تاوان یا سزا نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قاتل دون مالك (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۳۶) اپنے مال کی حفاظت کے لیے جنگ کرو۔ نیز اس لیے کہ ابتداءً اپنے مال کے دفاع میں اس کو قتل کرنا مباح تھا اسی طرح انتہاءً اپنے مال کو واپس کرنے کے لیے بھی اس کو قتل کرنا جائز ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ اس کو قتل کیے بغیر اپنا مال واپس نہ لیا جا سکے۔ [3]

علامہ جلال الدین خوارزمی نے کہا ہے جب اس کو ڈرا دھمکا کر مال واپس لیا جا سکتا ہو اس کے باوجود وہ اس کو قتل کر دے تو وہ اس کے قتل کا ضامن ہوگا۔ [4]

بَابُ ۵۴۸ اِثْبَاتِ الْقِصَاصِ فِي الْاَسْنَانِ وَمَا فِي مَعْنَاهَا

دانت وغیرہ میں قصاص کا حکم

۱۶۴۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اُخْتَ الرُّبَيِّعِ اُمَّ حَارِثَةَ جَرَحَتْ اِنْسَانًا فَاخْتَصَمُوْا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقِصَاصَ الْقِصَاصَ فَقَالَتْ اُمُّ الرُّبَيِّعِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُقْتَصُّ مِنْ فُلَانَةَ وَاللّٰهِ لَا يُقْتَصُّ مِنْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا اُمَّ الرُّبَيِّعِ الْقِصَاصُ كِتَابُ اللّٰهِ قَالَتْ لَا وَاللّٰهِ لَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ربیع کی بہن ام حارثہ نے کسی انسان کو زخمی کر دیا، انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ مقدمہ پیش کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدلہ لیا جائے گا، بدلہ لیا جائے گا، ربیع کی ماں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا فلاں سے بدلہ لیا جائے گا؟ بخدا اس سے بدلہ نہیں لیا جائے گا! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! اے ربیع کی ماں! قصاص (بدلہ) کتاب اللہ (کا حکم) ہے۔ انھوں نے کہا: نہیں! خدا کی قسم! اس سے کبھی بدلہ نہیں لیا جائے گا؛ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ مسلسل یہی کہتی رہی حتیٰ کہ وہ لوگ دیت پر راضی ہو گئے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۵۶۸ - ۵۶۷، مطبوعہ شرکۃ علمیہ ملتان

[2] علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ مع فتح القدیر ج ۹ ص ۱۲۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۵۶۹ - ۵۶۸ مطبوعہ شرکۃ علمیہ ملتان

[4] علامہ جلال الدین خوارزمی کرلانی، کفایہ علی ہامش الفتح ج ۹ ص ۱۶۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

يُقْتَصُّ مِنْهَا اَبَدًا قَالَ فَمَا زَالَتْ حَتّٰى قَبِلُوا الدِّيَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ ۔

نے فرمایا: اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پورا کر دیتا ہے۔

حکم رسالت مآب کے بعد حضرت رُبیّع کی ماں کے اختلاف کرنے کی توجیہات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع کی ماں سے فرمایا: کتاب اللہ کا حکم قصاص ہے اس سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے: والجروح قصاص (مائدہ: ۴۵) "اور زخموں کا بدلہ ہے" یا اس کی طرف اشارہ ہے: والسن بالسن (مائدہ: ۴۵) "اور دانت کا بدلہ دانت ہے" یا اس آیت کی طرف اشارہ ہے: وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ (نحل: ۱۲۶) "اگر تم سزا دو تو اتنی سزا دو جتنی سزا تم کو دی گئی تھی۔"

اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رُبیّع کی ماں سے کہا کہ ان کی بہن ام حارثہ سے قصاص لیا جائے گا تو انھوں نے قسم کھا کر کہا بخدا اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا! اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا انکار کس طرح کیا، اور کیا یہ جائز تھا؟ علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اس سے ان کا مقصد اس بات کی تاکید تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے ام حارثہ کی شفاعت کریں تاکہ وہ لوگ قصاص معاف کر دیں۔ (ام حارثہ نے کسی کا دانت توڑ دیا تھا جیسا کہ صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۷۲ میں ہے) دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کو یہ پتا نہیں تھا کہ قصاص لازمی حکم ہے وہ سمجھتی تھیں کہ ان کو قصاص، دیت اور معافی کے درمیان اختیار ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے انکار اور رد کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل پر توقع کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ شاید اللہ تعالیٰ قصاص لینے والوں کے دلوں میں رحم پیدا کر دے اور وہ دیت لینے یا معاف کر دینے پر راضی ہو جائیں۔ علامہ طیبی نے کہا کہ انھیں اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم پر یہ یقین و اعتماد تھا کہ وہ ان کو ان کی قسم میں ناکام اور نامراد نہیں کرے گا بلکہ قصاص لینے والوں کے دلوں میں معافی کو پیدا کر دے گا اور فی الواقع وہی ہوا جس کا انھوں نے ارادہ کیا تھا۔

کرامات اولیاء اور دیگر مسائل

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ انسان کو جس چیز کے واقع ہو جانے کا غلبہ ظن ہو اس پر قسم کھا سکتا ہے اور جب کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو انسان کے سامنے اس کی تعریف کی جا سکتی ہے، نیز یہ معلوم ہوا کہ قصاص کو معاف کر دینا مستحب ہے اور قصاص میں شفاعت کرنا بھی مستحب ہے، اور بدلہ معاف کرنے کے لیے بھی شفاعت کرنی چاہیے اور یہ کہ جس کو قصاص لینے کا حق ہے اس کو اختیار ہے کہ وہ قصاص لے یا دیت، یا معاف کر دے اور یہ معلوم ہوا کہ عورتیں اگر کسی کو زخمی کر دیں یا اس کا دانت توڑ دیں تو ان سے بھی قصاص لیا جائے گا اور اس میں دیت پر صلح کرنے اور دانت توڑنے کی وجہ سے قصاص لینے کا ثبوت ہے اسی طرح دانت کے علاوہ جو ہڈی ہوتی ہے اس میں بھی قصاص کا ثبوت ہے بشرطیکہ اس کی تعیین اور مثلیت ممکن ہو۔

۱ے حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۲۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں کرامات اولیاء کا ثبوت ہے۔ ۱؎ کیونکہ حضرت ربیع کی ماں نے جس چیز کی قسم کھائی تھی، اللہ تعالیٰ نے ویساہی کر دیا اور ان کی مراد پوری کر دی۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات میں تعارض کے جوابات

اس قصہ میں امام بخاری اور امام مسلم کی روایات میں تین تعارض واقع ہوئے ہیں۔

(۱)۔ مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ ربیع کی بہن نے جنایت کی تھی اور بخاری کی اکثر روایات میں یہ ہے کہ خود ربیع نے جنایت کی تھی۔

(۲)۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ زخمی کیا تھا اور بخاری کی روایت میں ہے کہ سامنے کے دانت توڑ دیئے تھے۔

(۳)۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ ربیع کی ماں نے حلف اٹھایا تھا اور بخاری کی اکثر روایات میں ہے کہ حضرت انس بن مالک کے چچا اور ربیع کے بھائی حضرت انس بن نضر نے حلف اٹھایا تھا۔

پہلے تعارض کے جواب میں علامہ نووی، علامہ کرمانی اور علامہ وشتانی نے یہ لکھا ہے کہ یہ دو مختلف قصے ہیں ایک قصہ میں ربیع کی بہن نے کسی کو زخمی کر دیا اور دوسرے قصے میں خود ربیع نے کسی لڑکی کے دانت توڑ دیئے۔ اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ دراصل حضرت انس کی بہن ربیع نے کسی انسان کو زخمی کیا تھا لیکن راویوں نے بعض روایات میں عن انس ان اخته الربيع کی جگہ عن انس ان اخت الربيع ذکر کر دیا جس سے یہ وہم ہو گیا کہ حضرت انس کی بہن ربیع نے کسی انسان کو زخمی کیا تھا۔

دوسرے تعارض کا جواب سہل ہے کیونکہ زخمی کرنا دانت توڑنے کو بھی شامل ہے اور تیسرے سوال کا جواب علامہ عینی اور دوسرے شارحین نے یہ دیا ہے کہ صحیح بخاری کی روایت کو ترجیح ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت انس بن نضر نے حلف اٹھایا تھا۔

دانت اور دیگر ہڈیوں کے قصاص میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں چونکہ دانت کے قصاص لینے کا ذکر ہے اس وجہ سے فقہاء میں یہ اختلاف ہے کہ آیا دانت کے علاوہ اور دوسری ہڈیوں کا بھی قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟ علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک دوسری ہڈیوں میں بھی قصاص ہے البتہ جو ہڈیاں مجوف ہوں (جیسے نلی کی ہڈی) یا سر کی ہڈی پر ایسی چوٹ لگے جو دماغ تک پہنچے یا ہڈی الگ ہو جائے تو اس میں دیت ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے السن بالسن (مائدہ: ۴۵) "دانت کا بدلہ دانت ہے" اور دانت ہڈی کا ہے اس سے معلوم ہوا کہ تمام ہڈیوں میں قصاص ہوگا، البتہ جن ہڈیوں کا قصاص لینے سے جان کا خطرہ ہو یا ان میں مماثلت نہ ہو سکے تو ان میں قصاص نہ لینے پر اجماع ہے اور امام شافعی، لیث اور فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ دانت کے علاوہ اور کسی ہڈی میں قصاص نہیں ہے کیونکہ ہڈی، کھال، گوشت اور پٹھے میں ہوتی ہے اور ان میں مماثلت نہیں ہو سکتی اور ہڈی تک ضرب اس وقت تک نہیں پہنچے گی جب تک کھال کے اندر گوشت اور پٹھے تک ضرب نہ پہنچے اور اس کی مقدار مجہول ہوتی ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ اس بر اتفاق

۱؎۔ حافظ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

ہے کہ سر کی ہڈی میں قصاص نہیں ہے لہٰذا باقی ہڈیوں کو بھی سر کی ہڈی پر قیاس کرنا چاہیے لیکن اس دلیل پر یہ اعتراض ہے کہ یہ قیاس نص کے مقابلہ میں ہے کیونکہ اس حدیث میں ہے کہ سامنے کے دانتوں میں قصاص لیا گیا اور قرآن مجید میں بھی ہے "السن بالسن" اور ہر چند کہ یہ ہم سے پہلی شریعت کا حکم ہے لیکن جب ایسا حکم بغیر انکار کے وارد ہو تو ہم پر بھی حجت ہوتا ہے۔ [1]

بَابُ مَا يُبَاحُ بِهِ دَمُ الْمُسْلِمِ

مسلمان کے خون کی اباحت کے اسباب

۴۲۶۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ الثَّيِّبُ الزَّانِي وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان اس کی شہادت دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اس کا خون صرف تین وجوہات سے حلال ہوتا ہے۔ (۱) نکاح کے بعد زنا کرنا۔ (۲) جان کا بدلہ جان۔ (۳) اور جو شخص اپنے دین کو چھوڑ کر جماعت سے علیحدہ ہو جائے۔

۴۲۶۲ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

تین دیگر اسانید کے ساتھ اسی طرح روایت ہے۔

۴۲۶۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَاللَّفْظُ لِأَحْمَدَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان تشریف فرما ہو کر فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے سوا اور کوئی عبادت کا

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۲۳ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

الْاَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَالَّذِيْ لَآ اِلٰهَ غَيْرُهٗ لَا يَحِلُّ دَمُ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ يَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ التَّارِكُ الْاِسْلَامَ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ اَوِ الْجَمَاعَةَ شَكَّ فِيْهِ اَحْمَدُ وَالثَّيِّبُ الزَّانِيْ وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ قَالَ الْاَعْمَشُ فَحَدَّثْتُ بِهٖ اِبْرَاهِيْمَ فَحَدَّثَنِيْ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ بِمِثْلِهٖ۔

مستحق نہیں ہے جو مسلمان شخص یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اس کا خون بہانا جائز نہیں ہے البتہ تین شخص ہیں (جن کا خون بہانا جائز ہے (۱) اسلام کو چھوڑ کر جماعت ترک کرنے والا۔ (۲) نکاح کے بعد زنا کرنے والا (۳) جان کا بدلہ جان۔ اعمش کہتے ہیں میں نے ابراہیم کو یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے اس کی مثل حدیث مجھے از اسود از عائشہ بیان کی۔

۴۲۴۳ وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ وَالْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ شَيْبَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِالْاِسْنَادَيْنِ جَمِيْعًا نَحْوَ حَدِيْثِ سُفْيَانَ وَلَمْ يَذْكُرَا فِي الْحَدِيْثِ قَوْلَهٗ وَالَّذِيْ لَآ اِلٰهَ غَيْرُهٗ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مثل سابق مروی ہے البتہ اس میں والذی لا الہ غیرہ ۔ کا ذکر نہیں ہے۔

مسلمانوں کے خون کی اباحت کے تین اسباب کی تشریح

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے کہ جو شخص نکاح کے بعد زنا کرے اس کو پتھروں سے رجم کر کے ہلاک کر دیا جائے اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، عنقریب اس مسئلہ کی مکمل وضاحت اور اس کی شرائط کا ذکر کیا جائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے "جان کا بدلہ جان ہے" اس سے مراد اپنی شرائط کے ساتھ قصاص ہے۔ چونکہ اس حدیث میں مطلقاً کہا گیا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے اس سے فقہاء حنفیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ مسلمان کو ذمی اور آزاد کو غلام کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور لیث کا قول اس کے خلاف ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے "جو شخص دین کو ترک کرے اور جماعت سے علیحدہ ہو" اس سے مراد وہ شخص ہے جو اسلام سے مرتد ہو جائے خواہ کسی قسم کا ارتداد ہو۔ اگر یہ لوگ اپنے ارتداد سے رجوع نہ کریں تو ان کو قتل کرنا واجب ہے اور یہ حکم ہر اس شخص کو شامل ہے جو کسی بدعت، بغاوت یا کسی اور وجہ سے اسلام سے

خارج ہو گیا ہو، اسی طرح خوارج کا بھی یہی حکم ہے۔ یہ حکم اس شخص کو بھی شامل ہے جو کسی مسلمان پر حملہ آور ہو ایسے شخص کو اپنے دفاع میں قتل کرنا جائز ہے۔ [1]

کیا مسلمانوں کو قتل کرنے کے اسباب تین سے زیادہ ہیں؟

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: جب کوئی مرد مرتد ہو جائے اور کفر پر اصرار کرے اور اسلام کو قبول نہ کرے تو اس کو قتل کرنے پر فقہاء کا اجماع ہے البتہ اگر عورت مرتد ہو جائے تو اس کے قتل کرنے میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اس کو قتل نہ کیا جائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے اور جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ اس کو بھی مرد کی طرح قتل کیا جائے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے التارك للجماعة "جماعت کو ترک کرنے والا" اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ دین معتبر ہے جس پر جماعت ہو۔ علامہ کرمانی کہتے ہیں کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام شافعی تو یہ کہتے ہیں کہ تارک نماز کو بھی قتل کر دیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کا تارک بھی دین اسلام یعنی اعمال کا تارک ہے پھر علامہ کرمانی نے کہا کہ امام شافعی کہتے ہیں روزے اور زکوٰۃ کے تارک کو قتل نہیں کیا جائے گا، علامہ کرمانی نے زکوٰۃ کا یہ جواب دیا کہ زکوٰۃ کو حاکم جبراً وصول کرے گا اور روزے کے متعلق یہ کہا کہ روزے نہ رکھنے والے کا کھانا پینا بند کر دیا جائے گا اور چونکہ وہ مسلمان ہے اس لیے خواہی نخواہی وہ روزے کی نیت کرے گا۔ علامہ عینی کہتے ہیں کہ علامہ کرمانی نے تارک نماز کو قتل کرنے کی جو وجہ بیان کی ہے وہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ اعمال نفس ایمان میں داخل نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام الحرمین نے امام شافعی کے اس قول پر اعتراض کیا ہے اور امام مزنی نے کہا ہے کہ تارک نماز کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول التارك للجماعة "جماعت کو ترک کرنے والا" سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص اجماع کا مخالف ہو وہ کافر ہے کیونکہ جس چیز کے وجوب پر اجماع ہو اس کا انکار کفر ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ جن چیزوں کا وجوب شرعی بداہۃ ثابت ہو ان کا انکار کفر ہے جیسے پانچ نمازیں۔ اور بعض علماء نے یہ کہا کہ جن چیزوں کا وجوب تواتر سے معلوم ہو ان کا انکار کفر ہے جیسے عالم کا حادث ہونا اس لیے عالم کو قدیم ماننا کفر ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے ان تین اسباب مذکورہ کے ساتھ مسلمان پر حملہ کرنے والے کا بھی استثناء کیا ہے کیونکہ اپنی مدافعت میں اس کو قتل کرنا بھی جائز ہے۔ لیکن یہاں یہ قید ضروری ہے کہ جب حملہ آور قتل کے درپے ہو، بعض علماء نے اس حدیث سے خارجیوں اور باغیوں کے قتل پر بھی استدلال کیا ہے، کیونکہ وہ بھی مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہونے والے ہیں۔ اور علامہ ابن عربی نے بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ قتل کرنے کے اسباب دس ہیں۔ لیکن وہ اسباب ان تین سے خارج نہیں ہیں، کیونکہ جو شخص جادو کرے یا اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا فرشتوں کو سب وشتم کرے وہ کافر ہے۔ اور داؤدی نے کہا ہے کہ جانوروں کے ساتھ بدفعلی کرنے والے اور عمل قوم لوط کرنے والے فاعل اور مفعول بہ اور زمین میں فساد پھیلانے والے کو بھی قتل کرنے کا حکم ہے، اس لیے اس حدیث میں جو تین اسباب میں حصر کا حکم کیا گیا ہے وہ منسوخ ہے۔ [2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بَابُ ۵۵: بَيَانِ إِثْمِ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ

قتل کو ایجاد کرنے والے کا گناہ

۴۲۶۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا لِأَنَّهُ كَانَ أَوَّلَ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ.

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جاتا ہے تو حضرت آدم کے پہلے بیٹے کے حصے میں اس کا خون ہوتا ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے قتل کو ایجاد کیا تھا۔

۴۲۶۷ - وَحَدَّثَنَاهُ عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ وَعِيسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ جَرِيرٍ وَعِيسَى بْنِ يُونُسَ لِأَنَّهُ سَنَّ الْقَتْلَ لَمْ يَذْكُرَا أَوَّلَ.

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ حدیث روایت کی ہے اس میں صرف سن القتل کے الفاظ ہیں۔ اول کا لفظ نہیں ہے۔

قابیل کے ہابیل کو قتل کرنے کی تاریخ اور تفصیل

اس باب کی احادیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت آدم کے بیٹے نے سب سے پہلا قتل کیا تھا۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس بیٹے کا نام قابیل تھا۔ اور از سُدی از مجاہد از ابن عباس یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت حوا کے ہاں ہر مرتبہ دو جڑواں بچے پیدا ہوتے تھے ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر آنے کے ایک سو سال بعد قابیل اور اس کی جڑواں بہن اقلیمیا پیدا ہوئی پھر ہابیل اور اس کی جڑواں بہن یوذا پیدا ہوئی اور حضرت آدم علیہ السلام ایک جوڑے کی لڑکی کا نکاح دوسرے جوڑے کے لڑکے کے ساتھ کرتے تھے۔ جب قابیل اور ہابیل جوان ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو حکم دیا کہ قابیل کا نکاح ہابیل کی بہن یوذا سے اور ہابیل کا نکاح قابیل کی بہن اقلیمیا سے کر دیں اور اقلیمیا قد و قامت اور شکل و صورت کے لحاظ سے حسین ترین لڑکی تھی۔ قابیل اس فیصلہ سے خوش نہیں ہوا، اس نے کہا میں اس فیصلہ سے راضی نہیں ہوں۔ اپنی بہن کے ساتھ نکاح کرنے کا میں خود مستحق ہوں، کیونکہ میں اور میری بہن جنت کی اولاد سے ہیں اور ہابیل اور اس کی بہن زمین کی اولاد سے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا اچھا تم دونوں قربانی کرو۔ قابیل کھیتی باڑی کرتا تھا اور ہابیل بکریاں پالتا تھا۔ قابیل نے سب سے خراب پیداوار کی قربانی دی اور دل

میں کہا جب ہابیل کی میری بہن سے شادی ہو رہی ہے تو پھر مجھے کیا، خواہ میری قربانی قبول ہو یا نہ ہو! اور ہابیل نے اپنی بکریوں میں سے ایک فربہ مینڈھے کی قربانی دی اور اس کے ساتھ دودھ اور مکھن بھی دیا اور اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا ارادہ کیا۔ اور اس زمانے میں قربانی کا طریقہ یہ تھا کہ آسمان سے ایک سفید آگ نازل ہو کر قربانی کو کھا لیتی تھی۔ اس آگ نے ہابیل کی قربانی کو کھا لیا اور قابیل کی قربانی کو نہ کھایا، تب قابیل نے اپنے دل میں ہابیل کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔ قتل کی کیفیت میں بھی اختلاف ہے۔ ابن جریج نے کہا قابیل، ہابیل کے پاس گیا درآں حالیکہ وہ سویا ہوا تھا اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کس طرح قتل کرے، شیطان کسی آدمی کی شکل میں اس کے پاس آیا اور اس نے ایک پتھر پر پرندہ رکھ کر دوسرے پتھر سے اس کو مار دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس نے ہابیل کا گلا گھونٹ دیا اور ایک قول یہ ہے کہ لوہے کی ضرب سے اس کو ہلاک کر دیا۔ پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ کس جگہ ہابیل کو گرایا تھا ایک قول ہے جبل ثور پر، ایک قول ہے بصرہ میں، اور ایک قول ہے دمشق میں، حضرت ابن عباس سے ایک روایت یہ ہے کہ ہند کے ایک پہاڑ نوذب پر قتل کیا تھا اور یہی صحیح روایت ہے۔

ثعلبی نے معاویہ بن عمار سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے صادق سے پوچھا کہ حضرت آدم اپنی بیٹی کا اپنے بیٹے سے نکاح کرتے تھے انھوں نے کہا معاذ اللہ! جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اتارے گئے تو حضرت حوا کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام عناق تھا اور یہ پہلی لڑکی ہے جس نے روئے زمین پر بغاوت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس پر اس شخص کو مسلط کر دیا جس نے اس کو قتل کیا پھر اس کے بعد قابیل پیدا ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک جنیہ ظاہر کی اور حضرت آدم پر وحی کی کہ وہ قابیل کا نکاح اس جنیہ سے کر دیں اور جب ہابیل جوان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے زمین پر جنت سے ایک حور اتاری اور حضرت آدم پر وحی کی کہ وہ ہابیل کا نکاح اس حور سے کر دیں تب قابیل نے حضرت آدم سے شکایت کی کہ میں ہابیل سے بڑا ہوں اور اس حور سے نکاح کرنے کا میں مستحق تھا، حضرت آدم نے کہا اے بیٹے مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کی وحی کی تھی اب تم دونوں قربانی کرو۔ (پھر وہی واقعہ پیش آیا اور قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔)

روئے زمین پر جتنے بھی قتل ہوں گے ان سب کے خون میں قابیل کا حصہ ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے قتل کیا تھا۔ قرآن مجید میں ہے: ومن یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منہا ومن یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن لہ کفل منہا (نساء: ۸۵) "جو شخص اچھی شفاعت کرے گا اس کے لیے اس میں سے حصہ ہوگا اور جو شخص بری شفاعت کرے گا اس کے لیے اس میں سے حصہ ہوگا" اور حدیث میں ہے جس شخص نے اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کی اس کو اپنی نیکی کا اجر ملے گا اور قیامت تک اس نیکی پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی ملے گا اور ان کے اجر میں کمی نہیں ہوگی اور جس نے اسلام میں کسی برائی کی ابتداء کی اسے اس برائی کا گناہ ہوگا اور قیامت تک اس برائی پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی ہوگا اور ان کے گناہوں میں کمی نہیں ہوگی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے: لا تزر وازرۃ وزر اخری (زمر: ۷) "کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا" پھر برائی کی ابتداء کرنے والے کو دوسرے کی برائی کا گناہ کیوں ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ برائی کی ابتداء کرنے والے کے دو گناہ ہیں ایک تو اس نے برائی کا فعل کیا دوسرا یہ کہ اس نے اس برائی کا راستہ دکھایا اور اس فعل کی راہنمائی کی پس اس کو اس برائی کے کرنے کا بھی گناہ ہوگا اور قیامت تک اس برائی کا راستہ

دکھانے کا بھی گناہ ہوگا اسی طرح نیکی کی ابتداء کرنے والے کو نیکی کے فعل کا اجر ملے گا اور قیامت تک ، جتنے لوگوں کو اس نیکی کا رہنمائی کی ہے ان کا اجر بھی ملے گا ، لہٰذا یہ آیت "وان لیس للانسان الا ما سعیٰ (نجم: ٣٩) انسان کو صرف اس کی کوشش کا اجر ملتا ہے" کے خلاف نہیں ہے۔ [1]

بَابُ الْمُجَازَاةِ بِالدِّمَاءِ فِي الْآخِرَةِ وَ أَنَّهَا أَوَّلُ مَا يُقْضَى فِيهِ بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

آخرت میں قتل کی سزا اور سب سے پہلے قتل کا حساب کیا جانا

٤٢٦٨ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَ وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے لوگوں کے درمیان قتل کا فیصلہ کیا جائے گا۔

٤٢٦٩ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنِي أَبِي ح وَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ ح وَ حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّ بَعْضَهُمْ قَالَ عَنْ شُعْبَةَ

حضرت عبداللہ بن مسعود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مثل حدیث روایت کی۔ البتہ بعض روایات میں یقضی ہے اور بعض روایات میں یحکم بین الناس ہے۔

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ، عمدۃ القاری ج ١٠ ص ٢١٥ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ١٣٤٨ھ

الناس۔

ف: ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قتل کا مسئلہ بہت اہم ہے یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے اس کا حساب لیا جائے گا۔

قیامت کے دن سب سے پہلے قتل کا حساب ہوگا یا نماز کا؟

اس باب کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قتل کا معاملہ بہت اہم ہے اسی وجہ سے سب سے پہلے قتل کا حساب لیا جائے گا لیکن اس کے برخلاف سنن میں یہ حدیث ہے کہ سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان اول ما یحاسب به العبد یوم القیامة من عمله صلوته فان صلحت فقد افلح وانجح وان فسدت فقد خاب وخسر الحدیث۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن بندے کے اعمال سے جس عمل کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ "نماز" ہے اگر اس کی نماز ٹھیک ہے تو وہ بندہ ٹھیک اور کامیاب ہوگا اور اگر اس کی نماز فاسد ہے تو وہ ناکام اور نامراد ہوگا۔

یہ حدیث سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور سنن دارمی میں بھی ہے امام احمد نے بھی اس حدیث کو اپنی مسند میں متعدد مواقع میں بیان فرمایا ہے۔ [2]

علامہ نووی اور دیگر شارحین حدیث نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا اور حقوق العباد میں سب سے پہلے قتل کا حساب لیا جائے گا۔

باب ۵۵۲ تَغْلِیْظِ تَحْرِیْمِ الدِّمَاءِ وَالْاَعْرَاضِ وَالْاَمْوَالِ

خون، مال اور عزت کی حرمت کا بیان

۴۲۷۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَ یَحْیَی بْنُ حَبِیْبٍ الْحَارِثِیُّ وَتَقَارَبَا فِی اللَّفْظِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِیُّ عَنْ اَیُّوْبَ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنِ ابْنِ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ گھوم کر اس دن کی حالت پر آ گیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا، سال کے بارہ مہینے ہیں، ان میں سے چار

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۸۰-۸۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۶۵، ج ۵ ص ۳۷۷، ج ۵ ص ۷۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ شَهْرُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادٰى وَشَعْبَانَ ثُمَّ قَالَ أَيُّ شَهْرٍ هٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَأَيُّ بَلَدٍ هٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ الْبَلْدَةَ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَأَيُّ يَوْمٍ هٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ فَلَا تَرْجِعُنَّ بَعْدِي كُفَّارًا أَوْ ضُلَّالًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ أَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يُبَلَّغُهُ يَكُونُ أَوْعٰى لَهُ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ ثُمَّ قَالَ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ. قَالَ ابْنُ حَبِيبٍ فِي رِوَايَتِهِ وَرَجَبُ مُضَرَ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي۔

مہینے عزت والے ہیں تین مہینے تو متواتر ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور ایک رجب ہے یہ مضر کا مہینہ ہے جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے پھر آپ نے فرمایا یہ کونسا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے، راوی کہتے ہیں آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے، پھر فرمایا کیا ذوالحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں! پھر آپ نے فرمایا: یہ کونسا شہر ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے! راوی کہتے ہیں کہ آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ آپ نے فرمایا کیا البلدۃ (مکہ) نہیں ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا: آج کونسا دن ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے، آپ نے فرمایا کیا یہ یوم النحر (قربانی کا دن) نہیں ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: تمہارے خون اور تمہارے مال (راوی کہتا ہے کہ میرا گمان ہے آپ نے فرمایا:) اور تمہاری عزت تم (میں سے ایک دوسرے) پر اس طرح حرام ہیں جس طرح آج کا دن اس شہر کے اس ماہ میں محترم ہیں عنقریب تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق سوال کرے گا، کہیں تم میرے بعد کافر یا گمراہ نہ ہو جانا اور ایک دوسرے کی گردن مارنے نہ لگ جانا، سنو! حاضر، غائب کو پہنچا دے۔ شاید جن کو حدیث پہنچائی جائے، ان میں سے بعض، سننے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوں! پھر فرمایا سنو! کیا میں نے پیغام (حق) پہنچا دیا ہے!۔ ابن حبیب نے اپنی روایت میں رجب مضر کہا ہے اور ابوبکر کی روایت میں فلا ترجعوا بعدی ہے۔

۴۲۷۱- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا كَانَ ذٰلِكَ الْيَوْمُ قَعَدَ عَلَى بَعِيرِهِ وَأَخَذَ إِنْسَانٌ بِخِطَامِهِ فَقَالَ أَتَدْرُونَ أَيَّ يَوْمٍ هٰذَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ سِوَى اسْمِهِ فَقَالَ أَلَيْسَ بِيَوْمِ النَّحْرِ قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَأَيُّ شَهْرٍ هٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَلَيْسَ بِذِي الْحِجَّةِ قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَأَيُّ بَلَدٍ هٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ سِوَى اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ بِالْبَلْدَةِ قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ قَالَ ثُمَّ انْكَفَأَ إِلَى كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ فَذَبَحَهُمَا وَإِلَى جُزَيْعَةٍ مِنَ الْغَنَمِ فَقَسَمَهَا بَيْنَنَا۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یوم نحر کو آپ اپنے اونٹ پر بیٹھے اور ایک آدمی نے اس کی نکیل پکڑ لی، آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا دن ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے، حتیٰ کہ ہمیں یہ گمان ہوا کہ آپ اس دن کا یوم نحر کے علاوہ کوئی اور نام رکھیں گے، آپ نے فرمایا: کیا یہ یوم النحر نہیں ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے! آپ نے فرمایا کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے! راوی کہتے ہیں حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ شاید آپ اس شہر کا (مکہ کے علاوہ) کوئی اور نام رکھیں گے، آپ نے فرمایا کیا یہ البلدہ (مکہ) نہیں ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزت تم (میں سے ہر ایک) پر اس طرح حرام ہے جیسا کہ آج کا دن آج کے مہینے میں آج کے شہر میں محترم ہے، پس حاضر کو چاہیے کہ غائب تک پہنچا دے، پھر آپ دو سرمئی مینڈھوں کی طرف متوجہ ہوئے آپ نے ان کو ذبح کیا پھر آپ بکریوں کے ایک گلے کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو ہمارے درمیان تقسیم کر دیا۔

۴۲۷۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ قَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا كَانَ ذٰلِكَ الْيَوْمُ جَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَعِيرٍ قَالَ وَرَجُلٌ آخِذٌ بِزِمَامِهِ أَوْ قَالَ بِخِطَامِهِ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یوم نحر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر بیٹھے اور ایک آدمی نے اونٹ کی نکیل پکڑ لی، پھر حسب سابق ہے۔

يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ۔

۴۲۷۳۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ وَعَنْ رَجُلٍ آخَرَ وَهُوَ فِي نَفْسِي أَفْضَلُ مِنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ وَأَحْمَدُ بْنُ خِرَاشٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا قُرَّةُ بِإِسْنَادِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ وَسَمَّى الرَّجُلَ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ أَيُّ يَوْمٍ هٰذَا وَسَاقُوا الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عَوْنٍ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَذْكُرُ وَأَعْرَاضُكُمْ وَلَا يَذْكُرُ ثُمَّ انْكَفَأَ إِلَى كَبْشَيْنِ وَمَا بَعْدَهُ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا إِلَى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ اللّٰهُمَّ اشْهَدْ۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر کو ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: آج کون سا دن ہے؟ اس کے بعد مثل سابق روایت ہے البتہ اس میں تمہاری عزت کا ذکر نہیں اور نہ یہ ذکر ہے کہ اس کے بعد آپ دو مینڈھوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے بعد کا ذکر بھی نہیں ہے۔ اور یہ ہے کہ آپ نے فرمایا آج کے دن، اس ماہ اور اس شہر کی طرح حرام ہیں یہ حکم اس وقت تک ہے جب تک تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ صحابہ نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا اے اللہ! تو گواہ ہو جا!

اشہر حُرُم میں ردّ و بدل کی تفصیل اور تحقیق

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ عرب محرم کو صفر کی طرف مؤخر کر دیتے تھے تا کہ اس ماہ میں جنگ کر سکیں اور وہ یہ ہر سال کرتے تھے اور محرم ایک ماہ سے دوسرے ماہ کی طرف منتقل ہوتا رہتا تھا اور جس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تھا ہر مہینہ اپنی اصل وضع میں آچکا تھا۔ [1]

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا فی کتٰب اللہ یوم خلق السمٰوٰت والارض منھا اربعۃ

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی گنتی اس کی کتاب میں بارہ مہینے ہیں جس دن سے اس نے آسمانوں

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۱۴ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

حرم ۚ ذلک الدین القیم ۙ فلا تظلموا فیھن انفسکم وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ ۚ واعلموا ان اللہ مع المتقین ۝ انما النسیء زیادۃ فی الکفر یضل بہ الذین کفروا یحلونہ عاما ویحرمونہ عاما لیواطؤا عدۃ ما حرم اللہ فیحلوا ما حرم اللہ ۚ زین لھم سوء اعمالھم ۚ واللہ لا یھدی القوم الکفرین ۔

(توبہ ، ۳۶ - ۳۷)

اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار حرمت والے (مہینے) ہیں، یہی سیدھا دین ہے۔ تو تم ان (مہینوں) میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔ اور تم تمام مشرکین سے قتال کرو جیسا کہ وہ تم سب سے قتال کرتے ہیں۔ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ مہینے کا پیچھے ہٹانا صرف کفر میں زیادتی ہے۔ اس سے کافر گمراہ کیے جاتے ہیں۔ وہ ایک مہینہ کو ایک سال حلال قرار دیتے ہیں اور دوسرے سال اسی کو حرام ٹھہراتے ہیں۔ تاکہ ان (مہینوں) کی گنتی پوری کر لیں جن کو اللہ نے حرام کیا ہے۔ پھر اللہ کے حرام کیے ہوئے کو حلال کر لیں، ان کے برے کام ان کے لیے مزین کر دیے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

عرب میں قدیم زمانہ سے معمول چلا آتا تھا کہ سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب "اشہر حرم" خاص اور احترام کے مہینے قرار دیے جاتے تھے۔ ان مہینوں میں خونریزی اور جنگ وجدال قطعاً بند کر دیا جاتا تھا اور تمام لوگ حج، عمرہ اور تجارتی کاروبار کے لیے آزادی اور امن کے ساتھ سفر کر سکتے تھے، کوئی شخص ان ایام میں اپنے باپ کے قاتل سے بھی تعرض نہیں کرتا تھا۔ ملتِ ابراہیمی میں بھی یہی چار ماہ حرمت والے مہینے تھے۔

اسلام سے ایک مدت پہلے جب عرب کی وحشت اور جہالت حد سے بڑھ گئی تھی اور باہمی جدال وقتال میں بعض قبیلوں کی وحشت اور بربریت اور ان کا جوشِ انتقام کسی آسمانی کتاب یا دین کے قانون کا پابند نہ رہا تو انھوں نے نسیئی (تاخیر) کی رسم نکالی۔ یعنی جب کسی زور آور قبیلہ کا ماہ محرم میں جنگ کرنے کا ارادہ ہوتا تو اس کا سردار یہ اعلان کر دیتا کہ اس سال ہم نے محرم کو اشہر حرم سے نکال کر اس کی جگہ صفر کو حرام کر دیا ہے پھر اگلے سال کہہ دیتے کہ اس سال دستور کے مطابق محرم حرام اور صفر حلال رہے گا۔ اس طرح ایک سال کے چار مہینوں کی گنتی تو پوری کر لیتے تھے لیکن ان کی تعیین میں حسب منشاء رد وبدل کرتے رہتے تھے۔ حافظ ابن کثیر کی تحقیق کے مطابق رد وبدل کا یہ کام صرف محرم اور صفر میں مذکور الصدر طریقہ سے ہوتا تھا۔

امام محمد ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جس پہلے شخص نے یہ رسم جاری کی اس کا نام "قلمس" کنانی تھا پھر اس کی اولاد در اولاد میں یہ رسم جاری رہی۔ آخر میں اس کی نسل سے ابوثمامہ جنادہ بن عوف کنانی کا یہ معمول تھا کہ ہر سال موسم حج میں یہ اعلان کرتا تھا کہ اس سال اشہر حرم میں محرم داخل رہے گا یا اس کی جگہ صفر داخل ہوگا اس طرح محرم اور صفر میں سے ہر مہینہ کبھی حلال اور کبھی حرام کیا جاتا تھا اور عام طور پر لوگ اس رد وبدل کو قبول کر لیتے تھے۔ گویا زمانہ جاہلیت میں کافروں کے کفر اور گمراہی کو بڑھانے والی ایک یہ چیز بھی تھی کہ انھوں نے اللہ کے حلال یا حرام کیے ہوئے مہینہ کو تبدیل کرنے کا حق کنانہ کے ایک سردار کو سونپ دیا تھا۔

آیا اشہر حرم میں قتال منسوخ ہوچکا ہے یا نہیں؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه قل قتال فيه كبير۔ (بقرہ: ۲۱۷)

لوگ آپ سے اشہر حرم (حرمت والے مہینوں) میں جنگ کے متعلق پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے ان مہینوں میں جنگ کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

امام رازی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت کی رو سے اشہر حرم میں جنگ کرنا حرام ہے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ حکم اب بھی باقی ہے یا منسوخ ہو چکا ہے۔ ابن جریج نے کہا ہے عطاء نے مجھ سے قسم کھا کر کہا حرم میں اور اشہر حرم میں جنگ کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ کفار حملہ کریں تو ان کی مدافعت میں جنگ کرنا جائز ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشہر حرم میں جہاد نہیں کرتے تھے البتہ مدافعت میں جہاد کرتے تھے۔ اور سعید بن مسیب سے سوال کیا گیا کہ کیا کفار سے اشہر حرم میں جہاد کرنا مسلمانوں کے لیے جائز ہے؟ انھوں نے کہا ہاں! ابو عبید نے کہا آج کل مسلمان سارا سال سرحدوں پر رہتے ہیں اور اس قول کی بناء پر تمام مہینوں میں جہاد کرنا جائز ہے۔ اور میرے علم میں نہیں ہے کہ علماء شام یا علماء عراق میں سے کسی نے اس سے اختلاف کیا ہو اور اسی طرح میرے گمان میں اہل حجاز کا قول ہے۔

ان مہینوں میں جہاد کی اباحت پر یہ دلیل ہے فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم "مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو" یہ آیت اشہر حرم میں قتال کی حرمت کے لیے ناسخ ہے اور "قل قتال فيه كبير" میں میرے نزدیک نکرہ سیاق اثبات میں واقع ہے پس یہ تمام افراد کے بجائے صرف فرد واحد کو شامل ہوگا یعنی اشہر حرم میں قتال کا صرف ایک فرد حرام کیا گیا اور یہ فرد وہی ہے جس کے متعلق انھوں نے سوال کیا تھا پس یہ آیت اشہر حرام میں مطلقاً قتال کی حرمت پر دلالت نہیں کرتی لہٰذا اب نسخ کے قول کی بھی ضرورت نہیں ہے۔[۱]

نیز امام رازی نے وقاتلوا المشركين كافة (توبہ: ۳۶) "تم تمام مشرکین سے جنگ کرو" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ تمام مہینوں میں کفار سے جنگ کرنا مباح ہے۔[۲]

حدیث الباب سے استنباط شدہ مسائل

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ بوقت ضرورت سواری کی پشت پر بیٹھنا جائز ہے بشرطیکہ اس سے تکبر اور خود نمائی مقصود نہ ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد "لا تتخذوا ظهور الدواب مجالس" "سواریوں کی پشت کو مجالس نہ بناؤ" بلا ضرورت سواریوں پر بیٹھنے کے ساتھ مخصوص ہے نیز اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بلند جگہ بیٹھ کر تقریر کرنا چاہیے تاکہ تمام لوگ خطیب کو دیکھ اور سن سکیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص حدیث کے معنی سے ناواقف ہو اس سے بھی حدیث کو روایت کرنا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو چیز حرام ہو عالم پر واجب ہے کہ اس کی حرمت مؤکد طریقہ سے بیان کرے۔ اور جان، مال اور عزت کو حرمت میں یوم حج، حج کے مہینہ اور حرم کے ساتھ تشبیہ دینا جائز ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ عرب اس دن، اس مہینہ

---

[۱] امام فخر الدین بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثہ، ۱۳۹۸ھ

[۲] " " " " " " تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۳۳ " " " "

اور اس شہر کو بہت محترم جانتے تھے اور اس کی حرمت بہت شدت کے ساتھ ان کے دلوں میں جاگزیں تھی اور وہ اس شہر اور ان دنوں میں کسی سے لڑائی جھگڑا نہیں کرتے تھے اس لیے آپ نے فرمایا مسلمان کی جان، مال اور عزت ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح آج کا دن، آج کا مہینہ اور یہ شہر ان کے لیے محترم ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ان چیزوں کے بارے میں پہلے سوال کیا اور ہر سوال کے بعد خاموش رہے اس میں کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے تاکہ وہ اپنی عقلوں کو بالکل حاضر اور متوجہ کرلیں اور جواب کو بغور سنیں۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ صحابہ نے ہر سوال کے جواب میں اللہ ورسولہ اعلم کیوں کہا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کا حسن ادب تھا وہ آفتاب علم نبوت کے سامنے اپنی معلومات کا چراغ جلانا نہیں چاہتے تھے اور وہ یہ جانتے تھے کہ جو کچھ انہیں علم ہے وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے ہی روشن ہے اس لیے انھوں نے اپنی معلومات کے اظہار کے بجائے یہ مسئلہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا۔ [1]

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ "میرے بعد کافر یا گمراہ نہ ہو جانا اور ایک دوسرے کی گردنیں مارنے نہ لگ جانا" اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ دین اسلام پر قائم رہنا اور اسلام چھوڑ کر قتل و غارت گری نہ شروع کر دینا، دوسرا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد ایک دوسرے کے قتل کو حلال قرار دے کر کافر نہ ہو جانا اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ بغیر دلیل شرعی کے مغلوب الغضب ہو کر ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگا کر ایک دوسرے کو قتل کرنا نہ شروع کر دینا۔

بَابُ صِحَّةِ الْإِقْرَارِ بِالْقَتْلِ وَتَمْكِينِ وَلِيِّ الْقَتِيلِ مِنَ الْقِصَاصِ وَاسْتِحْبَابِ طَلَبِ الْعَفْوِ مِنْهُ

قتل کے اقرار کا صحیح ہونا، ولی مقتول کو قصاص کا حق حاصل ہونا اور اس سے معافی طلب کرنے کا مستحب ہونا

۴۲۷۴ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو يُونُسَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ أَنَّ عَلْقَمَةَ بْنَ وَائِلٍ حَدَّثَهُ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ، قَالَ إِنِّي لَقَاعِدٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ يَقُودُ آخَرَ بِنِسْعَةٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا قَتَلَ أَخِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ایک شخص دوسرے شخص کو تسمہ سے کھینچتا ہوا آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اس شخص نے میرے بھائی کو قتل کر دیا ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا: کیا تو نے اس کو قتل کیا ہے؟ اس (پہلے) شخص نے کہا اگر یہ اقرار نہیں کرے گا تو میں اس کے خلاف گواہ پیش کر دوں گا، تب اس نے کہا: ہاں میں

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۶ - ۳۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

سلّم اَقَتَلْتَهُ؟ فَقَالَ اِنَّهُ لَوْ لَمْ يَعْتَرِفْ اَقَمْتُ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةَ قَالَ نَعَمْ قَتَلْتُهُ قَالَ كَيْفَ قَتَلْتَهُ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَ هُوَ نَخْتَبِطُ مِنْ شَجَرَةٍ فَسَبَّنِي فَاَغْضَبَنِي فَضَرَبْتُهُ بِالْفَاْسِ عَلٰى قَرْنِهِ فَقَتَلْتُهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ مِنْ شَيْءٍ تُؤَدِّيهِ عَنْ نَفْسِكَ قَالَ مَا لِي مَالٌ اِلَّا كِسَائِي وَفَاْسِي قَالَ فَتَرٰى قَوْمَكَ يَشْتَرُوْنَكَ قَالَ اَنَا اَهْوَنُ عَلٰى قَوْمِي مِنْ ذَاكَ فَرَمٰى اِلَيْهِ بِنِسْعَتِهِ وَقَالَ دُوْنَكَ صَاحِبَكَ فَانْطَلَقَ بِهِ الرَّجُلُ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ قَتَلَهُ فَهُوَ مِثْلُهُ فَرَجَعَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُ بَلَغَنِي اَنَّكَ قُلْتَ اِنْ قَتَلَهُ فَهُوَ مِثْلُهُ وَاَخَذْتُهُ بِاَمْرِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا تُرِيْدُ اَنْ يَبُوْءَ بِاِثْمِكَ وَ اِثْمِ صَاحِبِكَ قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لَعَلَّهُ قَالَ بَلٰى قَالَ فَاِنَّ ذَاكَ كَذَاكَ قَالَ فَرَمٰى بِنِسْعَتِهِ وَخَلّٰى سَبِيْلَهُ۔

نے اس کو قتل کیا ہے: آپ نے پوچھا: تم نے اس کو کیوں قتل کیا؟ اس نے کہا میں اور وہ دونوں درخت کے پتے جھاڑ رہے تھے اس نے گالی دے کر مجھے مشتعل کیا میں نے اس کے سر پر کلہاڑی دے ماری اور اسے قتل کر دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس کچھ مال ہے جو اس کو اپنی جان کے عوض دے سکو، اس نے کہا میرے پاس اس چادر اور کلہاڑی کے سوا اور کوئی مال نہیں ہے! آپ نے فرمایا کیا خیال ہے کیا تمہاری قوم تمہیں چھڑا لے گی؟ اس نے کہا میری قوم میں میری اتنی وقعت نہیں ہے؟ آپ نے وہ تسمہ اس شخص (ولی مقتول) کی طرف پھینک دیا اور فرمایا اسے لے جاؤ، وہ شخص اس کو لے جانے لگا، جب اس شخص نے پشت پھیری تو آپ نے فرمایا اگر اس نے اس کو قتل کر دیا تو یہ بھی اس کی مثل ہو جائے گا، وہ شخص لوٹ آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر اس نے اس کو قتل کر دیا تو یہ بھی اس کی مثل ہو جائے گا، حالانکہ میں نے تو اس کو آپ کے حکم پر پکڑا ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو یہ نہیں چاہتا کہ وہ تیرے اور تیرے ساتھی کا گناہ بھی سمیٹ لے، اس نے کہا یا نبی اللہ! کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں! اس نے کہا اگر ایسا ہے تو پھر ٹھیک ہے اور اس کا تسمہ چھوڑ کر اس کو آزاد کر دیا۔

۴۲۷۵- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ سَالِمٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَتَلَ رَجُلًا فَاَقَادَ وَلِيَّ الْمَقْتُوْلِ مِنْهُ فَانْطَلَقَ بِهِ وَفِي عُنُقِهِ نِسْعَةٌ يَجُرُّهَا فَلَمَّا

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا آپ نے مقتول کے وارث کو اس سے قصاص لینے کا حکم دیا، وہ (وارث) جانے لگا درآں حالیکہ قاتل کے گلے میں ایک تسمہ تھا جس کو وہ کھینچ رہا تھا، جب اس نے پشت پھیری تو آپ نے فرمایا قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں، پھر ایک شخص نے جا کر مقتول کے

اَدْبَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ فَاَتٰى رَجُلٌ الرَّجُلَ فَقَالَ لَهٗ مَقَالَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَلّٰى عَنْهُ. قَالَ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ سَالِمٍ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِحَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ اِبْنُ اَشْوَعَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا سَاَلَهٗ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُ فَاَبٰى۔

وارث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنایا تو اس نے قاتل کو چھوڑ دیا۔ اسماعیل بن سالم کہتے ہیں کہ میں نے حبیب بن ابی ثابت سے اس کا ذکر کیا انھوں نے بتایا کہ مجھے ابن اشوع نے یہ حدیث سنائی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کے وارث سے خون معاف کرنے کے لیے کہا تھا اور اس نے انکار کر دیا تھا۔

روایت باب کی تفصیل

امام نسائی نے اس حدیث کو زیادہ تفصیل سے روایت کیا ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا جب مقتول کا وارث قاتل کو ایک تسمہ سے گھسیٹتا ہوا لایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کے وارث سے فرمایا: کیا تم اس کو معاف کرو گے؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے دیت لو گے؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا تم اس کو قتل کرو گے؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا اس کو لے جاؤ، جب وہ پیٹھ پھیر کر اس کو لے جانے لگا تو آپ نے فرمایا: کیا تم اس کو معاف کرو گے؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا کیا تم اس سے دیت لو گے؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا کیا تم اس کو قتل کرو گے؟ اس نے کہا ہاں! اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو لے جاؤ، البتہ اگر تم اس کو معاف کر دو تو یہ تمہارے اور تمہارے مقتول کے گناہ کو اٹھائے گا، تب اس شخص نے اس کو معاف کر دیا اور چھوڑ دیا اور میں نے دیکھا وہ اپنے تسمہ کو گھسیٹتا ہوا جا رہا تھا۔ [1]

قتل عمد کے احکام اور مسائل

علامہ نووی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں مدعی علیہ سے قاضی یا حاکم کو پوچھنا چاہیے کہ وہ دعویٰ کے متعلق کیا کہتا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ دعویٰ کا اقرار کرے (جیسا کہ یہاں قاتل نے قتل کا اقرار کر لیا تھا) پھر مدعی بھی مستغنی ہو گا اور قاضی کو گواہوں کے بلانے کی ضرورت ہو گی نہ ان کی تعدیل کی، نیز مدعی اگر اقرار کرے تو قاضی کا حکم یقینی ہو گا اور گواہوں کے ثبوت کی بناء پر وہ حکم ظنی ہو گا اور قاضی کو چاہیے کہ وہ مقتول کے وارث سے قاتل کو معاف کرنے کا سوال کرے اور اگر وہ معاف نہ کرے تو دیت کا سوال کرے، اور یہ کہ حاکم کے پاس مقدمہ دائر ہونے کے بعد بھی مدعی علیہ کو معاف کرنا جائز ہے اور قتل عمد میں دیت ادا کرنا جائز ہے اور قتل عمد میں قاتل کے اقرار کو قبول کرنا جائز ہے۔

کیا ولی قصاص کا قصاص لینا قتل کے مترادف ہے؟

اس باب کی پہلی حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کے وارث سے فرمایا:

[1] امام عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

"اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو تم بھی اس کی طرح ہو جاؤ گے" اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ قصاص لینے والا قاتل کی مثل کیسے ہو سکتا ہے جبکہ قصاص لینے والا ایک جائز کام کر رہا ہے اور قاتل نے ایک ناجائز کام کیا تھا؟ علامہ نووی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم اس کو معاف کر دیتے تو تمہارا اس پر احسان ہوتا اور اس پر تمہاری فضیلت ہوتی اور اب کسی کی کسی پر فضیلت نہیں ہے اور اس بات میں دونوں ایک جیسے ہیں۔ یا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نفس قتل کرنے میں دونوں ایک جیسے ہیں ہر چند کہ قاتل کا قتل کرنا ظلم تھا اور مقتول کے وارث کا قتل کرنا عدل ہے لیکن خواہش نفس اور غضب کی پیروی کرنے میں دونوں برابر ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریض اور ایہام کے لیے یہ لفظ استعمال فرمایا تاکہ مقتول کا وارث ڈرے اور قصاص معاف کر دے، اسی طرح اگر کوئی شخص مفتی سے پوچھے کہ روزے میں غیبت کا کیا حکم ہے؟ تو مفتی تعریض اور ایہام سے کام لے کر یہ کہہ دے کہ حدیث میں ہے کہ غیبت کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تاکہ وہ شخص غیبت کرنے سے باز رہے۔

اس باب کی دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں" اس سے مراد یہ قاتل اور مقتول نہیں ہیں بلکہ ان کے غیر مراد ہیں جب دو مسلمان حرام جنگ میں حصہ لیں، مثلاً دو شخص ایک دوسرے کے خلاف عصبیت کی وجہ سے تلوار اٹھائیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں، یہاں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمہ تعریضاً فرمایا تاکہ مقتول کے وارث کے دل میں خوف پیدا ہو اور وہ قصاص کو معاف کر دے۔ [1]

علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولی قصاص کو قاتل کی مثل اس لیے قرار دیا ہے کہ دونوں نے اپنے غصہ اور غضب کی پیروی کی اور شریعت کی پیروی نہ کی، قاتل کا غضب کی پیروی کر کے قتل کر دینا اور ولی قصاص کا جوش انتقام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کے باوجود قصاص کے درپے ہونا دونوں کی معصیت کی واضح دلیل ہے۔ علامہ وشتانی کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابوعبداللہ کہتے تھے کہ علم کی دو قسمیں ہیں ایک علم ظاہر ہے اور ایک علم باطن جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا انا علی علم وانک علی علم (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳) "مجھے ایک قسم کا علم ہے اور تمہیں دوسری قسم کا علم ہے"

پس باعتبار ظاہر کے حکم عام یہ ہے کہ ولی کو قصاص لینے کا موقع دینا چاہیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا کہ اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو تم بھی اس کی مثل ہو جاؤ گے یہ آپ نے علم باطن کے اعتبار سے فرمایا تھا۔

علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ علامہ مازری نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ولی قصاص سے فرمایا تھا کہ اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو تم بھی اس کی مثل ہو جاؤ گے یہ آپ نے قصاص کی بنا پر نہیں فرمایا تھا بلکہ آپ نے یہ کسی اور سبب سے فرمایا تھا جس کا علم آپ ہی کو تھا یا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے قصاص نہ لینے کے بارے میں آپ کا حکم قبول نہیں کیا تھا کیونکہ آپ نے اس کو چار بار معاف کرنے کا حکم دیا اور اس نے ہر بار انکار کر دیا تو چونکہ اس نے آپ کو غضب ناک کیا اس لیے وہ بھی قاتل کی طرح معصیت کا مرتکب ہو گیا۔ [2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۶۲-۶۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۴۲۹-۴۲۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

* تعریض اور ایہام کا مفہوم یہ ہے کہ لفظ کے دو معنی ہوں، ایک قریب اور ایک بعید متکلم بعید معنی مراد لے اور مخاطب کا ذہن قریبی معنی کی طرف ہو۔ (سعیدی غفرلہ)

قاتل پر مقتول اور اس کے ولی دونوں کے گناہوں کا بوجھ ہے

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولی سے فرمایا کیا تو یہ نہیں چاہتا کہ وہ تیرا اور تیرے ساتھی کا گناہ سمیٹ لے؛ قاتل نے ایک زیادتی مقتول کے ساتھ کی کہ اس کو قتل کر دیا اور دوسری زیادتی ولی مقتول کے ساتھ کی کیونکہ مقتول کی موت سے اس کے وارث کو نقصان پہنچتا ہے اور اس کو رنج لاحق ہوتا ہے اس وجہ سے ان دونوں کے گناہوں کا بوجھ قاتل پر لادا جائے گا اور آپ نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ اگر تو نے اس کو قتل کر دیا تو تو بھی اس کی مثل ہو جائے گا یا یہ فرمایا کہ قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قصاص لینے کے باوجود قاتل سے آخرت کا عذاب ساقط نہیں ہوتا الا یہ کہ قصاص لینے سے پہلے توبہ کر لے، اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے جو صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں[1] وہ اس پر محمول ہیں جب مجرم حد جاری ہونے سے پہلے توبہ کر لے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم (مائدہ: ۳۳، ۳۴) "اور یہ (اجراء حدود) ان کے لیے دنیا کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے دردناک عذاب ہے ماسوا ان لوگوں کے جنہوں نے تمہارے قابو پانے سے پہلے توبہ کر لی۔"

بَابُ دِيَةِ الْجَنِينِ وَوُجُوبِ الدِّيَةِ فِي قَتْلِ الْخَطَأِ وَشِبْهِ الْعَمْدِ عَلَى عَاقِلَةِ الْجَانِي

پیٹ کے بچے اور قتل خطا اور قتل شبہ عمد میں دیت کا وجوب

۴۲۷۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ مِنْ هُذَيْلٍ رَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى فَطَرَحَتْ جَنِينَهَا فَقَضَى فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہذیل کی دو عورتیں آپس میں لڑ پڑیں اور ایک نے دوسری کو مارا اور اس کے پیٹ کا بچہ ساقط ہو گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ایک غلام یا لونڈی بطور تاوان دینے کا حکم دیا۔

۴۲۷۷ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ابْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنِينِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي لِحْيَانَ سَقَطَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو لحیان کی ایک عورت کا پیٹ کا بچہ مردہ ساقط ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ایک غلام یا لونڈی بطور جرمانہ دینے کا حکم دیا، پھر جس عورت کے خلاف آپ نے تاوان ادا کرنے کا حکم دیا تھا وہ فوت ہو گئی تو

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

مَيِّتًا بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ ثُمَّ إِنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِي قُضِيَ عَلَيْهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّيَتْ فَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنَّ مِيرَاثَهَا لِبَنِيهَا وَزَوْجِهَا وَأَنَّ الْعَقْلَ عَلَى عَصَبَتِهَا.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کی وراثت اس کی اولاد اور اس کے شوہر کے لیے ہوگی اور دیت اس کے عصبات (ددھیال کے رشتہ داروں) کو ادا کرنا ہوگی۔

۴۲۷۸۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ ح وَحَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ اقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الأُخْرَى بِحَجَرٍ فَقَتَلَتْهَا وَمَا فِي بَطْنِهَا فَاخْتَصَمُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ دِيَةَ جَنِينِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ وَلِيدَةٌ وَقَضَى بِدِيَةِ الْمَرْأَةِ عَلَى عَاقِلَتِهَا وَوَرَّثَهَا وَلَدَهَا وَمَنْ مَعَهُمْ فَقَالَ حَمَلُ بْنُ النَّابِغَةِ الْهُذَلِيُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ أَغْرَمُ مَنْ لاَ شَرِبَ وَلاَ أَكَلَ وَلاَ نَطَقَ وَلاَ اسْتَهَلَّ فَمِثْلُ ذَلِكَ يُطَلُّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا هَذَا مِنْ إِخْوَانِ الْكُهَّانِ مِنْ أَجْلِ سَجْعِهِ الَّذِي سَجَعَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہذیل کی دو عورتیں لڑیں اور ایک نے دوسری کے پتھر مار کر اسے اور اس کے پیٹ کے بچے کو ہلاک کر دیا، انہوں (مقتولہ کے ورثاء) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ پیش کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ پیٹ کے بچے کا تاوان ایک غلام یا باندی ہے اور عورت کی دیت اس قاتلہ کے عاقلہ (ددھیال کے رشتہ داروں) پر مقرر کی اور عورت (مقتولہ) کی اولاد اور اس کے رشتہ داروں کو اس (دیت) کا وارث قرار دیا حمل بن نابغہ ہذلی نے کہا یا رسول اللہ! میں اس کا تاوان کیسے ادا کروں جس نے کھایا نہ پیا، نہ بولا نہ چلایا ایسے بچے کی دیت نہیں دی جاتی" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مسجع عبارت (قافیہ والی عبارت) کی وجہ سے یہ شخص کاہنوں کا بھائی (معلوم ہوتا) ہے۔

۴۲۷۹۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ اقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ وَوَرَّثَهَا وَلَدَهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو عورتیں لڑیں اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس میں یہ نہیں ہے کہ اس عورت کی اولاد اور اس کے رشتہ دار اس کے وارث ہوں گے، راوی کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا ہم اس کی دیت کیسے دیں، اور حمل بن

وَمَنْ مَعَهُمْ وَقَالَ فَقَالَ قَائِلٌ كَيْفَ نَعْقِلُ وَلَمْ يُسَمِّ حَمَلَ بْنَ مَالِكٍ۔

مالک کا نام نہیں لیا۔

۴۲۸۰ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ نُضَيْلَةَ الْخُزَاعِيِّ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ ضَرَبَتِ امْرَأَةٌ ضَرَّتَهَا بِعَمُودِ فُسْطَاطٍ وَهِيَ حُبْلٰى فَقَتَلَتْهَا قَالَ وَإِحْدَاهُمَا لِحْيَانِيَّةٌ قَالَ فَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيَةَ الْمَقْتُولَةِ عَلٰى عَصَبَةِ الْقَاتِلَةِ وَغُرَّةً لِمَا فِي بَطْنِهَا فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ عَصَبَةِ الْقَاتِلَةِ أَنَغْرَمُ دِيَةَ مَنْ لَا أَكَلَ وَلَا شَرِبَ وَلَا اسْتَهَلَّ فَمِثْلُ ذٰلِكَ يُطَلُّ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسَجْعٌ كَسَجْعِ الْأَعْرَابِ قَالَ وَجَعَلَ عَلَيْهِمُ الدِّيَةَ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنی سوکن کو خیمہ کی ایک چوب سے مارا درآں حالیکہ وہ حاملہ تھی اور (اس ضرب سے) اس کو ہلاک کر دیا، ان میں سے ایک عورت بنو لحیان کی تھی راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتلہ کے عصبات (ددھیال کے رشتہ داروں) پر مقتولہ کی دیت اور اس کے پیٹ کے بچے کے تاوان میں ایک باندی یا ایک غلام کا دینا لازم کیا، قاتلہ کے عصبات میں سے ایک شخص نے کہا کیا ہم ایسے بچے کی دیت ادا کریں جس نے کھایا نہ پیا اور نہ چلایا ایسے بچہ کی دیت نہیں دی جاتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ بدوؤں کی طرح مسجع مقفیٰ عبارت بول رہا ہے اور ان پر دیت لازم کر دی

۴۲۸۱ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا مُفَضَّلٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُبَيْدِ ابْنِ نُضَيْلَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ امْرَأَةً قَتَلَتْ ضَرَّتَهَا بِعَمُودِ فُسْطَاطٍ فَأُتِيَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضٰى عَلٰى عَاقِلَتِهَا بِالدِّيَةِ وَكَانَتْ حَامِلًا فَقَضٰى فِي الْجَنِينِ بِغُرَّةٍ فَقَالَ بَعْضُ عَصَبَتِهَا أَنَدِي مَنْ لَا طَعِمَ وَلَا شَرِبَ وَلَا صَاحَ فَاسْتَهَلَّ وَمِثْلُ ذٰلِكَ يُطَلُّ قَالَ فَقَالَ سَجْعٌ كَسَجْعِ الْأَعْرَابِ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنی سوکن کو خیمہ کی چوب سے مارا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ مقدمہ پیش کیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی عاقلہ پر دیت کو لازم کر دیا، اور چونکہ وہ عورت حاملہ تھی اس لیے اس کے پیٹ کے بچے کے تاوان میں ایک لونڈی یا غلام دینے کا تاوان لازم کیا، اس کے بعض خاندان والوں نے کہا: کیا ہم اس کی دیت دیں جس نے کھایا نہ پیا نہ رویا نہ چلایا اور اس جیسے کی دیت نہیں دی جاتی۔ آپ نے فرمایا یہ بدوؤں کی طرح مقفیٰ عبارت ہے۔

۴۲۸۲ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

امام مسلم نے ایک اور سند سے بھی اس کی مثل حدیث روایت کی ہے۔

بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ مَعْنٰى حَدِيْثِ جَرِيْرٍ وَمُفَضَّلٍ۔

۴۲۸۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ بِإِسْنَادِهِمُ الْحَدِيْثَ بِقِصَّتِهٖ غَيْرَ أَنَّ فِيْهِ فَأَسْقَطَتْ فَرُفِعَ ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضٰى فِيْهِ بِغُرَّةٍ وَجَعَلَهٗ عَلٰى أَوْلِيَاءِ الْمَرْأَةِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي الْحَدِيْثِ دِيَةَ الْمَرْأَةِ۔

امام مسلم نے انہی اسانید کے ساتھ یہ قصہ روایت کیا ہے اور اس میں یہ ہے کہ اس عورت کے پیٹ کا بچہ ساقط ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے اس میں ایک لونڈی یا غلام ادا کرنے کا تاوان لازم کیا۔ اور اسے اس عورت کے وارثوں پر لازم کیا اور اس حدیث میں دیت کا ذکر نہیں ہے۔

۴۲۸۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لِأَبِيْ بَكْرٍ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ اسْتَشَارَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ النَّاسَ فِيْ إِمْلَاصِ الْمَرْأَةِ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِيْهِ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ ائْتِنِيْ بِمَنْ يَشْهَدُ مَعَكَ قَالَ فَشَهِدَ لَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے لوگوں سے عورت کے پیٹ کے بچے کی دیت کے متعلق مشورہ کیا، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ایک لونڈی یا غلام کو بطور تاوان دینے کا حکم فرمایا ہے، حضرت عمر نے فرمایا کسی اور شخص کو لاؤ جو تمہارے ساتھ گواہی دے، راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت محمد بن مسلمہ نے ان کے حق میں گواہی دی۔

لڑائی کرنے والی دو عورتوں کے نام

اس باب کی احادیث میں جن دو عورتوں کی لڑائی کا ذکر ہے یہ دونوں آپس میں سوکنیں تھیں اور حمل بن نابغہ ہذلی کے نکاح میں تھیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ عمیر ہذلی سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم میں حمل بن مالک نام کا ایک شخص تھا اس کی دو بیویاں تھیں ایک ہذلیہ اور دوسری عامریہ، ہذلیہ نے عامریہ کے پیٹ پر ضرب لگائی اور حارث کی روایت میں ہے کہ حمل بن نابغہ کی دو بیویاں تھیں ایک ملیکہ اور دوسری ام عفیف اور طبرانی نے عون بن عویم سے روایت کیا ہے کہ میری بہن ملیکہ اور ہمارے قبیلہ کی ایک عورت ام عفیف بنت مسروح حمل بن نابغہ کے نکاح میں تھیں اور ام عفیف نے ملیکہ کے ضرب لگائی تھی۔ لہ

(حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)

غرہ کی تحقیق

علامہ جوہری لکھتے ہیں کہ غرۃ (بالضم) گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی کو کہتے ہیں جو ایک درہم سے کچھ زیادہ ہوتی ہے نیز لکھتے ہیں کہ غرۃ غلام اور لونڈی کو بھی کہتے ہیں، حدیث میں ہے قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجنین بغرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ کے بچہ میں غرۃ کا فیصلہ کیا گویا کہ آپ نے پورے جسم کو غرۃ سے تعبیر فرمایا۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: حارث بن ابی اسامہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاقلہ پر دیت مقرر کی اور پیٹ کے بچہ میں غلام یا لونڈی یا گھوڑا یا خچر مقرر کیا (مسند عبد الرزاق) اور امام بیہقی نے یہ اشارہ کیا ہے کہ حدیث مرفوع میں گھوڑے کا ذکر راوی کا وہم ہے اور بعض راویوں نے غرہ کی تفسیر کرنے کے لیے یہ لفظ روایت میں داخل کر دیا۔

غرہ اصل میں گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی کو کہتے ہیں پھر اس لفظ کو آدمی کے لیے بھی استعمال کیا گیا جیسا کہ حدیث میں ہے:

ان امتی یدعون یوم القیامۃ غرا۔ "میرے امتی قیامت کے دن سفید چہروں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے"

اور ہر نفیس چیز پر غرۃ کا اطلاق کیا جاتا ہے خواہ آدمی ہو یا غیر آدمی، مذکر ہو یا مونث اور ایک قول یہ ہے کہ صرف آدمی پر غرۃ کا اطلاق کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اشرف المخلوقات ہے، کیونکہ غرۃ (سفیدی) کا محل چہرہ ہے اور چہرہ اشرف الاعضاء ہے۔ [2]

علامہ ابو الحسن مرغینانی (صاحب ہدایہ) لکھتے ہیں "جب کسی نے عورت کے پیٹ پر ضرب لگائی اور اس ضرب سے عورت کا بچہ ساقط ہو گیا درآں حالیکہ وہ مردہ ہو تو اس میں دیت کا بیسواں حصہ واجب ہے یعنی مرد کی دیت کا بیسواں حصہ اور یہ مرد میں ہے اور عورت میں عورت کی دیت کا دسواں حصہ ہے اور ان میں سے ہر ایک پانچ سو درہم ہے اور قیاس یہ ہے کہ کوئی چیز واجب نہ ہو کیونکہ اس کی حیات کا یقین نہیں ہے اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیٹ کے بچے میں ایک غلام یا باندی کا غرۃ ہے یا اس کی قیمت پانچ سو درہم ہے (سنن ابو داؤد و مصنف ابن ابی شیبہ بحوالہ ہدایہ، سعیدی) اور ایک روایت میں ہے یا پانچ سو ہے، لہٰذا ہم نے اس حدیث کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا اور یہ حدیث امام مالک، اور امام شافعی کے خلاف حجت ہے جنہوں نے چھ سو (درہم) کا قول کیا ہے۔ اور ہمارے نزدیک یہ دیت عاقلہ پر واجب ہے جبکہ پانچ سو درہم ہو اور امام مالک کے نزدیک دیت مارنے والے کے مال میں واجب ہے کیونکہ یہ جز کا بدل ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاقلہ کو غرہ ادا کرنے کا حکم دیا اور نیز یہ جنین نفس کا بدل ہے اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیت فرمایا ہے اور یہ دیت ایک سال میں ادا کرنا واجب ہے اور امام شافعی کے نزدیک دیت تین سال میں ادا کرنا واجب ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ امام محمد بن حسن نے روایت کیا ہے ——— کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غرہ کو عاقلہ پر ایک سال میں لازم کیا ہے۔ اور غرہ میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں اس وجہ سے اس کا مقدار واحد میں اعتبار کیا گیا ہے اور وہ پانچ سو درہم ہیں اور اگر اس نے پیٹ کے بچہ کو ساقط کیا درآں حالیکہ وہ زندہ تھا اور پھر ساقط ہونے سے مر گیا تو اس پر پوری دیت ہوگی۔ [3]

(حاشیہ صفحہ سابقہ) حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۴۸ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[1] علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری متوفی ۳۹۰ھ، الصحاح ج ۲ ص ۷۶۸۔ ۷۶۷، مطبوعہ دار العلم بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۴ھ

[2] حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۵۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۵۹۹۔ ۵۹۸ مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان

امام ابن ابی شیبہ نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ "الغرۃ خمس مائۃ" غرہ پانچ سو (درہم) ہے"۔ [1]
اور پانچ سو درہم ایک اعشاریہ پانچ تین صفر نو (۱٫۵۳۰۹) کلوگرام چاندی کے برابر ہے۔

دیت کی مقدار

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک قتل شبہ عمد کی دیت چار قسم کی سو اونٹنیاں ہیں پچیس دوسرے سال کی، پچیس تیسرے سال کی، پچیس چوتھے سال کی اور پچیس پانچویں سال کی۔ یہ دیت عاقلہ پر واجب ہوتی ہے اور قتل خطاء میں پانچ قسم کی سو اونٹنیاں ہیں بیس دوسرے سال کی اونٹنیاں، بیس تیسرے سال کی اونٹنیاں، بیس دوسرے سال کے اونٹ، بیس چوتھے سال کی اونٹنیاں اور بیس پانچویں سال کی اونٹنیاں۔ یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم ہوں۔ [2]

ایک ہزار دینار چار اعشاریہ تین سات چار (۴٫۳۷۴) کلوگرام سونے کے برابر ہے اور دس ہزار درہم چاندی تیس اعشاریہ چھ ایک آٹھ (۳۰٫۶۱۸) کلوگرام چاندی کے برابر ہے۔

عورت کی نصف دیت کی تحقیق

عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے، یہ حضرت علی سے موقوفاً روایت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً مروی ہے کیونکہ عورت کا حال اور اس کی منفعت مرد سے کم ہے، عورت کے اعضاء اور اطراف کی دیت بھی مرد کی دیت کا نصف ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۵۸۵)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل۔ [3]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔

عن ابن شہاب وعن مکحول وعطاء قالوا ادرکنا الناس علی ان دیۃ المسلم الحر علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مائۃ من الابل فقوم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تلک الدیۃ علی اھل القری الف دینار او اثنی عشر الف درھم ودیۃ الحرۃ المسلمۃ اذا کانت من اھل القری خمس مائۃ دینار او ستۃ الف درھم فاذا کان الذی اصابھا الاعراب فدیتھا مائۃ من الابل ودیۃ الاعرابیۃ اذا اصابھا الاعرابی خمسون من الابل لا یکلف الاعرابی الذھب ولا الورق۔ [4]

ابن شہاب مکحول اور عطاء سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں آزاد مسلمان کی دیت سو اونٹ تھی۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے شہر والوں پر ایک ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم دیت مقرر کر دی اور اگر شہری عورت ہو تو اس پر پانچ سو دینار یا چھ ہزار درہم دیت مقرر کر دی اور اگر دیہاتیوں پر دیت واجب ہو تو ان پر سو اونٹ واجب کر دیے اور اگر دیہاتی عورت ہو تو اس پر پچاس اونٹ واجب کیے اور دیہاتیوں کو سونے اور چاندی کا مکلف نہیں کیا۔

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۲۵۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ
[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۵۸۵۔۵۸۴ مطبوعہ شرکۃ علمیہ ملتان
[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۹۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[4] " " " " سنن کبریٰ ج ۸ ص ۹۵

امام محمد بن حسن شیبانی روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو حنیفۃ قال: حدثنا حماد عن ابراھیم قال، کان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یقول، جراحات النساء علی النصف من جراحات الرجال فی کل شیء۔[1]

امام ابوحنیفہ از حماد از ابراہیم روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا عورت کے تمام زخموں کی دیت مردوں کے زخموں کی دیت کا نصف ہے۔

اس حدیث کو امام عبدالرزاق اور امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

عورت کی دیت میں ائمہ مذاہب کی آراء

امام محمد بن حسن شیبانی لکھتے ہیں:

قال ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ فی عقل المرأۃ ان عقل جمیع جراحھا ونفسھا علی النصف من عقل الرجل فی جمیع الاشیاء۔[3]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عورت کی جان اور اس کے زخموں کی دیت مردوں کی جان اور زخموں کی دیت کا نصف ہے۔

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

وبلغنا عن علی انہ قال فی دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل فی النفس وما دونھا وبہ ناخذ۔[4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ جان اور اعضاء میں عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔

امام مالک بن انس اصبحی فرماتے ہیں:

قال مالک وتفسیر ذلک انھا تعاقلہ فی الموضحۃ والمنقلۃ وما دون المامومۃ والجائفۃ واشباھھما مما یکون فیہ ثلث الدیۃ فصاعدا فاذا بلغت ذلک کان عقلھا فی ذلک النصف من عقل الرجل۔[5]

امام مالک فرماتے ہیں کہ سر کی چوٹ اور دیگر جن زخموں کی تہائی یا اس سے زیادہ دیت ہوتی ہے ان میں عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے۔

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

اما دیۃ المرأۃ فانھم اتفقوا علی انھا علی

بہرحال عورت کی دیت میں فقہاء کا اس پر اتفاق ہے

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۲۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۹ ص ۳۹۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[3] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الحجۃ ج ۴ ص ۲۶۸ - ۲۶۷، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور

[4] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۶ ص ۷۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[5] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۶۷۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

النصف من دیۃ الرجل فی النفس فقط۔[1]

کہ فقط جان میں اس کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے

امام محمد بن ادریس شافعی لکھتے ہیں:

(قال الشافعی رحمہ اللہ) لم اعلم مخالفا من اھل العلم قدیما ولا حدیثا فی ان دیۃ المرأۃ نصف دیۃ الرجل وذلک خمسون من الابل۔[2]

(امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا) میں نے قدیم اور جدید اہل علم میں سے کسی کو اس بات کا مخالف نہیں پایا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے۔ اور یہ پچاس اونٹ ہیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

فدیۃ المرأۃ نصف دیۃ الرجل (الی قولہ) ودیۃ اطرافھا وجروحھا نصف ذلک من الرجل۔[3]

عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے اور عورت کے اعضاء اور زخموں کی دیت بھی مردوں کی دیت کی نصف ہے۔

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

دیۃ المرأۃ نصف دیۃ الرجل بلا نزاع۔[4]

عورت کی دیت بغیر کسی اختلاف کے مرد کی دیت کی نصف ہے۔

امام مالک اور امام احمد دونوں کے نزدیک تہائی دیت تک عورت کے زخموں کی دیت مرد کے زخموں کے برابر ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک قلیل اور کثیر دونوں میں عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے۔ البتہ جان کی دیت میں ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں کہ اس میں عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے۔

عورت کی دیت میں غیر مقلدین کا موقف اور بحث و نظر

مشہور غیر مقلد عالم قاضی شوکانی نے نسائی اور دار قطنی کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقل المرأۃ مثل عقل الرجل حتی یبلغ الثلث من دیتہ۔[5]

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کی دیت مرد کی دیت کی مثل ہے تا وقتیکہ اس کی دیت مرد کی دیت کی تہائی دیت کے برابر ہو جائے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تہائی دیت تک عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے اور تہائی دیت سے اگر زیادہ

---

[1] قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، کتاب الام مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۳ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۹ ص ۲۵۷ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ

[4] علامہ ابو الحسن علی بن سلیمان مرداوی متوفی ۸۸۵ھ، الانصاف ج ۱۰ ص ۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۶ھ

[5] قاضی محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۵۴ مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ، ۱۳۹۸ھ

ہو جائے تو عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے اور حضرت معاذ بن جبل کی حدیث اور حضرت علی اور حضرت عمر کے آثار کا یہ تقاضا ہے کہ دیت قلیل ہو یا کثیر عورت کی دیت مطلقاً مرد کی دیت کا نصف ہے۔

قاضی شوکانی ان احادیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

زیادہ بہتر یہ ہے کہ تہائی دیت یا اس سے کم کی متعدد جنایات میں عورت کی دیت کا مرد کی دیت کے برابر حکم کیا جائے اور تہائی دیت سے تجاوز کے بعد عورت کی دیت کو مرد کی دیت کا نصف قرار دیا جائے تاکہ عادل، عقل اور قیاس کی مخالفت نہ ہو (الی قولہ) حضرت علی، ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ، لیث، ثوری، عترہ، شافعیہ اور حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ قلیل اور کثیر میں عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے اور انھوں نے حضرت معاذ بن جبل کی حدیث سے استدلال کیا ہے، ہر چند کہ یہ حدیث استدلال کے قابل نہیں ہے، کیونکہ امام بیہقی نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد کہا: "اسنادہ لایثبت مثلہ" تاہم اس حدیث کو نسائی اور دارقطنی کی روایت کے ساتھ جمع کرنا ممکن ہے، بایں طور کہ حضرت معاذ کی حدیث کو دیت کاملہ (جان کی دیت) پر محمول کر دیا جائے جیسا کہ ظاہر لفظ کا تقاضا ہے اور اس پر اجماع ہے البتہ اصم اور ابن علیہ کا قول یہ ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے۔ [1]

قاضی شوکانی نے جو حضرت معاذ کی حدیث کو مطلقاً ناقابل استدلال لکھا ہے یہ خطاء فحش ہے، کیونکہ امام بیہقی نے سنن کبریٰ ج ۸ ص ۹۵ پر عبادہ بن نسی کی ایک سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی اور اس پر کوئی جرح نہیں کی اور یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث عبادہ بن نسی نے دوسری سند کے ساتھ بھی روایت کی ہے اور اس میں ضعف ہے۔ اس کے بعد امام بیہقی نے سنن کبریٰ ج ۸ ص ۹۶ پر لکھا کہ یہ حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ایسی اسناد کے ساتھ مروی ہے جس کی مثل ثابت نہیں، ظاہر ہے ان کا یہ تبصرہ عبادہ بن نسی کی دوسری سند کے ساتھ متعلق ہے جس کے بارے میں انھوں نے تصریح کی ہے کہ یہ سند ضعیف ہے نہ کہ اس سند کے ساتھ جس کی حدیث انھوں نے بلاجرح نقل کی ہے۔

یہ شبہ بھی صحیح نہیں ہے کہ حضرت معاذ کی یہ حدیث صرف سنن کبریٰ میں ہے کیونکہ حضرت علی اور حضرت عمر کے آثار جو اس کے مؤید ہیں کتاب الآثار للامام محمد، ص ۱۲۶، مصنف عبدالرزاق ج ۹ ص ۲۹۷، اور معجم طبرانی (بحوالہ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۹۹) میں موجود ہیں، نیز نسائی اور دارقطنی کی روایت مذکورہ بھی اس کی مؤید ہے اور عورت کی جان کی دیت کے مرد کی دیت کے نصف ہونے پر تمام فقہاء کا اجماع ہے اور اجماع سے قوی کون سی چیز ہے۔!

کیا ابن علیہ اور الاصم کا اختلاف اجماع کے منافی ہے؟

قاضی شوکانی نے ذکر کیا ہے کہ تمام فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ عورت کی جان کی دیت مرد کی جان کی دیت کی نصف ہے البتہ اصم اور ابن علیہ کا اختلاف ہے وہ عورت کی جان کی دیت کو مرد کی جان کی دیت کے مساوی قرار دیتے ہیں، اب یہ بات دیکھنی چاہیے کہ کیا اصم اور ابن علیہ کا اختلاف اجماع کے منافی ہے۔ علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عورت کی نصف دیت کے خلاف ابوبکر الاصم اور ابن علیہ کا قول کوئی وقعت نہیں رکھتا، کہ یہ دونوں استاد شاگرد معتزلی

---

[1] قاضی محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۵۶، مطبوعہ مکتبہ الکلیات الازہریہ ۱۳۹۸ھ

بلکہ جہمی اور گمراہ ہیں۔ دراصل الاصم اور ابن علیہ کے الفاظ سے ان دونوں کے بارے میں اشتباہ واقع ہوا ہے۔ فی الواقع اصم بھی دو ہیں اور ابن علیہ بھی دو ہیں، ایک اصم ابوالعباس ہیں دوسرے اصم ابوبکر، اسی طرح ایک ابن علیہ اسماعیل بن علیہ ہیں جو ابن علیہ کہلانا پسند نہیں کرتے تھے اور دوسرے ابن علیہ ابراہیم بن اسماعیل بن علیہ۔

(۱)۔ ابوالعباس اصم امام ہیں، ثقہ ہیں اور مشرق کے عظیم محدث ہیں مولود ۲۴۷ھ، متوفی ۳۴۶ھ

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۸۶۰)

(۲)۔ اسی طرح اسماعیل بن علیہ بھی اجلہ محدثین میں ہیں جن کے متعلق امام ذہبی نے لکھا "حافظ ہیں" "ثبت ہیں یعنی اعلیٰ درجہ کے ثقہ ہیں۔ ان کے بارے میں شعبہ کا قول ہے کہ یہ سید المحدثین تھے (ان کی کنیت ابوالبشر ہے) ان کی کوئی تصنیف یا تالیف نہیں پائی جاتی) زیاد بن ایوب نے کہا "میں نے اسماعیل بن علیہ کی کبھی کوئی کتاب نہیں دیکھی ان کی ولادت ۱۱۰ھ اور وفات ۱۹۳ھ میں ہوئی۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۲۳)

(۳)۔ ابوبکر اصم کے متعلق حافظ ابن حجر نے فرمایا "ابوبکر اصم کا نام عبدالرحمٰن بن کیسان ہے یہ معتزلی تھا۔ اصول میں مقالات" اس کی تصنیف ہے۔ اس کے بعد علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ عبدالجبار ہمدانی معتزلی نے ابوبکر اصم کو اپنے طبقات معتزلہ میں ذکر کیا اور اس کے متعلق کہا کہ وہ نہایت فصیح، متقی اور فقیہ تھا۔ اس کی ایک عجیب تفسیر ہے "اس کے ساتھ ہی فرمایا" "ومن تلامذتہ ابراہیم بن اسماعیل بن علیۃ۔ (لسان المیزان ج ۳ ص ۴۲۷)

(۴)۔ ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم ابواسحاق البصری الاسدی، یہ ابن علیہ کے نام سے مشہور تھا، ان متکلمین میں سے تھا جو خلق قرآن کے قائل ہیں (یعنی معتزلہ) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس کے مناظرے جاری رہتے تھے۔ یہ ابوبکر الاصم کے غلاموں یعنی اس کے شاگردوں میں سے تھا۔ امام شافعی نے فرمایا ابن علیہ گمراہ ہے، موضع اب السوال میں بیٹھ کر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے، ابن عبدالبر نے کہا اہل سنت کے نزدیک اس کے مذاہب مہجور ہیں اس کا قول اس قابل ہی نہیں کہ اسے خلاف سے تعبیر کیا جائے۔ ابن یونس نے تاریخ الغرباء میں کہا کہ فقہ میں اس کی کئی تصانیف ہیں، جو جھگڑے کے مشابہ ہیں۔ ابوالحسن العجلی نے کہا کہ ابراہیم بن علیہ جہمی خبیث ملعون تھا۔ ملخص از تاریخ بغداد للخطیب ج ۶ ص ۲۳-۲۰، لسان المیزان لابن حجر ج ۱ ص ۳۵-۳۴، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۱)۔

ان اقتباسات سے صاف ظاہر ہے کہ ابوبکر اصم اور ابراہیم بن علیہ دونوں معتزلی اور گمراہ تھے، دونوں صاحب تصانیف تھے۔ فقہ، تفسیر اور اصول میں انھیں دونوں کی کتابیں پائی جاتی ہیں۔ اس کے برخلاف سید المحدثین اسماعیل بن علیہ کی کوئی تصنیف نہیں ہے جسے ان کے کسی قول کا ماخذ قرار دیا جا سکے پھر یہ کہ اسماعیل بن علیہ جیسے صحیح الاعتقاد متقی عالم دین پر توقع ہی نہیں کی جا سکتی کہ وہ اجماع صحابہ و تابعین کے خلاف کوئی راہ اختیار کریں۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ ابوبکر الاصم معتزلی ہے اور ابن علیہ اس کا شاگرد ہے تو اس کے بعد اس بات میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا کہ یہ ابن علیہ اسماعیل بن علیہ نہیں بلکہ ابراہیم بن علیہ ہے جو اپنے استاذ ابوبکر الاصم کی طرح معتزلی بلکہ جہمی ہے۔ اس لیے عورت کی نصف دیت کے خلاف دونوں میں سے ایک کا قول بھی اجماع کو مضر نہیں بلکہ یہ دونوں خرق اجماع کے مرتکب ہو کر خود مجرم قرار پائیں گے۔ [1]

---

[1]۔ علامہ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۷ھ، اسلام میں عورت کی دیت، ص ۴۰-۳۹، مطبوعہ بزم سعید لاہور

عورت کی نصف دیت کے سلسلے میں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز نے ایک مبسوط مقالہ رقم فرمایا ہے جو علیحدہ بھی چھپ چکا ہے اور مقالات کاظمی کی جلد ثالث میں بھی شامل ہے اس مقالہ میں قرآن و سنت سے یہ واضح کیا ہے کہ عورت کی نصف دیت ہے اور اس پر جس قدر عقلی اور نقلی اعتراضات ہو سکتے ہیں ان سب کے چن چن کر جواب دیئے ہیں۔

عاقلہ کون ہیں؟

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

العاقلۃ ھی العصبۃ والاقارب من قبل الاب الذین یعطون دیۃ قتیل الخطأ ومنہ الحدیث الدیۃ علی العاقلۃ۔[1]

عاقلہ عصبات کو کہتے ہیں یعنی باپ کی طرف سے رشتہ دار جو قتل خطاء میں قاتل کی جانب سے مقتول کی دیت ادا کرتے ہیں اور اسی معنی میں حدیث ہے "دیت عاقلہ پر ہے"۔

علامہ عبدالقادر عودہ لکھتے ہیں کہ امام شافعی کے نزدیک باپ، دادا، بیٹا اور پوتا عاقلہ میں داخل نہیں ہیں، امام احمد کا بھی ایک یہی قول ہے۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اباء اور ابناء عاقلہ میں داخل ہیں کیونکہ دیت کو برداشت کرنے میں عصبات میراث کی طرح ہیں جس طرح میراث میں عصبات کا اقرب فالاقرب اعتبار کیا جاتا ہے اسی طرح دیت کو برداشت کرنے میں بھی ان کا اعتبار ہوگا۔

ہر فرد پر کتنی دیت ہے؟

امام مالک اور امام احمد کے نزدیک عاقلہ کے ہر فرد پر دیت کی جو مقدار مقرر ہوگی وہ حاکم کی رائے پر موقوف ہے، امام شافعی کے نزدیک امیر آدمی پر نصف دینار اور متوسط پر چوتھائی مثقال ہے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک کسی شخص سے تین یا چار درہم سے زیادہ نہ لیے جائیں۔ (نصف دینار پانچ درہم یعنی ایک اعشاریہ تین ایک دو تولہ چاندی کے برابر ہے اور ربع مثقال ایک اعشاریہ ایک ایک پانچ گرام چاندی کے برابر ہے۔)

اگر کسی شخص کے عصبات نہ ہوں تو اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ، امام محمد، اور امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ قاتل کے مال سے دیت وصول کی جائے گی۔ دیت کی ادائیگی کی مدت تین سال ہے۔[2]

[1] علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۳ ص ۲۷۸، مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

[2] علامہ عبدالقادر عودہ مصری، التشریع الجنائی ج ۲ ص ۱۹۸ - ۱۹۵، ملخصاً، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الحدود

حد اور تعزیر کا فرق

حد کا لغوی معنی ہے منع، اسی وجہ سے دربان کو حداد کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں کو داخل ہونے سے منع کرتا ہے جو چیز دو چیزوں کے درمیان روک اور حجاب ہو اس کو بھی حد کہتے ہیں مجرم کی سزا کو بھی اسی لیے حد کہتے ہیں کہ وہ اس کو دوبارہ ارتکاب جرم سے روکتی ہے۔ فقہاء کی اصطلاح میں جو سزا شارع کی طرف سے مقرر ہو اس کو حد کہتے ہیں، اس سزا میں زیادتی ہو سکتی ہے نہ کمی، یہ سات جرموں کی سزائیں ہیں، قتل، چوری، ڈاکہ، زنا، قذف (تہمت لگانا) شراب نوشی اور ارتداد۔ ان جرائم کی سزائیں شارع نے مقرر کر دی ہیں اور ان کے علاوہ باقی جرائم کی سزائیں قاضی اور حاکم کی صوابدید پر چھوڑ دی ہیں، قاضی اپنی صوابدید سے جو سزا تجویز کرتا ہے اس کو تعزیر کہتے ہیں۔

اسلامی حدود پر مستشرقین کے اعتراض کا جواب

بعض مستشرقین اور مغاربہ یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں بہت سخت اور وحشیانہ سزائیں رکھی ہیں رجم کے ذریعہ انسان کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جاتا ہے اور اس کے ہاتھ اور پیر کاٹ دیئے جاتے ہیں۔ ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے کہ یہ مجرموں پر رحم کھاتے ہیں اور جو سوسائٹی اور معاشرہ ان مجرموں کے شر سے تباہ اور برباد ہو جاتا ہے اس پر انہیں کوئی رحم نہیں آتا۔

اسلام نے صرف جرم کی سزا ہی مقرر نہیں کی ہے بلکہ اس جرم کو روکنے کے لیے جامع اور مکمل ہدایات دی ہیں اور ایسے قوانین نافذ کیے ہیں جن پر عمل کرنے سے ارتکاب جرم کی گنجائش نہیں رہتی اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص جرم کرے تو وہ کیونکر سزا کا مستحق نہیں ہوگا۔!

زنا کی سزا کو لے لیجیے اگر غیر شادی شدہ شخص زنا کرے تو اس کی سزا سو کوڑے ہے اور اگر شادی شدہ شخص زنا کرے تو اس کی سزا رجم ہے۔ لیکن اسلام نے صرف زنا کی سزا مقرر کرنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ وہ تمام احکام مقرر کیے ہیں جن پر عمل کرنے کی وجہ سے انسان اس جرم سے باز رہ سکتا ہے۔ عورتوں کو پردے میں رہنے کا اور نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا، سوائے اشد ضرورت کے عورت کو گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں دی، بن سنور کر اور خوشبو لگا کر باہر جانے سے منع کیا، اجنبیوں سے لوچ دار آواز سے بات کرنے سے روکا، محرموں کے علاوہ باقی رشتہ داروں کے سامنے آنے سے منع کیا۔ مردوں پر عورتوں کا نفقہ فرض کیا تاکہ عورتوں کو کسب معاش کے لیے گھر سے باہر نکلنا نہ پڑے۔ مردوں کو نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا اور اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے سے منع کیا ان کو نکاح کرنے پر برانگیختہ کیا کیونکہ پاکبازی کا سب سے بڑا سبب نکاح ہے، ماسوا مہر اور نفقہ کے نکاح میں اور کوئی شرط نہیں رکھی تاکہ ہر شخص آسانی سے نکاح کر سکے، بھاری بھرکم جہیز اور بڑی بڑی دعوتیں اس معاشرہ کی رسومات اور اقدار ہیں، اسلام میں ان کی شرط نہیں ہے مرد کے لیے بشرط انصاف چار شادیوں تک کی اجازت دی کیونکہ حیض اور نفاس کے ایام میں مرد قضاء شہوت نہیں کر سکتا اس لیے

اسلام نے دوسری شادی کی اجازت دے کر اس کو حرام کاری سے بچنے کا موقع دیا تاکہ انسان زنا کی قباحت میں مبتلا نہ ہو جائے، پھر اگر ان تمام امور کے باوجود کوئی شخص زنا کرے تو اس کو سزا دینے پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے!

زنا کی سزا جاری کرنے کے لیے بھی کڑی شرائط ہیں جب تک زانی خود اقرار نہ کرے یا چار مرد اس طرح گواہی نہ دیں کہ انھوں نے اس کو یہ فعل اس طرح کرتے دیکھا ہے جیسے سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے یا جب تک کوئی عورت بغیر نکاح کے حاملہ نہ ہو اس وقت تک اس پر سزا جاری نہیں ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک گواہی کی بنیاد پر کسی کو رجم نہیں کیا گیا۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت دی ہے کہ شبہات کی وجہ سے حد ساقط کر دی جائے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان له مخرج فخلوا سبیله فان الامام ان یخطئ فی العفو خیر من ان یخطئ فی العقوبة۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دفع کرو، اگر اس کے لیے چھٹکارے کی کوئی سبیل نکلے تو اس کو جانے دو، کیونکہ اگر امام غلطی سے معاف کر دے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ غلطی سے سزا دے۔

حد زنا میں چار مردوں کی گواہی پر ایک اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لولا جاءو علیه باربعة شهداء فاذ لم یأتوا بالشهداء فاولئک عند الله هم الکاذبون۔ (نور: ۱۳)

وہ (بہتان باندھنے والے) اپنے بہتان پر چار گواہ کیوں نہ لائے پس جب وہ گواہ نہ لا سکے تو (جان لو کہ) وہی لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں)۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جب تک چار مرد خاص فعل زنا کی گواہی نہ دیں اس وقت تک زنا ثابت نہیں ہوگا۔ حضرت عمر کے دور خلافت میں ابوبکرہ، شبل بن معبد، نافع اور زیاد نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کے خلاف زنا کی گواہی دی لیکن زیاد نے کہا میں نے منظر قبیح تو دیکھا ہے لیکن میں اس کو زنا نہیں کہتا اور باقی اپنے بیانوں پر قائم رہے تو حضرت عمر نے ان تینوں پر حد قذف لگا دی[2] اور اگر تین مرد یا چار عورتیں کسی کے خلاف زنا کی گواہی دیں تو اس گواہی سے زنا ثابت نہیں ہوگا گواہی دینے والوں پر حد قذف لگا دی جائے گی۔

گذشتہ سال (۱۹۸۰ء) میں ایک جسٹس نے یہ سوال اٹھایا کہ فرض کیجیے کہ کسی ایسی جگہ جہاں صرف لڑکیاں ہوں (مثلاً لڑکیوں کا ہوسٹل) وہاں ایک شخص کسی لڑکی سے جبراً زنا کرتا ہے، چار لڑکیاں اس فعل پر گواہ ہیں لیکن وہ عدالت میں پیش نہیں ہو سکتیں کیونکہ حدود میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں ہے اور اگر انھوں نے گواہی دے دی تو داد رسی اور مجرم کو سزا دینے کے بجائے الٹا ان پر حد قذف لگ جائے گی تو بتلائیے وہ مظلوم عورت کیسے انصاف حاصل کرے اور اسلام میں اس کا کیا

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۲۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

طریقہ ہے؟

مجھ سے میرے بعض احباب اور رفقاء نے اس سوال کا ذکر کیا تو میں نے کہا یہ اعتراض عورتوں کی خصوصیت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ چار کے عدد کی بناء پر ہے فرض کیجئے کسی واقعہ میں تین گواہ ہوں تو اب بھی یہی صورت ہوگی اگر وہ گواہی دیں تو الٹا ان پر حد قذف لگ جائے گی ورنہ پھر یہی سوال ہوگا کہ مجرموں کو کس طرح سزا ملے گی۔ بلکہ اگر چار مرد گواہ ہوں لیکن تین نے تو خاص فعل زنا (سرمہ دانی میں سلائی) کو دیکھا اور ایک نے اس خاص فعل کی بجائے باقی افعال دیکھے ہوں تب بھی چاروں کو حد قذف لگ جائے گی جیسا کہ حضرت مغیرہ کے واقعہ میں ہے اصل بات یہ ہے کہ اس جرم کی سزا بہت سخت ہے (رجم یا سو کوڑے) اس لیے اس کے ثبوت کے لیے شرائط بھی بہت مشکل اور کڑی رکھی گئی ہیں۔ آسان شرائط اور گواہوں کی تعداد میں کمی اس لیے نہیں کی گئی کہ اس آسانی اور کمی کی وجہ سے لوگ کسی بے گناہ کو سزا نہ دلوا دیں کیونکہ اسلام کا منشاء یہ ہے کہ کسی مجرم کا سزا سے چھوٹ جانا اس سے بہتر ہے کہ کوئی بے گناہ سزا میں پھنسا جائے۔

مجھ سے ایک جج صاحب نے کہا کہ فرض کیجئے کہ ایک عورت کے ساتھ کسی نے زنا کیا اور اس کا کوئی گواہ نہیں ہے وہ عدالت سے کیسے انصاف حاصل کرے گی؟ میں نے کہا دنیا کے کسی قانون کے تحت بھی بغیر ثبوت کے سزا نہیں دی جاسکتی اور اگر عدم ثبوت کی وجہ سے قانون سزا نہ دے سکے تو اس سے وہ قانون فیل نہیں ہوتا۔ فرض کیجئے جنگل میں ایک بوڑھا شخص اپنے جوان بیٹے کے ساتھ جا رہا تھا ان کے کسی دشمن نے اس بوڑھے کے بیٹے کو قتل کر دیا، بوڑھے کے پاس کوئی گواہ نہیں، کوئی ثبوت نہیں، بتلائیے وہ قصاص کیسے حاصل کرے گا؟ جج صاحب نے کہا اگر قاتل کے خلاف کوئی گواہ نہیں ہے تو ہم اس کو چھوڑ دیں گے میں نے کہا پھر اس زانی کو بھی چھوڑ دیجئے جس کے خلاف کوئی گواہ نہیں ہے۔ میں نے کہا اگر ہر مدعی تک انصاف پہنچانے کے لیے گواہوں کی شرط اٹھا دی جائے تو بے شمار بے گناہ سزا پائیں گے جس شخص کو جس سے کوئی شکایت ہوگی وہ اس کے خلاف زنا یا قتل کا الزام لگا دے گا ایک طرف تو مخالفین اسلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام میں سزائیں سخت رکھی ہیں اور جب اسلام نے ان سزاؤں کے وقوع کو کم کرنے کے لیے گواہوں کی کڑی شرطیں رکھیں تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ گواہوں کی شرط کی وجہ سے ظالم کو سزا نہیں مل پاتی اور مظلوم کی داد رسی نہیں ہوتی غرض یہ کہ مخالفین اسلام کو کسی طرح چین نہیں آتا۔

حدود میں عورتوں کی گواہی کی تحقیق

اسلامی حدود میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں ہے اور اس کا ثبوت حسب ذیل احادیث اور آثار سے ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن الزهری قال، مضت السنة من رسول الله صلی الله علیه وسلم والخليفتين من بعده الا تجوز شهادة النساء فی الحدود[1]

زہری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی یہ سنت جاری رہی کہ حدود میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں تھی۔

عن عامر قال لا تجوز شهادة النساء فی الحدود[2]

عامر کہتے ہیں کہ حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۵۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] ، المصنف ج ۱۰ ص ۵۹، " " "

عن الحسن قال: لا تجوز شهادة النساء في الحدود۔ [1]

حسن بصری کہتے ہیں کہ حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔

عن سفيان قال سمعت حمادا يقول لا تجوز شهادة النساء في الحدود۔ [2]

سفیان کہتے ہیں کہ میں نے حماد سے سنا کہ حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن الحكم بن عتيبة ان علي بن ابي طالب قال لا تجوز شهادة النساء في الطلاق والنكاح والحدود والدماء۔ [3]

حکم بن عتیبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا: طلاق، نکاح، حدود اور قصاص میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔

عن الحسن والزهري قالا: لا تجوز شهادة النساء في حد ولا طلاق ولا نكاح وان كان معهن رجل۔ [4]

حسن بصری اور زہری کہتے ہیں کہ حدود، طلاق اور نکاح میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں ہے خواہ ان کے ساتھ مرد ہو۔

عن عبد الرحمان قال: لا تجوز شهادة النساء في الحدود۔ [5]

عبدالرحمن کہتے ہیں کہ حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔

عن الشعبي قال: لا تجوز شهادة النساء في الحدود۔ [6]

شعبی کہتے ہیں کہ حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔

یہ احادیث سنن بیہقی میں بھی ہیں اور ان احادیث کے پیش نظر جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک حدود اور قصاص میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ہے: فان لم يكونا رجلين فرجل وامراتان (بقرہ: ۲۸۲) "اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں" حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ابن منذر نے کہا کہ علماء نے اس ظاہر آیت کے مطابق مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی جائز قرار دی ہے اور جمہور نے اس آیت کو قرضہ جات اور اموال کے ساتھ مختص کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ حدود اور قصاص میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔ [7]

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۵۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

[2] " " " " المصنف ج ۱۰ ص ۶۰، " " "

[3] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۳۳۰-۳۲۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[4] " " " المصنف ج ۸ ص ۳۲۹ " " "

[5] " " " المصنف ج ۸ ص ۳۳۰ " " "

[6] " " " المصنف ج ۸ ص ۳۳۱ " " "

[7] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۲۶۶ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

حدود میں عورتوں کی شہادت کا اعتبار کرنے پر متجددین کا ایک استدلال

۱۹۸۸ء میں وفاقی شرعی عدالت میں عبدالوحید صدیقی وکیل نے حدود میں عورتوں کی گواہی کے جواز پر جامع ترمذی کی حسب ذیل حدیث سے استدلال کیا:

حدثنا محمد بن یحیی ثنا محمد بن یوسف عن اسرائیل ثنا سماک بن حرب عن علقمۃ بن وائل الکندی عن ابیہ ان امرأۃ خرجت علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ترید الصلوۃ فتلقاھا رجل فقضی حاجتہ منھا فصاحت فانطلق ومر بھا رجل فقالت ان ذلک الرجل فعل بی کذا وکذا ومرت بعصابۃ من المھاجرین فقالت ان ذالک الرجل فعل بی کذا وکذا فانطلقوا فاخذوا الرجل الذی ظنت انہ وقع علیھا فاتوھا فقالت نعم ھو ھذا فاتوا بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما امر بہ یرجم قام صاحبھا الذی وقع علیھا فقال یا رسول اللہ انا صاحبھا فقال لھا اذھبی فقد غفر اللہ لک وقال للرجل قولا حسنا وقال للرجل الذی وقع علیھا ارجموہ وقال لقد تاب توبۃ لو تابھا اھل المدینۃ لقبل منھم ھذا حدیث حسن غریب صحیح و علقمۃ بن وائل بن حجر سمع من ابیہ۔[1]

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک عورت نماز پڑھنے کے ارادے سے گئی ایک شخص اس سے ملا اور اس نے عورت سے اپنی خواہش پوری کر لی وہ عورت چلائی اور وہ شخص بھاگ گیا، ایک اور آدمی کا وہاں سے گذر ہوا، اس عورت نے کہا اس شخص نے میرے ساتھ اس اس طرح کام کیا ہے پھر اس عورت کا مہاجرین کی ایک جماعت پر گذر ہوا۔ اس عورت نے کہا اس شخص نے میرے ساتھ اس اس طرح کام کیا ہے، مہاجرین نے اس شخص کو پکڑ لیا جس کے متعلق اس عورت نے یہ گمان کیا تھا کہ اس نے اس عورت کے ساتھ بدکاری کی ہے اور اس آدمی کو اس عورت کے پاس لائے عورت نے کہا ہاں یہی وہ شخص ہے، وہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو رجم کرنے کا حکم دے دیا تو جس شخص نے درحقیقت اس کے ساتھ برا کام کیا تھا وہ کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اس کے ساتھ کام کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا جا تجھے اللہ معاف کرے، اور اس (بے قصور) شخص کے بارے میں اچھے کلمات فرمائے اور جس شخص نے اس عورت سے زنا کیا تھا اس کے متعلق فرمایا اس کو رجم کر دو اور فرمایا اس شخص نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر تمام اہل مدینہ یہ توبہ کرتے تو ان کی یہ توبہ قبول کر لی جاتی، یہ حدیث حسن غریب، اور صحیح ہے اور علقمہ نے اپنے باپ وائل بن حجر سے سماع کیا ہے۔

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۲۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو از محمد بن یحییٰ بن فارس از فریابی از اسرائیل از سماک بن حرب از علقمہ بن وائل از وائل بن حجر روایت کیا ہے۔[۵]

استدلال مذکور کے جوابات میرے احباب نے جب مجھ پر یہ اشکال پیش کیا تو میں نے کہا اولاً تو حدود میں عورت کی گواہی ثابت کرنے کے لیے یہ حدیث مفید نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں ہے کہ عورت نے اصل مجرم کے بجائے ایک بے قصور شخص کے خلاف گواہی دے کر اس کو پکڑوا دیا اور قریب تھا کہ ایک بے قصور شخص کو رجم کر دیا جاتا وہ تو اصل شخص کے دل میں خوف خدا پیدا ہوا اور اس نے آ کر کہا مجرم یہ نہیں ہے میں ہوں لہٰذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عورت کی گواہی پر حد جاری ہوئی بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت کی گواہی سے ایک بے قصور آدمی پکڑا گیا اس لیے حدود میں عورتوں کی گواہیوں کو معتبر نہیں ہونا چاہیے ورنہ کئی بے گناہ اور بے قصور آدمی مارے جائیں گے۔!

ثانیاً یہ حدیث قرآن اور احادیث مشہورہ کے صریح خلاف ہے قرآن مجید میں ہے: لولا جاء و علیہ باربعۃ شہداء فاذلم یاتوا بالشہداء فاولئک عند اللہ ھم الکاذبون (نور ۱۳) (بہتان باندھنے والے) اپنے بہتان پر چار گواہ کیوں نہ لائے جب وہ گواہ نہ لا سکے تو (جان لو کہ) وہی لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ اس حدیث میں چار گواہوں کا ذکر نہیں ہے نہ یہ ہے کہ اس شخص نے اعتراف جرم کیا محض یہ ہے کہ اس عورت نے کہا اس شخص نے میرے ساتھ زنا کیا ہے اور آپ نے رجم کا حکم دے دیا حالانکہ آپ کا طریقہ مبارک یہ تھا کہ اگر کوئی شخص آ کر از خود اعتراف کرتا تو آپ یہ فرماتے شاید تم نے صرف بوس و کنار کیا ہو اور چار بار اس سے اقرار کراتے اس کے بعد رجم کا حکم دیتے اور جب اس کے خلاف چار مردوں کی گواہی بھی نہ تھی نہ اس نے اعتراف کیا تھا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفتیش کی محض ایک عورت کے الزام دینے پر آپ نے اس کو رجم کا حکم دے دیا یہ صریح قرآن، سنت مشہورہ اور عقل سلیم کے خلاف ہے اور جو حدیث قرآن، سنت اور عقل کے خلاف ہو وہ مقبول نہیں ہوتی۔

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن علی بن ابی طالب قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: انھا تکون بعدی رواۃ یروون عنی الحدیث فاعرضوا حدیثھم علی القراٰن فما وافق القراٰن فخذوا بہ وما لم یوافق القراٰن فلا تأخذوا بہ۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب میرے بعد کچھ لوگ مجھ سے حدیث روایت کریں گے تم ان حدیثوں کو قرآن پر پیش کرو پس جو احادیث قرآن مجید کے موافق ہوں ان کو قبول کرو اور جو قرآن مجید کے موافق نہ ہوں ان کو قبول نہ کرو۔

امام دارقطنی نے کہا صحیح یہ ہے کہ یہ علی ابن الحسین سے مرسلاً روایت ہے۔[۶]

---

[۵] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۴۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۶ھ

[۶] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۴ ص ۲۰۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

اور علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

ولا یقبل خبر الواحد فی منافاۃ حکم العقل وحکم القرآن الثابت المحکم والسنۃ المعلومۃ[۱]

جو خبر واحد (حدیث) عقل، قرآن مجید اور سنت معلومہ کے خلاف ہو وہ مقبول نہیں ہوتی۔

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

اس لفظ ترمذی میں اصل علت یہ ہے کہ اگر کوئی عورت دھوکے سے کسی مرد پر زنا کی تہمت رکھ دے اور حاکم کے حضور نہ وہ مرد اقرار کرے نہ اصلاً کوئی شہادت معائنہ گذرے چار در کنار ایک گواہ بھی نہ ہو تو کیا ایسی صورت میں حاکم کو روا ہے کہ صرف عورت کے نام لے دینے سے اس کے رجم وقتل کا حکم دے دے۔ حاشا ہرگز نہیں ایسا حکم قطعاً یقیناً اجماعاً قرآن عظیم وشریعت مطہرہ کے بالکل خلاف اور صریح باطل وظلم وخون انصاف ہے اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا، اور یہاں اسی قدر واقعہ تمہارے ائمہ کے ہاں مقبول ہے مگر انقطاع باطن باجماع اہل علم مردود باطل ومخذول ہے اگرچہ کیسی ہی سند نظیف وصحیح سے آئے نہ کہ یہ سند بوجوہ محل نظر ہے۔[۲]

اس حدیث کا تیسرا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں ضعیف راوی ہیں جیسا کہ امام احمد رضا خاں نے ارشاد فرمایا: اس حدیث کا تیسرا راوی اسرائیل ہے ہر چند کہ اس کی تعدیل بھی کی گئی ہے لیکن ابن حزم نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور اسرائیل کی سند سے جتنی احادیث ہیں ان کو رد کر دیا۔ اور عثمان بن ابی شیبہ نے عبد الرحمن بن مہدی سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ اسرائیل چور ہے اور حدیثیں چراتا ہے۔[۳]

اس حدیث کا چوتھا راوی سماک بن حرب ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ مضطرب الحدیث ہے، شعبہ اس کو ضعیف کہتے تھے۔ ابن معین نے کہا اس نے ان احادیث کو سند سے بیان کیا جن کو دوسرے راویوں نے نہیں بیان کیا، ابن عمار نے کہا یہ غلط بیانی کرتا تھا ثوری اس کو ضعیف کہتے تھے۔ ابن مدینی نے اس کی روایات کو مضطرب کہا۔ ابن مبارک نے کہا کہ سماک ضعیف ہے، صالح نے کہا یہ ضعیف ہے، ابن خراش نے کہا اس کی حدیث میں ضعف ہے ابن حبان نے کتاب الثقات میں کہا یہ بہت خطا کرتا تھا۔[۴]

اس حدیث کا پانچواں راوی علقمہ ہے ہر چند کہ امام ترمذی نے یہ کہا ہے کہ علقمہ نے اپنے والد حضرت وائل بن حجر سے سماع کیا ہے لیکن امام احمد رضا نے لکھا ہے۔ وائل رضی اللہ عنہ سے علقمہ کے سماع میں کلام ہے، امام یحییٰ بن معین ان کی روایت کو منقطع بتاتے ہیں اور اسی پر حافظ نے تقریب میں جزم کیا، میزان میں ہے کہ علقمہ بن وائل صادق ہیں لیکن انہوں نے اپنے والد سے سماع نہیں کیا۔ امام ابو داؤد نے بھی یہ حدیث اسی سند سے بیان کی ہے[۵]

۱۔ حافظ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی متوفی ۴۶۳ھ، الکفایہ فی علم الروایہ ص ۴۳۲ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

۲۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، ازاحۃ العیب بسیف الغیب ص ۱۷، مطبوعہ رضوی کتب خانہ لاہور، ۱۳۳۰ھ

۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۶۳، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف دکن، ۱۳۲۵ھ

۴۔ " " " " ، تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۳۴-۲۳۳۔

۵۔ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، ازاحۃ العیب بسیف الغیب ص ۱۵، مطبوعہ رضوی کتب خانہ لاہور، ۱۳۳۰ھ

خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث روایۃً و درایۃً عقلاً و سنداً مردود ہے، اس لیے اس حدیث سے نہ حدود میں عورت کی شہادت پر استدلال ہو سکتا ہے نہ یہ اعتراض ہو سکتا ہے اگر آپ کو علم غیب حاصل ہوتا تو آپ اس بے گناہ شخص کو رجم کا حکم نہ دیتے۔

شمس الحق عظیم آبادی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں، اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ بغیر اقرار اور شہادت کے رجم کرنے کا حکم دینا صحیح نہیں ہے اور جو عورت مدعیہ تھی اس کا قول دلیل نہیں ہو سکتا بلکہ (نصاب شہادت نہ ہونے کی وجہ سے) وہ عورت اس بات کی مستحق تھی کہ اس کو حد قذف لگائی جاتی اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ محمل ہو فلما قارب ان یأمر بہ۔ یعنی قریب تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو رجم کرنے کا حکم دے دیتے اور راوی نے اس کو فلما امر بہ "آپ نے رجم کا حکم دے دیا" سے تعبیر کر دیا کیونکہ ظاہر حال یہ تھا کہ اس شخص کو حاکم کے سامنے پیش کر دیا گیا تھا اور حاکم اس کی تفتیش میں مشغول تھے۔ [1]

امام احمد رضا اس جواب کو مسترد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حاکم کے تفتیش میں مشغول ہونے سے بلا دلیل یہ کب سمجھ میں آتا ہے کہ حاکم ملزم کو رجم کا حکم دینے والے ہیں حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر دلیل کے ایک مسلمان کو قتل کرنے کا حکم دینے والے نہیں تھے پھر دیکھنے والا یہ کیسے اندازہ کر سکتا ہے کہ آپ رجم کا حکم دینے والے تھے اور وہ اٹکل پچو سے یہ کیسے حکم لگا سکتا ہے کہ آپ نے اس کو رجم کا حکم دے دیا اور ایسی باطل فہم کی صحابی رسول کی طرف نسبت کرنا جس سے عام مسلمان بھی بری ہوں اور پھر یہ دعویٰ کرنا کہ صحابی رسول (یعنی حدیث کے راوی) نے اس غلط فہم پر اعتبار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلا دلیل رجم کرنے کی نسبت کر دی۔ اس صحابی رسول کو بہت بھاری عیب لگانا ہے اور اگر یہ مان لیا جائے کہ صحابہ اپنی فہم سے (خلاف واقع) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلا دلیل کسی کام کے کرنے کی نسبت کر دیتے تھے تو صحابہ کرام کی روایات سے اعتماد اٹھ جائے گا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ [2]

اگر شیخ عظیم آبادی کے اس جواب کو درست مان لیا جائے تو یہ اشکال پھر بھی موجود ہے کہ جب بعد میں یہ ثابت ہو گیا کہ وہ شخص بے قصور تھا اور اس عورت نے اس شخص کی طرف زنا کی تہمت غلط لگائی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو حد قذف کیوں نہیں لگائی؟ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دو غلط کام منسوب ہیں بغیر اقرار اور گواہ کے ایک بے قصور شخص کو رجم کا حکم دینا اور جس عورت نے ایک بے قصور شخص پر زنا کی تہمت لگائی تھی اس پر حد قذف نہ لگانا اس لیے یہ روایت قطعاً باطل اور مردود ہے۔

امام احمد رضا اس حدیث کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو صرف ظاہر شرع پر عمل کا اذن ہوتا ہے اور سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے علم مغیبات پر عمل کا حکم ہے ولہٰذا انھوں نے ناسمجھ بچے کو بے کسی جرم کے قتل کر دیا اور یہ کہ اب جو ناگہانی موت سے مر جاتے ہیں انھیں بھی وہی قتل فرماتے ہیں اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ظاہر شرع اور اپنے علم غیب دونوں پر عمل و حکم کا رب عزوجل نے اختیار دیا ہے اور امام قرطبی نے اجماع علماء نقل فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ محض اپنے علم کی بنا پر قتل کا حکم فرما دیں اگرچہ گواہ شاہد کچھ نہ ہو اور حضور کے سوا دوسرے کو

---

[1] شیخ شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ، عون المعبود ج ۴ ص ۲۳۳ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[2] امام احمد رضا خان فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، ازاحۃ العیب بسیف الغیب ص ۱۸-۱۷، مطبوعہ رضوی کتب خانہ لاہور، ۱۳۳۰ھ

یہ اختیار نہیں (الی قولہ) حضور نے برینائے تہمت ہرگز یہ حکم نہ دیا بلکہ اپنے علوم غیب سے جانا کہ یہ شخص قابل رجم ہے اس بنا پر حکم رجم فرمایا۔ لہ

اس توجیہ پر اولاً یہ اشکال ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بربنائے علم غیب اس کو رجم کرنے کا حکم دے دیا تھا تو پھر اس کا رجم کیا جانا ضروری تھا حالانکہ اس کا رجم کہیں ثابت نہیں، ثانیاً جب اصل شخص نے اقرار کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بے قصور شخص کی تعریف فرمائی ترمذی اور ابو داؤد میں ہے وقال للرجل قولا حسنا۔ اگر وہ قابل رجم ہوتا تو اس کی تحسین نہ فرماتے اور اس کی تحسین کرنا دراصل اس بات کی تلافی ہے اگر آپ نے اس کو بے سبب رجم کا حکم دیا تھا اور آپ سے یہ متصور نہیں کہ آپ کسی کو بلا وجہ اور بلا دلیل قتل کرنے کا حکم دیں اور تیسرا اشکال یہ ہے کہ اس عورت پر حد قذف کیوں نہیں لگائی اس لیے صحیح یہ ہے کہ یہ روایت باطل اور مردود ہے۔

کیا عورت کا مرد کو تہمت لگانا جائز ہے؟

بعض علماء نے یہ بحث بھی کی ہے کہ مرد کا کسی عورت پر زنا کی تہمت لگانا منع ہے اور حد قذف کا موجب ہے اور قرآن مجید میں اسی کو منع کیا ہے: والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ (نور: ۴) "اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ نہ لائیں توان کو اسّی کوڑے مارو" اور اگر کوئی عورت کسی پاکباز مرد پر تہمت لگائے تو قرآن مجید نے اس سے نہیں روکا، یہی وجہ ہے کہ جب اس عورت نے ایک بے قصور مرد پر زنا کی تہمت لگائی تو آپ نے اس عورت کی مذمت کی نہ اس کو حد قذف لگائی اس لیے ترمذی اور ابو داؤد کی یہ روایت صحیح ہے۔

اسی طرح بعض علماء نے یہ بحث بھی کی ہے کہ اگر شوہر عورت پر بلا ثبوت زنا کی تہمت لگائے تو اسلام نے لعان کا حکم دیا ہے لیکن اگر بیوی شوہر پر زنا کی تہمت لگائے تو اسلام نے لعان کا حکم نہیں دیا، اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت کا مرد کو بلا ثبوت زنا کی تہمت لگانا جائز ہے اور اگر عورت مرد کو تہمت لگائے تو اس پر حد قذف نہیں ہے۔

یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ اول تو یہ غلط ہے کہ قرآن مجید میں صرف پاکدامن عورت کو تہمت لگانے پر حد قذف کا بیان ہے قرآن مجید میں جس واقعہ افک پر حد قذف کا حکم نازل ہوا، اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ دونوں پر تہمت لگائی گئی تھی اور تہمت لگانے والوں میں مرد بھی تھے اور ایک عورت بھی، اور قرآن مجید کے حکم کے مطابق ان سب پر حد قذف لگائی گئی جیسا کہ عنقریب سنن ابو داؤد کے حوالے سے واضح ہوگا۔ علاوہ ازیں دیگر احادیث اور آثار سے یہ ثابت ہے کہ جب بھی کسی عورت نے کسی مرد پر تہمت لگائی اس پر حد لگائی گئی خواہ وہ اس کا شوہر ہو یا اجنبی مرد، اور خواہ اس نے اپنے بارے میں تہمت لگائی ہو یا کسی اور کے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

اخبرنا عبد الرزاق قال اخبرنا ابن جریج قال اخبرنی عبد اللہ بن ابی بکر ان ام کلثوم

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ام کلثوم بنت ابوبکر کہتی ہیں کہ حبیبہ بنت خارجہ اپنے

لہ۔ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، ازاحۃ العیب بسیف الغیب ص ۲۳-۲۲، مطبوعہ رضوی کتب خانہ لاہور، ۱۳۴۳ھ

ابنة ابی بکر وهی انصاریة اخبرته ان حبیبه بنت خارجه بعثت بجاریة لها مع زوج لها من الانصار یقال له حبیب بن اساف الی الشام فقالت انها بالشام انفق لها، فبعها ما رایت، وقالت تغسل ثیابك وتنظر رحلك وتخدمك فذهب فابتاعها لنفسه، ثم رجع بها الی المدینة حبلی. فجاءت ابنة خارجة عمر بن الخطاب فانكرت ان تكون امرته ببیعها فهم عمر بزوجها یرجمه حتی كلمها قومها، فقالت: اللهم انفا اشهد انی كنت امرته ببیعها، فاقرت بذلك لعمر فضربها ثمانین۔ [۱]

خاوند کے ساتھ جو کہ انصاری تھے اور ان کا نام حبیب بن اساف تھا اپنی باندی شام کی طرف بھیجی اور کہا تم شام میں اس پر خرچ کرنا اور مناسب داموں پر اس کو بیچ دینا اور کہا یہ تمہارے کپڑے دھوئے گی اور تمہارے سامان کی حفاظت کرے گی اور تمہاری خدمت کرے گی۔ حبیب بن اساف گئے اور انھوں نے اس کو اپنے لیے خرید لیا اور پھر باندی کو واپس لے کر آئے درآں حالیکہ وہ حاملہ ہو چکی تھی، (ان کی بیوی) بنت خارجہ حضرت عمر کے پاس گئیں اور انھوں نے اپنے خاوند کو باندی بیچنے کا جو حکم دیا تھا اس کا انکار کر دیا، حضرت عمر نے اس کے خاوند کو رجم کرنے کا ارادہ کر لیا حتیٰ کہ بنت خارجہ کی قوم نے اس سے اس معاملہ میں گفتگو کی (کہ خدا کا خوف کرو اور جھوٹ نہ بولو) تو اس نے کہا اے اللہ! اب میں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے اس کو باندی بیچنے کا حکم دیا تھا، پھر اس نے حضرت عمر کے سامنے اس بات کا اقرار کیا اور حضرت عمر نے اس کو اسی کوڑے کی حد لگائی۔

عبد الرزاق عن معمر عن قتادة ان امرأة جاءت الی عمر فقالت، ان زوجها زنی بولیدتها، فقال الرجل لعمر: ان المرأة وهبتها لی، فقال عمر: لتاتین بالبینة او لارضخن راسك بالحجارة فلما رات المرأة ذلك، قالت، صدق، قد كنت وهبتها له ولكن حملتنی الغیرة، فجلدها عمر الحد وخلی سبیله [۲]

امام عبد الرزاق معمر سے اور وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت نے آکر کہا میرے خاوند نے میری باندی سے زنا کیا ہے، خاوند نے حضرت عمر سے کہا اس عورت نے وہ باندی مجھے ہبہ کر دی تھی، حضرت عمر نے فرمایا یا تو تم اس ہبہ پر گواہ لاؤ ورنہ میں تم کو پتھروں سے رجم کر دوں گا۔ عورت نے جب یہ معاملہ دیکھا تو کہنے لگی یہ سچ کہہ رہا ہے میں نے باندی اس کو ہبہ کر دی تھی لیکن غیرت نے مجھے اس (شکایت) پر ابھارا، پھر حضرت عمر نے اس عورت کو حد (قذف) لگائی اور مرد کو چھوڑ دیا۔

عبد الرزاق عن الثوری عن سلمة بن كهیل عن حجیة ابن عدی ان امرأة جاءت الی علی فقالت ان زوجها وقع علی جاریتها

امام عبد الرزاق اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت نے آکر کہا کہ میرے خاوند نے میری باندی سے زنا کیا ہے!

[۱] امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ، ص ۳۴۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[۲] " " " ، المصنف ج ، ص ۳۴۸ ،

فقال ان تکونی صادقة نرجمه، وان تکونی کاذبة نجلدك، فقالت: یا ویلها غیری نغرة قال واقیمت الصلوٰة فذهبت۔ [1]

حضرت علی نے فرمایا اگر تم سچی ہو تو ہم تمہارے خاوند کو رجم کر دیں گے اور اگر تم جھوٹی ہو تو تم کو حد قذف لگائیں گے۔ وہ عورت کہنے لگی شدید غیرت اور جوشِ غضب پر افسوس ہو! پھر نماز پڑھی گئی اور وہ عورت چلی گئی۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عورت کے تہمت لگانے پر حضرت علی بھی حد قذف لگاتے تھے۔ یہاں حد قذف لگانے کا ذکر نہیں ہے یا تو راوی نے اس کا ذکر نہیں کیا یا حضرت علی نے اس لیے حد نہیں لگائی کہ اس کے خاوند نے حد کا مطالبہ نہیں کیا تھا یا چونکہ اس نے مغلوب الغضب ہو کر یہ کلمہ کہا تھا اور فوراً رجوع کر لیا تھا اس لیے آپ نے حد جاری نہیں کی۔ بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمان سے ظاہر ہو گیا کہ وہ عورت کو بھی حد قذف لگاتے تھے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن نافع قال وهبت امرأة لزوجها جارية فخرج بها في سفر فوقع عليها فحبلت فبلغت امرأته حبلها فاتت عمر بن الخطاب رضي الله عنه فقالت اني بعثت معي زوجي جارية تخدمه وتقوم عليه فبلغني قد حبلت قال فلما قدم الرجل ارسل اليه عمر رضي الله عنه قال ما فعلت الجارية فلانة احبلتها قال نعم قال ابتعتها قال لا قال فوهبتها لك قال نعم قال فلك بينة على ذٰلك قال لا فقال لا تأتيني بالبينة اولارجمنك فقيل للمرأة ان زوجك يرجم فاتت عمر رضي الله عنه فاقرت انها وهبتها له فجلدها عمر رضي الله عنه الحد حد القذف۔ [2]

نافع بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے خاوند کو اپنی باندی ہبہ کر دی، وہ اس کے ساتھ ایک سفر میں گیا، اس سے جماع کیا اور وہ حاملہ ہو گئی اور اس کی بیوی کو بھی اس کے حمل کی خبر پہنچ گئی۔ وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور کہا میں نے اپنے خاوند کے ساتھ ایک باندی خدمت اور کام کاج کے لیے بھیجی تھی اور مجھے خبر ملی ہے کہ وہ حاملہ ہو گئی، جب وہ شخص واپس آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بلوایا اور فرمایا تم نے فلاں لونڈی کے ساتھ کیا کیا؟ کیا اس کو حاملہ کر دیا؟ اس نے کہا ہاں! فرمایا کیا تم نے اس کو خرید لیا تھا؟ اس نے کہا نہیں! فرمایا کیا تمہاری بیوی نے اس کو ہبہ کر دیا تھا؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا تم اس ہبہ پر گواہ لاؤ ورنہ میں تم کو رجم کر دوں گا، پھر اس عورت کو بتایا گیا کہ اس کا خاوند رجم کر دیا جائے گا، اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر اقرار کر لیا کہ اس نے وہ باندی خاوند کو ہبہ کر دی تھی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو حد قذف لگا دی۔

---

[1] امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷ ص ۳۰۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] حافظ ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۴۱، مطبوعہ نشر السنہ ملتان

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن اشعث عن الحسن انہ سئل عن المرأۃ تعلق بالرجل فتقول فعل بی فقال الحسن: قذفت رجلا من المسلمین علیہا الحد قال، وقال ابراھیم ھی طالبۃ حق فکیف تقول.[1]

اشعث کہتے ہیں کہ حسن بصری سے سوال کیا گیا ایک عورت نے ایک مرد پر زنا کی تہمت لگائی آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں، حسن بصری نے کہا اس نے ایک مسلمان شخص پر تہمت لگائی اس کو حد لگے گی! ابراہیم نے کہا آپ کیسے کہہ رہے ہیں وہ اپنے حق کا مطالبہ کر رہی ہے؟

عن الاشعث عن الحسن فی رجل قالت لہ امرأۃ: ان ھذا زنی بی قال: تجلد بقدر فہا الرجل ولا یجلد الرجل.[2]

اشعث کہتے ہیں کہ حضرت حسن سے پوچھا گیا کہ ایک عورت نے ایک شخص کے متعلق کہا اس نے مجھ سے زنا کیا ہے الحسن بصری نے کہا مرد پر تہمت لگانے کی وجہ سے عورت کو کوڑے لگائے جائیں گے اور مرد کو کوڑے نہیں لگائے جائیں گے۔

ان تمام احادیث اور آثار میں اس بات کی واضح تصریح ہے کہ عورت اگر کسی مرد پر زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد قذف لگائی جائے گی خواہ وہ یہ تہمت اپنے شوہر پر لگائے یا کسی اجنبی شخص پر۔

سنن ابوداؤد کی اس حدیث میں بھی اس کی صاف تصریح ہے،

عن عائشۃ قالت لما نزل عذری قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر فذکر ذلک وتلا تعنی القرآن فلما نزل من المنبر امر بالرجلین والمرأۃ فضربوا حدھم.[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب میری برأت نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر قرآن مجید کی ان آیات کی تلاوت کی اور منبر سے اتر کر دو مردوں اور ایک عورت پر حد (قذف) لگانے کا حکم دیا سو ان پر حد لگائی گئی۔

نیز امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

فامر برجلین وامرأۃ ممن تکلم بالفاحشۃ حسان بن ثابت ومسطح بن اثاثۃ قال النفیلی ویقولون المرأۃ حمنۃ بنت جحش.[4]

جن دو مردوں اور ایک عورت نے تہمت لگائی تھی آپ نے ان پر حد قذف لگانے کا حکم دیا مردوں میں حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ تھے، نفیلی نے کہا صحابہ کہتے تھے کہ عورت حمنہ بنت جحش تھیں۔

---

[1] حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۰۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ

[2] 〃 〃 〃، المصنف ج ۱۰ ص ۱۰۸، 〃 〃

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۵۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۶ھ

[4] 〃 〃 〃، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۵۸، 〃 〃

حضرت حمنہ بنت جحش نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفوان بن معطل سلمی دونوں پر تہمت لگائی تھی۔ اور ان پر حد قذف لگائی گئی اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اگر عورت مرد پر تہمت لگائے تو اس کو حد قذف لگائی جاتی ہے۔

کیا حدود جاری کرنا پردہ پوشی اور ستر عیوب کے خلاف ہے؟

اجراء حدود پر ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ ایک طرف تو اسلام نے مسلمانوں کے عیوب کی پردہ پوشی کرنے کی ہدایت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس شخص نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (صحیح بخاری) اور دوسری طرف سختی کے ساتھ حد جاری کرنے کا حکم دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ (نور: ۲) "اور تمہیں ان کے ساتھ رحمدلی، اللہ کے دین (پر عمل کرنے) میں متاثر نہ کرے" اور حد جاری کرنے کی ایک وجہ مجرم کے خلاف شہادت دینا ہے اور اس سے مجرم کی پردہ دری ہوگی اور یہ پہلے حکم یعنی مسلمان کی پردہ پوشی کرنے کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص شامت نفس یا شیطان کے بہکانے سے ایک آدھ بار کوئی جرم کرے اور اس جرم کو چھپائے اور اگر وہ کسی کے علم میں آجائے تو اس کو چھپانا چاہیے، چنانچہ جب حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ سے زنا کا ارتکاب ہو گیا اور ان کو ہزال نے یہ مشورہ دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اپنے جرم کا اعتراف کریں تو آپ نے ہزال کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا لوسترتہ بثوبک لکان خیرا لک۔ "اگر تم اس کی پردہ پوشی کرتے تو یہ بہتر تھا" (سنن ابو داؤد) اور اگر کوئی شخص ان برے کاموں کو اپنا مشغلہ بنالے اور ان برے کاموں پر فخر کرے تو اس کے خلاف شہادت دینا واجب ہے تاکہ احکام الٰہیہ کی ہتک اور حدود الٰہیہ کی بے حرمتی نہ ہو۔

کیا اسلامی حدود غیر انسانی اور وحشیانہ سزائیں ہیں؟

اسلامی حدود جاری کرنے پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ یہ سزائیں غیر انسانی اور وحشیانہ ہیں اس سوال کے متعدد جوابات ہیں:

(۱)۔ اس اعتراض کا اصل سبب یہ ہے کہ زنا اور شراب نوشی کا رواج آج بعض ملکوں میں اس قدر عام ہو چکا ہے کہ یہ چیزیں اب ان کے معمولات میں سے ہیں اور اب ان کے لیے یہ کوئی بری بات نہیں ہے، چند سال پہلے انگلستان کی پارلیمنٹ یہ قانون پاس کر چکی ہے اگر ایک اجنبی مرد اور عورت چار سال تک ایک ساتھ رہیں تو ان کو قانونی طور پر شوہر اور بیوی تسلیم کر لیا جائے گا ایسے معاشرے اور ماحول میں اگر زنا کی سزا کو وحشیانہ کہا جائے تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے!۔

زنا کی پہلی برائی یہ ہے کہ اس سے نسب محفوظ نہیں رہتا اور زنا کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اولاد کو عرف میں حرامی کہا جاتا ہے، اس کا کوئی قانونی ولی نہیں ہوتا اور اس کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے۔ دوسری برائی یہ ہے کہ جب عورت قانوناً کسی ایک شخص کی پابند نہیں ہوگی تو کئی شخص اس کے دعویدار ہو جائیں گے اور اس سے فتنہ و فساد اور قتل و غارت کی نوبت آئے گی، تیسری برائی یہ ہے کہ جب عورت ہر مرد کا فراش بن سکے گی تو اس کی اور ایک جانور کی زندگی میں کوئی فرق نہیں رہے گا، چوتھی برائی یہ ہے کہ جو عورت بغیر نکاح کے لوگوں کی خواہشات پوری

کرے گی۔ آخر وہ کسی نہ کسی کی بہن اور بیٹی ہو گی اب اگر وہ اس عورت کے اس فعل پر راضی رہیں تو یہ بے غیرتی ہے اور اگر راضی نہ ہوں تو اس سے فتنہ اور فساد پھیلے گا۔ خلاصہ یہ کہ زنا کاری کا فتنہ بے شمار فتنوں کا دروازہ ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس جرم کو روکنے کے لیے کوڑوں اور رجم کی سزا مقرر فرمائی ہے۔

شراب نوشی کی بھی بے شمار خرابیاں ہیں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ شراب نوشی سے عقل معطل ہو جاتی ہے پھر انسان حیوانوں کے سے کام کرنے لگتا ہے۔ بہت عرصہ ہوا میں نے ایک اخبار میں پڑھا تھا ایک کلب میں باپ اور بیٹی دونوں شراب کے نشہ میں دھت تھے اور اس نشہ کے عالم میں وہ آپس میں فحش حرکات کرنے لگے! العیاذ باللہ!! دوسری خرابی یہ ہے کہ شراب نوشی کی وجہ سے کئی مہلک بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ تیسری خرابی یہ ہے کہ شراب نوشی کے بعد بعض اوقات انسان کفریہ کلمہ کہہ دیتا ہے امام رازی اور علامہ آلوسی نے بیان کیا ہے کہ ابن ابی الدنیا ایک شرابی کے پاس سے گذرے وہ اپنے پیشاب سے وضو کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے اسلام کو نور اور پانی کو پاک کرنے والا بنایا! اس لیے شریعت اسلامیہ نے اس کو پوری شدت سے روکا اور شراب نوشی پر اسی کوڑوں کی سزا مقرر فرمائی۔

(۲)۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حدود میں جو سزائیں دی جاتی ہیں وہ غیر انسانی سزائیں ہیں ہم ان سے کہتے ہیں چلیے یہ مان لیا کہ یہ غیر انسانی سزائیں ہیں، لیکن جن افعال پر سزائیں دی جاتی ہیں کیا وہ انسانوں کے کام ہیں؟ بغیر نکاح کے ہوس پوری کر لینا، بغیر کسی استحقاق کے کسی کا مال لے لینا، کسی پاک دامن پر تہمت لگانا، اور شراب نوشی کے بعد حیوانوں کے سے کام کرنا کیا یہ غیر انسانی افعال نہیں ہیں پھر اگر ان کاموں پر اگر ویسی ہی سزا دی جائے تو اس میں کیا استبعاد ہے!

(۳)۔ اگر جسم کے کسی عضو میں ایسی بیماری ہو جائے جس سے باقی جسم کو ضرر پہنچنے کا خدشہ ہو تو اس عضو کو کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے اور حدیث شریف کے مطابق تمام انسان ایک جسم ہیں (المومنون کرجل واحد مشکوٰۃ) اور اشخاص اس جسم کے اعضاء ہیں، اور جب کوئی شخص، چوری، شراب نوشی یا زنا کرتا ہے تو اس جسم کا وہ عضو فاسد ہو گیا اور اس کے فساد سے باقی جسم کے فساد یا اس کو ضرر کا خطرہ ہے اس لیے ضروری ہے کہ اس عضو پر حد جاری کر کے اس عضو کی اصلاح کی جائے، کیونکہ اسی میں پوری انسانیت کی بھلائی ہے۔ دیکھیے سعودی عربیہ میں لمبے چوڑے مقدمات نہیں بنتے ہیں نہ لمبے عرصے تک مقدمے چلتے ہیں ادھر کسی شخص نے قتل کیا فوری سماعت ہوئی اور مجمع عام میں اس کا سر کاٹ دیا جاتا ہے، اسی طرح چور کا فوراً مجمع عام میں ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سعودی عربیہ میں دوسرے ملکوں کی طرح آئے دن قتل ہوتے ہیں نہ چوری کی وارداتیں ہوتی ہیں لوگ اپنی دکانیں کھلی چھوڑ کر نماز پڑھنے چلے جاتے ہیں اور کوئی چیز ادھر سے ادھر نہیں ہوتی!

(۴)۔ انسان کی عظمت اور اس کا شرف صرف اسی وقت ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند ہو اور جب وہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے بغاوت اور سرکشی کرتا ہے تو اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہتی چنانچہ وہ ہاتھ جس کی قیمت اسلام نے بشکل دیت پچاس اونٹ مقرر کی ہے، جب اللہ کی نافرمانی کر کے چوری کرتا ہے تو اس کو دس درہم کے عوض کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے،

(۵) یہ کہنا بھی غلط ہے کہ سنگسار کرنے یا کوڑے لگانے سے انسانیت کی تذلیل ہوتی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سزا وہ سرکشی اور بغاوت کھا رہی ہے جس نے حدود الٰہیہ کو لائق احترام نہیں سمجھا، اس میں سرکشی اور بغاوت

کی تذلیل ہے۔

(۶)۔ حدود جاری کرنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس سے دوسروں کو عبرت حاصل ہوتی ہے، جب مجمع عظیم کے سامنے کسی کو رجم کیا جائے یا اسے کوڑے لگائے جائیں تو دیکھنے والے ارتکاب زنا سے ڈریں گے، جب ایک کٹے ہوئے ہاتھ پیر والا سزا یافتہ شخص بار بار لوگوں کے سامنے آئے گا یا لوگوں کے سامنے چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا تو عادی چور بھی چوری سے تائب ہو جائیں گے۔

(۷)۔ اس بحث میں پڑنا کہ کس جرم کی کیا سزا ہونی چاہیے؟ یہ فیصلہ کرنا ہمارا منصب نہیں ہے بلکہ جس کی معصیت اور جرم کیا ہے سزا متعین کرنا بھی اسی کا منصب ہے۔ اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اور ہم اس کے مملوک مطلق ہیں۔ پس یا تو ہم اپنے آپ کو اس کا بندہ اور مملوک نہ مانیں اور اگر ہم اپنے آپ کو اس کا بندہ اور مملوک مانتے ہیں تو ہمیں اس کے کسی فیصلہ پر اعتراض کا حق نہیں ہے۔

(۸)۔ امام رازی نے ایک حدیث ذکر کی ہے کہ روز حشر میں ایک حاکم کو پیش کیا جائے گا جس نے حد جاری کرتے وقت ایک کوڑا کم لگایا تھا، اس سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ وہ کہے گا تیرے بندے پر رحم کرنے کے لیے، ارشاد ہوگا کیا تم سے زیادہ رحیم ہے؟ پھر حکم ہوگا اس کو جہنم میں ڈال دو! (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۲۵)

(۹)۔ آج کی مہذب اور شائستہ دنیا سیاسی مجرموں اور نظریاتی مخالفوں پر قابو پانے کے بعد ان سے کیا سلوک کرتی ہے؟ جسم کے نازک حصوں کو عریاں کر کے انہیں سگریٹ سے داغنا، پمپ سے پیٹ میں پانی بھرنا، مجرم کو اس کی بہنوں کے ساتھ جمع کر کے انہیں برہنہ کر دینا، بجلی کے ہیبت جھٹکے پہنچانا اور بالآخر اسے یونہی نفسیاتی اور جسمانی اذیتیں دے دے کر مار ڈالنا، کیا یہ سب کچھ انسانی شرف اور فرشتوں کا تقدس ہے؟ انسان اپنے مجرم کو جو اس کی مخلوق ہے نہ مملوک، جس طرح چاہے سزا دے اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا اور رب کائنات اپنے مجرم کو جو اس کا مملوک اور مخلوق ہے اس سے کم درجہ کی سزا دے تو اعتراض کے لیے ان معترضین کی زبانیں کھل جاتی ہیں۔

بَابُ ۵۵۵ حَدِّ السَّرِقَةِ وَنِصَابِهَا

چوری کی حد اور اس کا نصاب

۴۲۸۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْطَعُ السَّارِقَ فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ میں چور کا ہاتھ کاٹ دیتے تھے۔

۴۲۸۶ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ

امام مسلم نے ایک اور سند سے بھی یہ روایت بیان کی ہے۔

اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ وَاِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِمِثْلِهِ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ۔

۴۲۸۷۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَحَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ شُجَاعٍ وَاللَّفْظُ لِلْوَلِيْدِ وَحَرْمَلَةَ قَالُوْا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ اِلَّا فِيْ رُبْعِ دِيْنَارٍ فَصَاعِدًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صرف چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ میں چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

۴۲۸۸۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَهَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ وَاَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى وَاللَّفْظُ لِهَارُوْنَ وَاَحْمَدَ قَالَ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ مَخْرَمَةُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ يَسَارٍ عَنْ عَمْرَةَ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ تُحَدِّثُ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُقْطَعُ الْيَدُ اِلَّا فِيْ رُبْعِ دِيْنَارٍ فَمَا فَوْقَهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ صرف چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ میں چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

۴۲۸۹۔ حَدَّثَنِيْ بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ اِلَّا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ صرف چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ میں چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

فِي رُبْعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا۔

۴۲۹۰ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَإِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَامِرٍ الْعَقَدِيِّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ مِنْ وُلْدِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ عَنْ يَزِيدَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْهَادِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۴۲۹۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الرُّؤَاسِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمْ تُقْطَعْ يَدُ سَارِقٍ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَمَنِ الْمِجَنِّ حَجَفَةٍ أَوْ تُرْسٍ وَكِلَاهُمَا ذُو ثَمَنٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کسی چور کا ہاتھ ایک ڈھال کی قیمت سے کم پر نہیں کاٹا گیا اور یہ (یعنی ڈھال) قیمت والی چیز ہے۔

۴۲۹۲ - وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ ابْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الرُّؤَاسِيِّ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحِيمِ وَأَبِي أُسَامَةَ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ ذُو ثَمَنٍ۔

امام مسلم نے تین سندوں کے ساتھ یہ حدیث بیان کی اور اس حدیث میں ہے کہ اس زمانہ میں ڈھال قیمت والی چیز تھی۔

۴۲۹۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ سَارِقًا فِي مِجَنٍّ قِيمَتُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کے عوض ایک چور کا ہاتھ کاٹ دیا اور اس ڈھال کی قیمت تین درہم تھی۔

۴۲۹۴ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ وَأَيُّوبَ بْنِ مُوسَى وَإِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ وَإِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ وَعُبَيْدِ اللَّهِ وَمُوسَى بْنِ عُقْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ الْجُمَحِيِّ وَعُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اللَّيْثِيِّ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ غَيْرَ أَنَّ بَعْضَهُمْ قَالَ قِيمَتُهُ وَبَعْضُهُمْ قَالَ ثَمَنُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ

امام مسلم نے دس سندوں کے ساتھ حضرت ابن عمر کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کی بعض راویوں نے قیمت کا لفظ بولا ہے اور بعض نے ثمن کا اور کہا اس کی قیمت تین درہم تھی۔

۴۲۹۵ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ

وَ اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهٗ وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهٗ ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ چوری کرنے والے پر لعنت فرمائے وہ ایک بیضہ چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور ایک رسی چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔

۴۲۹۶ ۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ كُلُّهُمْ عَنْ عِيْسَى بْنِ يُوْنُسَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ يَقُوْلُ اِنْ سَرَقَ حَبْلًا وَاِنْ سَرَقَ بَيْضَةً ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں ہے اگر اس نے رسی چرائی .... اگر اس نے بیضہ چرایا .....

حد سرقہ کی حکمت

قاضی عیاض نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل اور احسان ہے کہ اس نے چور کے ہاتھ کاٹنے کی حد مقرر فرما کر مسلمانوں کے اموال کو محفوظ کر دیا، اور اگر کوئی شخص اچک کر کوئی چیز لے جائے یا لوٹ کر لے جائے یا غصب کرے تو اس پر حد مقرر نہیں (ہر چند کہ اس میں تعزیر ہے) کیونکہ یہ جرائم چوری کی بہ نسبت معمولی ہیں اور ان کے خلاف گواہ قائم کیے جا سکتے ہیں اور گواہوں کے ذریعہ عدالت سے اپنا حق آسانی سے وصول کیا جا سکتا ہے، اس کے برخلاف چور چونکہ چھپ کر مال لے جاتا ہے لہٰذا اس پر گواہی قائم کرنا مشکل ہے اس لیے اس کی سزا سخت رکھی تاکہ اس سزا کو دیکھ کر دوسرے لوگ عبرت پکڑیں اور چوری کرنے سے باز رہیں، اور مسلمانوں کے اموال محفوظ رہ سکیں۔

اگر کوئی شخص کسی کا ہاتھ کاٹ دے تو اس کی دیت پانچ ہزار درہم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں مسلمان کے ہاتھ کی قیمت پانچ ہزار درہم ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب وہ ہاتھ اللہ کی حدود کی خلاف ورزی نہ کرے لیکن یہی ہاتھ اگر چوری کر کے حدود الٰہیہ کو توڑ دے تو اس کی قیمت گیارہ درہم بھی نہیں ہے اور صرف دس درہم کی چوری کے عوض اس ہاتھ کو کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے! یعنی جب کوئی شخص ظلماً اس ہاتھ کو کاٹ دے اور یہ مظلوم ہو تو اس کی قیمت پانچ ہزار درہم ہے اور جب یہ ہاتھ چوری کر کے ظلم کرے اور ظالم ہو تو اس کی قیمت دس درہم ہے یا جب یہ ہاتھ امین ہو تو قیمتی ہے اور جب خائن ہو تو بے قیمت ہے۔

سرقہ کا لغوی معنی

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: اہل عرب چور اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی محفوظ جگہ میں چھپ کر جائے اور مال غیر لے کر چلا جائے اگر وہ چھپ کر لینے کے بجائے ظاہراً لے تو وہ اچکا اور لٹیرا (مختلس اور منتہب) ہے اور اگر زبردستی چھینے تو غاصب ہے۔ [1]

---

[1] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۰ ص ۱۵۶، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران ۱۴۰۵ھ

سرقہ کا اصطلاحی معنی علامہ ابن ہمام حنفی سرقہ کا شرعی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عاقل بالغ کسی ایسی محفوظ جگہ سے کسی کے دس درہم (یا اس سے زیادہ) یا اس کی مالیت کی چیز چھپ کر بغیر کسی شبہ اور تاویل کے اٹھائے جس جگہ کی حفاظت کا انتظام کیا گیا ہو دراں حالیکہ وہ چیز بسرعت خراب ہونے والی نہ ہو۔ [1]

کن صورتوں میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا فتاوی عالمگیری میں ہاتھ کاٹنے کی حسب ذیل شرائط بیان کی گئی ہیں:

(۱)۔ جو چیز دارالاسلام میں مباح یا خسیس اور حقیر ہو اس کے چرانے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا جیسے اتاوہ لکڑی، گھاس پھوس، سرکنڈا، مچھلی، ہڑتال اور چونا وغیرہ (ہدایہ کافی اور اختیار)

(۲)۔ سونا، چاندی اگر مٹی یا پتھر میں مخلوط ہو اور اس کو اسی شکل میں چرایا جائے تو اس پر حد سرقہ نہیں ہے۔ (ظاہر الروایہ)

(۳)۔ جو چیز جلد خراب ہو جاتی ہے جیسے دودھ، گوشت اور تازہ پھل ان کے چرانے پر حد نہیں ہے۔ (ہدایہ)

(۴)۔ جو پھل درخت پر لگے ہوں یا گندم کھیت میں ہو اس کے چرانے پر حد نہیں ہے۔ (السراج الوہاج)

(۵)۔ قحط کے ایام میں طعام کی چوری پر حد نہیں ہے خواہ طعام جلد خراب ہونے والا ہو یا نہ ہو حفاظت میں رکھا گیا ہو یا نہ ہو اور قحط کا سال نہ ہو لیکن جس طعام کو چرایا ہے وہ جلد خراب ہونے والا ہے پھر بھی حد نہیں ہے، اور اگر طعام جلد خراب ہونے والا نہ ہو لیکن غیر محفوظ ہو پھر بھی حد نہیں ہے۔ (ذخیرہ)

(۶)۔ مٹی کی دیگچی کی چوری میں حد نہیں ہے۔ (تبیین)

(۷)۔ درخت کو باغ سے جڑ سمیت چرانے پر حد نہیں ہے (السراج الوہاج)۔

(۸)۔ ہاتھی دانت کی چوری میں حد نہیں ہے بشرطیکہ اس سے کوئی چیز بنائی نہ گئی ہو۔ (ایضاح)

(۹)۔ شیشہ کی چوری میں حد نہیں ہے (فتح القدیر)

(۱۰)۔ جن جانوروں کا شکار کیا جاتا ہے ان کے چرانے پر حد نہیں ہے خواہ وہ وحشی ہوں یا غیر وحشی، بری ہوں یا بحری۔ (تاتارخانیہ)

(۱۱)۔ مہندی، سبزیوں، تازہ پھلوں، گھاس، پانی، گٹھلی اور جانوروں کی کھالوں کے چرانے میں حد نہیں الا یہ کہ کھال سے مصلی یا کوئی اور چیز بنالی گئی ہو۔ (غیاثیہ)

(۱۲)۔ خمر، خنزیر، باقی پرندوں، وحشی جانوروں، کتے، چیتے، مرغی، بطخ اور کبوتر کے چرانے میں حد نہیں ہے (تمرتاشی)۔

(۱۳)۔ طنبور، دف، مزمار اور باقی گانے بجانے کے آلات کے چرانے میں حد نہیں ہے (السراج الوہاج)۔

(۱۴)۔ طبل اور بربط اگر لہو و لعب کے لیے ہوں تو ان کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ اور اگر جہاد کا طبل ہے تو اس میں اختلاف ہے۔ (محیط)۔

(۱۵)۔ پنیر اور روٹی کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (السراج الوہاج)

(۱۶)۔ شطرنج اور چوسر خواہ سونے کی بنی ہوئی ہوں ان کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (محیط)

(۱۷)۔ مصحف (قرآن مجید) کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (السراج الوہاج)

(۱۸)۔ فقہ، نحو، لغت اور شعر و ادب کی کتابوں کے چرانے میں بھی حد نہیں ہے۔ (السراج الوہاج)

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۱۲۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

(۱۹) تیر کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (ذخیرہ)
(۲۰) سونے یا چاندی کی صلیب یا بت کے چرانے میں حد نہیں ہے، البتہ سونے اور چاندی کے جن سکوں پر تصویریں ہوں ان پر حد ہے۔ (عتابیہ)
(۲۱) بڑی عمر یا سمجھ دار غلام کے چرانے پر حد نہیں ہے۔ (نہر فائق)
(۲۲) جس شخص نے اپنے مقروض سے دس درہم غیر مؤجل قرض لینا ہو اور وہ اس سے اتنی مالیت چرالے تو حد نہیں ہے اور اگر قرض مؤجل ہو تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ حد ہو اور استحسان کا تقاضا ہے کہ حد نہیں ہے۔ (السراج الوہاج)
(۲۳) اگر نابالغ بیٹے کے مقروض کے مال سے چوری کی تو حد نہیں ہے۔ (محیط)
(۲۴) اگر چاندی کے برتن میں نبیذ یا جلد خراب ہونے والی کوئی چیز (مثلاً دودھ) تھی اس کو چرایا تو حد نہیں ہے۔
(۲۵) جس برتن میں خمر (شراب) تھی اس کو چرایا تو اس میں حد نہیں ہے (محیط)
(۲۶) اگر قبر سے درہم، دینار یا کفن کے علاوہ کوئی اور چیز چرائی تو اس پر حد نہیں ہے (السراج الوہاج)
(۲۷) کفن چرانے پر حد نہیں ہے (کافی)
(۲۸) مال غنیمت یا مسلمانوں کے بیت المال سے چوری کرنے پر حد نہیں ہے۔ (نہایہ)
(۲۹) جس چیز پر ایک بار حد لگ چکی ہو اس کو دوبارہ چرانے پر حد نہیں ہے۔ (شرح الطحاوی، ظہیریہ)
(۳۰) حربی مستامن کے مال سے چوری کرنے پر حد نہیں ہے۔ (مبسوط)۔ [۱]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

(۳۱) مسجد کا سامان مثلاً چٹائیاں اور قندیل چرانے پر حد نہیں ہے۔
(۳۲) کعبہ کے پردوں کو چرانے پر حد نہیں ہے۔
(۳۳) جن کاغذوں پر کچھ لکھا ہوا یا چھپا ہوا ہو ان کے چرانے پر حد نہیں ہے۔
(۳۴) اگر کسی شخص نے امانت میں خیانت کی تو اس پر حد نہیں ہے
(۳۵) لٹیرے اور اچکے پر حد نہیں ہے۔
(۳۶) اگر کوئی شخص اپنے شریک کے مال سے چوری کرے تو اس پر حد نہیں ہے۔
(۳۷) ماں، باپ، اولاد، یا دیگر محارم کے مال سے چوری پر حد نہیں ہے۔
(۳۸) اگر محرم کے گھر سے کسی اور کا مال چرایا تو اس پر حد نہیں ہے۔
(۳۹) اگر زوجین میں سے کسی ایک نے دوسرے کا مال چرایا تو اس پر حد نہیں ہے۔
(۴۰) غلام یا لونڈی نے اپنے مالک کا مال چرایا یا لونڈی نے اپنی مالکہ کے خاوند کا مال چرایا تو اس پر حد نہیں ہے۔
(۴۱) اگر مالک نے اپنے مکاتب کا مال چرایا تو اس پر حد نہیں ہے۔
(۴۲) حمام یا جس گھر میں جانے کا اذن عام ہو، اس میں چوری کرنے پر حد نہیں ہے۔

---

[۱] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاوی عالم گیری ج ۲ ص ۱۷۹ - ۱۷۵ ملخصاً مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

(۴۳) اگر کسی شخص کے گھر سے مال چرایا لیکن اس کو باہر نہیں نکالا تو اس پر حد نہیں ہے۔

(۴۴) جس شخص نے کسی گھر میں داخل ہوئے بغیر (سوراخ کر کے کسی ترکیب سے) اس سوراخ سے مال نکال لیا تو اس پر حد نہیں ہے۔

(۴۵) اگر قافلہ سے اونٹ یا سامان چرا لیا تو اس پر حد نہیں ہے۔ [۱]

ان شرائط کے علاوہ اور شرائط بھی ہیں جن کے لیے مبسوط کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے، ہم نے صرف مشہور شرائط کے ذکر پر اکتفاء کی ہے اور جن چیزوں کی چوری پر حد نہیں ان پر حاکم تعزیراً کوئی سزا دے سکتا ہے۔

نصاب سرقہ میں مذاہب فقہاء اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: تمام فقہاء کے نزدیک نصاب سے کم چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا البتہ حسن بصری، داؤد ظاہری، امام شافعی کے نواسے اور خوارج کا قول یہ ہے کہ قلیل چیز کی چوری ہو یا کثیر کی، چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا کیونکہ قرآن مجید میں مطلقاً ارشاد ہے: السارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما (مائدہ: ۳۸) "چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دو" اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ چور پر لعنت فرمائے وہ رسی چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور وہ بیضہ چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے" (صحیح بخاری و صحیح مسلم) نیز قلیل چیز کی چوری کرنے والا بھی حرز (جس جگہ کی حفاظت ہو) سے چیز چراتا ہے تو کثیر چیز کی چوری کی طرح اس پر بھی اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور اس پر صحابہ کا اجماع ہے اور اجماع کی وجہ سے آیت کے عموم میں تخصیص کی جائے گی۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس رسی پر ہاتھ کاٹا جائے جس کی مالیت ربع دینار ہو (جیسے جہازوں کی رسی۔ سعیدی) اور بیضہ سے مراد مرغی کا انڈا نہ ہو بلکہ لوہے کا بیضہ یعنی "خود" مراد ہو۔

امام احمد سے نصاب سرقہ میں مختلف روایات ہیں، ابو اسحاق جوزجانی سے ربع طلائی دینار یا تین چاندی کے درہموں کی روایت ہے یا پھر ان کی مالیت ہو۔ امام مالک اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ اور اثرم سے یہ روایت ہے کہ اگر سونے یا چاندی کے علاوہ کسی چیز کی چوری کی ہے تو چوتھائی دینار یا تین درہم کی مالیت نصاب ہے اور ان میں سے کم تر مالیت کو نصاب مانا جائے گا۔ لیث اور ابوثور سے بھی یہی مروی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "صرف چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا" حضرت عمر، حضرت عثمان، اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے بھی یہی روایت ہے۔ عمر بن عبدالعزیز، اوزاعی، امام شافعی اور ابن منذر کا بھی یہی قول ہے۔ اور عثمان بتی نے کہا کہ ایک درہم یا اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ چار درہم یا اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا اور حضرت عمر سے ایک روایت ہے کہ صرف پانچ درہم میں ہاتھ کاٹا جائے گا، سلیمان بن یسار، ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ کا بھی یہی قول ہے۔ جوزجانی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے اس ڈھال کے عوض ہاتھ کاٹ دیا جس کی قیمت پانچ درہم تھی۔ علماء امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا یہ قول ہے کہ ایک دینار یا دس درہم سے کم کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ

---

[۱] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۱۵۱-۱۳۴ ملخصاً، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

حجاج بن ارطاۃ سے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دس درہم سے کم میں قطع ید نہیں ہے۔"
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کے عوض ایک آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا
اس کی قیمت ایک دینار یا دس درہم تھی اور نخعی سے روایت ہے کہ چالیس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈھال کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جس کی قیمت تین درہم تھی (صحیح بخاری و صحیح مسلم) علامہ ابن عبدالبر نے کہا یہ حدیث اس باب میں صحیح ترین حدیث ہے اور اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کی جو پہلی حدیث (جس میں ایک دینار یا دس درہم کی ڈھال پر قطع ید کا ذکر ہے) اس پر دلالت نہیں کرتی کہ دس درہم سے کم میں ہاتھ کاٹنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ جو تین درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹتے ہیں وہ دس درہم کی چوری پر بھی ہاتھ کاٹتے ہیں۔ [۱]

خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ تین درہم یا چوتھائی دینار کو ہاتھ کاٹنے کا نصاب قرار دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب دس درہم یا ایک دینار کو نصاب قرار دیتے ہیں۔ دس درہم دو اعشاریہ چھ دو پانچ (۲٫۶۲۵) تولہ اور تیس اعشاریہ چھ ایک آٹھ (۳۰٫۶۱۸) گرام چاندی کے برابر ہیں اور تین درہم صفر اعشاریہ سات آٹھ سات پانچ (۰٫۷۸۷۵) تولہ اور نو اعشاریہ ایک آٹھ پانچ چار (۹٫۱۸۵۴) گرام چاندی کے برابر ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ جو حدیث نصاب کی زیادہ مقدار پر دلالت کرتی ہے اس باب میں اس پر عمل کرنے میں زیادہ احتیاط ہے، کیونکہ کم مقدار کو نصاب قرار دینے میں عدم جرم کا شبہ ہے اور شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔ [۲]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: ہر چند کہ جس ڈھال کی چوری پر ہاتھ کاٹا گیا اس کی قیمت تین درہم تھی لیکن احادیث میں ڈھال کی قیمت اس سے زیادہ بھی ذکر کی گئی ہے۔ حاکم نے مستدرک میں ایمن سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صرف ڈھال کی قیمت پر ہاتھ کاٹا گیا اور اس کی قیمت اس وقت ایک دینار تھی۔ علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ ڈھال کی قیمت والی حدیث کو روایت کرنے والے ایمن ہیں اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا وہ صحابی ہیں یا ثقہ تابعی؟ اگر وہ صحابی ہیں تو پھر کوئی اشکال نہیں اور اگر وہ ثقہ تابعی ہیں جیسا کہ امام ابوزرعہ اور امام ابن حبان نے ذکر کیا ہے تو ان کی حدیث مرسل ہے اور ہمارے اور جمہور علماء کے نزدیک ارسال کوئی عیب نہیں ہے اور حدیث مرسل حجت ہوتی ہے اس لیے اس کا اعتبار کرنا واجب ہے اور اب اس ڈھال کی قیمت میں اختلاف ہو گیا آیا وہ تین درہم ہے یا دس درہم پس اکثر کا اعتبار کرنا واجب ہے کیونکہ شریعت نے شبہات کی بناء پر حد ساقط کرنے کو واجب کیا ہے پھر حاکم کی روایت کی سنن نسائی کی اس روایت سے تقویت ہوتی ہے جو انہوں نے از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جس ڈھال کی چوری پر ہاتھ کاٹا گیا اس کی قیمت دس درہم تھی اور امام دارقطنی، امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ اور امام ابن ابی شیبہ نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ مزینہ کے ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا ہاتھ کاٹا گیا اس کی چوری ڈھال کی قیمت کو پہنچی ہے اور اس وقت ڈھال کی قیمت دس درہم تھی۔ اس کی تائید حضر

[۱] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۲۳۹ - ۲۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

[۲] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۵۱۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

ابن مسعود کی اس روایت سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دینار یا دس درہم سے کم پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ حدیث مصنف عبدالرزاق اور معجم طبرانی میں ہے اور امام ترمذی نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے یہ حدیث مرسل بھی مروی ہے اور معمول اور مرفوع بھی اور[1]

فقہاء احناف کے مسلک کے ثبوت میں احادیث

عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ قال اخبرتنی عائشۃ ان ید السارق لم تقطع علی عھد النبی صلے اللہ علیہ وسلم الا فی ثمن مجن حجفۃ او ترس[2]

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صرف ڈھال کی قیمت ہی پر چور کا ہاتھ کاٹا گیا۔

اب یہ بات دریافت طلب ہے کہ اس ڈھال کی قیمت کتنی تھی؟

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن عطاء و مجاھد عن ایمن قال یقطع السارق فی ثمن المجن وکان ثمن المجن علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دینارًا او عشرۃ دراھم[3]

عطاء اور مجاہد حضرت ایمن سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ڈھال کی قیمت پر چور کا ہاتھ کاٹا جاتا تھا اور ڈھال کی قیمت ایک دینار یا دس دراہم تھی۔

اور چار مختلف سندوں کے ساتھ امام نسائی نے یہ حدیث روایت کی

عن عطاء عن ایمن قال لم یقطع النبی صلی اللہ علیہ وسلم السارق الا فی ثمن المجن وثمن المجن یومئذ دینار[4]

عطاء حضرت ایمن سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ڈھال کی قیمت پر چور کا ہاتھ کاٹا ہے اور ڈھال کی قیمت اس وقت ایک دینار تھی۔

اس حدیث کو امام نسائی نے ایمن سے روایت کیا ہے۔ اس سند پر حاکم نے امام شافعی کا یہ اعتراض ذکر کیا ہے کہ یہ ایمن ابن کعب کی بیوی کا بیٹا ہے اور یہ ام ایمن کا بیٹا نہیں ہے (یعنی صحابی نہیں ہے) اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہیں پایا۔[5]

حافظ زیلعی حنفی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں: علامہ ابن عبدالبر مالکی نے کہا ہے کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی ام ایمن کا بیٹا ہے اس کا نام ایمن بن عبید حبشی ہے اور جو ایمن اس حدیث کا راوی ہے وہ جنگ حنین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باقی رہا تھا اور اس نے پیٹھ نہیں پھیری تھی۔ حافظ ابوبکر بن ابی خیثمہ نے اپنی تاریخ میں ان دونوں کے درمیان فرق کیا ہے اور لکھا ہے کہ ایمن حبشی اس حدیث کا راوی ہے پھر کہا ابن ام ایمن اور ابن اسحاق کی سند سے اس نے یہ حدیث روایت کی اور ان دونوں کا صحابہ میں ذکر کیا ہے[6]

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۱۲۲-۱۲۳ ملخصاً مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۲۸، مطبوعہ کارخانہ نور محمد تجارت کتب کراچی

[4] " " " " سنن نسائی ج ۲ ص ۲۲۸،

[5] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۳۷۹، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[6] حافظ جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۳۵۸، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں: کہ ابن ابی خیثمہ نے ایمن حبشی اور ایمن بن ام ایمن میں فرق کیا ہے اور یہی صحیح ہے [1]
حافظ زیلعی حنفی لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث معلول ہے پس اگر ایمن صحابی ہیں تو عطاء اور مجاہد نے ان کو نہیں پایا اس لیے یہ حدیث منقطع ہے اور اگر وہ تابعی ہیں تو یہ حدیث مرسل ہے لیکن اس حدیث کی دوسری احادیث مرفوعہ سے تقویت ہے۔ [2]
ان میں سے امام ابو داؤد کی یہ حدیث ہے جس کو انھوں نے سنن ابو داؤد (ج ۲ ص ۲۴۶ مطبوعہ مجتبائی لاہور) میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کی چوری پر ایک شخص کا ہاتھ کاٹ دیا اس ڈھال کی قیمت دینار یا دس دراہم تھی اور اس حدیث کو امام نسائی نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور حضرت ابن عباس سے دس درہم کی حدیث کو امام نسائی کے علاوہ امام حاکم نے بھی بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ امام مسلم کی شرط کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے۔ [3]

امام نسائی نے چار مختلف سندوں کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے:

ان عطاء بن ابی رباح حدثه ان عبد الله بن عباس كان يقول ثمنه يومئذ عشرة دراهم۔ [3]

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انھیں یہ حدیث بیان کی کہ اس وقت ڈھال کی قیمت دس دراہم تھی۔

امام حاکم نے حضرت ابن عباس کی اس روایت کو بیان کرنے کے بعد فرمایا:

هذا حديث صحيح على شرط مسلم و لم يخرجاه۔ [4]

یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث درج نہیں ہے۔

علامہ ذہبی نے بھی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد مقرر رکھا ہے۔ [5]
یہ حدیث امام ابن ابی شیبہ اور امام عبد الرزاق نے بھی روایت کی ہے۔ [6]

فقہاء احناف کے مسلک کے ثبوت میں آثار صحابہ اور فتاوی تابعین

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

عن القاسم بن عبد الرحمن قال اتى عمر بن الخطاب برجل سرق ثوبا فقال لعثمان

قاسم بن عبد الرحمان کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے کپڑا چرایا تھا، آپ نے

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۱ ص ۹۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ،
[2] حافظ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۳۵۹۔ ۳۵۸، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ
[3] امام ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۲۹۔ ۲۲۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[4] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۳۷۹۔ ۳۸۰ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ
[5] شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تلخیص المستدرک ج ۴ ص ۳۷۹،
[6] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۴۷۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۲ھ
[7] امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۲۳۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

قومه فقومه ثمانية دراهم فلم يقطعه۔[۱]

حضرت عثمان سے فرمایا اس کی قیمت لگاؤ، حضرت عثمان نے اس کی آٹھ درہم قیمت لگائی تو آپ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے[۲] ان کے علاوہ اس کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔[۳]

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن علی قال: لا تقطع فی اقل من دینار او عشرة دراهم۔[۴]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دینار یا دس دراہم سے کم پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

امام عبدالرزاق بیان کرتے ہیں:

عن ابن مسعود قال: کان لا تقطع الید الا فی دینار او عشرة دراهم۔[۵]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چور کا ہاتھ ایک دینار یا دس دراہم کی چوری پر کاٹا جاتا تھا۔

اس حدیث کو امام محمد شیبانی[۶]، امام ابن ابی شیبہ[۷] اور امام بیہقی[۸] نے بھی روایت کیا ہے۔

نیز امام محمد شیبانی روایت کرتے ہیں:

عن ابراهیم قال لا تقطع ید السارق فی اقل من ثمن الحجفة وکان ثمنها عشرة دراهم وقال ابراهیم ایضا: لا یقطع السارق فی اقل من ثمن المجن وکان ثمنه یومئذ عشرة دراهم ولا یقطع فی اقل من ذلك۔[۹]

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ ڈھال سے کم کی قیمت پر چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اس وقت ڈھال کی قیمت دس دراہم تھی، اور ابراہیم نے کہا چور کا ہاتھ ڈھال سے کم قیمت پر نہیں کاٹا جائے گا اور اس وقت ڈھال کی قیمت دس دراہم تھی اور اس سے کم پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

عن ابن المسیب قال: قال النبی صلی اللہ علیه وسلم اذا سرق السارق ما یبلغ ثمن المجن قطعت یده وکان ثمن المجن

ابن مسیب کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب چور اس قدر (مال کی) چوری کرے جو ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اس وقت ڈھال کی قیمت

۱۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۲۳۵-۲۳۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولی، ۱۳۹۰ھ

۲۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۴۷۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ

۳۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۶۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

۴۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۲۳۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۳۹۰ھ

۵۔ " " " " المصنف ج ۱۰ ص ۲۳۳،

۶۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۳۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

۷۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۴۷۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

۸۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۶۰ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

۹۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۳۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

عشرۃ دراھم۔[1] دس دراہم تھی۔

عن ابن جریج کان عطاء یقول لا تقطع ید السارق فیما دون عشرۃ دراھم[2]

عطاء کہتے تھے کہ چور کا ہاتھ دس درہم سے کم پر نہیں کاٹا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات، عہد رسالت کے معمولات اور صحابہ کرام میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی تصریحات اور فقہاء تابعین میں سے، عطاء ابراہیم نخعی اور ابن مسیب کے اقوال سے صراحۃً ثابت ہے کہ ایک دینار یا دس درہم سے کم کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا اور ربع دینار اور تین درہم کی روایات کے مقابلہ میں یہ روایات کثرت مقدار نصاب اور کثرت طرق کی وجہ سے راجح ہیں اور یہی فقہاء احناف کثرہم اللہ کا مسلک ہے۔

حرز کی تعریف

سرقہ کا حکم لاگو کرنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ چور نے بقدر نصاب مال حرز (محفوظ مقام) سے چرایا ہو اس لیے حرز کو جاننا بھی ضروری ہے۔ ملا نظام الدین حنفی لکھتے ہیں:

حرز کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جو اپنی وضع کے اعتبار سے حرز ہو دوسری قسم وہ ہے جو حفاظت کرنے والے کے اعتبار سے حرز ہو۔ پہلی قسم جیسے مکان، حویلی، دوکان اور خیمے وغیرہ یہ تمام جگہیں حرز ہیں اگرچہ ان میں کوئی حفاظت کرنے والا نہ ہو، عام ازیں کہ جس وقت چور نے چوری کی اس وقت دروازہ کھلا ہوا تھا یا اس کا دروازہ ہی نہیں تھا کیونکہ کسی عمارت کو حفاظت کی غرض سے بنایا جاتا ہے البتہ چور کا ہاتھ اس وقت کاٹا جائے گا جب وہ مال کو حرز سے باہر نکال لے گا اور جو حرز محافظ کی وجہ سے ہو اس میں صرف مال اٹھانے سے اس کا ہاتھ کاٹنا واجب ہو جائے گا۔ دوسری قسم یعنی وہ حرز جو محافظ کی وجہ سے ہو اس کی مثال یہ ہے جیسے کوئی شخص راستہ، صحرا یا مسجد میں بیٹھا ہو اور اس کے پاس اس کا سامان ہو یہ اس محافظ کی وجہ سے محفوظ ہے یہ اس وقت ہے جب وہ شخص اس سامان کے قریب ہو اور اگر بعید ہو تو پھر وہ محافظ نہیں ہے اور قرب کی حد یہ ہے کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہو اور اس کی حفاظت کر رہا ہو اور محافظ بیدار ہو یا سویا ہوا ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا جبکہ سامان سونے والے کے سر کے نیچے یا اس کے پاس ہو۔[3]

متعدد چوریوں میں چور کے ہاتھ اور پیر کاٹنے کی تفصیل اور مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: چور کا دایاں ہاتھ پہنچے (کلائی کا جوڑ) سے کاٹ کر اس کو گرم تیل) سے داغ دیا جائے گا۔ ہاتھ کاٹنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہاتھ کاٹنے کا ذکر ہے اور دائیں ہاتھ کی تخصیص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کی وجہ سے ہے (فاقطعوا ایمانہما) اور پہنچے سے ہاتھ کاٹنے کی وجہ یہ ہے کہ ہاتھ تو بغل تک ہے اور پہنچے کا ہاتھ ہونا یقینی ہے اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچے سے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، امام دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ حضور نے مفصل (جوڑ) سے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۰۵ مطبوعہ ملتان) اور داغنے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۲۲۳ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] 〃 〃 〃 ، المصنف ج ۱۰ ص ۲۲۳ 〃 〃 〃

[3] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۱۷۹ مطبوعہ کبری امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

اس کا ہاتھ کاٹو اور اس کو داغ دو (مستدرک للحاکم ج ۴ ص ۳۸۱) نیز اس لیے کہ اگر اس کے ہاتھ کو داغا نہ جائے تو وہ ہلاک ہو جائیگا اور حد زجر کے لیے ہے ہلاکت کرنے کے لیے نہیں ہے۔

اگر چور دوسری بار چوری کرے تو اس کا بایاں پیر کاٹ دیا جائے گا اور اگر تیسری بار چوری کرے تو اس کا ہاتھ یا پیر نہیں کاٹا جائے گا بلکہ اس کو قید میں ڈال دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ تائب ہو جائے۔ اور یہ استحسان ہے اور مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ اس کو تعزیر بھی دی جائے گی۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ تیسری بار چوری کرنے پر اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور چوتھی بار چوری کرنے پر اس کا دایاں پیر کاٹ دیا جائے گا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے چوری کی اس کا ہاتھ کاٹ دو اگر دوبارہ چوری کرے تو پھر کاٹ دو اور اگر پھر چوری کرے تو پھر کاٹ دو (سنن دار قطنی ج ۳ ص ۱۸۱، مطبوعہ ملتان) نیز اس لیے بھی کہ تیسری بار جرم کرنا بھی پہلی بار جرم کی طرح ہے بلکہ اس سے زیادہ ہے لہٰذا اس پر بھی حد لگے گی، ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس بات میں اللہ تعالیٰ سے حیا کرتا ہوں کہ میں اس کا کوئی ہاتھ نہ چھوڑوں جس سے وہ کھا سکے اور اس کا کوئی پیر نہ چھوڑوں جس سے وہ چل سکے (سنن دار قطنی ج ۳ ص ۱۸۰) اسی دلیل سے حضرت علی باقی صحابہ پر غالب آگئے اور اس پر اجماع ہو گیا۔ نیز اس کے تمام ہاتھ پیر کاٹ ڈالنا اس کو قتل کرنے کے مترادف ہے اور حد زجر کے لیے ہے ہلاکت کے لیے نہیں ہے اور قصاص میں کسی کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کاٹ دینا بندے کے حق کی رعایت کی وجہ سے ہے اس لیے اس کو حتی الامکان پورا کیا جائے گا اور امام شافعی نے جو حدیث پیش کی ہے اس پر امام طحاوی نے جرح کی ہے یا پھر وہ سیاست پر محمول ہے۔ [1]

ملا نظام الدین حنفی لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص چوتھی بار چوری کرے تو امام کے لیے اس کو سیاسۃً قتل کرنا جائز ہے کیونکہ وہ زمین میں فساد کی تگ و دو کر رہا ہے۔ (سراجیہ)۔ [2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جب چور ایک ہاتھ اور ایک پیر کاٹے جانے کے بعد پھر چوری کرے تو پھر اس کا کوئی عضو نہیں کاٹا جائے گا بلکہ اس کو قید کر دیا جائے گا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے اور حسن، شعبی، نخعی، زہری، حماد، ثوری اور اصحاب رائے (فقہاء احناف) کا بھی یہی مسلک ہے۔ اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ تیسری بار اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور چوتھی بار اس کا دایاں پیر کاٹ دیا جائے گا، اور پانچویں بار اس کو تعزیر لگائی جائے گی اور اس کو قید کر دیا جائے گا۔

حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس چور کا ایک ہاتھ اور ایک پیر کٹ چکا تھا انہوں نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ قتادہ، امام مالک، امام شافعی، ابو ثور اور ابن منذر کا یہی قول ہے اور حضرت عثمان اور حضرت عمرو بن العاص اور عمر بن عبد العزیز سے روایت ہے کہ تیسری بار چوری پر چور کا بایاں ہاتھ اور چوتھی بار دایاں پیر کاٹ دیا جائیگا

---

[1] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۵۲۸ - ۵۲۷، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[2] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۵۰ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۸۲ مطبوعہ مطبعہ کبریٰ امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

اور پانچویں بار اس کو قتل کر دیا جائے گا ——— کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور کو لایا گیا آپ نے فرمایا اس کو قتل کر دو۔ صحابہ نے عرض کیا اس نے تو فقط چوری کی ہے آپ نے فرمایا: (اس کا ہاتھ) کاٹ دو، چنانچہ کاٹ دیا گیا وہ دوبارہ لایا گیا آپ نے فرمایا اس کو قتل کر دو، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے تو فقط چوری کی ہے آپ نے فرمایا (اس کا پیر) کاٹ دو چنانچہ (اس کا پیر) کاٹ دیا گیا، وہ پھر تیسری بار لایا گیا آپ نے فرمایا اس کو قتل کر دو صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے تو فقط چوری کی ہے آپ نے فرمایا (اس کا ہاتھ) کاٹ دو چنانچہ (اس کا ہاتھ) کاٹ دیا گیا وہ پھر چوتھی بار لایا گیا آپ نے فرمایا اس کو قتل کر دو، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے تو صرف چوری کی ہے۔ آپ نے فرمایا (اس کا پیر) کاٹ دو۔ چنانچہ کاٹ دیا گیا وہ پھر پانچویں بار لایا گیا آپ نے فرمایا اس کو قتل کر دو، ہم نے لے جا کر اس کو قتل کر دیا پھر ہم اس کو گھسیٹ کر لے گئے اور اس کو ایک کنوئیں میں ڈال دیا اس حدیث کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ امام نسائی نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے۔

سنن نسائی ج ۲ ص ۲۳۱،

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کے بارے میں فرمایا اگر وہ چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو اور اگر پھر چوری کرے تو اس کا پیر کاٹ دو اور اگر پھر چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو اور اگر پھر چوری کرے تو اس کا پیر کاٹ دو، نیز قصاص میں بایاں ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے لہٰذا چوری میں بھی اس کو دائیں ہاتھ کی طرح کاٹنا جائز ہے (یعنی اگر کوئی شخص کسی کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کاٹ دے تو قصاص میں اس کے بھی دونوں ہاتھ اور پیر کاٹ دیے جائیں گے۔ اس سے پہلے ہم اس دلیل کا جواب علامہ ابوالحسن سے نقل کر چکے ہیں۔ سعیدی غفرلہ) اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے چور کے دونوں ہاتھ اور پیر کاٹ دیے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میرے بعد ابوبکر اور عمر کی اقتدا کرنا۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوسعید مقبری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسے چور کو لایا گیا جس کا ہاتھ اور پیر کاٹا جا چکا تھا اور اس نے چوری کی تھی آپ نے اپنے اصحاب سے دریافت کیا تمہاری اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا اے امیر المومنین اس کا ہاتھ کاٹ دیجئے آپ نے فرمایا پھر تو تم نے اس کو قتل کر دیا! حالانکہ اس کا قتل کرنا واجب نہیں ہے۔ یہ کس چیز سے کھانا کھائے گا؟ اور کس چیز سے نماز کا وضو کرے گا؟ اور کس چیز سے غسل جنابت کرے گا؟ اور کس چیز سے اپنے کام کرے گا؟ پھر آپ نے اس کو قید میں ڈال دیا پھر اس کو قید سے نکال کر اس کے بارے میں دوبارہ اپنے اصحاب سے مشورہ کیا انھوں نے وہی جواب دیا اور آپ نے اس کو پھر پہلی بار کی طرح مسترد کر دیا پھر اس کو سخت کوڑے لگانے کے بعد چھوڑ دیا۔

اور حضرت علی سے یہ بھی روایت ہے کہ مجھے اللہ سے حیا آتی ہے کہ میں کسی کام کرنے کے لیے اس کا ہاتھ نہ چھوڑوں اور چلنے کے لیے اس کا پیر نہ چھوڑوں۔ نیز اس لیے کہ دونوں ہاتھ اور پیر کاٹ دینے میں جنس منفعت کو تلف کر دینا ہے اور یہ قتل کی طرح کسی اور حد میں مشروع نہیں ہے۔ نیز اس لیے کہ اگر دونوں ہاتھوں کو کاٹ دینا جائز ہوتا تو دوسری چوری پر اس کے بائیں پیر کی بجائے بایاں ہاتھ کاٹ دیا جاتا، کیونکہ وہ بھی دائیں ہاتھ کی طرح پکڑنے کا آلہ ہے اور اس کو صرف اس لیے نہیں کاٹا گیا کہ اس میں خرابی ہے اور وہ اس کے ہلاک کرنے کے مترادف ہے، کیونکہ اس وقت اس

کے لیے وضو کرنا ممکن ہوگا نہ غسل کرنا نہ استنجاء کرنا، کسی نجاست سے احتراز کرنا نہ اس کو زائل کرنا۔ نہ وہ کسی سے اپنی مدافعت کر سکے گا نہ کھا سکے گا نہ کسی چیز کو پکڑ سکے اور اگر تیسری چوری پر اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے تو پھر بھی یہ خرابیاں لازم آئیں گی، رہی حضرت جابر کی حدیث تو یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو قتل کا مستحق تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بار یہ فرمایا اس کو قتل کر دو اور پانچویں بار اس کو قتل کر دیا۔ اس حدیث کو امام نسائی نے روایت کرکے فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے۔

رہی حضرت ابوہریرہ کی روایت اور حضرت ابوبکر اور عمر کا فعل تو اس کے معارض حضرت علی کا قول ہے اور حضرت عمر سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت علی کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا کیونکہ عبدالرحمان بن عابد سے روایت ہے کہ حضرت عمر کے پاس ایک ایسے شخص کو لایا گیا جس کا ایک ہاتھ اور ایک پیر چوری میں کاٹا جا چکا تھا اور اس نے پھر چوری کی تھی، حضرت عمر نے یہ حکم دیا کہ اس کا پیر کاٹ دیا جائے، حضرت علی نے کہا اللہ تعالیٰ نے تو صرف یہ فرمایا ہے: انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الارض فسادا۔ الآية (مائدہ: ۳۶)

"یہ صرف ان لوگوں کی سزا ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں" اور اس شخص کا ایک ہاتھ اور ایک پیر کاٹا جا چکا ہے لہٰذا اب اس کا پیر نہ کاٹا جائے آپ اس کو بغیر ٹانگ کے چھوڑیں گے تو یہ کیسے چلے گا؟ آپ اس کو یا کوڑے لگائیں یا قید میں ڈال دیں۔ پھر حضرت عمر نے اس کو قید میں ڈال دیا۔ [۱]

چور کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کاٹے جانے والی روایتوں کی فنی حیثیت

چور کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کاٹنے کے بارے میں ایک حضرت جابر کی روایت ہے جس کا ابھی ہم علامہ ابن قدامہ کے حوالہ سے ذکر کر چکے ہیں۔ یہ حدیث سنن ابوداؤد (ج ۲ ص ۲۲۹)، سنن نسائی (ج ۲ ص ۲۳۲) اور سنن دار قطنی (ج ۳ ص ۱۸۱) میں ہے۔

علامہ زیلعی لکھتے ہیں: امام نسائی نے کہا یہ حدیث منکر ہے اور اس کی سند کا ایک راوی مصعب بن ثابت حدیث میں قوی نہیں ہے۔ امام دار قطنی نے اس حدیث کو جس سند سے بیان کیا ہے اس میں ایک راوی محمد بن یزید ہے اس پر جرح کی گئی ہے۔ امام دار قطنی نے اس کو دوسری سند سے بیان کیا ہے اس میں عائذ بن حبیب شیعی ہے اس کی منکر روایات ہیں، امام دار قطنی نے اس کو تیسری سند سے روایت کیا ہے اس میں سعید بن یحییٰ ہے اس پر جرح کی گئی ہے۔ [۲]

حافظ ابن حجر عسقلانی محمد بن یزید بن سنان کے بارے میں لکھتے ہیں: ابوحاتم نے کہا یہ لیس بشئی ہے، امام بخاری نے کہا اس کی روایات منکر ہیں، امام نسائی نے کہا یہ قوی نہیں ہے، امام ترمذی اور امام دار قطنی نے کہا یہ ضعیف ہے۔ [۳]

حافظ ابن حجر عسقلانی عائذ بن حبیب کے بارے میں لکھتے ہیں: جوزجانی نے کہا یہ غالی گمراہ ہے، یحییٰ نے کہا یہ کذاب ہے۔ [۴]

---

[۱] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۲۶۸ - ۲۶۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

[۲] حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف زیلعی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۳۸۲ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

[۳] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۵۲۵ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۲۶ھ

[۴] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۸۸

حافظ ابن حجر عسقلانی سعید بن یحییٰ کے بارے میں لکھتے ہیں امام دارقطنی نے کہا یہ ثقہ راوی نہیں ہے۔ [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس روایت کے راویوں کا جو ضعف ظاہر کیا گیا ہے اس کے علاوہ اس روایت میں اصل علت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کاٹ دینے کے باوجود اس شخص نے پانچویں بار چوری کی اور پھر اس کو قتل کر دیا گیا جبکہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کٹ جانے کے بعد کسی شخص کا چوری کرنا نادر الوقوع ہے۔

امام شافعی اور امام مالک نے دوسری جس روایت سے استدلال کیا ہے جس میں چاروں ہاتھ پیر کاٹنے کا ذکر ہے اس کو علامہ ابن قدامہ نے حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ یہ روایت سنن دارقطنی (ج ۳ ص ۱۸۱ مطبوعہ ملتان) میں ہے۔ حافظ زیلعی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے، عبدالحق نے کہا اس میں ارسال ہے اور سند ضعیف ہے اس لیے یہ صحیح نہیں ہے اور ہمارے شیخ علامہ ذہبی نے کہا اشبہ بالحق یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور فضل بن مختار نے ایک جماعت سے اس کی تضعیف بغیر توثیق کے نقل کی ہے۔ [2]

اس روایت کی سند میں ایک راوی ہے محمد بن عمر بن واقد واقدی اسلمی اس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا واقدی متروک الحدیث ہے۔ امام احمد، ابن مبارک، ابن نمیر اور اسماعیل بن زکریا نے اس کو ترک کر دیا تھا، امام احمد نے کہا واقدی کذاب ہے۔ یحییٰ بن معین نے بھی کہا یہ کذاب ہے۔ مرہ نے کہا یہ لیس بشئی ہے معمر نے کہا یہ ثقہ نہیں۔ [3]

علامہ ابن ہمام اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں: اس کی سند میں واقدی ہے اس کی اور بھی اسانید ہیں لیکن کوئی سند بھی راویوں کے طعن سے خالی نہیں ہے، اس لیے امام طحاوی نے اس کی سند پر جرح کی ہے جیسا کہ مصنف (صاحب ہدایہ) نے ذکر کیا ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہم نے ان تمام روایات کی چھان بین کی اور کسی روایت کی کوئی اصل نہیں پائی اور مبسوط میں ہے کہ یہ حدیث غیر صحیح ہے اگر یہ حدیث ہوتی تو صحابہ حضرت علی سے معارضہ کرتے اور جب حضرت علی نے تیسری بار چور کا ہاتھ کاٹنے سے انکار کیا تھا تو یہ حدیث پیش کرتے اور بالفرض اگر یہ حدیث ہو تو یہ منسوخ ہے جیسا کہ ابتداء میں حدود میں شدت تھی کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرنیین کے ہاتھ اور پیر کاٹے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں اور بعد میں یہ عمل منسوخ ہو گیا۔ [4]

حضرت ابوبکر کی طرف جو منسوب ہے کہ انھوں نے چور کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا تھا علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ اس کا دایاں ہاتھ پہلے سے کسی وجہ سے کٹا ہوا تھا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انھوں نے اس کا تیسری چوری

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۹۹، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۲۶ھ

[2] حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۳۷۲، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۶۵ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۲۶ھ

[4] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۹ ص ۱۶۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

پر ہاتھ کاٹا اور جس روایت میں ہے کہ تیسری چوری پر ہاتھ کاٹا وہ شخص حضرت ابوبکر کا مہمان تھا اور مہمان کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا کیونکہ جب اس کو مکان میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی تو وہ مکان اس کے لیے حرز نہیں رہا۔ [1]

خلاصہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ اور پیر کاٹے جانے کے بعد تیسری چوری پر چور کا ہاتھ کاٹنے والی روایات سنداً صحیح ہیں نہ عقلاً اس لیے امام ابوحنیفہ اور امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کیا ہے اور تیسری بار چوری کرنے پر چور کو تعزیراً کوڑے لگانے یا قید میں ڈالنے کو اختیار کیا ہے۔

کیا ہاتھ کاٹے جانے کے بعد چور اس ہاتھ کا پیوند کرا کے دوبارہ لگوا سکتا ہے؟

شرح صحیح مسلم جلد ثانی کی کتاب الجنائز میں ہم اعضاء کی پیوند کاری پر مفصل بحث کر چکے ہیں، وہاں ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ ایک انسان کا دوسرے انسان کے اعضاء سے پیوند کاری کے ذریعہ علاج کرنا جائز نہیں ہے، خواہ حالت اختیار ہو یا حالت اضطرار۔ یہ صحیح ہے کہ حالت اضطرار میں حرام چیزوں سے علاج کرانا جائز ہے اور ہو سکتا ہے کہ علاج کرانے والے کو اضطرار لاحق ہو لیکن جو شخص اپنا عضو کاٹ کر دوسرے کو دے رہا ہے اس کو کونسا اضطرار لاحق ہے؟ اس وجہ سے اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے اعضاء کاٹ کر دوسرے شخص کو دے یا ان اعضاء کی وصیت کرے کیونکہ انسان اپنے جسم کا مالک نہیں ہے وہ اپنے جسم میں صرف ان تصرفات کا مجاز ہے جن کی اس کو شریعت نے اجازت دی ہے۔

میڈیکل سائنس کے جدید ترقی یافتہ دور میں یہ ممکن ہو گیا ہے کہ جیسے ہی چور کا ہاتھ کاٹا جائے اس کٹے ہوئے ہاتھ کو اس کی کلائی کے ساتھ فوراً پیوند کر دیا جائے اور چونکہ کسی دوسرے انسان سے اعضاء لینے یا اس کے اعضاء دینے کا سوال نہیں ہے وہ شخص اپنے ہی ہاتھ کو جڑوا رہا ہے اور اعضاء کی پیوند کاری کا عدم جواز دوسرے انسان کے اعضاء کی وجہ سے تھا اس لیے یہاں صرف یہ دیکھا جائے گا کہ ایک انسان کا اپنے منفصل عضو کو دوبارہ جوڑنا جائز ہے یا نہیں؟ خواہ اس کا وہ عضو کسی حادثہ میں کٹا ہو یا حد میں۔ اس موضوع پر جب ہم نے فقہاء اربعہ کے اصول اور جزئیات کو دیکھا تو ہمیں معلوم ہوا کہ امام شافعی کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ امام احمد کے اصول کے مطابق یہ جائز ہے امام مالک کے اصول اور ان کی فقہی جزئیات کے مطابق بھی یہ جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے اصول اور فروع کے مطابق یہ جائز نہیں ہے اور امام ابویوسف کے نزدیک یہ جائز ہے۔ اب ہم تفصیل کے ساتھ فقہاء کی آراء اور اس کے ذیل میں اس مسئلہ کا ذکر کریں گے اور اس کے بعد اس پر بحث کریں گے کہ کیا چور کے لیے اپنے کٹے ہوئے ہاتھ کو پیوند کرانا جائز ہے۔

کٹے ہوئے عضو کو پیوند کرانے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

واما الآدمی فاختلفوا فی الراجح فیہ فالذی صححہ اکثر العراقیین نجاستہ والذی صححہ جمیع الخراسانیین وجماہیرھم طہارتہ و

آدمی کے نجس یا طاہر ہونے کے بارے میں اختلاف ہے اکثر عراقیین نے اس کی نجاست کو صحیح قرار دیا ہے اور خراسان کے تمام یا جمہور علماء نے اس کی طہارت کو صحیح قرار

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۹ ص ۲۲۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

هذا هو الصحيح فقد صح عن الشافعي رجوعه عن تنجيس شعر الآدمي فهو مذهبه وما سواه ليس بمذهب له [1]

دیا ہے۔ کیونکہ صحیح یہ ہے کہ امام شافعی نے آدمی کے بالوں کی نجاست کے قول سے رجوع کر لیا اور یہی ان کا مذہب ہے اور اس کے علاوہ ان کا مذہب نہیں ہے۔

اس میں تو اختلاف ہو گیا کہ امام شافعی کے نزدیک راجح مردہ آدمی اور اس کے اعضاء کی طہارت ہے یا نجاست اگر اصل طہارت ہو تو کٹے ہوئے عضو کو جوڑنا جائز ہو جائے گا اور اگر اصل نجاست ہو تو ناجائز ہوگا لیکن امام شافعی کے بیان کردہ حسب ذیل جزیہ نے اس مسئلہ میں فیصلہ کر دیا ہے، امام شافعی لکھتے ہیں:

ان سقطت سنه صارت ميتة فلا يجوز له ان يعيدها بعد ما بانت [2]

اگر کسی شخص کا دانت گر جائے تو وہ دانت مردہ ہو جائے گا اور الگ ہونے کے بعد دوبارہ اس دانت کو اس جگہ لگانا جائز نہیں۔

اور اسی قیاس پر کہا جائے گا کہ امام شافعی کے نزدیک کٹے ہوئے ہاتھ کو بھی دوبارہ اپنی جگہ لگانا جائز نہیں ہے۔

کٹے ہوئے عضو کو پیوند کرانے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

ان الخلاف فيما ابين من الآدمي في حال حياته وبعد موته كالخلاف في ميتته (الى قوله) تنبيه على المعتمد من طهارة ما ابين من الآدمي مطلقا يجوز رد سن قلعت لمحلها۔ [3]

زندگی میں انسان کے جسم سے جو عضو کاٹ کر الگ کر لیا جائے اس کی طہارت اور نجاست کے متعلق وہی اختلاف ہے جو مردہ انسان کی طہارت اور نجاست میں اختلاف ہے اور معتمد قول یہ ہے کہ انسان کے جسم سے جو عضو کاٹ کر الگ کیا جائے وہ مطلقاً پاک (خواہ انسان زندہ ہو یا مردہ) ہے جو دانت اپنی جگہ سے اکھڑ جائے اس کو دوبارہ اس جگہ لگانا جائز ہے۔

نیز علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

فاذا سقطت السن جاز ردها وربطها بشريط من ذهب او من فضة وانما جاز ردها لان ميتة الآدمي طاهرة۔ [4]

جب دانت گر جائے تو اس کو دوبارہ لگانا جائز ہے اور اس کو سونے یا چاندی کے تار سے باندھنا بھی جائز ہے۔ اور گرے ہوئے دانت کو دوبارہ لگانا اس لیے جائز ہے کہ آدمی کا مردہ جسم پاک ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۹ ص ۱۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، کتاب الام ج ۱ ص ۵۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۳ھ

[3] شیخ شمس الدین محمد عرفہ دسوقی، ۱۲۱۹ھ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۱ ص ۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[4] 〃 حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۱ ص ۶۳، 〃 〃 〃

علامہ صاوی مالکی نے بھی یہی لکھا ہے۔ [۱]

جس طرح اکھڑے ہوئے دانت کو فقہاء مالکیہ کے نزدیک اس اصول پر دوبارہ اپنی جگہ پر لگایا جا سکتا ہے کہ انسان کے جسم سے الگ ہونے والے اعضاء پاک ہیں اسی طرح ان کے اصول پر کٹے ہوئے ہاتھ کو بھی دوبارہ جوڑا جا سکتا ہے۔

کٹے ہوئے عضو کو پیوند کرانے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں

الآدمی الصحیح فی المذھب انہ طاھر حیاً ومیتاً لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم المؤمن لا ینجس (الی قولہ) وحکم اجزاء الآدمی وابعاضہ حکم جملتہ سواء۔ [۲]

صحیح مذہب یہ ہے کہ آدمی زندہ ہو یا مردہ پاک ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن نجس نہیں ہوتا اور آدمی کے اعضاء اور اجزاء کا حکم وہی ہے جو کل آدمی کا حکم ہے۔

فقہاء حنبلیہ کے اصول سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ کٹا ہوا عضو چونکہ پاک ہے اس لیے اس کو دوبارہ جوڑا جا سکتا ہے۔

کٹے ہوئے عضو کو پیوند کرانے میں فقہاء احناف کا نظریہ

فقہاء احناف کا اس میں اختلاف ہے کہ انسان کے جسم سے الگ ہونے کے بعد اس کے اجزاء اور اعضاء طاہر ہیں یا نجس (عالمگیری ج ۵ ص ۳۴۵) امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک گرے ہوئے دانت کو دوبارہ لگانا جائز نہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے۔ علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

ولو سقط سنہ یکرہ ان یاخذ من میت فیشدھا مکان الاول بالاجماع وکذا یکرہ ان یعید تلک السن الساقطۃ مکانھا عند ابی حنیفۃ ومحمد ولکن یاخذ سن شاۃ ذکیۃ فیشدھا مکانھا وقال ابو یوسف لا باس بسنہ ویکرہ من غیرہ۔ [۳]

اگر کسی شخص کا دانت گر جائے تو اس دانت کی جگہ مردہ کا دانت لگانا بالاجماع مکروہ ہے۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اسی دانت کو دوبارہ لگانا بھی مکروہ ہے لیکن کسی ذبح شدہ بکری کا دانت لے کر اس کی جگہ لگانا جائز ہے۔ اور امام ابو یوسف نے کہا اس کے اپنے دانت کو دوبارہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور دوسرے کے دانت کا لگانا مکروہ ہے۔

اس اختلاف پر یہ اختلاف متفرع ہوگا کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک کٹے ہوئے عضو کو دوبارہ لگانا جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے۔

فقہاء احناف کے اس اختلاف میں غور کرنے سے امام ابو یوسف کا قول زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے کیونکہ امام بخاری روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المؤمن لا ینجس۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲) "مومن نجس نہیں ہوتا" علامہ بدرالدین عینی حنفی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

---

[۱] علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی۔ حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر للدردیر ج ۱ ص ۴۹، ۴۰۔ مطبوعہ دار المعارف مصر ۱۹۷۴ء

[۲] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[۳] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۵ ص ۱۳۲ مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ

ان المؤمن لا ینجس وانہ طاھر سواء کان جنبا او محدثا حیا او میتا۔ [۱]

مومن نجس نہیں ہوتا وہ پاک ہے خواہ جنبی ہو یا بے وضو، زندہ ہو یا مردہ۔

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں

فان الآدمی لا ینجس بالموت کرامۃ اذ لو نجس لما طھر بالغسل کسائر الحیوانات۔ [۲]

آدمی اپنی کرامت کی وجہ سے موت سے نجس نہیں ہوتا کیونکہ اگر وہ نجس ہو جائے تو باقی حیوانات کی طرح پھر غسل سے پاک نہ ہو سکے۔

اور جب مومن طاہر ہے اور موت کے بعد بھی طاہر رہتا ہے تو اگر اس کے جسم سے کوئی عضو الگ ہو جائے پھر بھی وہ طاہر رہے گا بنا بریں الگ کئے ہوئے عضو کو دوبارہ جوڑ دیا جائے تو صحیح ہوگا۔

ہم نے اس مسئلہ میں فقہاء اربعہ کی آراء کو اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ کسی شخص کا کوئی عضو کسی حادثہ میں کٹ جائے تو آیا اس کو دوبارہ پیوند کرانا جائز ہے یا نہیں؟ رہا یہ کہ چور کا ہاتھ اگر حد میں کاٹ دیا جائے تو کیا وہ بھی اپنے ہاتھ کو پیوند کاری کے ذریعہ جڑوا سکتا ہے؟ سو اس مسئلہ کو ہم اب بیان کر رہے ہیں۔

چور کے کٹے ہوئے ہاتھ کو دوبارہ جوڑنے کا حکم

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صرف ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے اور جب چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے دوبارہ ہاتھ جوڑنے سے منع نہیں کیا اس لیے اگر اس ہاتھ کو دوبارہ جوڑ دیا گیا تو یہ شرعاً ممنوع نہیں ہے اور حدیں صرف زجر کے لیے ہوتی ہے اعضاء کو تلف کرنے کے لیے نہیں ہوتیں اور ہاتھ کاٹ دینے سے زجر کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے کیونکہ جب مجمع عام میں چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔ تو اس سے دیکھنے والوں کو عبرت ہوگی اور "نکال" (عبرت) کا تقاضا پورا ہو جائے گا۔ اور سنن ابو داؤد (ج ۲ ص ۲۵۰-۲۴۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور) میں جو حضرت فضالہ بن عبید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کے گلے میں ہاتھ لٹکانے کا حکم دیا تو اس روایت کا ایک راوی حجاج بن ارطاۃ ہے اور وہ بالاتفاق ضعیف ہے، علاوہ ازیں فقہاء کے نزدیک چور کے گلے میں ہاتھ لٹکانا فقط مستحب ہے فرض یا واجب نہیں ہے۔ نیز ہاتھ جوڑنے کے بعد بھی اس پر کٹنے کا نشان باقی رہے گا اور یہ بعد کی عبرت کے لیے کافی ہے۔

ہم نے اس مسئلہ پر غور کیا تو ہم پر یہ بات منکشف ہوئی کہ شریعت نے چور کا ہاتھ کاٹنے کا جو حکم دیا ہے اس سے شریعت کا منشاء صرف چور کو سزا دینا اور عبرت دلانا نہیں ہے بلکہ اس سے چوری کرنے کے آلہ کو منقطع کرنا اور چوری کرنے کی صلاحیت کو کم کرنا بھی مقصود ہے۔ اگر چور کو صرف سزا دینا مقصود ہوتا تو یوں بھی ہو سکتا تھا کہ چور کی ناک یا کان کو کاٹ دیا جاتا اس سے بھی اس کو سزا مل جاتی اور لوگوں کو عبرت بھی ہوتی اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جس عضو سے جرم سرزد ہوا ہو اسی کو سزا دی جائے انسان زبان سے تہمت لگاتا ہے اور اس کے پورے جسم کو اسی کوڑے لگتے ہیں، شراب منہ سے پیتا ہے اور کوڑے پورے جسم کو لگتے ہیں اسی طرح زنا میں پورے جسم کو کوڑے لگتے ہیں یا رجم کیا جاتا

---

[۱] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۳۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[۲] " " " ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۴۰، " "

ہے سو اگر صرف سزا دینا اور عبرت دلانا مقصود ہوتا تو چوری پر کوڑوں کی سزا مقرر کی جا سکتی تھی یا ناک یا کان کاٹنے کا حکم دیا جا سکتا تھا بالخصوص پہلی بار ہاتھ اور دوسری بار پیر کاٹنے کا جو حکم دیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کا منشا یہ ہے کہ چوری کرنے سے آلہ کو کاٹ دیا جائے تاکہ وہ دوبارہ چوری نہ کر سکے یا چوری کرنے کی صلاحیت میں بڑی حد تک کمی ہو جائے اور جب چور کا ہاتھ کاٹنے کے بعد دوبارہ جوڑا جائے گا تو اس سے شریعت کی واضح خلاف ورزی ہو گی، اللہ تعالیٰ چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے کر اس کی چوری کرنے کی صلاحیت کم کر رہا ہے اور ہم اس کا ہاتھ جوڑ کر اس کی اس صلاحیت کو دوبارہ بحال کر رہے ہیں۔!

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

السارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم۔

(مائدہ ۵، ۳۸)

چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کے کرتوت کا بدلہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے اور اللہ بہت غالب اور نہایت حکمت والا ہے۔

اس آیت میں "نکال" کا لفظ قابل غور ہے ہمیں اردو میں کوئی ایسا لفظ نہیں ملا جو اس کا صحیح بدل ہو سکے، نکال کے معنی کسی کام سے باز رکھنا اور دوسروں کو عبرت دلانا ہے۔ علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:۔

نکل عن الشیء، صرف عنہ ویقال نکل الرجل عن الامر اذا جبن عنہ ۔۔۔ الجوھری نکلت بفلان اذا عاقبتہ فی جرم اجرمہ عقوبۃ تنکل غیرہ عن ارتکاب مثلہ وانکلت الرجل عن حاجتہ انکالا اذا دفعتہ عنھا۔[1]

نکل عن الشیء اس وقت کہتے ہیں جب کسی شخص کو کسی کام سے باز رکھا جائے اور نکل الرجل عن الامر اس وقت کہتے ہیں جب کوئی شخص کوئی کام نہ کر سکے جوہری نے کہا نکل کا معنی ہے کسی شخص کو جرم کی ایسی سزا دینا جس کی وجہ سے دوسرا اس کام سے باز رہے اور انکل کا معنی ہے کسی شخص کو اس کے کام سے دور کر دیا جائے۔

پس نکال کے معنی میں باز رکھنا اور عبرت دلانا دونوں ملحوظ ہیں یعنی چور کو ہاتھ کاٹنے کی سزا اس لیے دی گئی ہے کہ وہ چوری سے باز رہے اور دوسروں کو عبرت ہو۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

قال الحلبی وبعض المحققین انہ انما ترک العطف اشعارا بان القطع للجزاء والجزاء للنکال والمنع عن المعاودۃ۔[2]

حلبی اور بعض محققین نے کہا ہے کہ جزاء بما کسبا اور نکالا کے درمیان واؤ کو اس لیے نہیں ذکر کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہاتھ کاٹنا سزا دینے کے لیے ہے اور سزا دینا عبرت دلانے اور دوبارہ چوری کرنے سے باز رکھنے کے لیے ہے۔

پس واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم اس لیے دیا ہے تاکہ وہ چوری کرنے سے باز رہے اور

---

[1] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۱ ص ۶۷۷ مطبوعہ نشر ادب الحوزہ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابو الفضل شہاب الدین محمود آلوسی بغدادی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۶ ص ۱۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ممکن حد تک اس کی چوری کرنے کی صلاحیت ختم ہو جائے اور دوبارہ اس کا ہاتھ جوڑنے میں اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی مخالفت ہے۔ ہاتھ کاٹنے کے بعد دفن کر دینا چاہیے اس کا اب چور مالک ہے نہ کوئی اور شخص۔ سرقہ کے باب میں یہ آخری بحث تھی جس کو ہم یہاں پیش کرنا چاہتے تھے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید المرسلین اول الشافعین والمشفعین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ من الائمۃ المجتہدین والمحدثین والفقہاء والمفسرین اجمعین الی یوم الدین۔

بَابُ قَطْعِ السَّارِقِ الشَّرِيفِ وَغَيْرِهِ وَالنَّهْيِ عَنِ الشَّفَاعَةِ فِي الْحُدُودِ

معزز ہو یا غیر معزز چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم اور حدود میں سفارش کی ممانعت

۴۲۹۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُومِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ فَقَالُوا مَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا وَمَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ حِبُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللَّهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا وَفِي حَدِيثِ ابْنِ رُمْحٍ إِنَّمَا هَلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ.

حضرت عائشہ[1] رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش اس بات سے پریشان تھے کہ ایک مخزومی عورت نے چوری کی تھی، انھوں نے کہا اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون سفارش کرے گا؟ لوگوں نے کہا اس کی جرأت سوائے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے اور کون کر سکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے ہیں بالآخر حضرت اسامہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی سفارش کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سفارش کر رہے ہو؟ پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اس لیے ہلاک ہو گئے کہ جب ان میں سے کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور جب ان میں کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو وہ اس پر حد قائم کرتے اور بخدا! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے گی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا۔ ابن رمح کی روایت میں من قبلکم ہے۔

۴۲۹۸- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ

[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لِحَرْمَلَةَ قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الَّتِي سَرَقَتْ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ الْفَتْحِ فَقَالُوا مَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا وَمَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُتِيَ بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهُ فِيهَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ فَقَالَ لَهُ أُسَامَةُ اسْتَغْفِرْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ فَلَمَّا كَانَ الْعَشِيُّ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَطَبَ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَإِنِّي وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا ثُمَّ أَمَرَ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ الَّتِي سَرَقَتْ فَقُطِعَتْ يَدُهَا قَالَ يُونُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا بَعْدُ وَتَزَوَّجَتْ وَكَانَتْ تَأْتِينِي بَعْدَ ذَلِكَ فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا إِلَى

بیان کرتی ہیں کہ قریش کو اس بات نے فکرمند کر دیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غزوۂ فتح مکہ کے موقع پر ایک عورت نے چوری کی۔ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی سفارش کون کرے گا؟ لوگوں نے کہا حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے سوا اس کی جراءت کون کر سکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے ہیں، وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی گئی، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے اس کی سفارش کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سفارش کر رہے ہو؟ حضرت اسامہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ میرے لیے استغفار کیجئے، جب شام ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا آپ نے ان کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد کی جو اس کی شان کے لائق ہیں، پھر آپ نے فرمایا تم سے پہلے لوگ صرف اس لیے ہلاک ہو گئے کہ جب ان میں سے کوئی معزز شخص چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے۔ اور جب کوئی کمزور شخص چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے گی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا، پھر جس عورت نے چوری کی تھی آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا سو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ اس کے بعد اس عورت نے اچھی طرح توبہ کی اور اس نے شادی کر لی اور اس کے بعد وہ میرے پاس آتی جاتی تھی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کی ضرورت بیان کرتی تھی۔

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۴۲۹۹ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتِ امْرَأَةٌ مَخْزُومِيَّةٌ تَسْتَعِيرُ الْمَتَاعَ وَتَجْحَدُهُ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُقْطَعَ يَدُهَا فَأَتَى أَهْلُهَا أُسَامَةَ ابْنَ زَيْدٍ فَكَلَّمُوهُ فَكَلَّمَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا ثُمَّ ذَكَرَ بِنَحْوِ حَدِيثِ اللَّيْثِ وَيُونُسَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مخزومی عورت لوگوں سے چیزیں عاریۃً لیتی تھی اور بعد میں انکار کر دیتی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، اس کے خاندان والے حضرت اسامہ بن زید کے پاس گئے اور اس کی سفارش کے لیے کہا۔ حضرت اسامہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عورت کی سفارش کی، اس کے بعد حسب سابق ہے۔

۴۳۰۰ - وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ سَرَقَتْ فَأُتِيَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَاذَتْ بِأُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَوْ كَانَتْ فَاطِمَةُ لَقَطَعْتُ يَدَهَا فَقُطِعَتْ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی، اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا وہ عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی پناہ میں آگئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا!

چوری کرنے والی خاتون کی تحقیق

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: اس عورت کا پورا نام اس طرح ہے: فاطمہ بنت اسود بن عبدالاسد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم" یہ ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ کی بھتیجی تھیں جو حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سابق شوہر تھے۔ [۱]

امام ابن سعد واقدی حضرت فاطمہ بنت اسود کے متعلق لکھتے ہیں: آپ اسود بن عبدالاسد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کی بیٹی ہیں، آپ نے اسلام قبول کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، چوری کرنے کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا ہاتھ کاٹا تھا، حبیب بن ثابت روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ بنت اسود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں زیورات کی چوری کی، لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کے لیے حضرت اسامہ کو منتخب کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ کی سفارش قبول کر لیتے تھے، حضرت اسامہ آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا: اے اسامہ! مجھ سے سفارش نہ کرنا، کیونکہ جب حدود مجھ تک پہنچ جائیں تو پھر ان کو نہیں چھوڑا جاتا اور اگر (بالفرض) فاطمہ

[۱] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۷۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بنت محمد بھی چوری کرتیں تو میں ان کا ہاتھ کاٹ ڈالتا۔

امام ابن سعد کہتے ہیں کہ اس روایت کے مطابق چوری کرنے والی خاتون فاطمہ بنت اسود ہیں اور اہل مدینہ، اہل مکہ اور دوسرے راویوں کی روایت میں ہے کہ جس خاتون نے چوری کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹا تھا اس کا نام یہ ہے "ام عمرو بنت سفیان بن عبد الاسد بن ہلال بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم" اور اس کی ماں عبد العزیٰ بن ابی قیس بن عبد ود بن نصر بن مالک کی بیٹی ہے، وہ حجۃ الوداع کے موقع پر رات کو نکلی اور ایک قافلہ سے کپڑوں کا صندوق چرا لیا لوگوں نے ان کو پکڑ کر باندھ دیا اور صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا اس نے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے تہبند میں اپنے ہاتھ چھپا لیے پھر آپ کے حکم سے اس کے ہاتھ تہبند سے نکالے گئے اور آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی ہوتیں تو میں ان کا ہاتھ کاٹ دیتا پھر آپ کے حکم سے اس خاتون کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، پھر وہ چلی گئی درآں حالیکہ اس کے ہاتھوں سے خون ٹپک رہا تھا، پھر وہ حضرت اُسید بن حضیر اشہلی کی بیوی کے پاس گئیں جنھوں نے ان کو پہچان کر پناہ دی اور ان کو گرم گرم کھانا پیش کیا، اتنے میں حضرت اسید بن حضیر بھی آگئے اور باآواز بلند کہا: کیا تم جانتی ہو کہ ام عمرو بنت سفیان کے ساتھ کیا ہوا؟ انھوں نے کہا دیکھو وہ میرے پاس ہیں! حضرت اسید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس گئے اور جا کر آپ کو اس واقعہ کی خبر دی، آپ نے فرمایا تم نے اس پر رحم کیا ہے، اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا، پھر جب وہ خاتون اپنے والد کے پاس گئیں تو والد نے انھیں ان کے ماموں حویطب بن عبد العزیٰ کے پاس بھیج دیا۔ [1]

بظاہر یہ دونوں روایتیں متعارض ہیں کہ چوری کرنے والی خاتون حضرت فاطمہ بنت اسود ہیں یا حضرت ام عمرو بنت سفیان؟ حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ تحقیق کی ہے کہ یہ دو عورتوں کے الگ الگ واقعات ہیں۔ حضرت فاطمہ بنت اسود نے غزوہ فتح مکہ کے موقع پر چوری کی تھی، (جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۴۲۹۸ میں ہے، سعیدی) اور ام عمرو بنت سفیان نے حجۃ الوداع کے موقع پر چوری کی تھی جیسا کہ امام ابن سعد نے تصریح کی ہے، اور ان دونوں واقعات کے درمیان دو سال سے زیادہ کا عرصہ ہے۔ اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ علامہ ابن جوزی اور ان کے موافقین کا یہ کہنا غلط ہے کہ چوری صرف ام عمرو بنت سفیان نے کی تھی، اسی طرح ابن طاہر اور ابن بشکوال اور ان کے موافقین کا یہ تردد کرنا بھی غلط ہے کہ پتا نہیں چوری کرنے والی فاطمہ بنت اسود تھی یا ام عمرو بنت سفیان؟ امام عبد الرزاق نے بشر بن تیم سے روایت کیا ہے کہ چوری کرنے والی عورت ام عمرو بنت سفیان تھی، ابن حزم نے اس روایت کی تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ام عمرو عاریت کا انکار کرتی تھی اور فاطمہ بنت اسود نے چوری کی تھی، لیکن یہ غلط ہے کیونکہ امام ابن سعد نے تصریح کی ہے کہ ام عمرو نے قافلہ والوں کا صندوق چرایا تھا۔ [2]

چرائی جانے والی چیز کی تحقیق

ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ فاطمہ بنت اسود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے چادر چوری کی تھی، اور حبیب بن ابی ثابت کی مرسل روایت میں ہے کہ اس نے زیور چوری کیے تھے اور ان دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ وہ زیور چادر میں تھے گویا اس نے

---

[1] امام محمد بن سعد واقدی متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۲۶۴ - ۲۶۳، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۸۹ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

دونوں چیزوں کی چوری کی تھی۔ [1]

عاریۃً چیز لے کر انکار کرنے پر حد لگانے کی تحقیق

حدیث نمبر ۴۲۹۹ میں ہے کہ وہ عورت لوگوں سے عاریۃً چیزیں لیتی تھیں اور پھر مکر جاتی تھی اس وجہ سے بعض فقہاء نے کہا ہے کہ جس شخص نے بقدر نصاب کوئی چیز عاریۃً لی اور پھر اس کا انکار کر دیا اس کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے۔ امام احمد اور اسحاق کا یہی نظریہ ہے۔ مدنی، کوفی علماء، امام شافعی اور جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ عاریت کے انکار پر حد نہیں ہے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ لوگوں سے عاریۃً چیزیں لیتی تھی اور مکر جاتی تھی پھر اسی عورت نے چوری کی اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ چونکہ وہ عورت چیزیں مانگنے اور پھر مکر جانے میں مشہور تھی اس لیے اس کی تعیین اور تشخیص کے لیے اس کا اس عنوان اور وصف سے ذکر کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ جس عورت کا چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹا گیا یہ وہ عورت تھی جو عاریۃً چیزیں لے کر مکر جاتی تھی، یہ مطلب نہیں ہے کہ عاریۃً چیزیں لے کر مکر جانے کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹا گیا کیونکہ یہ خیانت ہے اور خیانت میں حد نہیں ہے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیس علی خائن ولا منتھب ولا مختلس قطع "خیانت کرنے والے، لٹیرے اور اچکے پر ہاتھ کاٹنے کی حد نہیں ہے۔"

عاریت کے انکار پر حد میں مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: کوئی چیز عاریۃً لے کر مکر جانے والے کے متعلق امام احمد سے مختلف روایات ہیں، ان سے ایک روایت یہ ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور یہی اسحاق کا قول ہے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت عاریۃً چیزیں لیتی تھی اور پھر انکار کر دیتی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ الحدیث (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ اس پر ہاتھ کاٹنے کی حد نہیں ہے اور یہی خرقی کا قول ہے اور ابو اسحاق بن شاقلا، ابو الخطاب اور باقی فقہاء کا بھی یہی قول ہے۔ اور ان شاء اللہ یہی صحیح قول ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا قطع علی خائن "خیانت کرنے والے پر ہاتھ کاٹنے کی حد نہیں ہے۔" نیز اس لیے کہ چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور منکر چوری کرنے والا نہیں ہے۔ پس یہ امانت کا انکار کرنے والے کے مشابہ ہے اور وہ عورت جو چیزیں عاریۃً لیتی تھی اس کا ہاتھ چوری کی وجہ سے کاٹا گیا تھا نہ کہ امانت کے انکار کی وجہ سے، کیونکہ صحیح بخاری میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر فاطمہ بنت محمد بھی (العیاذ باللہ) چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا۔ اور ایک حدیث میں ہے اس عورت نے چادر چرائی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی قصہ ہے اور اس کا ہاتھ چوری کی وجہ سے کاٹا گیا تھا اور حضرت عائشہ نے جو یہ فرمایا کہ وہ عورت چیزیں لے کر مکر جاتی تھی یہ اس کی تعیین اور تشخیص کے لیے فرمایا تھا کیونکہ وہ عورت اپنی اس عادت کی وجہ سے مشہور تھی۔ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہاتھ کاٹنے کا سبب بھی یہی ہو، یہ بھی ممکن تھا کہ حضرت عائشہ اس کا کسی اور وصف سے ذکر کر دیتیں، ہم نے جو وجہ بیان کی ہے اس سے احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے، یہی قیاس کا تقاضا ہے اور یہی تمام فقہاء

---

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۷۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

کا قول ہے اور ہمارے علم میں کسی نے بھی امانت کے منکر پر حد لازم نہیں کی۔ لے

علامہ شمس الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امانت کے منکر کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور عاریت کے منکر کے بارے میں امام احمد سے مختلف روایات ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ کی روایت ہے اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور یہی روایت صحیح ہے۔ علامہ شمس الدین ابن قدامہ حنبلی نے بعینہٖ وہی لکھا ہے جو ہم علامہ موفق الدین ابن قدامہ سے نقل کر چکے ہیں۔ کے

حاکم کے پاس مقدمہ پیش ہونے سے پہلے حد کو معاف کیا جاسکتا ہے اس کے بعد نہیں

اس باب کی احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حدود میں حاکم سے سفارش کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر حاکم کے پاس مقدمہ پیش کرنے سے پہلے کوئی شخص اپنا حق معاف کر دے تو یہ جائز ہے، مثلاً جس کی چوری ہوئی ہے وہ حاکم کے پاس مقدمہ لے جانے سے پہلے چور کو معاف کر سکتا ہے لیکن جب حاکم کے پاس مقدمہ پیش ہو جائے اور جرم کا ثبوت مل جائے تو اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ مجرم پر حد جاری کر دی جائے اور حاکم کو بھی حدود معاف کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں صدر کو جو یہ اختیار ہے کہ وہ قاتل کی پھانسی کی سزا کو معاف کر دے یا قید میں تبدیل کر دے اس کا شریعت میں کوئی جواز نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ عمرو بن شعیب سے مرفوعاً روایت ہے کہ "آپس میں حدود کو معاف کر دو لیکن جو حد مجھ تک پہنچ جائے گی وہ واجب ہو جائے گی" اس حدیث کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، نیز امام ابوداؤد، امام احمد اور حاکم نے تصحیح کے ساتھ حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی شفاعت اللہ تعالیٰ کی کسی حد کے درمیان حائل ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی شفاعت کے خلاف کر دیتا ہے، اور طبرانی کی روایت میں ہے اس کی ملک میں مخالفت کر دیتا ہے، ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور کو پیش کیا گیا اس کے بعد صاحب حق نے اس کو معاف کر دیا، آپ نے فرمایا تم نے پہلے معاف کیوں نہیں کیا ——— وہ بڑا حاکم ہے جو حدود کو پیش ہونے کے بعد معاف کر دے، امام مالک نے موطا میں حضرت زبیر سے روایت کیا ہے کہ حاکم کے پاس مقدمہ پہنچنے کے بعد جو سفارش کرے تو اللہ تعالیٰ سفارش کرنے والے اور سفارش قبول کرنے والے دونوں پر لعنت فرماتا ہے۔ اور امام دارقطنی نے حضرت زبیر سے موصولاً مرفوعاً روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک حاکم کے پاس معاملہ نہیں پہنچا اس کی شفاعت کرو اور جب حاکم کے پاس معاملہ پہنچ جائے اور پھر وہ معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہ کرے، امام ابوداؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حدود کے ماسوا میں معزز لوگوں کی لغزشوں میں شفاعت قبول کرو" اس حدیث

لے علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۲۳۶-۲۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

کے علامہ شمس الدین ابو الفرج عبدالرحمن بن ابی عمر محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ، الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۲۳۶-۲۳۷

سے معلوم ہوا کہ تعزیرات میں شفاعت کرنا جائز ہے۔ حافظ ابن عبد البر وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ اس میں فقہاء کا اتفاق ہے اور جن احادیث میں مسلمانوں کی پردہ پوشی کا استحباب بیان کیا گیا ہے وہ اس صورت میں ہے جب امام تک مقدمہ نہ پہنچے۔ [1]

بَابُ حَدِّ الزَّانِيْ

زنا کی حد کا بیان

۴۳۰۱ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقَاشِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوْا عَنِّيْ خُذُوْا عَنِّيْ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا اَلْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْيُ سَنَةٍ وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! مجھ سے سیکھ لو! مجھ سے سیکھ لو! اللہ تعالیٰ نے عورتوں (کی بدکاری) کا حکم بیان کر دیا ہے، جب کنواری عورت اور کنوارا مرد زنا کریں تو ان کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو اور جب شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت زنا کریں تو ان کو سو کوڑے مارو اور سنگسار کرو۔

۴۳۰۲ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا مَنْصُوْرٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے

۴۳۰۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيْعًا عَنْ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقَاشِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ كُرِبَ لِذٰلِكَ وَتَرَبَّدَ لَهُ وَجْهُهُ قَالَ فَأُنْزِلَ عَلَيْهِ ذَاتَ يَوْمٍ فَلُقِيَ كَذٰلِكَ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ قَالَ خُذُوْا عَنِّيْ فَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا اَلثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ شدت محسوس کرتے اور چہرہ اقدس متغیر ہو جاتا۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن آپ پر وحی نازل ہوئی اور آپ کی وہی کیفیت ہو گئی اور جب وہ کیفیت زائل ہو گئی تو آپ نے فرمایا: مجھ سے سیکھو! اللہ تعالیٰ نے عورتوں (کی فحاشی) کا حکم بیان کر دیا ہے شادی شدہ عورتوں کا شادی شدہ مردوں کے ساتھ اور کنواری عورتوں کا کنوارے مردوں کے ساتھ زنا کرنے کا حکم یہ ہے کہ شادی شدہ عورتوں کو سو کوڑے مار کر سنگسار کرو اور کنواریوں کو سو کوڑے مار کر شہر بدر کر دو۔

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۸۸ - ۸۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ ھ

وَالْبِكْرُ بِالْبِكْرِ اَلثَّيِّبُ جَلْدُ مِائَةٍ ثُمَّ رَجْمٌ بِالْحِجَارَةِ وَالْبِكْرُ جَلْدُ مِائَةٍ ثُمَّ نَفْيُ سَنَةٍ۔

٤٣٠٤۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِهِمَا اَلْبِكْرُ يُجْلَدُ وَيُنْفٰى وَالثَّيِّبُ يُجْلَدُ وَيُرْجَمُ لَا يَذْكُرَانِ سَنَةً وَّلَا مِائَةً۔

امام مسلم نے دو مختلف سندوں کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے، ان کی روایت میں یہ ہے کہ کنوارے کو کوڑے مارے جائیں اور شہر بدر کیا جائے اور شادی شدہ کو کوڑے مارے جائیں اور سنگسار کیا جائے، ان کی روایت میں ایک سال اور سو کے عدد کا ذکر نہیں ہے۔

٤٣٠٥۔ حَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ جَالِسٌ عَلٰى مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ فَكَانَ مِمَّا اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةُ الرَّجْمِ قَرَاْنَاهَا وَوَعَيْنَاهَا وَعَقَلْنَاهَا فَرَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهٗ فَاَخْشٰى اِنْ طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ اَنْ يَّقُوْلَ قَائِلٌ مَا نَجِدُ الرَّجْمَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَيَضِلُّوْا بِتَرْكِ فَرِيْضَةٍ اَنْزَلَهَا اللّٰهُ وَاِنَّ الرَّجْمَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنٰى اِذَا اُحْصِنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ اِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ اَوْ كَانَ الْحَبَلُ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے منبر پر بیٹھے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی۔ آپ پر جو آیات نازل ہوئیں ان میں رجم کی آیت بھی تھی، ہم نے اس کو پڑھا اور یاد رکھا اور سمجھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا، مجھے خوف یہ ہے کہ زیادہ زمانہ گزرنے کے بعد کوئی کہنے والا یہ کہے گا کہ کتاب اللہ میں رجم کی آیت نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے نازل شدہ فرض کو ترک کرکے لوگ گمراہ ہو جائیں گے حالانکہ اگر شادی شدہ مرد اور عورت زنا کریں اور ان کے خلاف گواہ ہوں یا حمل ہو یا وہ اعتراف کر لیں تو ان کو رجم کرنا کتاب اللہ میں ثابت ہے۔

أَوِ الْاِعْتِرَافُ.

۴۳۰۶ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِيْ عُمَرَ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ.

۴۳۰۷ - وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ ابْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ أَتٰى رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ زَنَيْتُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَتَنَحّٰى تِلْقَاءَ وَجْهِهِ فَقَالَ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ زَنَيْتُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ حَتّٰى ثَنّٰى ذٰلِكَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا شَهِدَ عَلٰى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ دَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبِكَ جُنُوْنٌ قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ أَحْصَنْتَ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْهَبُوْا بِهِ فَارْجُمُوْهُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِيْ مَنْ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ فَكُنْتُ فِيْمَنْ رَجَمَهُ فَرَجَمْنَاهُ بِالْمُصَلّٰى فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ هَرَبَ فَأَدْرَكْنَاهُ بِالْحَرَّةِ فَرَجَمْنَاهُ وَرَوَاهُ اللَّيْثُ أَيْضًا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ مُسَافِرٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهُ.

امام مسلم نے ایک اور سند سے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں ایک شخص آیا اور اس نے باآواز بلند کہا: یارسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے، آپ نے اس سے منہ پھیر لیا، اس نے دوسری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر کہا یارسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے! آپ نے اس سے اعراض کر لیا، حتیٰ کہ وہ چار مرتبہ آپ کے سامنے آیا جب اس نے اپنے خلاف چار مرتبہ گواہی دے دی تو آپ نے اس سے فرمایا: کیا تمہارا دماغ خراب ہے؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا: کیا تم شادی شدہ ہو؟ اس نے کہا جی! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو لے جا کر رجم کر دو! ابن شہاب کہتے ہیں حضرت جابر سے روایت کرنے والے نے کہا، حضرت جابر فرماتے ہیں میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے اس کو رجم کیا، ہم نے اس شخص کو عیدگاہ میں رجم کیا تھا جب اس کو پتھر لگے تو وہ بھاگ پڑا ہم نے اس کو حرہ (پتھریلا میدان) میں جا لیا اور اس کو ہم نے رجم کر دیا، اس سند کے ساتھ اس حدیث کو لیث نے بھی روایت کیا ہے۔

۴۳۰۸ - وحدثنيه عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي حدثنا أبو اليمان أخبرنا شعيب عن الزهري بهذا الإسناد أيضا وفي حديثهما جميعا قال ابن شهاب أخبرني من سمع جابر بن عبد الله كما ذكر عقيل.

امام مسلم نے اس حدیث کو ایک اور سند سے بھی بیان کیا ہے، اس میں بھی ہے کہ ابن شہاب نے کہا مجھے حضرت جابر سے روایت کرنے والے نے بتایا۔

۴۳۰۹ - وحدثني أبو الطاهر وحرملة بن يحيى قالا أخبرنا ابن وهب أخبرني يونس ح وحدثنا إسحاق بن إبراهيم أخبرنا عبد الرزاق أخبرنا معمر وابن جريج كلهم عن الزهري عن أبي سلمة عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم نحو رواية عقيل عن الزهري عن سعيد وأبي سلمة عن أبي هريرة.

امام مسلم نے دو مختلف سندوں کے ساتھ اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔

۴۳۱۰ - وحدثني أبو كامل فضيل بن حسين الجحدري حدثنا أبو عوانة عن سماك بن حرب عن جابر بن سمرة قال رأيت ماعز بن مالك حين جيء به إلى النبي صلى الله عليه وسلم رجل قصير أعضل ليس عليه رداء فشهد على نفسه أربع مرات أنه زنى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فلعلك قال لا والله إنه قد زنى الأخر قال فرجمه ثم خطب فقال ألا كلما نفرنا غازين في سبيل الله خلف أحدهم له نبيب كنبيب التيس يمنح أحدهم الكثبة أما والله إن يمكني من أحدهم

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو میں نے (انھیں) دیکھا وہ ایک کوتاہ قد اور مضبوط شخص تھے اور ان پر چادر نہیں تھی انھوں نے چار مرتبہ اپنے خلاف یہ گواہی دی کہ انھوں نے زنا کیا ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید تم نے (بوسہ لیا ہوگا) انھوں نے کہا نہیں اللہ کی قسم اس بدبخت نے زنا کیا ہے! حضرت جابر کہتے ہیں کہ پھر آپ نے انھیں رجم کر دیا۔ پھر آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا: سنو جب ہماری جماعت اللہ کے راستہ میں جہاد کے لیے جاتی ہے تو ان میں سے کوئی شخص پیچھے رہ جاتا ہے اور بکرے کی طرح آوازیں نکالتا ہے اور وہ کسی کو تھوڑا سا دودھ دیتا ہے، سنو! اللہ کی قسم اگر اللہ نے مجھے موقع دیا تو میں ان کو ضرور عبرتناک سزا دوں گا!

لَأُنَكِّلَنَّهُ عَنْهُ ۔

ف: اس میں اشارہ ہے کہ وہ شخص زنا کرتا ہے اور دودھ دینے سے مراد انزال منی ہے۔

۴۳۱۱ ۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ يَقُولُ أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَصِيرٍ أَشْعَثَ ذِي عَضَلَاتٍ عَلَيْهِ إِزَارٌ وَقَدْ زَنَى فَرَدَّهُ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا نَفَرْنَا غَازِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَخَلَّفَ أَحَدُكُمْ يَنِبُّ نَبِيبَ التَّيْسِ يَمْنَحُ إِحْدَاهُنَّ الْكُثْبَةَ إِنَّ اللَّهَ لَا يُمْكِنِّي مِنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ إِلَّا جَعَلْتُهُ نَكَالًا أَوْ نَكَّلْتُهُ قَالَ فَحَدَّثْتُهُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ فَقَالَ إِنَّهُ رَدَّهُ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کوتاہ قد شخص کو لایا گیا اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور بدن مضبوط تھا، اس پر ایک چادر تھی اور اس نے زنا کیا تھا، آپ نے دو مرتبہ اس کے اقرار کو مسترد کر دیا، پھر آپ کے حکم سے اس کو رجم کر دیا گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی ہماری جماعت اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے جاتی ہے تو تم میں سے کوئی شخص پیچھے رہ جاتا ہے اور بکرے کی طرح آوازیں نکالتا ہے اور کسی عورت کے لیے دودھ نکالتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو میری گرفت میں دیا تو میں اس کو عبرتناک سزا دوں گا۔

۴۳۱۲ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ جَعْفَرٍ وَوَافَقَهُ شَبَابَةُ عَلَى قَوْلِهِ فَرَدَّهُ مَرَّتَيْنِ وَفِي حَدِيثِ أَبِي عَامِرٍ فَرَدَّهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کی ہیں، ایک میں دو بار اقرار کا ذکر ہے اور دوسری سند میں دو یا تین بار کا ذکر ہے۔

۴۳۱۳ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز بن مالک سے پوچھا:

قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ أَحَقٌّ مَا بَلَغَنِي عَنْكَ قَالَ وَمَا بَلَغَكَ عَنِّي قَالَ بَلَغَنِي أَنَّكَ وَقَعْتَ بِجَارِيَةِ آلِ فُلَانٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَشَهِدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ۔

۴۳۱۴۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلٰى حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ يُقَالُ لَهُ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ أَتٰى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أَصَبْتُ فَاحِشَةً فَأَقِمْهُ عَلَيَّ فَرَدَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِرَارًا قَالَ ثُمَّ سَأَلَ قَوْمَهُ فَقَالُوا مَا نَعْلَمُ بِهِ بَأْسًا إِلَّا أَنَّهُ أَصَابَ شَيْئًا يَرٰى أَنَّهُ لَا يُخْرِجُهُ مِنْهُ إِلَّا أَنْ يُقَامَ فِيهِ الْحَدُّ قَالَ فَرَجَعَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَنَا أَنْ نَرْجُمَهُ قَالَ فَانْطَلَقْنَا بِهِ إِلٰى بَقِيعِ الْغَرْقَدِ قَالَ فَمَا أَوْثَقْنَاهُ وَلَا حَفَرْنَا لَهُ قَالَ فَرَمَيْنَاهُ بِالْعَظْمِ وَالْمَدَرِ وَالْخَزَفِ قَالَ فَاشْتَدَّ وَاشْتَدَدْنَا خَلْفَهُ حَتّٰى أَتٰى عُرْضَةَ الْحَرَّةِ فَانْتَصَبَ لَنَا فَرَمَيْنَاهُ بِجَلَامِيدِ الْحَرَّةِ يَعْنِي الْحِجَارَةَ حَتّٰى سَكَتَ قَالَ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا مِنَ الْعَشِيِّ فَقَالَ أَوَ كُلَّمَا انْطَلَقْنَا غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تَخَلَّفَ رَجُلٌ فِي عِيَالِنَا لَهُ نَبِيبٌ

تمہارے متعلق مجھے جو خبر پہنچی ہے کیا وہ درست ہے؟ حضرت ماعز نے پوچھا: آپ کو میرے متعلق کیا خبر پہنچی ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم نے فلاں کی لونڈی سے زنا کیا ہے! حضرت ماعز نے کہا ہاں! حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ انھوں نے چار مرتبہ گواہی دی تب آپ نے انھیں رجم کرنے کا حکم دیا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ اسلم میں ایک شخص تھے ماعز بن مالک، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا: مجھ سے زنا ہو گیا ہے، آپ مجھ پر حد قائم کر دیجیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قول کو کئی بار مسترد کیا، پھر آپ نے ان کی قوم سے اس معاملہ کو دریافت کیا: انھوں نے کہا ہمیں اس کی کسی دماغی خرابی کا علم نہیں، لیکن اس سے کوئی ایسا کام ہو گیا ہے جس کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ سوا حد قائم کیے جانے کے اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے! وہ دوبارہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو پھر آپ نے ہمیں اس کو رجم کرنے کا حکم دیا، حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ پھر ہم اس کو بقیع الغرقد میں لے گئے، ہم نے اس کو باندھا تھا نہ گڑھا کھودا تھا، پھر ہم نے اس کو ہڈیوں، پتھروں اور ٹھیکریوں سے مارا، حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ وہ بھاگ کھڑا ہوا اور ہم بھی اس کے پیچھے دوڑے یہاں تک کہ وہ حرہ (ایک میدان) کے عرض میں آگیا وہاں وہ رکا تو ہم نے حرہ کے پتھروں سے اس کو مارا حتیٰ کہ اس کا جسم ساکت ہو گیا، شام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا ہم جب بھی اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے جاتے ہیں تو کوئی شخص پیچھے ہماری عورتوں میں رہ جاتا ہے اور بکرے کی طرح آوازیں نکالتا ہے۔ مجھ پر لازم ہے کہ میں ہر اس شخص کو عبرتناک سزا دوں جس نے

كنبيب التيس على أن لا أوتى برجل فعل ذلك إلا نكلت به قال فما استغفر له ولا سبه.

یہ کام کیا ہو اور اسے میرے سامنے لایا گیا ہو، پھر آپ نے اس کے لیے دعا کی نہ اس کو برا کہا۔

۴۳۱۵ - **حدثني** محمد بن حاتم حدثنا بهز حدثنا يزيد بن زريع حدثنا داود بهذا الإسناد مثل معناه وقال في الحديث فقام النبي صلى الله عليه وسلم من العشي فحمد الله وأثنى عليه ثم قال أما بعد فما بال أقوام إذا غزونا يتخلف أحدهم عنا له نبيب كنبيب التيس ولم يقل في عيالنا.

امام مسلم نے اس سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کو کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ہمارے جہاد میں جانے کے بعد ہمارے پیچھے رہ جاتے ہیں اور بکرے کی سی آوازیں نکالتے ہیں، اس میں ہماری عورتوں والا جملہ نہیں ہے۔

۴۳۱۶ - **وحدثنا** سريج بن يونس حدثنا يحيى بن زكرياء بن أبي زائدة ح وحدثنا أبو بكر بن أبي شيبة حدثنا معاوية بن هشام حدثنا سفيان كلاهما عن داود بهذا الإسناد بعض هذا الحديث. غير أن في حديث سفيان فاعترف بالزنى ثلاث مرات.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں ذکر کی ہیں، سفیان کی روایت میں ہے اس نے تین مرتبہ زنا کا اعتراف کیا۔

۴۳۱۷ - **وحدثنا** محمد بن العلاء الهمداني حدثنا يحيى بن يعلى وهو ابن الحارث المحاربي عن غيلان وهو ابن جامع المحاربي عن علقمة بن مرثد عن سليمان بن بريدة عن أبيه قال جاء ماعز بن مالك إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله طهرني فقال ويحك ارجع فاستغفر الله وتب إليه قال

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ماعز بن مالک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجیے، آپ نے فرمایا: تمہیں ہلاکت ہو، جاؤ اللہ سے استغفار کرو، اور توبہ کرو، انھوں نے پھر تھوڑی دیر بعد واپس آکر کہا: یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اسی طرح فرمایا، حتیٰ کہ چوتھی بار ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو کس چیز سے پاک کروں؟ انھوں نے کہا زنا سے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

فَرَجَعَ غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ طَهِّرْنِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْحَكَ ارْجِعْ فَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ وَتُبْ إِلَيْهِ قَالَ فَرَجَعَ غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ طَهِّرْنِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذَلِكَ حَتَّى إِذَا كَانَتِ الرَّابِعَةُ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَ أُطَهِّرُكَ فَقَالَ مِنَ الزِّنَى فَسَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبِهِ جُنُونٌ فَأُخْبِرَ أَنَّهُ لَيْسَ بِمَجْنُونٍ فَقَالَ أَشَرِبَ خَمْرًا فَقَامَ رَجُلٌ فَاسْتَنْكَهَهُ فَلَمْ يَجِدْ مِنْهُ رِيحَ خَمْرٍ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَزَنَيْتَ فَقَالَ نَعَمْ فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ فَكَانَ النَّاسُ فِيهِ فِرْقَتَيْنِ قَائِلٌ يَقُولُ لَقَدْ هَلَكَ لَقَدْ أَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ وَقَائِلٌ يَقُولُ مَا تَوْبَةٌ أَفْضَلَ مِنْ تَوْبَةِ مَاعِزٍ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي يَدِهِ ثُمَّ قَالَ اقْتُلْنِي بِالْحِجَارَةِ قَالَ فَلَبِثُوا بِذَلِكَ يَوْمَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً ثُمَّ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ جُلُوسٌ فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لِمَاعِزِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ فَقَالُوا غَفَرَ اللَّهُ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ أُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ قَالَ ثُمَّ جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ مِنْ غَامِدٍ مِنَ الْأَزْدِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ

کے متعلق پوچھا کیا ان کا دماغ خراب ہے؟ انھوں نے کہا نہیں وہ کوئی میراقی یا پاگل نہیں ہیں، آپ نے پوچھا کیا اس نے شراب پی ہے؟ ایک شخص نے کھڑے ہو کر ان کا منہ سونگھا تو شراب کی بدبو محسوس نہیں کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے زنا کیا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، پھر آپ نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا، پھر حضرت ماعز کے متعلق لوگوں کی دو رائیں ہو گئیں، بعض کہتے تھے کہ حضرت ماعز ہلاک ہو گئے اور اس گناہ نے انھیں گھیر لیا اور بعض لوگ یہ کہتے تھے کہ حضرت ماعز کی توبہ سے کسی کی توبہ افضل نہیں ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا عرض کیا مجھے پتھروں سے مار ڈالیے، حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ دو تین دن صحابہ میں یہی اختلاف رہا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درآں حالیکہ وہ بیٹھے ہوئے تھے، آپ سلام کرنے کے بعد بیٹھ گئے، پھر آپ نے فرمایا ماعز بن مالک کے لیے استغفار کرو، صحابہ نے کہا اللہ تعالیٰ ماعز بن مالک کی مغفرت کرے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماعز نے ایسی توبہ کی ہے اگر اس کو تمام امت پر تقسیم کر دیا جائے تو اسے کافی ہو گی پھر آپ کے پاس قبیلہ غامد سے جو ازد کی شاخ ہے ایک عورت آئی اور کہنے لگی: یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجیے آپ نے فرمایا: تمہیں ہلاکت ہو، جاؤ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور توبہ کرو، وہ کہنے لگی میرا خیال ہے کہ آپ مجھے اسی طرح واپس کر رہے ہیں جس طرح آپ نے ماعز بن مالک کو واپس کر دیا تھا، آپ نے فرمایا: تم نے کیا کیا ہے؟ اس نے کہا وہ زنا سے حاملہ ہے، آپ نے فرمایا: تم خود؟ اس نے کہا جی! آپ نے فرمایا تم وضع حمل تک رک جاؤ۔ حضرت بریدہ کہتے ہیں پھر ایک انصاری شخص نے اس کی خبر گیری اپنے ذمہ لے لی حتیٰ کہ اس کا وضع حمل ہو گیا، حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ پھر وہ انصاری نبی صلی اللہ

طَهِّرْنِي فَقَالَ وَيْحَكِ ارْجِعِي فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ فَقَالَتْ أَرَاكَ تُرِيدُ أَنْ تُرَدِّدَنِي كَمَا رَدَّدْتَ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ وَمَا ذَاكِ قَالَتْ إِنَّهَا حُبْلَى مِنَ الزِّنَى فَقَالَ آنْتِ قَالَتْ نَعَمْ فَقَالَ لَهَا حَتَّى تَضَعِي مَا فِي بَطْنِكِ قَالَ فَكَفَلَهَا رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ حَتَّى وَضَعَتْ قَالَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَدْ وَضَعَتِ الْغَامِدِيَّةُ فَقَالَ إِذًا لَا نَرْجُمُهَا وَنَدَعُ وَلَدَهَا صَغِيرًا لَيْسَ لَهُ مَنْ يُرْضِعُهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ إِلَيَّ رَضَاعُهُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ فَرَجَمَهَا۔

علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا غامدیہ کا وضع حمل ہو گیا، آپ نے فرمایا: ہم اس حال میں اس کو رجم نہیں کریں گے کہ اس کا بچہ چھوٹا ہو اور اس کو دودھ پلانے والا کوئی نہ ہو، پھر ایک انصاری نے کہا: یا رسول اللہ! اس کو دودھ پلانا میرے ذمہ ہے، راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ نے اس عورت کو رجم کر دیا۔

۴۳۱۸ ۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَتَقَارَبَا فِي لَفْظِ الْحَدِيثِ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا بَشِيرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ مَاعِزَ ابْنَ مَالِكٍ الْأَسْلَمِيَّ أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِي وَزَنَيْتُ وَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ تُطَهِّرَنِي فَرَدَّهُ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَاهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي قَدْ زَنَيْتُ فَرَدَّهُ الثَّانِيَةَ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ أَتَعْلَمُونَ بِعَقْلِهِ بَأْسًا تُنْكِرُونَ مِنْهُ شَيْئًا فَقَالُوا مَا نَعْلَمُهُ إِلَّا وَفِيَّ الْعَقْلِ مِنْ صَالِحِينَا فِيمَا نُرَى فَأَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمْ أَيْضًا فَسَأَلَ عَنْهُ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُ لَا بَأْسَ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اپنی جان پر ظلم کر کے زنا کیا ہے۔ اور میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کر دیں، آپ نے ان کو واپس کر دیا، دوسرے دن وہ پھر آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے، آپ نے ان کو واپس کر دیا، پھر آپ نے کسی شخص کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور فرمایا کیا تمہارے خیال میں اس کی عقل میں فتور ہے، اور اس میں کوئی بے ربط بات ہے؟ انھوں نے کہا: ہمارے خیال میں ان کی عقل ہم سب سے اچھی ہے، حضرت ماعز آپ کے پاس پھر تیسری بار آئے، آپ نے پھر ان کی قوم کی طرف کسی کو بھیج کر ان کے متعلق پوچھا اور انھوں نے یہ خبر دی کہ انھیں کوئی بیماری ہے نہ ان کی عقل میں کوئی فتور ہے۔ جب وہ چوتھی بار آئے تو آپ نے ان کے لیے ایک گڑھا کھودنے کا حکم دیا، پھر آپ کے حکم سے ان کو رجم کر دیا گیا، اس کے بعد غامدیہ آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ! مجھے

بِهِ وَلَا بِعَقْلِهِ فَلَمَّا كَانَ الرَّابِعَةَ حَفَرَ لَهُ حُفْرَةً ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ قَالَ فَجَاءَتِ الْغَامِدِيَّةُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي قَدْ زَنَيْتُ فَطَهِّرْنِي وَإِنَّهُ رَدَّهَا فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لِمَ تَرُدُّنِي لَعَلَّكَ أَنْ تَرُدَّنِي كَمَا رَدَدْتَ مَاعِزًا فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَحُبْلَى قَالَ إِمَّا لَا فَاذْهَبِي حَتَّى تَلِدِي فَلَمَّا وَلَدَتْ أَتَتْهُ بِالصَّبِيِّ فِي خِرْقَةٍ فَقَالَتْ هٰذَا قَدْ وَلَدْتُهُ قَالَ اذْهَبِي فَأَرْضِعِيهِ حَتَّى تَفْطِمِيهِ فَلَمَّا فَطَمَتْهُ أَتَتْهُ بِالصَّبِيِّ فِي يَدِهِ كِسْرَةُ خُبْزٍ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَدْ فَطَمْتُهُ وَقَدْ أَكَلَ الطَّعَامَ فَدَفَعَ الصَّبِيَّ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَحُفِرَ لَهَا إِلَى صَدْرِهَا وَأَمَرَ النَّاسَ فَرَجَمُوهَا فَيُقْبِلُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ بِحَجَرٍ فَرَمَى رَأْسَهَا فَتَنَضَّحَ الدَّمُ عَلَى وَجْهِ خَالِدٍ فَسَبَّهَا فَسَمِعَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّهُ إِيَّاهَا فَقَالَ مَهْلًا يَا خَالِدُ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَ لَهُ ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَصَلَّى عَلَيْهَا وَدُفِنَتْ۔

۴۳۱۶ - حَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ مَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنِي أَبُو قِلَابَةَ أَنَّ أَبَا الْمُهَلَّبِ حَدَّثَهُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ أَتَتْ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حُبْلَى مِنَ

نے زنا کیا ہے، مجھے پاک کر دیجئے، آپ نے اس کو واپس کر دیا، دوسرے دن آ کر اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے مجھے کیوں واپس کر دیا؟ شاید آپ مجھے ماعز کی طرح واپس کرنا چاہتے ہیں! خدا کی قسم! میں زنا سے حاملہ ہوں۔ آپ نے فرمایا اچھا اگر تو نہیں ٹلتی تو بچہ پیدا ہونے کے بعد آنا، بچہ پیدا ہونے کے بعد وہ اس بچہ کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر لائی، اور کہا لیجئے یہ میرا بچہ پیدا ہو گیا ہے، آپ نے فرمایا: جا، جا کر اس کو دودھ پلا، حتیٰ کہ یہ روٹی وغیرہ کھانے لگے، جب بچہ کا دودھ چھوٹ گیا تو وہ اس کو لے کر آئی اور اس بچہ کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا اور کہنے لگی لیجئے! اے نبی اللہ! اس کا دودھ چھوٹ گیا ہے اور اب یہ کھانا کھانے لگا ہے۔ آپ نے وہ بچہ ایک مسلمان شخص کے حوالے کیا، اور یہ حکم دیا کہ سینہ تک اس کے لیے ایک گڑھا کھودا جائے اور لوگوں کو اسے رجم کرنے کا حکم دیا، حضرت خالد بن ولید نے اس کے سر پر ایک پتھر مارا، حضرت خالد کا منہ اس کے خون سے لتھڑ گیا، حضرت خالد نے اس کو کوئی برا کلمہ کہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برا کلمہ کہتے ہوئے سن لیا، آپ نے فرمایا: اے خالد ایسا نہ کہو، اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر (ظلماً) ٹیکس لینے والا بھی ایسی توبہ کرتا تو اس کو بخش دیا جاتا، پھر آپ کے حکم سے اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور اس کو دفن کر دیا گیا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی درآں حالیکہ وہ زنا سے حاملہ تھی، اس نے عرض کیا: یا نبی اللہ! میں نے لائق حد جرم کیا ہے، آپ مجھ پر حد قائم کیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سرپرست کو بلایا اور فرمایا اس کی اچھی طرح نگہداشت کرنا اور جب اس کا حمل وضع ہو جائے تو اسے میرے

الزِّنٰى فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْهُ عَلَيَّ فَدَعَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيَّهَا فَقَالَ أَحْسِنْ إِلَيْهَا فَإِذَا وَضَعَتْ فَأْتِنِي بِهَا فَفَعَلَ فَأَمَرَ بِهَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشُكَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا فَقَالَ لَهُ عُمَرُ تُصَلِّي عَلَيْهَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَقَدْ زَنَتْ فَقَالَ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَوَسِعَتْهُمْ وَهَلْ وَجَدْتَ تَوْبَةً أَفْضَلَ مِنْ أَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلّٰهِ تَعَالٰى۔

پاس لے کر آنا، اس نے ایسا ہی کیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کپڑے کس کر باندھنے کا حکم دیا (تاکہ اس کی بے پردگی نہ ہو) پھر آپ کے حکم سے اس کو رجم کر دیا گیا، پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، حضرت عمر نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں حالانکہ یہ زانیہ ہے! آپ نے فرمایا اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کیا جائے تو انھیں کافی ہو گی، اور کیا تم نے اس سے افضل کوئی توبہ دیکھی ہے کہ اس (توبہ کرنے والے) نے اللہ کے لیے اپنی جان دے دی ہو!

۴۳۲۰- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا أَبَانُ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۴۳۲۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُمَا قَالَا إِنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَعْرَابِ أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنْشُدُكَ اللّٰهَ إِلَّا قَضَيْتَ لِي بِكِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَ الْخَصْمُ الْآخَرُ وَهُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ نَعَمْ فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَائْذَنْ لِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ قَالَ إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هٰذَا فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ

حضرت ابوہریرہ اور حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ کتاب اللہ کے موافق میرا فیصلہ کریں، اس کے مخالف نے کہا جو اس سے زیادہ فصیح تھا: ہاں ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کیجیے اور مجھے بولنے کی اجازت دیجیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہو، اس نے کہا میرا بیٹا اس کے ہاں مزدور تھا اس نے اس کی عورت سے زنا کیا، اور مجھے یہ بتایا گیا کہ میرے بیٹے کو رجم کیا جائے گا، میں نے اس کی طرف سے سو بکریاں اور ایک باندی کو فدیہ میں دے دیا، پھر میں نے علماء سے پوچھا انھوں نے بتایا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے

وَإِنِّي أُخْبِرْتُ أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَوَلِيدَةٍ فَسَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّمَا عَلَى ابْنِي جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ وَأَنَّ عَلَى امْرَأَةِ هٰذَا الرَّجْمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ الْوَلِيدَةُ وَالْغَنَمُ رَدٌّ وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ إِلَى امْرَأَةِ هٰذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا قَالَ فَغَدَا عَلَيْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَأَمَرَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَتْ۔

مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے اسے شہر بدر کیا جائے گا اور اس شخص کی بیوی کو رجم کیا جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، میں تمہارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا، باندی اور بکریاں تمہیں واپس کی جائیں گی، اور تیرے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا اور اے انیس! اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ اور اگر وہ اعتراف کرلے تو اس کو رجم کردو۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ صبح اس کے پاس گئے، اس نے اقرار کرلیا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کو رجم کردیا گیا۔

۴۳۲۲۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین اور اسانید بیان کی ہیں۔

۴۳۲۳۔ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مُوسٰى أَبُو صَالِحٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحٰقَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِيَهُودِيٍّ وَيَهُودِيَّةٍ قَدْ زَنَيَا فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى جَاءَ يَهُودَ فَقَالَ مَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ عَلَى مَنْ زَنٰى قَالُوا نُسَوِّدُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسے یہودی مرد اور ایک یہودی عورت کو لایا گیا جنہوں نے زنا کیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہودی علماء کے پاس گئے اور فرمایا تورات میں زنا کرنے والوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا ہم اس کا منہ کالا کر دیتے ہیں اور دونوں کو ایک سواری پر اس طرح بٹھا کر گھماتے ہیں کہ ہر ایک کا منہ مخالف جانب ہوتا ہے، آپ نے فرمایا اگر تم سچے ہو تو یہ حکم

وُجُوهَهُمَا وَنُحَمِّلُهُمَا وَنُخَالِفُ بَيْنَ وُجُوهِهِمَا وَيُطَافُ بِهِمَا قَالَ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ فَجَاءُوا بِهَا فَقَرَءُوهَا حَتَّى إِذَا مَرُّوا بِآيَةِ الرَّجْمِ وَضَعَ الْفَتَى الَّذِي يَقْرَأُ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ وَقَرَأَ مَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا وَرَاءَهَا فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ وَهُوَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْهُ فَلْيَرْفَعْ يَدَهُ فَرَفَعَهَا فَإِذَا تَحْتَهَا آيَةُ الرَّجْمِ فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ كُنْتُ فِيمَنْ رَجَمَهُمَا فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَقِيهَا مِنَ الْحِجَارَةِ بِنَفْسِهِ

تورات میں دکھاؤ، وہ تورات لے کر آئے، اور جب تورات پڑھنے لگے تو ایک شخص نے آیت رجم پر اپنا ہاتھ رکھ دیا، اور اس کے آگے اور پیچھے سے پڑھنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھے انھوں نے آپ سے عرض کیا اس کو ہاتھ اٹھانے کا حکم دیجیے، جب اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے آیت رجم تھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان دونوں کو رجم کر دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ان دونوں کو رجم کرنے والوں میں میں بھی شامل تھا، میں نے دیکھا وہ مرد خود پتھر کھا کر اس عورت کو بچا رہا تھا۔

۴۳۲۴- **وَحَدَّثَنَا** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي رِجَالٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْهُمْ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ أَنَّ نَافِعًا أَخْبَرَهُمْ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَمَ فِي الزِّنَى يَهُودِيَّيْنِ رَجُلًا وَامْرَأَةً زَنَيَا فَأَتَتِ الْيَهُودُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمَا وَسَاقُوا الْحَدِيثَ بِنَحْوِهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کے جرم میں دو یہودیوں کو رجم کیا، ایک مرد تھا اور ایک عورت، ان دونوں نے زنا کیا تھا، یہودی ان دونوں کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۴۳۲۵- **وَحَدَّثَنَا** أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ الْيَهُودَ جَاءُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ مِنْهُمْ وَامْرَأَةٍ قَدْ زَنَيَا وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہودی ایک یہودی مرد اور عورت کو لے کر گئے جنھوں نے زنا کیا تھا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

نَافِعٍ.

۴۳۲۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَهُودِيٍّ مُحَمَّمًا مَجْلُودًا فَدَعَاهُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰكَذَا تَجِدُونَ حَدَّ الزَّانِي فِي كِتَابِكُمْ قَالُوا نَعَمْ فَدَعَا رَجُلًا مِنْ عُلَمَائِهِمْ فَقَالَ أَنْشُدُكَ بِاللهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلَى مُوسٰى أَهٰكَذَا تَجِدُونَ حَدَّ الزَّانِي فِي كِتَابِكُمْ قَالَ لَا وَلَوْلَا أَنَّكَ نَشَدْتَنِي بِهٰذَا لَمْ أُخْبِرْكَ نَجِدُهُ الرَّجْمَ وَلٰكِنَّهُ كَثُرَ فِي أَشْرَافِنَا فَكُنَّا إِذَا أَخَذْنَا الشَّرِيفَ تَرَكْنَاهُ وَإِذَا أَخَذْنَا الضَّعِيفَ أَقَمْنَا عَلَيْهِ الْحَدَّ قُلْنَا تَعَالَوْا فَلْنَجْتَمِعْ عَلَى شَيْءٍ نُقِيمُهُ عَلَى الشَّرِيفِ وَالْوَضِيعِ فَجَعَلْنَا التَّحْمِيمَ وَالْجَلْدَ مَكَانَ الرَّجْمِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَوَّلُ مَنْ أَحْيَا أَمْرَكَ إِذْ أَمَاتُوهُ فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِلَى قَوْلِهِ إِنْ أُوتِيتُمْ هٰذَا فَخُذُوهُ يَقُولُ ائْتُوا مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنْ أَمَرَكُمْ بِالتَّحْمِيمِ وَالْجَلْدِ فَخُذُوهُ وَإِنْ أَفْتَاكُمْ بِالرَّجْمِ فَاحْذَرُوا فَأَنْزَلَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک یہودی گذرا جس کا منہ کالا کیا ہوا تھا، اور اس کو کوڑے مارے جا چکے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو بلا کر فرمایا: کیا تمہاری کتاب میں زنا کی یہی سزا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! پھر آپ نے ایک یہودی عالم کو بلا کر فرمایا میں تم کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل کیا ہے، کیا تمہاری کتاب میں زنا کی حد (سزا) یہی ہے؟ اس نے کہا اگر آپ مجھے یہ قسم نہ دیتے تو میں آپ کو کبھی نہ بتاتا! ہماری کتاب میں زنا کی سزا رجم ہے، لیکن ہمارے معزز لوگ بکثرت زنا کرتے ہیں تو جب ہم کسی معزز شخص کو پکڑتے ہیں تو اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور جب کسی غریب آدمی کو پکڑتے ہیں تو اس پر حد جاری کر دیتے ہیں سو ہم نے کہا چلو سب مل کر ایک ایسی سزا تجویز کریں جس کو ہم معزز اور غیر معزز ہر شخص پر جاری کر سکیں، پھر ہم نے کوڑے مارنے کو رجم کی جگہ حد مقرر کر دیا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! سب سے پہلے میں تیرے حکم کو اس وقت زندہ کرتا ہوں جبکہ یہ لوگ اس حکم کو مار چکے ہیں، چنانچہ آپ کے حکم سے وہ شخص رجم کیا گیا، اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ترجمہ: ”اے رسول! آپ کو وہ لوگ غمگین نہ کریں جو کفر میں تیز رفتار ہیں جنہوں نے اپنے منہ سے کہا ہم ایمان لے آئے اور ان کے دل ایمان نہیں لائے، اور جو یہودیوں سے جھوٹ سننے کے لیے جاسوسی کرتے ہیں، وہ ان لوگوں کے لیے جاسوسی کرتے ہیں جو ابھی آپ کے پاس نہیں آئے وہ اللہ کے کلام کو اس کے مواقع سے بدل دیتے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہ (ہمارا بتایا ہوا حکم) دیا جائے تو اس کو

اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ فِي الْكُفَّارِ كُلُّهَا۔

مان لو اور اگر تم کو یہ (حکم) نہ دیا جائے تو اس سے بچو (مائدہ: ۴۱) یعنی یہودی کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اگر وہ منہ کالا کرنے اور کوڑے مارنے کا حکم دیں تو اس پر عمل کرنا اور اگر رجم کا حکم دیں تو ان سے دور رہنا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں (ترجمہ:) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں" "جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ ظالم ہیں" "جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ فاسق ہیں" یہ تمام آیات کفار کے بارے میں نازل ہوئیں۔

۴۳۲۷۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهٗ مِنْ نُّزُوْلِ الْاٰيَةِ۔

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے جس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کا حکم دیا اور اس کے بعد آیات نازل ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

۴۳۲۸۔ وَحَدَّثَنِيْ هٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ رَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنْ اَسْلَمَ وَرَجُلًا مِّنَ الْيَهُوْدِ وَامْرَاَتَهٗ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ اسلم کے ایک مرد اور ایک یہودی مرد اور عورت کو رجم کیا۔

۴۳۲۹۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ وَامْرَاَةً۔

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے اس میں امراۃ کا لفظ ہے۔

۴۳۳۰۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ

ابو اسحاق شیبانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى هَلْ رَجَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قَالَ قُلْتُ بَعْدَ مَا أُنْزِلَتْ سُورَةُ النُّورِ أَمْ قَبْلَهَا قَالَ لَا أَدْرِي

بن ابی اوفیٰ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو رجم کیا تھا، انھوں نے کہا ہاں! میں نے کہا سورۂ نور کے نازل ہونے سے پہلے یا اس کے بعد، انھوں نے کہا مجھے پتا نہیں!

۴۳۳۱ - وَحَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہاری کوئی باندی زنا کرے اور اس کا زنا ثابت ہو جائے تو اس پر کوڑوں کی حد لگاؤ اور اس کو جھڑکنا مت، اور اگر وہ دوبارہ زنا کرے تو اس کو کوڑے مارنا اور جھڑکنا مت، پھر اگر وہ تیسری بار زنا کرے اور اس کا زنا ثابت ہو جائے تو اس کو بیچ ڈالنا خواہ ایک رسی کے ٹکڑے کے عوض بیچو۔

۴۳۳۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ

امام مسلم پانچ سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ باندی کے تین بار زنا کرنے تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑوں کی سزا بیان کی، اور چوتھی مرتبہ کے متعلق فرمایا: اس کو فروخت کردو۔

السَّرِيِّ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَنَّ ابْنَ إِسْحٰقَ قَالَ فِي حَدِيثِهِ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَلْدِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ ثَلَاثًا ثُمَّ لْيَبِعْهَا فِي الرَّابِعَةِ

۴۳۳۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصِنْ قَالَ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا ثُمَّ بِيعُوهَا وَلَوْ بِضَفِيرٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ لَا أَدْرِي أَبَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ وَقَالَ الْقَعْنَبِيُّ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَالضَّفِيرُ الْحَبْلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر شادی شدہ باندی کی سزا کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا اگر وہ زنا کرے تو اس کو کوڑے مارو اور اگر پھر زنا کرے تو اس کو پھر کوڑے مارو، اور اگر پھر زنا کرے تو اس کو پھر کوڑے لگاؤ، پھر اس کو بیچ ڈالو خواہ اس کو رسّی کے عوض فروخت کرنا پڑے ابن شہاب نے کہا پتا نہیں (فروخت کرنے کا) تیسری بار فرمایا تھا یا چوتھی بار۔ ایک روایت میں ہے کہ ضفیر کا معنی رسّی ہے۔

۴۳۳۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمَا وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ ابْنِ

حضرت ابوہریرہ اور زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باندی کی سزا کے متعلق پوچھا گیا اس کے بعد حسب سابق ہے اور اس میں ابن شہاب کے اس قول کا ذکر نہیں ہے کہ ضفیر کا معنی رسّی ہے۔

بِشِهَابٍ وَالضَّفِيرُ الْحَبْلُ ۔

۴۳۳۵ ۔ حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ وَالشَّكُّ فِي حَدِيثِهِمَا جَمِيعًا فِي بَيْعِهَا فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں ذکر کیں ان دونوں روایتوں میں تیسری بار یا چوتھی بار بیچنے میں شک کا ذکر ہے ۔

۴۳۳۶ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ خَطَبَ عَلِيٌّ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَقِيمُوا عَلَى أَرِقَّائِكُمُ الْحَدَّ مَنْ أَحْصَنَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَمْ يُحْصِنْ فَإِنَّ أَمَةً لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَنَتْ فَأَمَرَنِي أَنْ أَجْلِدَهَا فَإِذَا هِيَ حَدِيثُ عَهْدٍ بِنِفَاسٍ فَخَشِيتُ إِنْ أَنَا جَلَدْتُهَا أَنْ أَقْتُلَهَا فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحْسَنْتَ ۔

ابو عبد الرحمان کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! اپنے غلاموں اور باندیوں پر حد قائم کرو، خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک باندی نے زنا کیا تو آپ نے مجھے اس کو کوڑے مارنے کا حکم دیا تھا لیکن اس کے ہاں تازہ ولادت ہوئی تھی مجھے ڈر لگا کہ یہ کوڑے کھانے سے مر جائے گی، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا تم نے اچھا کیا۔

۴۳۳۷ ۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنِ السُّدِّيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ مَنْ أَحْصَنَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَمْ يُحْصِنْ وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ اُتْرُكْهَا حَتّٰى تَمَاثَلَ ۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے، اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی اور اس میں یہ زیادہ ہے کہ اس کو چھوڑ دو، حتیٰ کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔

قرآن اور سنت سے زنا کی حرمت کا بیان

اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام کر دیا ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے، اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے:

ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا۔ (اسراء: ۳۲)

اور زنا کے قریب مت جاؤ، بلاشبہ وہ بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے۔

والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا آخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذلک یلق اثاما۔ یضاعف لہ العذاب یوم القیامۃ ویخلد فیہ مھانا۔

(الفرقان: ۶۹-۶۸)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور اس جان کو قتل نہیں کرتے جس کے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے ماسوا حق کے حرام کر دیا ہے اور زنا نہیں کرتے اور جو ایسا کرے گا وہ (اپنے کیے کی) سزا پائے گا، قیامت کے دن اس کو دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ذلیل وخوار رہے گا۔

اسی طرح احادیث میں بھی زنا کو حرام فرمایا ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: (سب سے بڑا گناہ) یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے شریک ٹھہراؤ حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے، میں نے پوچھا اس کے بعد کون سا گناہ ہے؟ فرمایا یہ کہ تم اس خوف سے اپنے بچہ کو قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گا، میں نے پوچھا پھر کون سا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)۔

ابتداء اسلام میں زنا کی سزا یہ تھی کہ زنا کرنے والی شادی شدہ عورتوں کو تاحیات گھروں میں بند کر دیتے تھے اور کنواری لڑکیوں یا غیر شادی مردوں کو زنا کرنے پر زجر وتوبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کی جاتی تھی، اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے:

واللاتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ منکم فان شھدوا فامسکوھن فی البیوت حتی یتوفھن الموت او یجعل اللہ لھن سبیلا۔ واللذان یاتینھا منکم فاذوھما فان تابا واصلحا فاعرضوا عنھما ان اللہ کان توابا رحیما۔ (نساء: ۱۶-۱۵)

اور جو تمہاری عورتیں زنا کریں، تو ان پر چار مردوں کی گواہی طلب کرو، پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند کر دو تاوقتیکہ انہیں موت آجائے یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی راستہ بیان کر دے اور تم میں سے جو لوگ زنا کریں تو تم ان کو ڈانٹ ڈپٹ سے (اذیت پہنچاؤ) پس اگر وہ توبہ کر لیں اور ٹھیک ہو جائیں تو ان کو کچھ نہ کہو، بیشک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

پھر اس سزا کو منسوخ کر دیا گیا، کیونکہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے سیکھ لو مجھ سے سیکھ لو، اللہ تعالیٰ نے ان (زنا کرنے والوں) کا راستہ مقرر کر دیا ہے، اگر کنوارہ شخص کنواری لڑکی سے زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو۔ اور اگر شادی شدہ شخص شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو اس کو ایک سو کوڑے مارو ... اور رجم (سنگسار) کر دو۔ (صحیح مسلم وسنن ابو داؤد) اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید کا حکم سنت سے کیسے منسوخ کیا جائے گا؟ تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ فقہاء احناف اور حنابلہ کے نزدیک قرآن مجید کے

حکم کو سنت سے منسوخ کرنا جائز ہے کیونکہ تمام احکام اللہ کی جانب سے ہیں البتہ بعض احکام ہم تک وحی متلو (قرآن مجید) سے پہنچے ہیں اور بعض وحی غیر متلو (سنت) سے پہنچے ہیں۔ اور جو سنت سے قرآن مجید کے نسخ کو ناجائز کہتے ہیں ان کے نزدیک جواب یہ ہے کہ یہ نسخ نہیں ہے بلکہ قرآن مجید کی تفسیر اور اس کا بیان ہے کیونکہ نسخ اس کو کہتے ہیں کہ جو حکم بظاہر مطلقاً بیان کیا گیا ہو اس حکم کو ختم کر دیا جائے لیکن جو حکم کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو اور وہ شرط زائل ہو جائے تو اس کو نسخ نہیں کہتے اور یہاں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے گھروں میں بند رکھنے کے حکم کو ایک شرط کے ساتھ مشروط کیا ہے اور وہ ہے "تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے راستہ مقرر کر دے" اور سنت میں اس راستہ کا بیان کر دیا ہے لہٰذا یہ اس حکم موعود کا بیان ہے نسخ نہیں ہے، اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا نسخ سنت سے نہیں قرآن مجید سے ہوا ہے، کیونکہ کوڑے مارنے کا حکم قرآن مجید میں ہے اور رجم کا حکم پہلے قرآن مجید میں تھا لیکن اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی اور حکم اب بھی باقی ہے۔

زنا کا لغوی معنی

سید مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں: لغت میں زنا کا معنی کسی چیز پہ چڑھنا ہے اور اس کا شرعی معنی ہے "کسی ایسی مشتہاۃ فرج میں حشفہ کو داخل کرنا جس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو" علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے کہ وہ بغیر عقد شرعی کے کسی عورت سے وطی کرنا ہے۔ [۱]

فقہاء شافعیہ کے نزدیک زنا کی تعریف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: مرد اپنے حشفہ (سپاری) کو کسی ایسی فرج (اندام نہانی) میں داخل کر دے جو طبعاً مشتہیٰ ہو اور اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو تو اس وطی پہ حد واجب ہوتی ہے، اگر زانی محصن (شادی شدہ) ہو تو اس کی حد رجم ہے اور اس کے ساتھ اس کو کوڑے نہیں لگائے جائیں گے، اور اگر غیر محصن (غیر شادی شدہ) ہو تو اس کی حد کوڑے اور شہر بدر کرنا ہے اس میں مرد اور عورت برابر ہیں۔

محصن ہونے کی تین شرطیں ہیں: پہلی شرط مکلف ہونا ہے، اس لیے بچہ اور مجنون پر حد نہیں لگے گی لیکن ان کو زجر و توبیخ کی جائے گی، دوسری شرط ہے حریت پس غلام، مکاتب، ام ولد اور جس کا بعض حصہ غلام ہو محصن نہیں ہیں۔ اور تیسری شرط ہے نکاح صحیح ہونا۔ [۲]

فقہاء مالکیہ کے نزدیک زنا کی تعریف

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: علامہ ابن حاجب مالکی نے زنا کی یہ تعریف کی ہے "کسی ایسے فرد کی فرج میں عمداً وطی کرے جو اس کی ملک میں بالاتفاق نہ ہو" فرج کی قید سے وہ وطی خارج ہو گئی جو غیر فرج میں ہو، اور آدمی کی قید سے وہ وطی خارج ہو گئی جو جانور کے ساتھ وطی ہو کیونکہ جانور کے ساتھ وطی کرنے میں حد نہیں، تعزیر ہے۔ [۳]

---

[۱] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۱۰ ص ۱۶۵ مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، ۱۳۰۶ھ

[۲] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۰ ص ۸۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ۔

[۳] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۴۴۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک زنا کی تعریف

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اہل علم کا اس شخص کے زانی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو کسی ایسی عورت کی قبل (اندام نہانی) میں وطی کرے جو حرام ہو اور وطی کسی شبہ سے نہ ہو اور دبر (سرین) میں وطی کرنا بھی اس کی مثل زنا ہے کیونکہ یہ گویا اس عورت کی فرج (شرمگاہ) میں وطی کرنا ہے جو اس کی ملک میں نہیں ہے اور نہ ملکیت کا شبہ ہے، لہٰذا یہ قبل (اندام نہانی) میں وطی کی طرح ہے، نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واللاتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم (نساء: ۱۵) "تمہاری وہ عورتیں جو بے حیائی کا کام کرتی ہیں" اور دبر میں وطی کرنا بھی بے حیائی کا کام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کے متعلق فرمایا: اتاتون الفاحشۃ (اعراف ۸۰) "کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو؟" یعنی مرد مردوں کی دبر میں وطی کرتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ پہلے قوم لوط کے لوگ عورتوں کی دبر میں وطی کرتے تھے پھر مردوں کی دبر میں وطی کرنے لگے۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص مردہ عورت سے وطی کرے تو اس میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس پر حد ہے اور یہی امام اوزاعی کا قول ہے، کیونکہ اس نے آدم زاد کی فرج میں وطی کی ہے پس یہ زندہ عورت سے وطی کے مشابہ ہے، نیز اس لیے کہ یہ بہت عظیم گناہ ہے کیونکہ اس میں بے حیائی کے ارتکاب کے علاوہ مُردہ کی عزت کو بھی پامال کرنا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر حد نہیں ہے اور یہ حسن کا قول ہے، ابوبکر نے کہا میرا بھی یہی قول ہے مردہ سے وطی کرنا وطی نہ کرنے کی مثل ہے، کیونکہ اس پر شہوت نہیں آتی اور لوگ اس سے کراہت محسوس کرتے ہیں۔ اس لیے اس سے زجر کو مشروع کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور حد کو زجر کے لیے مشروع کیا گیا ہے ــــــ اور نابالغ لڑکی سے زنا کرنے کا حکم یہ ہے کہ اگر اس سے وطی کرنا ممکن ہو تو اس سے وطی کرنا زنا ہے اور اس سے وطی کرنے پر بالغہ سے وطی کی طرح حد واجب ہوگی۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے محرم سے نکاح کر لیا تو یہ نکاح بالاجماع باطل ہے، اور اگر اس سے وطی کر لی تو اکثر اہل علم کے قول کے مطابق اس پر حد واجب ہے، حسن، جابر بن زید، امام مالک، امام شافعی، امام ابویوسف، امام محمد، اسحاق، ابوایوب ابن ابی خیثمہ کا یہی قول ہے، امام ابوحنیفہ اور ثوری کا قول یہ ہے کہ اس پر حد نہیں ہے کیونکہ یہ ایسی وطی ہے جس (کے جواز) میں شبہ پیدا ہو گیا اس لیے اس وطی سے حد واجب نہیں ہوگی، جیسے کوئی شخص اپنی رضاعی بہن کو خرید کر اس سے وطی کر لے اور شبہ کا بیان یہ ہے کہ اس نے محرم سے نکاح کر لیا اور نکاح اباحت وطی کا سبب ہے (اور حضرت آدم کی شریعت میں محارم مثلاً بہن سے نکاح جائز تھا) اس شبہ کی وجہ سے اس پر حد لازم نہیں ہوگی۔ (لیکن ایسے شخص کو تعزیراً قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ ایک شخص نے اپنی سوتیلی ماں سے شادی کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ (یعنی اس پر حد جاری نہیں کی) نیز حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص محرم سے وطی کرے اس کو قتل کر دو۔ جامع ترمذی ص ۲۳۱ مطبوعہ نور محمد کراچی۔ اور یہی امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس پر حد واجب ہے، کیونکہ اس نے ایسی عورت کے ساتھ وطی کی ہے جس کے حرام ہونے پر اجماع ہے اور اس میں ملکیت کا کوئی شبہ نہیں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر حد نہیں ہے جیسا کہ جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، اور سنن ابن ماجہ میں

ہے۔ حضرت براء کہتے ہیں میری اپنے چچا سے ملاقات ہوئی درآں حالیکہ ان کے ہاتھ میں جھنڈا تھا۔ میں نے کہا کہاں جا رہے ہیں انہوں نے کہا ایک شخص نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس کی بیوی سے نکاح کر لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی گردن مارنے اور اس کا مال ضبط کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ نیز جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص محرم سے وطی کرے اس کو قتل کر دو۔" علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ امام احمد کا یہ قول راجح ہے کیونکہ یہ حدیث کے مطابق ہے نیز علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ جو شخص بغیر نکاح کے محرم سے زنا کرے اس میں بھی وہی اختلاف ہے جو نکاح کے بعد وطی کرنے میں اختلاف ہے۔ [1]

فقہاء احناف کے نزدیک زنا کی تعریف

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی کہتے ہیں جو شخص دارالعدل میں احکام اسلام کا التزام کرنے کے بعد اپنے اختیار سے زندہ مشتہاۃ عورت کی قُبُل (اندام نہانی) میں وطی حرام کرے درآں حالیکہ وہ قُبُل حقیقتاً ملکیت اور ملکیت کے شبہ اور حق ملک اور حقیقتاً نکاح اور شبہ نکاح اور نکاح اور ملک کے موضع اشتباہ کے شبہ سے خالی ہو [2] علامہ ابن ہمام نے بھی یہی تعریف کی ہے۔ [3]

اس تعریف کی قیود کی وضاحت حسب ذیل ہے:

وطی: عورت کی اندام نہانی میں بقدر سپاری آلہ تناسل کو داخل کرنا پس جس وطی سے حد واجب ہو گی اس میں بقدر سپاری داخل ضروری ہے اور اس سے کم میں حد واجب نہیں ہو گی۔

حرام: کسی مکلف شخص نے اجنبی عورت سے وطی کی ہو تو اس کو حرام کہا جائے گا، اگرچہ بچہ یا مجنون نے وطی کی تو اس پر حرام کا حکم نہیں لگے گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تین شخصوں سے قلم تکلیف اٹھا لیا گیا، بچے سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے، سوئے ہوئے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے اور مجنون سے حتیٰ کہ وہ ٹھیک ہو جائے اس حدیث کو امام ترمذی [4] اور امام ابو داؤد [5] نے روایت کیا ہے۔

قُبُل: عورت کی اندام نہانی کو کہتے ہیں اس قید کی وجہ سے مرد یا عورت کی دُبُر (سرین) میں وطی امام ابو حنیفہ کے نزدیک زنا کی تعریف سے خارج ہو گئی، اس کے برخلاف امام ابو یوسف، امام محمد اور فقہاء شافعیہ، فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنبلیہ عورت کی دُبُر میں وطی کو بھی زنا قرار دیتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ دُبُر میں وطی کو لواطت کہتے ہیں اور اس کی حد میں صحابہ کا اختلاف تھا اگر یہ زنا ہوتا تو اختلاف نہ ہوتا، نیز زنا اس لیے حرام ہے کہ اس سے نسب مشتبہ ہوتا ہے اور بچہ ضائع ہوتا ہے اور لواطت میں صرف نطفہ ضائع ہوتا ہے جیسا کہ عزل میں ہے۔

عورت: اس قید کی وجہ سے جانور کے ساتھ وطی زنا کی تعریف سے خارج ہو گئی، کیونکہ یہ ایک نادر چیز ہے اور طبیعت سلیمہ اس سے نفرت کرتی ہے۔

زندہ: اس قید کی وجہ سے مُردہ کے ساتھ وطی زنا کی تعریف سے خارج ہو گئی، کیونکہ یہ بھی ایک نادر امر ہے اور طبیعت سلیمہ اس سے نفرت کرتی ہے۔

مشتہاۃ: یعنی اس عورت سے وطی کی جائے جس پر شہوت آتی ہو اتنی چھوٹی لڑکی جس پر شہوت نہ آتی ہو اس سے وطی کرنا زنا نہیں ہے (ہر چند کہ اتنی چھوٹی لڑکی سے وطی کرنے والے پر تعزیر ہو گی)۔

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۵۵-۵۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] ملک العلماء علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷ ص ۳۳ مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر ج ۵ ص ۳۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۴۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۴۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

حالتِ اختیار: یعنی وطی کرنے والے کو اختیار ہو، اسی طرح حد کے وجوب کے لیے وطی کرانے والی عورت کا مختار ہونا بھی ضروری ہے، اس لیے مکرَہ (جس پر جبر کیا گیا ہو) پر حد نہیں ہے، کیونکہ حافظ الہیثمی نے امام طبرانی کی متعدد اسانید کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی ہے: حضرت عقبہ بن عامر، حضرت عمران بن حصین، حضرت ثوبان، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت سے خطاء، نسیان اور جس کام پر جبر کیا گیا ہو (کے گناہ کو) اٹھا لیا گیا۔ [1]

اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ اگر عورت پر جبر کر کے اس کے ساتھ وطی کی جائے تو اس پر حد نہیں ہے، لیکن مرد میں اختلاف ہے۔ امام شافعی اور محققین مالکیہ کے نزدیک اگر مرد پر جبر کر کے اس سے وطی کرائی جائے تو اس پر حد ہے نہ تعزیر۔ فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس پر حد لگائی جائے گی، کیونکہ اس کے آلہ کا منتشر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اکراہ نہیں ہے اور وہ اپنے اختیار سے وطی کر رہا ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک مرد پر بھی حد نہیں ہے کیونکہ انتشار اس کے مرد ہونے کی دلیل ہے اختیار کی دلیل نہیں ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی یہی نظریہ ہے۔

دارالعدل: دارالعدل سے مراد دارالاسلام ہے کیونکہ دارالحرب اور دارالکفر میں قاضی کو حد جاری کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص دارالحرب میں یا دارالکفر میں زنا کرے گا تو بھی وہ اسلامی سزا سو کوڑوں یا رجم کا مستحق ہے، لیکن چونکہ قاضی اسلام، دارالکفر یا دارالحرب میں اسلامی سزائیں نافذ کرنے پر قادر نہیں ہے اس لیے اس پر حد جاری نہیں ہوگی، دارالکفر میں بھی زانی سزا کا مستحق ہے اور اس کا یہ فعل گناہ ہے جیسا کہ سود، چوری، ڈاکہ، قتل اور دیگر جرائم دارالکفر اور دارالحرب میں ناجائز اور گناہ ہیں، اسی طرح زنا بھی وہاں ناجائز اور گناہ ہے۔

احکام اسلام کا التزام: اس قید کی وجہ سے حربی مستامن خارج ہے، کیونکہ اس نے احکام اسلام کا التزام نہیں کیا، مسلمان اور ذمی اگر زنا کریں گے تو ان پر حد جاری کی جائے گی۔

حقیقتِ ملک سے خالی ہونا: اگر کسی شخص نے ایسی باندی سے وطی کر لی جو مشترکہ ہے اس کی اور کسی کی ملکیت میں ہے یا اس نے ایسی باندی سے وطی کی جو اس کی محرم تھی تو چونکہ وہ حقیقۃً اس کی ملکیت میں تھی اس لیے اس کا یہ فعل ہر چند کہ ناجائز ہے لیکن زنا نہیں ہے اور اس پر حد نہیں ہے۔

حقیقتِ نکاح سے خالی ہونا: اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے حالتِ حیض یا نفاس میں وطی کر لی یا روزہ دار یا محرمہ بیوی سے وطی کر لی یا ایلاء یا ظہار کے بعد وطی کر لی تو ہر چند کہ یہ فعل گناہ ہے لیکن زنا نہیں ہے۔ کیونکہ عورت حقیقۃً اس کے نکاح میں موجود ہے۔

شبہ ملک سے خالی ہونا: جب ملک یا نکاح میں شبہ ہو جائے تو حد نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ادرؤا الحدود بالشبہات [2] "شبہات کی بناء پر حدود ساقط کر دو" مثلاً اگر کسی شخص نے بیٹے کی باندی سے وطی کر لی تو اس پر حد نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کو یہ شبہ ہوا ہو کہ بیٹے کے مال کا میں مالک ہوں۔ امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میرا مال بھی ہے اور اولاد بھی اور میرا باپ میرا مال ہڑپ کرنا چاہتا ہے آپ نے فرمایا: انت و مالک لابیک "تو اور تیرا مال تیرے باپ کی ملکیت ہے" [3]۔ اسی طرح مکاتب کی باندی سے وطی کرنا بھی زنا نہیں ہے، کیونکہ مکاتب جب تک پوری رقم ادا نہ کرے مالک کا غلام ہے سو اس کی باندی بھی اس کی ملکیت ہے۔

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۰، مطبوعہ دارالکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۴۴ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۶۵ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

شبہ نکاح سے خالی ہونا: یعنی عقد نکاح میں شبہ نہ ہو، مثلاً کسی شخص نے بغیر ولی یا بغیر گواہ کے نکاح کر کے وطی کر لی، نکاح متعہ کر کے وطی کر لی تو اس کا یہ فعل زنا نہیں ہے خواہ وہ اس نکاح کے عدم جواز کا اعتقاد رکھتا ہو کیونکہ اس نکاح کے جواز اور عدم جواز میں علماء کے اختلاف کی وجہ سے اس نکاح میں شبہ آ گیا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے نسبی، رضاعی یا سسرال کے رشتہ سے کسی محرم سے نکاح کر لیا یا دو بہنوں کو نکاح میں جمع کر لیا یا کسی عورت سے اس کی عدت میں نکاح کر لیا اور اس عقد نکاح کی وجہ سے وطی کر لی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں ہوگی خواہ اس کو نکاح کی حرمت کا علم ہو کیونکہ اس وطی میں اس کو شبہ لاحق ہو گیا ہے لہٰذا یہ وطی زنا نہیں ہے البتہ اس پر تعزیر ہے۔

فقہاء مالکیہ، فقہاء شافعیہ، فقہاء حنبلیہ، امام ابویوسف اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ جو وطی ابداً حرام ہو اس سے حد لازم آتی ہے اور یہ نکاح باطل ہے اور اس کے شبہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ البتہ جو وطی ابداً حرام نہ ہو جیسے بیوی کی بہن یا جس نکاح میں اختلاف ہو جیسے بغیر ولی یا بغیر گواہوں کے نکاح، اس وطی کی وجہ سے حد لازم نہیں آتی۔

امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کے درمیان منشاء اختلاف یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب نکاح کا اہل شخص اس محل میں نکاح کرے جو مقاصد نکاح کے قابل ہو تو وہ نکاح وجوب حد سے مانع ہے خواہ وہ نکاح حلال ہو یا حرام اور خواہ وہ تحریم متفق علیہ ہو یا مختلف فیہ اور خواہ اس کو حرمت کا علم ہو یا نہ ہو۔ جمہور فقہاء اور صاحبین کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اس عورت سے نکاح کرے جس سے نکاح کرنا ابداً حرام ہو یا اس کی تحریم پر اتفاق ہو تو اس نکاح سے وطی پر حد لازم آتی ہے اور اگر وہ نکاح ابداً حرام نہ ہو یا اس کی حرمت میں اختلاف ہو تو پھر اس نکاح سے وطی پر حد لازم نہیں آتی۔

(بدائع صنائع ج ۷ ص ۳۵، مغنی المحتاج ج ۴ ص ۱۴۵، المہذب ج ۲ ص ۲۶۸، المیزان الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۷، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۳ ص ۳۵۱، المغنی ج ۸ ص ۱۸۲، الفروق ج ۴ ص ۱۷۴، رحمۃ الامۃ ج ۲ ص ۱۳۶)

حد زنا کی شرائط: حد زنا جاری کرنے کے لیے جن شرائط پر فقہاء کا اتفاق ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) زنا کرنے والا بالغ ہو، نابالغ پر بالاتفاق حد جاری نہیں ہوتی۔

(۲) زنا کرنے والا عاقل ہو۔ پاگل اور مجنون پر بالاتفاق حد جاری نہیں ہوتی۔

(۳) جمہور فقہاء کے نزدیک زانی کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے، شادی شدہ کافر پر فقہاء حنفیہ کے نزدیک حد جاری نہیں ہوتی، البتہ اس کو کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ فقہاء شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک زنا اور شراب نوشی کی کافر پر کوئی حد نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ کا حق ہے اور اس نے حقوق الٰہیہ کا التزام نہیں کیا، فقہاء مالکیہ کے نزدیک اگر کافر نے کافرہ کے ساتھ زنا کیا تو اس پر حد نہیں ہے، البتہ تادیباً اس کو سزا دی جائے گی اور اگر اس نے مسلمان عورت سے جبراً زنا کیا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اگر باہمی رضامندی سے زنا کیا تو عبرتناک سزا دی جائے گی۔

(۴) زانی مختار ہو اگر اس پر جبر کیا گیا ہے تو جمہور کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے اور فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس پر حد ہے اور اگر عورت پر جبر کیا گیا تو اس پر بالاتفاق حد نہیں ہے۔

(۵) عورت سے زنا کرے، اگر جانور سے وطی کی ہے تو مذاہب اربعہ میں بالاتفاق اس پر حد نہیں ہے البتہ

تعزیر ہے اور جمہور کے نزدیک جانور کو بالاتفاق قتل نہیں کیا جائے گا اور اس کو کھانا جائز ہے۔ فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس کا کھانا حرام ہے۔

(۶) ایسی لڑکی سے زنا کیا ہو جس کے ساتھ عادۃً وطی ہو سکتی ہو اگر بہت چھوٹی لڑکی سے زنا کیا ہے تو اس پر حد نہیں ہے۔ نابالغ لڑکی پر حد نہیں ہوتی۔

(۷) زنا کرنے میں کوئی شبہ نہ ہو اگر اس نے کسی اجنبی عورت کو یہ گمان کیا کہ اس کی بیوی یا باندی ہے، اور زنا کر لیا تو جمہور کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر حد ہے، جس عقد نکاح کے جواز یا عدم جواز میں اختلاف ہو اس نکاح کے بعد وطی کرنے پر حد نہیں ہے، مثلاً بغیر ولی یا بغیر گواہوں کے نکاح ہو اور جو نکاح بالاتفاق ناجائز ہے جیسے محارم سے نکاح یا دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس نکاح کے بعد وطی کرنے پر حد نہیں ہے اور جمہور کے نزدیک حد ہے۔

(۸) اس کو زنا کی حرمت کا علم ہو اگر وہ جہل کا دعویٰ کرے اور اس سے جہل متصور ہو تو اس میں فقہاء مالکیہ کے دو قول ہیں۔

(۹) عورت غیر حربی ہو اگر وہ حربیہ ہے تو اس میں فقہاء مالکیہ کے دو قول ہیں۔

(۱۰) عورت زندہ ہو اگر وہ مردہ ہے تو اس سے وطی کرنے پر جمہور کے نزدیک حد نہیں ہے اور فقہاء مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس پر حد ہے۔

(۱۱) مرد کا حشفہ (آلہ تناسل کا سر) عورت کی قُبُل (اندام نہانی) میں غائب ہو جائے اگر عورت کی دُبُر میں وطی کرے تو جمہور کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے، اسی طرح لواطت (اغلام) پر بھی حد نہیں ہے، اگر اجنبی عورت کے پیٹ یا رانوں سے لذت حاصل کی تو اس پر بھی تعزیر ہے۔

(۱۲) زنا دار الاسلام میں کیا جائے، دار الکفر یا دار الحرب میں زنا کرنے پر حد نہیں ہے، کیونکہ قاضی اسلام کو وہاں حد جاری کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ [۱]

احصان کی تحقیق

فقہاء اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر زانی محصن (شادی شدہ) ہو تو اس کو رجم کیا جائے گا خواہ مرد ہو یا عورت اور اگر وہ غیر محصن ہے تو اس کو کوڑے مارے جائیں گے اس لیے احصان کا معنی سمجھنا ضروری ہے۔

سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی لکھتے ہیں: احصان کا اصل میں معنی ہے منع کرنا، عورت اسلام، پاکدامنی، حریت اور نکاح سے محصنہ ہوتی ہے، جوہری نے ثعلب سے نقل کیا ہے ہر پاک دامن عورت محصنہ ہے اور ہر شادی شدہ عورت محصنہ ہے۔ حاملہ عورت کو بھی محصنہ کہتے ہیں کیونکہ حمل نے اس کو دخول سے ممنوع کر دیا۔ مرد جب شادی شدہ ہو تو محصن ہے۔ حضرت ابن مسعود نے "فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ" الخ کی تفسیر میں کہا باندی کا احصان اس کا مسلمان ہونا ہے، حضرت ابن عباس نے کہا باندی کا احصان اس کا شادی شدہ ہونا ہے۔ زجاج نے محصنین غیر مسافحین کی تفسیر

---

[۱] الدکتور وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۶ ص ۳۸ - ۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۵ھ

میں کہا مرد کا احصان اس کا شادی شدہ ہونا اور پاک دامن (غیر زانی) ہونا ہے اور فرج کا احصان، زنا سے رکنا ہے اور احصنت فرجہا کا معنی پاکدامن رہنا اور زنا سے باز رہنا ہے اور والمحصنت من النساء کا معنی شادی شدہ خواتین ہے۔ [1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ حد زنا میں جو احصان معتبر ہے اس کی سات شرائط ہیں:

(۱) خاوند نے بیوی کی قبل میں وطی کی ہو، اس شرط میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الثیب بالثیب الجلد والرجم "اگر شادی شدہ، شادی شدہ سے زنا کرے تو اس کو کوڑے مارو اور رجم کردو۔" اور ثیابت (شادی شدہ ہونا) قبل میں وطی سے حاصل ہوتی ہے، کیونکہ اس کے بغیر عورت بکارت (کنواری ہونے) سے نہیں نکلتی اور ثیبہ نہیں ہوتی۔

(۲) مرد یا عورت نکاح میں ہوں کیونکہ نکاح کو احصان کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: والمحصنات من النساء (نساء: ۲۴) "شادی شدہ عورتیں" اور اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ زنا یا وطی بالشبہۃ سے کوئی شخص محصن نہیں ہوتا اور نہ ہی باندی کے ساتھ وطی کرنے سے کوئی محصن ہوتا ہے۔

(۳) نکاح صحیح ہو۔ یہ شرط اکثر اہل علم کے نزدیک ہے۔ قتادہ، عطاء، امام مالک، امام شافعی اور اصحاب رائے (فقہاء احناف) کا یہی قول ہے، البتہ ابو ثور نے یہ کہا ہے کہ نکاح فاسد سے بھی احصان حاصل ہو جاتا ہے، لیث اور اوزاعی سے بھی یہی منقول ہے۔

(۴) حریت، ابو ثور کے علاوہ تمام فقہاء کے نزدیک حریت شرط ہے اس لیے باندی یا غلام محصن نہیں ہیں، جمہور کی دلیل یہ آیت ہے: فان اتین بفاحشۃ فعلیھن نصف ما علی المحصنات من العذاب (نساء: ۲۵) "اگر باندیاں زنا کریں تو ان کو آزاد عورتوں کی نصف سزا دی جائے گی" اس آیت میں محصنہ کا اطلاق باندیوں کے مقابلہ میں آزاد عورتوں پر کیا گیا ہے۔

(۵-۶) عقل اور بلوغ۔ اگر بچہ وطی کرے اور پھر بڑا ہو جائے یا مجنون وطی کرے اور پھر ٹھیک ہو جائے تو وہ محصن نہیں ہوگا۔

(۷) مرد اور عورت دونوں میں کمال پایا جائے پس آزاد عاقل بالغ مرد، آزاد عاقلہ بالغہ عورت سے وطی کرے تو احصان ثابت ہوگا۔ یہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک شرط ہے، امام مالک کہتے ہیں اگر ان دونوں میں سے ایک بھی کامل ہو تو احصان ثابت ہو جائے گا البتہ اگر بچہ بڑی عورت سے وطی کرے تو اس عورت کا احصان ثابت نہیں ہوگا۔ امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول ہماری مثل ہے اور ایک قول امام مالک کی مثل ہے۔ [2]

علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں جو احصان رجم میں معتبر ہے اس کی سات شرائط ہیں (۱) عقل (۲) بلوغ (۳) حریت (۴) اسلام (۵) نکاح صحیح (۶) خاوند اور بیوی دونوں کا ان صفات پر ہونا۔ (۷) نکاح صحیح کے بعد خاوند کا بیوی

---

[1] سید محمد مرتضیٰ زبیدی حسینی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۱۷۹، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۱۲۵-۱۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

سے وطی کرنا۔ لہٰذا بچہ، مجنون، غلام، کافر، نکاح فاسد، عدم وطی اور زوجین کے ان صفات پر نہ ہونے سے احصان ثابت نہیں ہوگا۔ [۱]

زانی کو کوڑے مارنے کے بعد شہر بدر کرنے میں مذاہب فقہاء

اگر زانی مرد یا زانیہ عورت محصن نہ ہو تو قرآن مجید میں اس کی سزا سو کوڑے مارنا بیان فرمائی ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة۔ (نور: ۲)

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد ان میں سے ہر ایک کے سو کوڑے مارو۔

بعض احادیث میں سو کوڑے مارنے کے علاوہ ایک سال کے لیے شہر بدر کرنے کا بھی حکم ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث نمبر ۴۳۰۱ میں ہے۔ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا غیر شادی شدہ زنا کی حد میں سو کوڑوں کے علاوہ شہر بدر کرنا بھی داخل ہے یا نہیں؟

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ غیر شادی شدہ کے زنا کرنے کی حد میں جمہور کا یہ نظریہ ہے کہ اس کو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لیے شہر بدر بھی کیا جائے۔ خلفاء راشدین سے بھی یہی مروی ہے، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی یہی منقول ہے، فقہاء تابعین میں سے عطاء، طاؤس، ثوری ابن ابی لیلیٰ اور ابو ثور کا بھی یہی نظریہ ہے امام شافعی اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے اور یہی امام احمد کا مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد بن حسن یہ کہتے ہیں ——— کہ شہر بدر کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان دونوں کو شہر بدر کرنا انہیں فتنہ میں ڈالنے کے لیے کافی ہے۔ اور ابن مسیب سے یہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ربیعہ بن امیہ بن خلف کو شراب نوشی کی بناء پر خیبر میں جلا وطن کر دیا۔ وہ ہرقل کے پاس جا کر نصرانی ہو گیا تب حضرت عمر نے فرمایا: اس کے بعد میں کبھی کسی کو شہر بدر نہیں کروں گا، نیز اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف کوڑے لگانے کا حکم دیا ہے اگر شہر بدر کرنے کو واجب قرار دیا جائے تو نص قرآن پر زیادتی لازم آئے گی۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی نے جمہور کے موقف پر ان احادیث سے استدلال کیا ہے جن کا ذکر صحیح مسلم کے اس باب میں آ گیا ہے۔ [۲]

زانی اور زانیہ کو شہر بدر کرنے میں فقہاء احناف کا موقف اور دلائل

علامہ ابو الحسن مرغینانی حنفی صاحب ہدایہ لکھتے ہیں: غیر شادی شدہ کی حد میں کوڑوں اور شہر بدر کرنے کو جمع نہیں کیا جائے گا امام شافعی حد میں ان دونوں سزاؤں کو جمع کرتے ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: البكر بالبكر جلد مائة وتغريب عام۔ (صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی) "کنوارہ کنواری کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو" نیز اس سے زنا کا دروازہ بند ہو جائے گا، کیونکہ دوسرے شہر میں ان کے جان پہچان والے کم ہوں گے

---

[۱] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۳۸، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ

[۲] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۱۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فاجلدوا "پس کوڑے مارو" اللہ تعالیٰ نے کل سزا سو کوڑے بیان کی ہے اور اس کے علاوہ کنوارے شخص کی اور کوئی سزا بیان نہیں کی پس اگر ایک سال شہر بدر کرنے کو زنا کی حد کا جز قرار دیا جائے تو اخبار آحاد سے نص قرآن پر زیادتی لازم آئے گی اور یہ جائز نہیں ہے اس کے برخلاف شادی شدہ کو رجم کرنا اخبار آحاد سے نہیں بلکہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور احادیث متواترہ سے قرآن مجید کے عام کو خاص کرنا جائز ہے اس لیے یہ کہا جائے گا کہ قرآن مجید میں الزانی سے مراد کنوارہ زانی ہے اور کوڑے مارنے کا حکم کنواروں کے بارے میں ہے اور شادی شدہ زانی کی سزا یعنی اس کو رجم کرنا احادیث متواترہ سے ثابت ہے جیسا کہ عنقریب اس کی وضاحت کی جائے گی۔ (سعیدی غفرلہ)۔

علامہ مرغینانی لکھتے ہیں: زانی کو شہر بدر کرنا زنا کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے کیونکہ اپنے شہر میں تو خاندان والوں سے حیا آئے گی اور دوسرے شہر میں اس کو زنا کرنے سے کوئی حجاب نہیں ہوگا۔ نیز دوسرے شہر میں اس کے کھانے پینے، رہائش، کپڑوں اور علاج معالجہ کی ضروریات کا کوئی کفیل نہیں ہوگا اس وجہ سے یہ خطرہ ہے کہ شہر بدر کی ہوئی عورتیں اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے زنا کو کسب معاش بنالیں اور یہ زنا کی بدترین قسم ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: فتنہ میں مبتلا کرنے کے لیے شہر بدر کرنا کافی ہے اور جس حدیث میں کنوارے کی حد میں کوڑوں اور شہر بدر کرنے کو جمع کیا ہے وہ اسی طرح منسوخ ہے جس طرح اس حدیث کا وہ حصہ منسوخ ہے جس میں شادی شدہ کی حد میں رجم اور کوڑوں کو جمع کیا گیا ہے، کیونکہ پوری حدیث اس طرح ہے کنوارہ کنواری کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو۔ اور شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور پتھروں سے رجم کر دو (صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد)۔

علامہ ابوالحسن کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ جس حدیث میں کوڑے مارنے کے ساتھ شہر بدر کرنے کا حکم ہے اسی حدیث میں رجم کے ساتھ کوڑے مارنے کا بھی ذکر ہے اور جب جمہور فقہاء باوجود اس حدیث کے رجم کی سزا کے ساتھ کوڑے مارنے کا اضافہ نہیں کرتے تو کنوارے کی سزا میں کوڑے مارنے کے ساتھ شہر بدر کرنے کا اضافہ کیوں کرتے ہیں یہ صراحۃً ترجیح بلا مرجح ہے بلکہ ترجیح بالمرجوح ہے کیونکہ اس سے قرآن مجید کی ذکر کردہ حد پر زیادتی لازم آتی ہے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی زیر بحث حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: شادی شدہ کی حد میں رجم کے ساتھ کوڑوں کو جمع کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ ایک جماعت نے کہا ان کو جمع کرنا واجب ہے پہلے کوڑے لگائے جائیں پھر رجم کیا جائے، حضرت علی، حسن بصری، اسحاق بن راہویہ، داؤد اہل ظاہر اور بعض اصحاب شافعی کا یہی قول ہے اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ صرف رجم کرنا واجب ہے۔ قاضی عیاض نے بعض محدثین سے نقل کیا ہے جب شادی شدہ زانی بوڑھا ہو تو کوڑے لگا کر رجم کیا جائے اور اگر جوان ہو تو صرف رجم کیا جائے یہ مذہب باطل اور بے اصل ہے اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ احادیث کثیرہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ کو صرف رجم کرنے پر اقتصار کیا جیسا کہ حضرت ماعز اور غامدیہ کے قصہ سے ظاہر ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۵ مطبوعہ نور محمد) ___ نیز احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر شادی شدہ کو صرف کوڑے مارے اور شہر بدر نہیں کیا اور کثیر آثار صحابہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ عنقریب واضح کریں گے۔ ___ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی (صاحب ہدایہ) لکھتے ہیں: ہاں اگر امام کے نزدیک شہر بدر کرنے میں مصلحت ہو تو

وہ جس قدر عرصہ مناسب سمجھے شہر بدر کر سکتا ہے ، یہ تعزیر اور سیاست ہے کیونکہ بعض اوقات اس کا فائدہ ہوتا ہے اس لیے یہ امر امام کی رائے پر موقوف ہے اور بعض صحابہ سے جو شہر بدر کرنے کی روایت ہے وہ بھی تعزیر اور سیاست پر محمول ہے ۔ لہ

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات اور فقہاء احناف کے دلائل

ائمہ ثلاثہ نے شہر بدر کرنے کی جن روایات سے استدلال کیا ہے وہ صرف تین صحابہ کی روایات ہیں ، حضرت عبادہ بن صامت ، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہم اور جو روایت صرف تین صحابہ سے مروی ہو وہ خبر متواتر یا خبر مشہور نہیں ہے صرف خبر واحد ہے ۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ احادیث خبر مشہور ہیں تو زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی غیر شادی شدہ زانی کو شہر بدر کیا یا شہر بدر کرنے کا حکم دیا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل بطور حد کیا ہو بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے یہ فعل بطور تعزیر کیا ہو لہٰذا ان احادیث سے شہر بدر کرنے کا حد ہونا ثابت نہیں ہوا ۔

غیر شادی شدہ زانی کو صرف کوڑے مارنے کے ثبوت میں احادیث

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں :

عن سهل بن سعد عن النبي صلى الله عليه وسلم ان رجلا اتاه فاقر عنده انه زنى بامرأة سماها ، فبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم الى المرأة فسألها عن ذلك فانكرت ان تكون زنت فجلده الحد وتركها . ٢ه

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آکر یہ اقرار کیا کہ اس نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا ہے جس کا اس نے نام بھی لیا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے پاس کسی شخص کو بھیج کر اس سے اس کے متعلق پوچھا اس عورت نے زنا کرنے سے انکار کیا تو آپ نے اس شخص کو کوڑے مارے اور اس عورت کو چھوڑ دیا ۔

عن ابن عباس ان رجلا من بكر بن ليث اتى النبي صلى الله عليه وسلم فاقر انه زنى بامرأة اربع مرات فجلده مائة وكان بكرا ، ثم سأله البينة على المرأة فقالت: كذب والله يا رسول الله ! فجلده حد الفرية ثمانين . ٣ه

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو بکر بن لیث کا ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے چار بار یہ اقرار کیا کہ اس نے ایک عورت سے زنا کیا ہے ، آپ نے اس کو سو کوڑے لگائے پھر آپ نے فرمایا : اس عورت کے خلاف گواہ لاؤ ، عورت نے کہا خدا کی قسم یا رسول اللہ ! یہ شخص جھوٹا ہے ، پھر آپ

لہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ ھ ، ہدایہ اولین ص ۴۹۳ - ۴۹۲ ، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

۲ہ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ ھ ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۵۷ ، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ، ۱۴۰۵ھ

۳ہ ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۵۷ ،

نے اس کو اسی کوڑے حد قذف لگائی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة، وزید بن خالد رضی الله عنهما، قالا: سئل النبی صلی الله علیه وسلم عن الامة اذا زنت ولم تحصن؟ قال اذا زنت فاجلدوها، ثم ان زنت فاجلدوها، ثم ان زنت فاجلدوها ثم بیعوها ولو بضفیر۔[1]

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا گیا کہ اگر غیر شادی باندی زنا کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا جب وہ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو، اور اگر پھر زنا کرے تو پھر کوڑے مارو اور اگر پھر زنا کرے تو پھر کوڑے مارو پھر اس کو بیچ دو خواہ رسی کے ایک ٹکڑے کے عوض بیچنا پڑے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے[2] اور امام حمیدی نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔[3]

ان تینوں احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر محصن کو حد میں سو کوڑے مارنے یا سو کوڑے مارنے کا حکم دیا اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا نہ شہر بدر کرنے کا حکم دیا اس لیے جن احادیث میں شہر بدر کرنے کا حکم ہے وہ سیاست پر محمول ہیں۔

غیر شادی شدہ زانی کو صرف کوڑے مارنے کے ثبوت میں آثار صحابہ و فتاویٰ تابعین

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن جریج عن عبد الله بن عمر ان ابا بکر بن امیة بن خلف غرب فی الخمر الی خیبر فلحق بهرقل قال: فتنصر، فقال عمر: لا اغرب مسلما بعده ابدا وعن ابراهیم ان علیا قال، حسبهم من الفتنة ان ینفوا۔[4]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر بن امیہ بن خلف کو شراب کی سزا میں خیبر کی طرف شہر بدر کیا گیا وہ ہرقل کے پاس جا کر نصرانی ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب میں کبھی کسی مسلمان کو شہر بدر نہیں کروں گا۔ ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا ان کو فتنہ میں مبتلا کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ ان کو شہر بدر کر دیا جائے۔

امام محمد روایت کرتے ہیں:

عن ابراهیم قال: کفی بالنفی فتنة۔ قال

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ فتنہ میں مبتلا کرنے کے

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام عبداللہ بن زبیر حمیدی متوفی ۲۱۹ھ، المسند ج ۲ ص ۳۵۵، مطبوعہ عالم الکتب بیروت

[4] امام عبداللہ بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷ ص ۳۱۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

محمد فقلت لابی حنیفة: ما یعنی ابراهیم بقوله: کفی بالنفی فتنة؟ ای لا ینفی؟ قال: نعم قال محمد وهذا قول ابی حنیفة وقولنا، ناخذ بقول علی بن ابی طالب رضی الله تعالیٰ عنه۔ [1]

لیے شہر بدر کرنا کافی ہے، امام محمد نے امام ابوحنیفہ سے کہا ابراہیم کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ فتنہ میں مبتلاً کرنے کے لیے شہر بدر کرنا کافی ہے؟ کیا شہر بدر نہ کیا جائے؟ فرمایا ہاں! امام محمد کہتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور یہی ہمارا قول ہے، ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کرتے ہیں۔

ان آثار سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی آخری رائے یہی تھی کہ غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کی حد صرف کوڑے مارنا ہے اور ان کو شہر بدر کرنا حد کا جز اور حصہ نہیں ہے۔

غیر شادی شدہ زانی کو شہر بدر کرنے اور نہ کرنے کی متعارض روایات میں تطبیق

بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر شادی شدہ زانی کو کوڑے مارنے کے علاوہ ایک سال کے لیے شہر بدر کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالے سے گذر چکا ہے اور بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے غیر شادی شدہ زانی کی حد صرف سو کوڑے بیان فرمائی ہے اور عملاً بھی صرف سو کوڑوں کی سزا دی ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور سنن ابوداؤد کے حوالوں سے گذر چکا ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص حنفی رحمہ اللہ ان احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شروع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر شادی شدہ زانی کو ایک سال کے لیے شہر بدر کرنا مناسب خیال کیا کیونکہ لوگ زمانہ جاہلیت کی بری عادتوں سے ابھی تازہ تازہ الگ ہوئے تھے۔ اس لیے ان کی اس عادت کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے سو کوڑے لگانے کے بعد ایک سال کے لیے شہر بدر کرنے کو بھی آپ نے مناسب سمجھا جس طرح شراب کی حرمت کے وقت شروع میں آپ نے شراب کے مشکوں اور برتنوں کو بھی توڑنے کا حکم دے دیا تھا کیونکہ اس وقت برائی کا قلع قمع کرنے کے لیے یہ ضروری تھا۔ [2]

شہر بدر کرنے کے حد نہ ہونے پر دلیل

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے حکم حاصل کرو، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سبیل مقرر کر دی ہے اور یہ کوڑے مارنے کے حکم نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے، کیونکہ اگر آیت اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے نازل ہوتی تو زانیوں کے لیے یہ سبیل اس آیت سے ماخوذ ہوتی جبکہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سبیل کے سلسلہ میں آپ پر کوئی وحی خفی نازل ہوئی تھی کیونکہ اگر قرآن مجید کی کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ اس کا حوالہ دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس آیت میں زانیوں کو کوڑے مارنے کا حکم نازل ہوا ہے وہ اس کے بعد کا واقعہ ہے اور اس میں شہر بدر کرنے کا حکم نہیں ہے اس لیے یہ ضروری ہے کہ یہ

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۳۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

[2] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۲۵۷ - ۲۵۶، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

آیت شہر بدر کرنے کے اس حکم کے لیے ناسخ ہو جو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔
علامہ جصاص لکھتے ہیں کہ شہر بدر کرنے کے تعزیر ہوتے اور حد نہ ہونے کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ حد کی مقدار اور انتہاء معلوم اور متعین ہوتی ہے اسی لیے اس کو حد کہتے ہیں کیونکہ اس مقدار پر زیادتی اور اس سے کمی جائز نہیں ہوتی اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر بدر کرنے کی جگہ کا ذکر کیا اور نہ مدت اور مسافت کا ذکر کیا تو معلوم ہو گیا کہ یہ حد نہیں ہے بلکہ یہ معاملہ تعزیر کی طرح امام کی رائے پر موقوف ہے اگر یہ حد ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ معین فرماتے کہ اتنی مسافت پر اس کو شہر بدر کرنا جس طرح آپ نے وقت کی تحدید کی ہے جگہ کی تحدید بھی کرتے۔[1]

رجم کی تحقیق

تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ شادی شدہ مسلمان مرد یا عورت زنا کرے تو اس کی حد رجم ہے اور فقہاء اسلام میں سے کسی مستند شخص نے اس اجماع کی مخالفت نہیں کی، بعض خارجیوں نے اس اجماع کی اگر مخالفت کی ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، البتہ ہمارے زمانہ میں منکرین حدیث کی ایک جماعت پیدا ہوئی جنہوں نے سنت کی حجیت کا انکار کیا اور مستشرقین نے اسلام کے خلاف جو کچھ زہر اگلا اس کو انہوں نے قبول کر لیا۔ ان لوگوں نے جہاں اسلام کے اور بہت سے اجماعی اور مسلمہ عقائد کا انکار کیا ہے ان میں سے ایک رجم کا مسئلہ ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں زانی کی سزا صرف کوڑے مارنا ہے اور جن احادیث میں رجم کا ذکر ہے وہ اخبار آحاد ہیں اور خبر واحد سے قرآن مجید کو منسوخ کرنا جائز نہیں ہے۔
منکرین سنت کا یہ قول قطعاً باطل اور مردود ہے اول تو یہ غلط ہے کہ قرآن مجید میں رجم کا اصلاً ذکر نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں اشارۃً رجم کا ذکر موجود ہے جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب ہم واضح کریں گے اور ثانیاً یہ مفروضہ بھی غلط ہے کہ رجم کا حکم اخبار آحاد سے ثابت ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رجم کا حکم پچاس سے زیادہ صحابہ سے مروی ہے اور یہ احادیث معنیً اخبار متواترہ ہیں جیسا کہ ہم انشاء اللہ اس پر تفصیلاً گفتگو کریں گے اور اخیر میں ہم منکرین سنت کے مشہور اور اہم اعتراضات کے جوابات ذکر کریں گے۔ فنقول و باللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق۔

قرآن مجید سے رجم کا ثبوت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وکیف یحکمونک وعندھم التوراۃ فیھا حکم اللہ۔ (مائدہ: ۴۳)

اور وہ کیسے آپ کو منصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے!

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ (جیسا کہ اس باب کی حدیث نمبر ۴۳۲۵ میں ہے) یہود زنا کرنے والوں سے یہ کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اگر وہ منہ کالا کرنے اور کوڑے مارنے کا حکم دیں تو اس پر عمل کرنا اور اگر رجم کا حکم دیں تو ان سے دور رہنا۔ علامہ ابن کثیر نے ان آیات کے شان نزول میں لکھا ہے کہ سنن ابو داؤد میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد اور ایک عورت کا مقدمہ لایا گیا جنہوں نے زنا کیا تھا آپ نے فرمایا تم اپنے مذہب کے دو سب سے بڑے عالموں کو لاؤ وہ صوریا کے دو بیٹوں کو لائے آپ نے ان کو قسم دے کر

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۲۵۷، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

پوچھا ان زنا کرنے والوں کا حکم تورات میں کیا لکھا ہے؟ انھوں نے کہا تورات میں ہے کہ جب چار آدمی یہ گواہی دیں کہ انھوں نے ان کو اس طرح زنا کرتے دیکھا ہے جیسے سلائی سرمہ دانی میں جاتی ہے تو ان کو رجم کر دیا جائے آپ نے فرمایا تم ان کو رجم کیوں نہیں کرتے؟ انھوں نے کہا ہماری حکومت چلی گئی اور ہم قتل کو ناپسند کرتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہوں کو بلایا اور چار آدمیوں نے آکر یہ گواہی دی کہ انھوں نے اس طرح دیکھا ہے جیسے سلائی سرمہ دانی میں ہوتی ہے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں رجم کرنے کا حکم دیا۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تورات کے حکم کے مطابق انھیں رجم کرنے کا حکم دیا۔ [۱]

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

المراد هذا الامر الخاص وهو الرجم لانهم طلبوا الرخصة بالتحكيم۔ [۲]

اس آیت میں حکم اللہ سے مراد بالخصوص رجم ہے کیونکہ یہودیوں نے رخصت حاصل کرنے کے لیے آپ کو حکم بنایا تھا۔

قرآن مجید اور احادیث میں جو یہ ذکر ہے کہ تورات میں حکم اللہ یعنی رجم موجود ہے اس کی تفصیل تورات میں حسب ذیل ہے:

پر اگر یہ بات سچ ہو کہ لڑکی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے گئے ؏ تو وہ اس لڑکی کو اس کے باپ کے گھر کے دروازہ پر نکال لائیں اور اس کے شہر کے لوگ اسے سنگسار کریں کہ وہ مر جائے کیونکہ اس نے اسرائیل کے درمیان شرارت کی کہ اپنے باپ کے گھر میں فاحشہ پن کیا۔ یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا ؏

(استثناء: ۲۱)

اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہو گئی اور کوئی دوسرا آدمی اسے شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے ؏ تو تم ان دونوں کو اس شہر کے پھاٹک پر نکال لانا اور ان کو تم سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں۔ لڑکی کو اس لیے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اس لیے کہ اس نے اپنی ہمسایہ کی بیوی کو بے حرمت کیا۔ یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا ؏ [۳]

(استثناء: ۲۲-۲۳)

یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ تورات میں آج تک یہ آیت موجود ہے حالانکہ ہر دور میں تورات میں تحریف ہوتی رہی بلکہ قدرت خداوندی دیکھئے یہ آیت انجیل میں بھی موجود ہے، یوحنا کی انجیل میں ہے:

اور فقیہ اور فریسی ایک عورت کو لائے جو زنا میں پکڑی گئی تھی اور اسے بیچ میں کھڑا کر کے یسوع سے کہا؟ اے استاد! یہ عورت زنا میں عین فعل کے وقت پکڑی گئی ہے۔ توریت میں موسیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ایسی عورتوں کو سنگسار کریں۔ پس تو اس عورت کی نسبت کیا کہتا ہے؟ انھوں نے اسے آزمانے کے لیے یہ کہا تاکہ اس پر الزام لگانے کا کوئی سبب نکالیں مگر یسوع جھک کر انگلی سے زمین پر لکھنے لگا۔ جب وہ اس سے سوال کرتے ہی رہے تو اس نے سیدھے ہو کر ان سے کہا کہ جو تم میں بے گناہ ہو وہی پہلے اس کو پتھر مارے۔ [۴]

(یوحنا: باب ۸، آیت: ۳-۸)

[۱] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۶۵-۶۶، مطبوعہ دار الاندلس بیروت ۱۳۸۵ھ

[۲] امام محمد بن ضیاء الدین عمر فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[۳] کتاب مقدس (پرانا عہد نامہ تورات) ص ۱۸۷، مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور

[۴] کتاب مقدس (نیا عہد نامہ۔ انجیل) ص ۹۰، مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور

تورات اور انجیل کے ان اقتباسات سے یہ واضح ہو گیا کہ شادی شدہ زانی کو رجم کرنے کا حکم پچھلی آسمانی کتابوں میں موجود تھا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اس وقت (نزول قرآن کے وقت) کی موجودہ کتابوں کا جو مصدق قرار دیا ہے وہ اسی حکم کے اعتبار سے ہے اور اللہ کی قدرت ہے کہ ہزار تحریفات کے باوجود رجم کا یہ حکم تورات اور انجیل میں آج بھی موجود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زانی یہودیوں کے متعلق جو رجم کا فیصلہ فرمایا تھا اس کے متعلق سورۂ مائدہ میں جو آیات نازل ہوئی تھیں اسی سیاق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وانزلنا الیک الکتٰب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتاب ومھیمنا علیہ فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواءھم عما جاءک من الحق.

(مائدہ: ۴۸)

ہم نے حق کے ساتھ یہ کتاب آپ پر نازل کی ہے در آں حالیکہ یہ ان آسمانی کتابوں کی مصدق اور نگہبان ہے جو اس کے سامنے ہیں سو آپ ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ کیجیے اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے۔ اس سے دور ہو کر ان کی خواہشات کے پیچھے نہ جائیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آسمانی کتابیں تورات اور انجیل موجود تھیں اور خود قرآن مجید ناطق اور شاہد ہے کہ ان کتابوں میں تحریف کی جا چکی ہے ان کے باوجود قرآن مجید فرماتا ہے کہ قرآن ان کا مصدق اور نگہبان ہے اور جس چیز کا قرآن مجید مصدق ہے وہ رجم کا حکم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی کو حکم اللہ قرار دیا ہے اور اسی کا قرآن مجید نگہبان ہے اور یہی وجہ ہے کہ آئے دن کی تحریفات کے باوجود تورات اور انجیل میں رجم کا حکم آج بھی موجود ہے اور یہ قرآن مجید کا معجزہ اور اس کی صداقت کی زبردست دلیل ہے۔

رجم کی منسوخ التلاوت آیت

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن زر بن حبیش قال قال لی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کاین تعد اوکاین تقرء سورۃ الاحزاب قلت ثلث وسبعین آیۃ قال اقط لقد رایتھا وانھا لتعدل سورۃ البقرۃ وان فیھا الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم.[1]

زر بن حبیش کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم سورۂ احزاب میں کتنی آیات شمار کرتے ہو؟ میں نے کہا: تہتر (۷۳) آیتیں! حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا بس یہی؟ حالانکہ ہم دیکھتے تھے کہ یہ سورۂ سورۂ بقرہ کے برابر تھی اور اس میں یہ آیت تھی (ترجمہ:) جب بڑھا مرد یا بوڑھی عورت زنا کرے تو ان کو ضرور بضرور رجم کرو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے اور اللہ تعالیٰ غالب، حکمت والا ہے۔

"سورۂ احزاب ابتداءً سورۂ بقرہ کے برابر تھی، اس کا مطلب یہ ہے کہ بعد میں اس کی بعض آیات کی تلاوت کو منسوخ کر دیا گیا، قرآن مجید میں ہے: ما ننسخ من ایۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا (بقرہ: ۱۰۶) جس آیت کو ہم منسوخ کر دیتے

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۱۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو ان سے بہتر یا اس جیسی آیت لے آتے ہیں،" جیسا کہ آیت رجم کو منسوخ کر دیا گیا، بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ اس سورت میں قرآن مجید کی آیات کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام تفسیر بھی لکھ لیتے تھے جس کو بعد میں حذف کر دیا۔

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن كثير بن الصلت قال كنا عند مروان وفينا زيد بن ثابت قال زيد كنا نقرأ الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة قال فقال مروان افلا نجعله فى المصحف قال لا، الا ترى الشابين الثيبين يرجمان، قال وقال ذكروا ذلك وفينا عمر بن الخطاب رضى الله عنه قال انا اشفيكم من ذاك قال، قلنا كيف قال أتى النبى صلى الله عليه وسلم فاذكر كذا وكذا فاذا ذكر الرجم اقول يا رسول الله اكتبنى اية الرجم قال فاتيته فذكرته قال فذكر اية الرجم قال فقال يا رسول الله اكتبنى آية الرجم قال استطيع ذاك. في هذا وما قبله دلالة على ان آية الرجم حكمها ثابت وتلاوتها منسوخة وهذا مما لا اعلم فيه خلافا۔ [1]

کثیر بن صلت کہتے ہیں کہ ہم مروان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ہم میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے، حضرت زید نے کہا یہ آیت ہم پڑھتے تھے جب بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت زنا کریں تو ان کو ضرور رجم کرو، مروان نے کہا ہم اس آیت کو قرآن مجید میں کیوں نہ داخل کر لیں! حضرت زید نے فرمایا نہیں! کیا تم نہیں دیکھتے کہ شادی شدہ جوان آدمیوں کو بھی رجم کیا جاتا ہے، حضرت زید نے کہا کہ صحابہ اس پر بحث کر رہے تھے اور اس وقت ہم میں حضرت عمر بن الخطاب بھی تھے۔ انھوں نے کہا اس مسئلہ میں میں تمہاری تسلی کروں گا اور کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس کا ذکر کروں گا اور جب آپ رجم کا ذکر کریں گے تو میں کہوں گا یا رسول اللہ! آیت رجم لکھوا دیجئے، حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ سے اس کا ذکر کیا، جب آپ نے آیت رجم کا ذکر کیا تو میں نے کہا یا رسول اللہ! آیت رجم لکھوا دیجئے، آپ نے فرمایا مجھے اس کا اختیار نہیں ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اور اس سے پہلی حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ آیت رجم کا حکم ثابت ہے اور اس کی تلاوت منسوخ ہے اور میرے علم کے مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

امام حاکم روایت کرتے ہیں:

عن عكرمة عن ابن عباس رضى الله عنهما قال من كفر بالرجم فقد كفر

عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس شخص نے رجم کا انکار کیا اس نے قرآن کا انکار کیا، حالانکہ

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۱۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

بالقران من حیث لا یحتسب قوله عز وجل یا اهل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم کثیرا مما کنتم تخفون من الکتاب فکان الرجم مما اخفوا هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ [۱]

اس کو گمان بھی نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارے رسول آچکے ہیں اور وہ ان بہت سی باتوں کو بیان کرتے ہیں جن کو تم چھپاتے تھے" اور رجم کو بھی یہود چھپاتے تھے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور بخاری اور مسلم نے اس کو بیان نہیں کیا۔

عن کثیر بن الصلت قال کان ابن العاص و زید بن ثابت یکتبان المصاحف فمرا علی هذه الایة فقال زید سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة فقال عمرو لما نزلت اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت اکتبها فکانه کره ذلک فقال له عمرو الا تری ان الشیخ اذا زنی وقد احصن جلد ورجم واذا لم یحصن جلد وان الشیب اذا زنی وقد احصن رجم هذا حدیث صحیح الاسناد لم یخرجاہ [۲]

کثیر بن صلت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما قرآن مجید کے نسخے لکھ رہے تھے، جب اس آیت پر پہنچے تو حضرت زید نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے کہ جب بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت زنا کریں تو ان کو ضرور رجم کرو، حضرت عمرو نے کہا جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر عرض کیا اس آیت کو لکھ دیجئے تو آپ نے اس بات کو ناپسند کیا، حضرت عمرو نے کہا کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر شادی شدہ بوڑھا زنا کرے تو اس کو کوڑے لگائے جاتے ہیں اور رجم بھی کیا جاتا ہے، اور جب غیر شادی شدہ بوڑھا زنا کرے تو اس کو صرف کوڑے لگائے جاتے ہیں اور جب شادی شدہ شخص زنا کرے تو اس کو رجم کیا جاتا ہے، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اور بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے متعدد طرق اور اسانید سے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور انہوں نے اس کے منسوخ التلاوت ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس کے الفاظ میں اختلاف ہے بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں بما قضیا من اللذة۔ "انہوں نے جو لذت حاصل کی ہے (اس وجہ سے رجم کرو)" نیز اس آیت کے الفاظ کے عموم پر عمل نہیں ہوتا کیونکہ مطلقاً بوڑھے شخص کو رجم نہیں کیا جاتا بلکہ اس بوڑھے شخص کو رجم کیا جاتا ہے جو شادی شدہ ہو اور اگر غیر شادی شدہ ہو تو اس کو کوڑے لگائے جاتے ہیں، جیسا کہ حضرت عمرو بن العاص نے وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ [۳]

اس آیت کے منسوخ التلاوت ہونے پر ایک دفعہ ایک فاضل شخص نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ حدیث میں ہے: کلامی لا ینسخ کلام اللہ — (مشکوٰۃ ص ۳۲) "میرا کلام، کلام اللہ کو منسوخ نہیں کرتا" پھر حدیث سے یہ آیت کیسے

[۱] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۳۵۹، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[۲] المستدرک ج ۴ ص ۳۶۰، " " "

[۳] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۱۴۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

منسوخ ہو گئی ؟ میں نے اس کے جواب میں کہا کلام اللہ سے مراد قرآن مجید ہے اور قرآن مجید کے الفاظ منضبط ہیں اور وہ الفاظ تواتر سے ثابت ہیں اور اس آیت کے الفاظ غیر منضبط ہیں اور ان الفاظ کا ثبوت تواتر سے نہیں ہے اس لیے یہ الفاظ قرآن مجید نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کے منسوخ التلاوت ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

آیت رجم کی بحث

میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا: لوگو میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں جس کا کہنا میرے لیے مقدر کر دیا گیا ہے، میں نہیں جانتا شاید میری موت میرے سامنے ہو جو شخص میری بات کو سمجھ کر اسے یاد رکھے اسے چاہیے کہ جہاں تک وہ پہنچ سکتا ہو وہاں تک میری بات لوگوں کو بتا دے اور جسے خوف ہو کہ اس بات کو نہ سمجھ سکے گا تو میں اسے اپنے اوپر جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دیتا وہ بات یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور ان پر کتاب نازل فرمائی اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اس میں رجم کی آیت بھی تھی، ہم نے وہ آیت پڑھی اور اسے سمجھا اور اسے یاد رکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور حضور کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ مجھے خوف ہے کہ طول زمانہ گزر جانے کے بعد کوئی کہنے والا کہہ دے کہ خدا کی قسم اللہ کی کتاب میں ہم رجم کی آیت نہیں پاتے تو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے فریضہ کو ترک کر کے گمراہ ہو جائیں۔ بلاشبہ اللہ کی کتاب میں رجم برحق ہے ہر اس آزاد مرد اور عورت پر جس نے شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کیا بشرطیکہ شرعی گواہ قائم ہو جائیں یا (عورت کا) حمل ظاہر ہو جائے یا اقرار ہو۔ (بخاری شریف جلد ثانی ۱۰۰۹، صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۵، مؤطا امام مالک ص ۶۸۵)۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ قرآن مجید کی آیت الزانية والزاني میں سو کوڑوں کی سزا کا ذکر آزاد غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لیے ہی ہے اور رجم کی سزا کا تعلق غیر شادی شدہ سے نہیں بلکہ وہ شادی شدہ کے لیے مخصوص ہے۔ صرف اتنی بات ہے کہ غیر شادی شدہ کی سزا قرآن پاک کے الفاظ میں صراحتہً مذکور ہے اور شادی شدہ کی سزا صراحتہً حدیث اور سنت نبوی میں وارد ہے اور ہم بارہا بتا چکے ہیں کہ وہ احادیث جن میں رجم کی سزا مذکور ہے وہ متواتر المعنی ہونے کی وجہ سے قطعی الثبوت ہیں جس طرح قرآن کی آیات وحی الٰہی ہیں اسی طرح سنت اور حدیث نبوی بھی وحی الٰہی ہے اور اسی بناء پر اس کا دلیل شرعی ہونا ہم قرآن مجید سے ثابت کر چکے ہیں، جو چیز قرآن سے ثابت ہو، اس سے جس حکم کا ثبوت ہو جائے وہ عین قرآن کے مطابق ہے، اسے خلاف قرآن کہنا کسی طرح درست نہیں ہے۔

ہم ابھی بتا چکے ہیں کہ قبلہ اول کے قبلہ ہونے کا حکم قرآن میں وارد نہیں بلکہ حدیث سے ثابت ہے، اسی طرح پانچ نمازیں ان کی تعداد رکعات اور ادا کرنے کی ترتیب مثلاً نماز میں رکوع، سجود، قیام اور قعود اور ان سب ارکان کی ترتیب سب سنت نبوی سے ثابت ہے، اگر سنت اور حدیث کو نظر انداز کر کے صرف اقیموا الصلوٰۃ اور اٰتوا الزکوٰۃ کو سامنے رکھ لیا جائے تو نہ اقامت صلوٰۃ کے حکم پر عمل ہو سکتا ہے نہ ہی ادائے زکوٰۃ کے فریضہ سے سبکدوش ہونا ممکن ہے اس لیے سنت اور حدیث کو لازمی طور پر تسلیم کرنا پڑے گا تاکہ قرآن کے معنی سمجھ میں آ جائیں اور مراد الٰہی کے مطابق احکام قرآنیہ پر عمل کرنا ممکن ہو۔

آیت رجم کا نزول اور اس کا منسوخ التلاوۃ ہونا احادیث صحیحہ کی روشنی میں واضح ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود ہم نزول الفاظ، اور نسخ تلاوت کے قطعی اور متواتر ہونے کا قول نہیں کرتے لیکن یہ ضرور کہتے ہیں کہ رجم کے معنی تواتر اور قطعیت کے ساتھ قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وكيف يحكمونك وعندهم التوراة فيها حكم الله۔ "اور اے رسول وہ یہودی کس طرح آپ کو اپنا حکم بناتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے۔ (المائدہ: ۴۳)

جس میں اللہ کا حکم پایا جاتا ہے"۔ [1]

رجم کی احادیث متواترہ

رجم کی صحیح مرفوع متصل احادیث ترپن (۵۳) صحابہ سے مروی ہیں جن کو مسلم اور مستند جلیل القدر محدثین نے اپنی تصانیف میں متعدد اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان کے علاوہ ثقہ تابعین کی چودہ (۱۴) مرسل روایات ہیں چودہ (۱۴) آثار صحابہ اور پانچ (۵) فتاوی تابعین ہیں جن کو کبار محدثین نے اسانید کثیرہ کے ساتھ اپنی مصنفات میں درج کیا ہے یہ کل چھیاسی (۸۶) احادیث ہیں۔ ہم نے جن اعداد و شمار کا ذکر کیا ہے، یہ ان کتب احادیث سے حاصل کیے گئے ہیں جو ہمارے پاس موجود اور دستیاب ہیں۔ ان کے علاوہ بے شمار کتب احادیث ہیں جو ہماری دسترس سے باہر ہیں اس لیے حتمی اور قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ رجم کے سلسلہ میں کتنی احادیث مرفوعہ مرسلہ آثار صحابہ اور فتاوی تابعین موجود ہیں، بہرحال ہم نے جو اعداد و شمار تتبع اور تلاش سے حاصل کیے ہیں ان کی بناء پر یہ اطمینان اور یقین ہو جاتا ہے کہ رجم کا ثبوت جن احادیث سے ہے وہ معناً متواتر ہیں اور اس عدد سے اس بات پر شرح صدر ہو جاتا ہے کہ یہ احادیث اس کثرت میں ہیں کہ ان سے قرآن مجید کی وضاحت کی جا سکتی ہے اور ان احادیث متواترہ کی بناء پر یہ قول صحیح اور برحق ہے کہ قرآن مجید میں جس زانیہ اور زانی کی سزا سو کوڑے مارنا بیان کی ہے اس سے آزاد اور غیر محصن (غیر شادی شدہ) زانی اور زانیہ مراد ہیں رہے آزاد اور محصن (شادی شدہ) زانیہ اور زانی تو ان کی حد رجم کرنا ہے۔ جیسا کہ احادیث متواترہ میں اس کا بیان ہے۔

منکرین رجم یہ شبہ وارد کرتے ہیں کہ سنت سے قرآن مجید کے عموم قطعی کی تخصیص کیسے کی جا سکتی ہے؟ اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ الزانیۃ والزانی میں عموم قطعی نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں باندیوں کے زنا کی سزا کے متعلق ہے: فعلیھن نصف ما علی المحصنات من العذاب۔ "یعنی باندیوں کی سزا آزاد عورتوں کی سزا کا نصف ہے"۔ یعنی باندیوں کی سزا پچاس کوڑے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آیت نور میں جو زانیوں کی سزا سو کوڑے بیان کی گئی ہے اس سے ہر زانی اور زانیہ مراد نہیں ہے بلکہ آزاد زانیہ اور زانی مراد ہے کیونکہ باندیوں کی سزا سورۂ نساء میں اس کی نصف بیان کی گئی ہے۔ اور جب اس آیت میں خود قرآن مجید سے تخصیص ہو گئی تو اس کا عموم قطعی نہ رہا اور یہ ہر زانیہ اور زانی کو شامل نہیں ہے، اس لیے اگر سنت متواترہ سے اس میں تخصیص کی جائے اور اس بناء پر اس کو غیر شادی شدہ زانیوں کے ساتھ مختص قرار دیا جائے تو اس میں کیا استبعاد ہے!

رہے آزاد اور شادی شدہ زانی تو ان کی سزا رجم ہے جیسا کہ احادیث متواترہ میں اس کا بیان ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے پہلے ہم رجم کی احادیث مرفوعہ متصلہ بیان کریں گے جو ترپن صحابہ کرام سے مروی ہیں، اس کے بعد چودہ رجم کی مرفوع مرسل روایات بیان کریں گے، پھر چودہ آثار صحابہ اور اس کے بعد پانچ فتاوی تابعین کا ذکر کریں گے اور یہ کل چھیاسی (۸۶) احادیث ہیں فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

---

[1] علامہ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ، مقالات کاظمی ج ۳ ص ۴۰۰۔ ۳۹۹، مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال، ۱۴۰۷ھ

حضرات صحابہ کی روایت کردہ احادیث رجم

نمبر شمار	روایت کرنے والے صحابی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب احادیث
۱۔	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک مزدور کی مالکہ کو بربنا اعتراف رجم کرنا۔ ۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت ماعز کو رجم کرنا۔	جامع ترمذی ص ۲۲۶۔ (مطبوعہ نور محمد کراچی) مسند احمد بن حنبل ج ۱ص ۸ (مطبوعہ بیروت)
۲۔	حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رجم کرنا۔	صحیح بخاری ج ۲ص ۱۰۰۸ (مطبوعہ کراچی)، سنن ابن ماجہ ص ۱۸۳، (مطبوعہ کراچی)، مؤطا امام مالک ص ۶۸۲، (مطبوعہ لاہور) ترمذی ص ۲۲۵، سنن دارمی ص ۳۰۳ (مطبوعہ مطبع نظامی کانپور) کنز العمال ج ۵ص ۴۲۹ (مطبوعہ بیروت)۔
۳۔	حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	فرمان رسول کے مطابق شادی شدہ زانی کے خون کا حلال ہونا اور اس کو رجم کرنا۔	سنن نسائی ج ۲ص ۱۴۹، (مطبوعہ کراچی) سنن دارمی ص ۲۹۹، مستدرک للحاکم، ج ۴ص ۳۵۰ (مطبوعہ بیروت)
۴۔	حضرت علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ	۱۔ رجم کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔	صحیح بخاری ج ۲ص ۱۰۰۶، مسند احمد ج ۱ص ۱۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۱۵ (مطبوعہ کراچی) جامع الاصول ج ۳ص ۵۴۰ (مطبوعہ بیروت)
۵۔	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	بحکم رسول شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جائے۔	صحیح مسلم ج ۲ص ۵۹ (طبع کراچی) سنن ابوداؤد ج ۲ص ۲۴۲ (طبع لاہور) سنن نسائی ج ۲ص ۱۴۵ (طبع کراچی) مستدرک ج ۴ص ۳۶۷۔

نمبر شمار	روایت کرنے والے صحابی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب احادیث
۶۔	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	بحکم رسول، شادی شدہ زانی کے خون کا مباح ہونا،	صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۶، صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۹، جامع ترمذی ص ۲۲۱، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۴۵، مسند حمیدی ج ۲ ص ۶۵۔
۷۔	حضرت اسامہ بن سہل رضی اللہ عنہ	۱۔ بحکم رسول، شادی شدہ زانی کے خون کا مباح ہونا۔	سنن نسائی ج ۲ ص ۱۴۵
		۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بربنائے اعتراف حضرت ماعز کو رجم کیا گیا۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۲۱ (مطبوعہ بیروت)
۸۔	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	۱۔ بحکم رسول شادی شدہ زانی کے خون کا مباح ہونا۔	مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۷۰۔ بحوالہ طبرانی (طبع بیروت)
		۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رجم کرنا۔	مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۶۴۔ بحوالہ مسند ابویعلی۔
		۳۔ غامدیہ خاتون کو بربنائے اعتراف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے رجم کیا گیا۔	مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۶۸۔ بحوالہ طبرانی۔ مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۲۔ بحوالہ مسند بزار، کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۵۔
۹۔	حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بربنائے اعتراف حضرت ماعز کو رجم کیا گیا۔	صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۶، مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۲۲، ۳۲۰، ۳۱۹۔ جامع الاصول ج ۳ ص ۲۸
		۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تورات کے مطابق ایک یہودی مرد اور عورت کو رجم کیا گیا۔	صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۹، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۵۴، مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۱۹، مستدرک ج ۴ ص ۳۶۴، کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۶
		۳۔ قرآن مجید میں آیت رجم (الشیخ والشیخۃ اذا زنیا) پہلے موجود تھی	مسند حمیدی ج ۱ ص ۵۴۲
		۴۔ بحکم رسول شادی شدہ زانی کے خون کا مباح ہونا۔	مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۲
۱۰۔	حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہم	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے	سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۵۲، سنن دارمی

	روایت کرنے والے صحابی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب احادیث
		ایک شخص کو رجم کیا گیا۔	ص ۳۰۱، جامع الاصول ج ۳ ص ۵۲۶،
		۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا۔	صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۵۷ (طبع کراچی)
		۳۔ تورات کے فیصلہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہودیوں کو رجم کیا گیا۔	مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۵
۱۱۔	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بربنائے اعتراف حضرت ماعز کو رجم کیا گیا۔	صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۶، سنن ابن ماجہ ص ۱۸۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۷۲، مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۲۲، کنز العمال ج ۵ ص ۴۴۱، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۳۰۵، (طبع بیروت)
		۲۔ ایک مزدور کی مالکہ کو بوجہ اعتراف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے رجم کیا گیا۔	صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۸، موطا امام مالک ص ۶۸۵، سنن دارمی ص ۳۰۲، مسند حمیدی ج ۲ ص ۳۵۵-۳۵۴، ترمذی ص ۲۲۵، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۲۱۲، جامع الاصول ج ۳ ص ۵۲۶،
		۳۔ تورات کے فیصلہ کے مطابق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے زنا کرنے والے ایک یہودی مرد اور عورت کو رجم کیا گیا۔	سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۵۲، مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۱۶، کنز العمال ج ۵ ص ۴۴۱۔
		۴۔ قرآن مجید میں پہلے آیت رجم موجود تھی۔	کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۰
۱۲۔	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما	۱۔ تورات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے زنا کرنے والے	صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۱، سنن دارمی ص ۳۳۳، موطا امام مالک ص ۶۸۴، مسند حمیدی

نمبر شمار	روایت کرنے والے صحابی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب احادیث
		ایک یہودی مرد اور عورت کو رجم کیا گیا	ج ا ص ۳۰۷، مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۱۸، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷، ص ۳۰۳، کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۸
		۲۔ رجم کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ۔	صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۸،
		۳۔ قرآن مجید میں آیت رجم (الشیخ والشیخۃ اذا زنیا الخ) پہلے تھی۔	الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷، ص ۳۰۴، کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۸
۱۳۔	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما	۱۔ رجم کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ	صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۸، مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۱۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۷۶۔ ۷۵، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۱۲۔ ۲۱۱۔
		۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بوجہ اعتراف حضرت ماعز کو رجم کیا گیا۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۲، مستدرک ج ۴ ص ۳۶۱، جامع الاصول ج ۳ ص ۲۶، کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۹
		۳۔ تورات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے زنا کرنے والے ایک یہودی مرد اور عورت کو رجم کیا گیا۔	مسند احمد ج ا ص ۲۶۱، مستدرک ج ۴ ص ۳۶۲، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷، ص ۳۰۲۔
۱۴۔	حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بربنائے اعتراف ایک مزدور کی مالکہ کو رجم کیا گیا۔	صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۸، جامع ترمذی ص ۲۲۵، مسند حمیدی ج ا ص ۳۵۲۔ ۳۵۵، سنن دارمی ص ۳۰۲، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۱۲۔
۱۵۔	حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ	بحکم رسالت مآب شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جائے۔	صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۵، سنن دارمی ص ۳۰۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۸۰۔ مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۹۔ سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۱۰، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷، ص ۳۰۱۔
۱۶۔	حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے	صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۶، سنن ابو داؤد

نمبر شمار	روایت کرنے والے صحابی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب احادیث
		بر بناء اعتراف حضرت ماعز کو رجم کر دیا گیا	ج ۲ ص ۲۵۱، سنن دارمی ص ۳۰۲-۳۰۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۸۳-۷۳، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۱۲، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۳۰۵، جامع الاصول ج ۳ ص ۵۳۰، کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۶
		۲۔ تورات کے مطابق بحکم رسول ایک زنا کرنے والے یہودی مرد اور ایک عورت کو رجم کیا گیا۔	مسند ابو داؤد طیالسی ص ۱۰۵، سنن ابن ماجہ ص ۱۸۴،
		۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بر بناء اعتراف ایک مزدورہ کی مالکہ کو رجم کیا گیا۔	جامع ترمذی ص ۲۲۶۔
۱۷۔	حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ	۱۔ حضرت ماعز کو بوجہ اعتراف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے رجم کیا گیا۔	صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۷، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۵۲۔ سنن دارمی ص ۳۰۲، جامع الاصول ج ۳ ص ۵۲۶، مستدرک ج ۴ ص ۳۶۳، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۳۰۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۷۴۔
		۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے غامدیہ خاتون کو بر بناء اعتراف رجم کیا گیا	صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۸، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۵۳، مصنف عبد الرزاق ج ۷ ص ۳۲۵۔ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۳۰۰۔ سنن دارمی ص ۳۰۴۔ جامع الاصول ج ۳ ص ۵۳۳۔
		۳۔ ایک مزدورہ کی مالکہ کو رجم کیا گیا۔	جامع ترمذی ص ۲۲۶
۱۸۔	حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ	تورات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے زنا کرنے والے ایک یہودی مرد اور عورت کو رجم کیا گیا۔	صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۰، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۵۴، کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۶۔

نمبر شمار	روایت کرنے والے صحابی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب حدیث
۱۹۔	حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت ماعز کو رجم کیا گیا۔	صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۸، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۵۳، سنن دارمی ص ۳۰۲، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۹۲، جامع الاصول ج ۳ ص ۵۱۷، مستدرک ج ۴ ص ۳۶۲۔
		۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک غامدیہ خاتون کو رجم کیا گیا۔	سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۵۳، سنن طبری ص ۳۰۳، مستدرک ج ۴ ص ۳۶۳۔
		۳۔ ایک مزدور کی مالکہ کو رجم کیا گیا۔	جامع ترمذی ص ۲۲۶
۲۰۔	حضرت نعیم بن ہزال رضی اللہ عنہ	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت ماعز کو رجم کیا گیا	سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۵۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۷۸، ۱۲، مستدرک ج ۴ ص ۳۶۳۔
		۲۔ ایک مزدور کی مالکہ کو رجم کیا گیا۔	جامع ترمذی ۲۲۶۔
۲۱۔	حضرت دعر بن اخرم بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت ماعز کو رجم کیا گیا۔	مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۷۷، سنن دارمی ص ۳۰۲،
۲۲۔	حضرت مصعب بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ	" "	طبقات کبریٰ ج ۲ ص ۳۲۰، اصابہ ج ۳ ص ۴۲۲۔
۲۳۔	حضرت ابو الفیل خزاعی رضی اللہ عنہ	" "	اصابہ ج ۴ ص ۱۵۶۔
۲۴۔	حضرت عبد اللہ بن جبیر خزاعی رضی اللہ عنہ	" "	اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۷۴
۲۵۔	ایک صحابی رضی اللہ عنہ	" "	مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۶۷، مسند احمد ج ۴ ص ۶۶ - ۶۰، مسند احمد ج ۵ ص ۳۷۸ - ۳۷۴۔
۲۶۔	حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ	۱۔ " "	مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۹، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۳۶۸۔
		۲۔ ایک شخص کو رجم کیا گیا۔	سنن دارقطنی ج ۳ ص ۹۹
۲۷۔	حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ	۱۔ ایک غامدیہ خاتون کو رجم کیا گیا۔	مسند احمد ج ۵ ص ۷۸
		۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سفر میں ایک شخص کو رجم کیا گیا۔	مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۷۵

نمبر شمار	روایت کرنے والے صحابی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب احادیث
۲۸۔	حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ	۱۔ حضرت ماعز کو رجم کیا گیا	مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۳، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۶۸
		۲۔ ایک مزدور کی مالکہ کو رجم کیا گیا۔	جامع ترمذی ص ۲۲۶
۲۹۔	حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ	ایک غامدیہ خاتون کو رجم کیا گیا۔	سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۵۴، جامع الاصول ج ۵ ص ۵۳۴
۳۰۔	حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ	" "	اصابہ ج ۱ ص ۴۲۷
۳۱۔	حضرت خزیمہ بن معمر انصاری رضی اللہ عنہ	" "	مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۶۵ (بحوالہ طبرانی)
۳۲۔	حضرت یزید بن طلحہ تیمی رضی اللہ عنہ	" "	مستدرک ج ۴ ص ۳۶۴،
۳۳۔	حضرت لجلاج رضی اللہ عنہ	۱۔ ایک شخص کو رجم کیا گیا۔	سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۵۲، مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۹
۳۴۔	حضرت سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ	شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جائے۔	جامع الاصول ج ۳ ص ۵۳۴، مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۶۔
		۲۔ ایک مزدور کی مالکہ کو رجم کیا گیا۔	جامع ترمذی ص ۲۲۶۔
۳۵۔	حضرت قبیصہ بن حریث رضی اللہ عنہ	شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جائے۔	مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۶۳۔
۳۶۔	حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ	" "	مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۳
۳۷۔	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ	۱۔ " "	مستدرک ج ۴ ص ۳۶۰
		۲۔ آیت رجم کی قرأت	سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۱۱
۳۸۔	حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جائے۔	مستدرک ج ۴ ص ۳۶۰،
۳۹۔	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ	۱۔ " "	سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۱۱، مستدرک ج ۴ ص ۳۵۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۸۱، مصنف عبد الرزاق ج ۷ ص ۳۳۰
		۲۔ آیت رجم کی قرأت	سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۱۱، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۳۰۲-۳۰۱۔
۴۰۔	حضرت عجماء رضی اللہ عنہا	شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جائے۔	تلخیص الحبیر ج ۴ ص ۵۱۔
۴۱۔	حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ	جس شخص نے اپنی بیوی کی باندی سے زنا کیا اس کو رجم کر دیا جائے۔	سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۵۶، سنن ابن ماجہ ص ۱۸۳، سنن دارمی ص ۳۰۵-۳۰۴،

نمبر شمار	روایت کرنے والے صحابی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب احادیث
۴۲۔	حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک عورت کے ساتھ جبراً زنا کرنے والے شخص کو رجم کر دیا گیا۔ (کتاب الحدود کے مقدمہ میں ہم نے اس حدیث کو جامع ترمذی اور سنن ابو داؤد کے حوالہ سے روایۃً اور درایۃً رد کر دیا تھا۔ البتہ امام دارقطنی کی روایت میں کسی ایسی چیز کا ذکر نہیں ہے جس کا ہم نے پہلے رد کیا تھا۔ اس لیے ہم نے یہاں صرف ان کا حوالہ ذکر کیا ہے)	مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۹۲، مستدرک ج ۴ ص ۶۵ سنن دارقطنی ج ۳ ص ۹۳-۹۲
۴۳۔	حضرت شبل رضی اللہ عنہ	ایک مزدور کی مالکہ کو رجم کر دیا گیا۔	جامع ترمذی ص ۲۲۵، سنن دارمی ص ۳۰۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۸-۹، مسند حمیدی ج ۱ ص ۳۵۵-۳۵۴۔
۴۴۔	حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ	ایک یہودی مرد اور عورت کو رجم کر دیا گیا۔	مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۷۱
۴۵۔	حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رجم کرنے کو بیان کرنا۔	مسند احمد ج ۱ ص ۲۹، کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۲۔
۴۶۔	حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ	حضرت عمر نے جابیہ میں ایک عورت کو رجم کیا۔	سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۱۵۔
۴۷۔	حضرت عبد الرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ	حاملہ عورت کا جب تک وضع حمل نہ ہو اس کو رجم نہ کیا جائے۔	سنن ابن ماجہ ص ۱۹۳، جمع الجوامع ج ۱ ص ۴۴۴۔
۴۸۔	حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ	" "	جمع الجوامع ج ۱ ص ۴۴۴۔
۴۹۔	حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ	" "	جمع الجوامع ج ۱ ص ۴۴۴۔
۵۰	حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ	" "	جمع الجوامع ج ۱ ص ۴۴۴۔

نمبر شمار	روایت کرنے والے صحابی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب احادیث
۵۱۔	حضرت عبداللہ بن حرر رضی اللہ عنہ	غامدیہ خاتون کو رجم کیا گیا۔	الاسماء المبہمۃ ص ۳۶۱
۵۲۔	حضرت اسعد ابو امامہ بن سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ (علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ان کی صحابیت میں اختلاف ہے لیکن راجح یہ ہے کہ یہ صحابی ہیں۔ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۶۴۔ ۲۶۳)	حضرت ماعز کو رجم کیا گیا۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۱۔
۵۳۔	حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ	غامدیہ خاتون کو رجم کیا گیا۔	الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷، ص ۳۰۸۔ ۳۰۷

رجم کے متعلق حضرات تابعین کی روایت کردہ احادیث مرسلہ

نمبر شمار	روایت کرنے والے تابعی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب احادیث
۱۔	سعید بن مسیب	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز کو رجم کیا۔	مؤطا امام مالک ص ۶۸۴، مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۷۶، کنز العمال ج ۵ ص ۴۲۴، جامع الاصول ج ۳ ص ۵۲۹۔
۲۔	ابن شہاب زہری	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بربنا اعتراف رجم کیا۔	مؤطا امام مالک ص ۶۸۴، جامع الاثیر ج ۳ ص ۵۳۰۔
		۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۹۔ ۳۲۸۔
۳۔	عبداللہ بن ملیکہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو بربنا اعتراف وضع حمل اور	مؤطا امام مالک ص ۶۸۵۔ ۶۸۴، جامع الاصول ج ۳ ص ۵۳۲

	روایت کرنے والے تابعی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب احادیث
		بچہ کو دودھ پلانے کے بعد رجم کر دیا۔	
۴۔	زید بن اسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بربنائے اعتراف رجم کر دیا۔	موطا امام مالک ص ۸۶
۵۔	عطا بن ابی رباح	۱۔ " "	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۱۹، کنز العمال ج ۵ ص ۴۴۵۔
		۲۔ غامدیہ خاتون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کرا دیا۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۵-۳۲۰، کنز العمال ج ۵ ص ۴۴۵۔
۶۔	طاؤس	جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ حضرت ماعز (رجم کے وقت) بھاگ پڑے تھے تو فرمایا: تم نے اس کو کیوں نہ چھوڑ دیا!	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۱-۳۲۰،
۷۔	حمید بن بلال	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز کو رجم کر دیا۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۱۔
۸۔	عکرمہ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز سے اعتراف کے بعد تفتیش کی۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۱
۹۔	مجاہد	حکم رسول سے حضرت ماعز کو رجم کر دیا گیا۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۲
۱۰۔	محمد بن منکدر	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک عورت کو رجم کیا گیا۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۶۔
۱۱۔	نخعی	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے رجم کیا۔	مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰، ص ۷۸
۱۲۔	شعبی	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز کو رجم کیا۔	مصنف عبدالرزاق ج ۱۰، ص ۷۳۔
		نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی مرد اور ایک عورت کو رجم کیا۔	کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۳۔
۱۳۔	ابو سلمہ بن عبدالرحمان	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت ماعز	کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۷

	روایت کرنے والے تابعی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب احادیث
		کو رجم کیا گیا۔	
۱۴۔	عبید بن عمیر	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو بربنائے اعتراف وضع حمل کے بعد رجم کیا۔	کنز العمال ج ۵ ص ۴۴۵

رجم کے متعلق آثار صحابہ

نمبر شمار	روایت کرنے والے تابعی کا نام	خلاصہ اثر	کتب احادیث
۱۔	صفیہ بنت ابی عبید	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ایک باندی سے زنا کے اعتراف کی بناء پر رجم کیا۔	مؤطا امام مالک ص ۶۸۶، جامع الاثیر ج ۳ ص ۵۳۸۔
۲۔	ابو واقد لیثی	حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو اعتراف کی بناء پر رجم کیا۔	مؤطا امام مالک ص ۶۸۴، جامع الاثیر ج ۳ ص ۵۳۹۔۵۳۸۔
	سعید بن مسیب	حضرت عمر نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا حضرت ابوبکر نے رجم کیا اور میں نے رجم کیا۔	مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۷۷، کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۱۔
۳۔	مالک بن انس	حضرت عثمان نے ایک عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا۔	جامع الاثیر ج ۳ ص ۵۳۹
۴۔	عامر شعبی	حضرت علی نے ایک عورت کو رجم کیا۔	جامع الاثیر ج ۳ ص ۵۴۰
۵۔	قاسم بن عبدالرحمٰن	حضرت علی نے ایک گڑھے میں کھڑا کرکے ایک عورت شراحۃ ھمدانیہ کو رجم کیا۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۲۷، مستدرک ج ۴ ص ۳۶۴۔
۶۔	ابن سیرین	حضرت عمر رجم کرتے تھے اور کوڑے لگاتے تھے اور حضرت علی رجم کرتے تھے اور کوڑے لگاتے تھے۔	مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۸۱۔

نمبر شمار	روایت کرنے والے تابعی کا نام	خلاصہ اثر	کتب احادیث
۷۔	قاسم	حضرت ابوذر نے کہا شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے گا۔	مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ص ۸۲
۸۔	قاسم بن عبدالرحمٰن	حضرت علی نے عمرات کو کوڑے مارے اور عبدہ کو رجم کیا۔	مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ص ۸۲،
۹۔	شعبی		مستدرک ج ۴ص ۳۶۴
۱۰۔	ابن جریج	حضرت علی نے ایک شادی شدہ عورت کو رجم کیا۔	کنز العمال ج ۵ص ۴۳۵
۱۱۔	ابراہیم نخعی	حضرت عمر نے رجم کیا اور کوڑے نہیں مارے۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۸۔
۱۲۔	ثوری	حضرت علی نے رجم کیا اور کوڑے مارے۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۹۔
۱۳۔	عمران بن ذبل	ایک شادی شدہ شخص نے زنا کا اعتراف کیا تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا: ہم تم کو رجم کریں گے۔	کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۴
۱۴۔	شعبی	حضرت علی نے فرمایا قرآن کی رُو سے کوڑے ماروں گا اور سنت کی رو سے رجم کروں گا۔	کنز العمال ج ۵ص ۴۳۳
		حضرت علی نے فرمایا: اگر میرے پاس کسی شادی شدہ شخص کے زنا کا مقدمہ لایا گیا تو میں اس کو رجم کر دوں گا۔	کنز العمال ج ۵ص ۴۳۱

رجم کے متعلق فتاویٰ تابعین

نمبر شمار	فتویٰ جاری کرنیوالے تابعی کا نام	خلاصہ فتاویٰ	کتب احادیث
۱۔	مسروق	غیر شادی شدہ کو کوڑے مارے جائیں اور شادی شدہ کو رجم کیا جائے۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۹ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ص ۸۱

نمبر شمار	فتویٰ جاری کرنیوالے تابعی کا نام	خلاصہ فتاویٰ	کتب احادیث
۲۔	ثوری	شادی شدہ کو رجم کیا جائے۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷ص ۳۲۹
۳۔	قتادہ	جس شخص کو رجم کیا جائے اس کے لیے گڑھا کھودا جائے۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۷
۴۔	شعبی	وضع حمل سے پہلے حاملہ پر حد نہ لگائی جائے۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷ص ۳۲۵۔
۵۔	طاؤس	شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جائے۔	مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ص ۸۲۔

رجم کے واقعات آیا سورۂ نور کے نازل ہونے سے پہلے کے ہیں یا بعد کے

بعض مستشرقین نے رجم کی سزا پر یہ اعتراض کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کی جو سزائیں نافذ کی ہیں۔ وہ سب سورۂ نور کے نازل ہونے سے پہلے کے واقعات ہیں اور آپ یہ فیصلے تورات کی اتباع میں کرتے تھے لیکن جب سورۂ نور نازل ہوئی اور اس میں زنا کی حد سو کوڑے مارنا بیان کی گئی تو رجم کی سزا منسوخ ہو گئی اور سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد آپ نے کسی کو رجم نہیں کیا۔

معترضین کا استدلال اس حدیث سے ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن الشیبانی قال سالت عبداللہ بن ابی اوفیٰ هل رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم قلت قبل سورۃ النور او بعد قال لا ادری۔[1]

شیبانی کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے کہا سورۂ نور کے نازل ہونے سے پہلے یا بعد؟ انہوں نے کہا پتا نہیں!

ظاہر ہے کہ اس حدیث سے معترضین کا استدلال ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس حدیث سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ... کو علم نہیں تھا کہ سورۂ نور کب نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے

اگر یہ بات دلیل سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نور کے ... ذکر سورۂ نور واقعہ افک (حضرت عائشہ پر تہمت لگانے کا قصہ) میں نازل ہوئی

[1] ... متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اور یہ واقعہ چار یا پانچ یا چھ ہجری میں ہوا۔ کیونکہ واقعہ افک غزوہ بنو مصطلق میں پیش آیا اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ غزوہ چار ہجری میں ہوا یا پانچ یا چھ میں؛ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ غزوہ بنو المصطلق کو غزوۃ المریسیع بھی کہتے ہیں، ابن اسحاق نے کہا یہ چھ ہجری میں ہوا، موسیٰ بن عقبہ نے کہا چار ہجری میں اور فلاں بن راشد نے زہری سے نقل کیا کہ واقعہ افک غزوۃ المریسیع میں ہوا (فتح الباری ج ۷، ص ۴۲۸) حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ بہر حال سورۂ نور کا نزول سات ہجری سے پہلے ہوا ہے اور رجم سات ہجری کے بعد ہوا کیونکہ رجم کی احادیث روایت کرنے والے ایک صحابی حضرت ابوہریرہ ہیں وہ سات ہجری میں اسلام لائے اور رجم کی روایت کرنے والے حضرت ابن عباس ہیں اور وہ اپنی والدہ کے ساتھ مدینہ منورہ نو ہجری میں آئے تھے لہٰذا ثابت ہو گیا کہ رجم سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد ہوا ہے۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: اس بات پر دلیل قائم ہے کہ سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد رجم کیا گیا ہے کیونکہ سورۂ نور کا نزول واقعہ افک میں ہوا ہے اور واقعہ افک میں اختلاف ہے کہ چار ہجری میں ہوا یا پانچ میں یا چھ میں اور رجم اس کے بعد ہوا کیونکہ رجم کے موقع پر حضرت ابوہریرہ حاضر تھے اور وہ سات ہجری میں اسلام لائے تھے [2]

سورۂ نور کے نزول کے بعد رجم کیے جانے پر دلائل

احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے یہودیوں کو رجم کیا ہے کیونکہ امام عبدالرزاق نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو سب سے پہلے رجم کیا وہ یہودی تھا [3] اور امام مسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہودیوں کو رجم کیا تو یہ کلمات فرمائے "اے اللہ! میں وہ شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو سب سے پہلے اس وقت زندہ کیا جب کہ لوگوں نے اسے ختم کر دیا تھا [4]" اور امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہودیوں کو رجم کیا [5]

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سات ہجری میں اسلام لائے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نو ہجری میں اپنی والدہ کے ساتھ مدینہ منورہ آئے تھے اس سے ثابت ہوا کہ پہلا رجم سات ہجری کے بعد ہوا ہے اور یہ سورۂ نور کے نزول کے بعد کا واقعہ ہے۔ (امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ بھی رجم کرنے والوں میں تھے۔ تفسیر ابن جریر (ج ۶ ص ۲۵)

حافظ نور الدین الہیثمی نے مسند بزار اور طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے: حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شادی شدہ یہودی اور یہودیہ کو پیش کیا گیا، جنھوں نے

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷ ص ۱۲۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ
[2] حافظ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۹۱ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ
[3] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷، ص ۳۱۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ھ۔
[4] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔
[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۲۶۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ۔

زنا کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کو رجم کر دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ان کو رجم کرنے والوں میں میں بھی شامل تھا۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ: اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن حارث یہودیوں کو رجم کرنے والوں میں شامل تھے اور حضرت عبداللہ بن حارث اپنے والد کے ساتھ مسلمان ہو کر فتح مکہ کے بعد مدینہ آئے تھے اور یہ پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت ابن عباس نے بھی اس رجم کا مشاہدہ کیا تھا۔ [2]

حافظ ابن حجر عسقلانی کی ان تصریحات اور مجمع الزوائد کی اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ رجم کا پہلا واقعہ آٹھ ہجری کے بعد واقع ہوا ہے!

اس دلیل پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ یہودیوں کو رجم کرنے کے واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت یہودی مدینہ منورہ میں رہتے تھے، حالانکہ بنو نضیر کو دو ہجری میں مدینہ سے جلاوطن کر دیا گیا تھا اور بنو قریظہ کو پانچ ہجری میں قتل کر دیا گیا تھا اس لیے رجم کے یہ واقعات پانچ ہجری سے پہلے ہونے چاہئیں اور سورۂ نور کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ وہ چھ ہجری میں نازل ہوئی لہٰذا یہ ثابت نہیں ہوا کہ رجم کے یہ واقعات سورہ نور کے نزول کے بعد ہیں بلکہ اس کے برعکس ثابت ہوا۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ بنو نضیر کو جلاوطن کرنے اور بنو قریظہ کو قتل کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مدینہ میں کوئی یہودی نہیں رہا تھا، کیونکہ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی۔

حضرت ماعز کو جو رجم کیا گیا یہ بھی سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد تھا اس پر ایک دلیل تو یہ ہے کہ حضرت ماعز کو یہودیوں کے بعد رجم کیا گیا ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہودیوں کو رجم سورہ نور کے نزول کے بعد کیا گیا فلہٰذا حضرت ماعز کا رجم بھی سورۂ نور کے نزول کے بعد ہے۔

اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ امام ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری نے حضرت ماعز کے قصہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ جب حضرت ماعز نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر زنا کا اعتراف کیا تو آپ نے حاضرین سے پوچھا: کیا تمہارا یہ ساتھی پاگل ہے؟ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے حاضرین کی طرف دیکھا.... الحدیث [3]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ماعز کو رجم کرتے وقت حضرت ابن عباس بھی موجود تھے اور علامہ ابن حجر کے حوالے سے یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ حضرت ابن عباس مدینہ منورہ میں نو ہجری کو آئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ماعز کو نو ہجری میں رجم کیا گیا اور یہ سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے۔

غامدیہ خاتون کو بھی سورہ نور کے نزول کے بعد رجم کیا گیا کیونکہ صحیح مسلم کے اس باب کی حدیث نمبر ۴۳۲۶ میں ہے کہ غامدیہ کو رجم کرتے وقت حضرت خالد بن ولید نے ان کو پتھر مارا تھا اور حضرت خالد آٹھ ہجری میں مدینہ منورہ آئے

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۷۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۰۲ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۱۱۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۳۶۱، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

تھے کیونکہ امام ابن سعد نے حضرت خالد بن ولید سے روایت کیا ہے کہ میں اسلام قبول کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت عثمان بن طلحہ اور حضرت عمرو بن العاص کے ہمراہ آٹھ ہجری یکم صفر کو مدینہ منورہ پہنچا [1]۔ اس سے ثابت ہوا کہ غامدیہ کو بھی آٹھ ہجری میں یا اس کے بعد رجم کیا گیا ہے اور یہ بھی سورہ نور نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے۔ نیز صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۴۳۱۶ میں ہے غامدیہ نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے بھی ماعز کی طرح واپس کرنا چاہتے ہیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ غامدیہ کو رجم کرنے کا واقعہ ماعز کو رجم کرنے کے بعد پیش آیا اور حضرت ماعز کے بارے میں ثابت ہو چکا ہے کہ ان کو سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد رجم کیا گیا سو غامدیہ کو بھی سورہ نور کے نزول کے بعد رجم کیا گیا۔

رہا مزدور کی مالکہ کو رجم کرنے کا واقعہ تو اس کی تفصیل جس طرح کتب حدیث میں ہے اور امام مسلم نے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (حدیث نمبر ۴۳۲۹) کہ اس کے والد نے کہا میرا لڑکا اس شخص کے ہاں کام کرتا تھا اور اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا پہلے مجھے بتایا گیا اس کو رجم کیا جائے گا پھر میں نے اہل علم سے سوال کیا تو انھوں نے بتایا کہ اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے۔ الحدیث۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس وقت یہ واقعہ پیش آیا تو سورۂ نور نازل ہو چکی تھی اور زانی کو سو کوڑے مارنے کا حکم نازل ہو چکا تھا، کیونکہ سورۂ نور سے پہلے زنا کی سزا یہ تھی کہ زانیہ عورتوں کو گھروں میں قید کر دیا جائے حتیٰ کہ انہیں موت آ جائے اور اس کے بعد سورۂ نور میں زانیہ اور زانی کو سو کوڑے مارنے کا حکم نازل ہوا۔ لہٰذا اس حدیث کی داخلی شہادت سے یہ ثابت ہو گیا کہ مزدور کی مالکہ کو رجم کرنے کا واقعہ بھی سورہ نور کے نازل ہونے کے بعد پیش آیا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے ایک راوی حضرت ابوہریرہ ہیں اور صحیح بخاری میں ہے کہ: حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھے کہ ایک شخص نے آ کر اپنا مقدمہ پیش کیا [2]۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوہریرہ اس وقت موجود تھے اور وہ سات ہجری میں اسلام لائے ہیں پس یہ سات ہجری کے بعد کا واقعہ ہے اور سورۂ نور اس سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ پس ثابت ہو گیا کہ رجم کے تمام واقعات سورہ نور نازل ہونے کے بعد پیش آئے اور چونکہ یہ واقعات تواتر معنوی سے ثابت ہیں (کیونکہ ہم اس کے ثبوت میں چھیاسی احادیث پیش کر چکے ہیں) اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ قرآن مجید کی سورہ نور میں جس زانیہ اور زانی کو سو کوڑے مارنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے آزاد اور غیر شادی شدہ زانیہ اور زانی مراد ہیں، رہے غلام یا لونڈی تو ان کی حد پچاس کوڑے ہے اور شادی شدہ زانیہ اور زانی کی سزا رجم ہے جیسا کہ ان احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ وللہ الحمد علی ذالک۔

باندیوں کی نصف سزا سے رجم کی نفی پر استدلال کا جواب

منکرین رجم کا ایک اعتراض یہ ہے کہ قرآن مجید میں شادی شدہ باندیوں کی سزا محصنات کی سزا کی نصف مقرر کی گئی ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ فعلیھن پھر اگر وہ باندیاں شادی شدہ ہو جانے کے

---

[1] امام محمد بن سعد واقدی متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۴ ص ۲۵۲، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

نصف ما علی المحصنات من العذاب (نساء : ۲۵)

بعد کسی بدعلنی کی مرتکب ہوں تو ان پر اس کی بہ نسبت آدھی سزا ہے جو شادی شدہ عورتوں کو اس جرم پر دی جاتی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شادی شدہ باندیاں زنا کریں تو انہیں آزاد شادی شدہ عورتوں کی نصف سزا دی جائے گی پس اگر شادی شدہ آزاد عورتوں کی سزا رجم ہو تو شادی شدہ باندیوں کو رجم کی نصف سزا دی جائے گی اور رجم کا نصف نہیں ہو سکتا اس لیے ماننا پڑے گا کہ آزاد شادی شدہ عورتوں کی سزا رجم نہیں بلکہ سو کوڑے ہیں۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ سورۂ نساء کی اس آیت میں "المحصنات" سے شادی شدہ نہیں بلکہ آزاد کنواری عورتیں مراد ہیں جن کی سزا سورۂ نور میں سو کوڑے بیان کی گئی ہے اور شادی شدہ باندیوں کی سزا اس کا نصف یعنی پچاس کوڑے ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ لفظ محصنات کا مصدر احصان ہے جس کا مادہ حصن ہے، حصن قلعہ کو کہتے ہیں جو حفاظت کے لیے ہوتا ہے۔ احصان چار چیزوں سے ہوتا ہے، اسلام، حریت، نکاح، اور عفت (پاک دامنی) کفر کی وجہ سے جو تکالیف پیش آسکتی ہیں ان سے اسلام حفاظت کرتا ہے، غلامی کی تکلیف سے حریت حصن محفوظ رکھتی ہیں۔ عزت و ناموس کی حفاظت کے لیے نکاح حصار ہے اور عفت اور پاکیزگی بھی شرم و حیاء کا ایک قلعہ ہے جو بداخلاقی سے روکتا ہے قرآن مجید میں احصان کا مادہ ان چاروں معنوں میں استعمال ہے :

۱۔ والذین یرمون المحصنات۔ (نور : ۲۳)

وہ لوگ جو مسلمان عورتوں کو تہمت لگائیں۔ یہاں احصان اسلام کے معنی میں ہے۔

۲۔ والمحصنات من النساء۔ (نساء : ۲۴)

اور شادی شدہ عورتوں (سے نکاح کرنا تم پر حرام کر دیا گیا ہے)؛ یہاں احصان شادی شدہ کے معنی میں ہے۔

۳۔ ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المؤمنات۔ (نساء : ۲۵)

اور تم سے جو شخص آزاد اور کنواری مسلمان عورتوں سے نکاح کی طاقت نہ رکھے تو ۔۔۔۔۔ یہاں احصان آزاد کے معنی میں ہے۔

۴۔ محصنات غیر مسافحت ولا متخذات اخدان۔ (نساء : ۲۵)

وہ باندیاں پاک دامن ہوں، ظاہراً بدکار ہوں نہ پوشیدہ۔ یہاں احصان عفت اور پاکدامنی کے معنی میں ہے۔

قرآن مجید کی آیات کی ترتیب سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس آیت میں المحصنات سے آزاد کنواری عورتیں مراد ہیں جن کا ذکر اسی آیت میں نکاح کی طاقت نہ رکھنے والوں کے ساتھ لفظ المحصنات میں آچکا ہے، یعنی زنا کے جرم میں باندیوں کو وہ سزا دی جائے جو آزاد کنواری عورتوں کی سزا کا نصف ہے یعنی پچاس کوڑے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المؤمنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المؤمنات (الی ان قال اللہ تعالیٰ) فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ فعلیہن نصف ما علی المحصنات من العذاب۔ (نساء : ۲۵)

اور تم میں سے جو لوگ یہ وسعت نہ رکھتے ہوں کہ مسلمان آزاد کنواری عورتوں سے نکاح کریں تو وہ مسلمان باندیوں سے نکاح کر لیں ۔۔۔۔۔ پھر اگر وہ رنڈیاں آزاد ہو جانے کے بعد کسی بدچلنی کی مرتکب ہوں تو ان کو آزاد کنواری عورتوں کی نصف سزا دی جائے۔

اب یہ بات بحث طلب رہ جاتی ہے کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ اس آیت میں المحصنات سے مراد آزاد کنواری عورتیں ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کے شروع میں ہے ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المؤمنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المؤمنات ۔ الآیۃ ۔ یہاں المحصنات سے "مسلمان عورتیں" مراد نہیں ہو سکتیں کیونکہ اس کے متصل بعد المؤمنات کا ذکر ہے اور المحصنات سے پاک دامن عورتیں بھی مراد نہیں ہو سکتیں، کیونکہ اس کے مقابلہ میں مسلمان لونڈیوں کا ذکر ہے اور یہ ایک بے جوڑ اور بے ربط معنی ہو گا کہ "تم میں سے جو شخص پاک دامن عورتوں سے شادی نہ کر سکے وہ مسلمان لونڈیوں سے نکاح کرے"، اور یہاں المحصنات سے تیسرا معنی "شادی شدہ عورتیں" بھی مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ اب معنی یوں ہو گا کہ "تم میں سے جو شخص شادی شدہ عورتوں سے نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ باندیوں سے نکاح کرے"، کیونکہ شادی شدہ یعنی غیر کی منکوحہ سے تو نکاح کرنا جائز ہی نہیں ہے۔ اس لیے متعین ہو گیا کہ یہاں احصان کا چوتھا معنی مراد ہے اور المحصنات سے مراد ہے "آزاد اور کنواری عورتیں" اور آیت کا معنی ہے تم میں سے جو شخص آزاد اور کنواری عورتوں سے نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ مسلمان باندیوں سے نکاح کرے"، اور اس کے بعد جب دوسری بار اسی آیت میں المحصنات کا لفظ آیا تو اس سے بھی لامحالہ یہی معنی مراد ہو گا، چنانچہ اس آیت میں ہے: فعلیھن نصف ما علی المحصنات من العذاب ۔ "پھر اگر وہ لونڈیاں آزاد ہو جانے کے بعد کسی بدکاری کی مرتکب ہوں تو ان کو آزاد کنواری عورتوں کی نصف سزا دی جائے"۔ یہاں المحصنات کا معنی "آزاد اور کنواری عورتیں" ہیں اس پر اوّل تو سیاق کلام قرینہ ہے کیونکہ جب پہلے اس آیت میں المحصنات سے آزاد اور کنواری عورتیں مراد لیا گیا تو دوبارہ جب اسی آیت میں یہ لفظ آیا تو اس سے یہی معنی مراد ہونا چاہیے۔ ثانیاً المحصنات کا لفظ دونوں جگہ معرفہ لایا گیا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب ایک کلام معرفہ کو مکرر لایا جائے تو ثانی عین اولیٰ ہوتا ہے اور تیسرا قرینہ یہ ہے کہ یہ لفظ معرف باللام ہے اور لام میں اصل عہد خارجی ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ لام سے پہلے ذکر کیے ہوئے لفظ کی طرف اشارہ ہوتا ہے جیسے ارسلنا الی فرعون رسولا فعصی فرعون الرسول "ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا سو فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی یعنی جس رسول کو بھیجا تھا" اور یہاں معنی ہو گا کہ "اگر باندیاں آزاد ہونے کے بعد بدکاری کریں تو ان کو ان محصنات کے عذاب کا نصف دیا جائے" یعنی آزاد اور کنواری عورتوں کے عذاب کا نصف عذاب دیا جائے۔

المحصنات سے آزاد اور کنواری عورتیں مراد لینے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ احادیث میں باندیوں کے زنا کی سزا مطلقاً کوڑے مارنا بیان کی گئی ہے اور کسی حدیث میں بھی باندی کے زنا کی سزا رجم نہیں ہے۔ اس لیے ضروری ہوا کہ قرآن مجید میں جو باندیوں کے زنا کی سزا المحصنات کا نصف عذاب بیان کی گئی ہے وہ سو کوڑوں کا نصف ہو تاکہ قرآن مجید اور احادیث میں مطابقت رہے اور العذاب سے مراد سو کوڑے جب ہی ہوں گے جب المحصنات سے مراد آزاد اور کنواری عورتیں ہوں گی اور جو شخص قرآن کے ساتھ سنت پر بھی ایمان رکھتا ہو اس کے لیے المحصنات میں آزاد اور کنواری عورتیں مراد لینے پر یہ واضح قرینہ ہے۔ ہم نے پہلی دلیل مجرد قرآن مجید کے لحاظ سے دی ہے اور دوسری دلیل میں قرآن مجید اور سنت دونوں ملحوظ ہیں۔ ان دو دلیلوں کے علاوہ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ چونکہ احادیث متواترہ سے رجم ثابت ہے اس لیے ضروری ہے کہ المحصنات سے مراد آزاد اور کنواری عورتیں ہوں تاکہ قرآن مجید اور سنت میں منافات نہ ہو۔ میں اس آیت میں کافی غور کرتا رہا تاآنکہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں یہ دلائل القاء کیے والحمد للہ

رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد سید المرسلین۔

ہم نے یہ بیان کیا تھا کہ کسی حدیث میں باندی کے زنا کی سزا رجم نہیں ہے بلکہ باندی کی سزا مطلقاً کوڑے مارنا بیان کی گئی ہے خواہ وہ باندی کنواری ہو یا شادی شدہ۔ اس سلسلہ میں یہ احادیث لائق توجہ ہیں:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ وزید بن خالد رضی اللہ عنھما قالا: سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الامۃ اذا زنت ولم تحصن قال اذا زنت فاجلدوھا ثم ان زنت فاجلدوھا ثم ان زنت فاجلدوھا ثم بیعوھا ولو بضفیر۔ [1]

حضرت ابوہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا گیا کہ اگر غیر محصنہ باندی زنا کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا جب وہ زنا کرے تو اس کو کوڑے مارو، پھر اگر زنا کرے تو پھر کوڑے مارو، اور اگر پھر زنا کرے تو پھر کوڑے مارو اور اس کے بعد بیچ دو خواہ رسی کے ایک ٹکڑے کے عوض بیچنا پڑے۔

اور امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابراھیم ان معقل بن مقرن المزنی جاء الی عبد اللہ فقال ان جاریۃ لی زنت فقال اجلدھا خمسین قال لیس لھا زوج قال اسلامھا احصانھا۔ [2]

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ معقل بن مقرن مزنی حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس گئے اور کہا میری باندی نے زنا کیا ہے! انھوں نے کہا اس کو پچاس کوڑے مارو، انھوں نے کہا وہ غیر شادی شدہ ہے، حضرت عبداللہ نے کہا اس کا احصان اس کا مسلمان ہونا ہے۔

ازواج مطہرات کو بر تقدیر فاحشہ ضعف عذاب کی وعید سے نفی رجم پر استدلال کا جواب۔!

منکرین رجم کا ایک اور یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید میں ازواج مطہرات کو یہ وعید سنائی گئی ہے کہ اگر انھوں نے فاحشہ کا ارتکاب کیا تو ان کو دوگنا عذاب دیا جائے گا اور رجم کو دوگنا نہیں کیا جا سکتا اس لیے ماننا پڑے گا کہ اس عذاب سے رجم مراد نہیں ہے بلکہ سو کوڑے سزا مراد ہے یعنی اگر ازواج مطہرات نے (بالفرض) زنا کیا تو ان کو دو سو کوڑے مارنے کی سزا دی جائے گی اس سے ثابت ہو گیا کہ شادی شدہ زانیہ کی سزا سو کوڑے مارنا ہے اور اس کی سزا رجم نہیں ہے۔

الجواب سب سے پہلے ہم اس آیت کو بیان کرتے ہیں جس سے منکرین رجم نے استدلال کیا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا نساء النبی من یأت منکن بفاحشۃ

اے نبی کی ازواج تم میں سے جس نے بھی کھلی

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲، ص ۱۰۱۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷، ص ۳۹۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ۔

مبینۃ یضاعف لھا العذاب ضعفین و کان ذلک علی اللہ یسیرا ۔ (احزاب، ۳۰)
بدچلنی (اعلانیہ گناہ) کا ارتکاب کیا، اس کو دگنا عذاب دیا جائے گا اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

منکرین رجم کا یہ اعتراض ان تینوں باتوں پر موقوف ہے کہ فاحشہ مبینہ سے مراد زنا ہو اور عذاب سے مراد دنیاوی سزا ہو اور یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ ازواج مطہرات (العیاذ باللہ) زنا کر سکتی ہیں!

سو اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ فاحشہ مبینہ (اعلانیہ گناہ) سے مراد زنا نہیں ہو سکتا کیونکہ زنا کھلم کھلا اور علانیہ نہیں کیا جاتا بلکہ چھپ کر پوشیدہ طور پر کیا جاتا ہے، لہٰذا اس سے مراد زنا کے علاوہ کوئی اور گناہ ہے، مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسا مطالبہ کرنا جو آپ کے لیے رنج اور پریشانی کا باعث ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے زنا کا صدور عادۃً ممتنع ہے۔ رازی لکھتے ہیں انبیاء علیہم السلام کو کفار کی طرف وعظ و نصیحت کے لیے بھیجا جاتا ہے اس لیے یہ ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جس کی وجہ سے کفار ان سے متنفر ہوں اور کسی انسان کی بیوی کا زانیہ ہونا اس شخص کے ذلیل و رسوا ہونے اور لوگوں کے اس سے متنفر ہونے کی سب سے بڑی وجہ ہے اور چونکہ ان کے نزدیک کفر کوئی عیب نہیں ہے اس وجہ سے کسی نبی کی بیوی کافر تو ہو سکتی ہے جیسے حضرت نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویاں، لیکن کسی نبی کی بیوی زانیہ نہیں ہو سکتی کیونکہ زنا ایک ایسا عیب ہے جو کافر اور مسلمان ہر ایک کے نزدیک باعث مذمت ہے اور چونکہ نبی کا لوگوں کی نگاہوں میں معزز شریف اور وجیہ ہونا ضروری ہے اس لیے اس کی بیوی کا زنا سے معصوم اور محفوظ ہونا ضروری ہے۔ [۱]

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ نبی کی ازواج کا اس برائی سے معصوم ہونا ضروری ہے تو ضروری ہوا کہ یہاں فاحشہ مبینہ سے مراد زنا نہ ہو بلکہ کوئی اور گناہ ہو۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ علامہ آلوسی اور دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت میں عذاب سے مراد دنیاوی سزا نہیں ہے بلکہ اخروی سزا مراد ہے یعنی نبی کی زوجہ نے کوئی علانیہ گناہ کیا تو عام مسلمان کی بیوی کی بہ نسبت اس کو دگنا عذاب ہو گا۔ [۲]

چوتھا جواب یہ ہے کہ اگر فاحشہ مبینہ سے مراد زنا اور عذاب سے مراد دنیاوی سزا ہو تو ہم کہیں گے کہ پھر بھی عذاب سے مراد سو کوڑے نہیں بلکہ رجم ہے اور رہا یہ کہ رجم کو دگنا کرنا محال ہے یعنی محال عادی ہے تو ہم کہیں گے کہ ازواج مطہرات سے زنا کا وقوع بھی محال عادی ہے اور محال کا محال کو مستلزم ہونا جائز ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین ۔ (زخرف: ۸۱)
آپ کہہ دیجئے کہ اگر رحمٰن کا بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا۔

حالانکہ اللہ کا بیٹا ہونا بھی محال ہے اور رسول اللہ کا اللہ کے بیٹے کی عبادت کرنا بھی محال ہے اسی طرح ازواج مطہرات کا زنا کرنا بھی محال ہے اور رجم کا دگنا کیا جانا بھی محال ہے اس لیے فرمایا اگر ازواج میں سے کسی نے زنا کیا تو اس کو دو بار رجم کیا جائے گا، اور یہ اللہ پر آسان ہے کیونکہ یہ محال عادی ہے محال عقلی نہیں ہے۔ بہرحال ان چار وجوہ سے

---

[۱] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۴۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[۲] علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمد آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۸۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

منکرین رجم کا رجم پر یہ اعتراض دور ہو گیا۔ وللہ الحمد علی ذالک۔

رجم کے خلاف قرآن نہ ہونے پر دلائل

منکرین رجم کے جو اعتراضات ہم تک پہنچے ہیں ان سب میں یہ قدر مشترک ہے کہ رجم کا حکم قرآن مجید کے خلاف ہے۔ یہ بات آج تک کوئی نہ کہہ سکا کہ سنت متواترہ سے رجم ثابت نہیں بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ چونکہ یہ احادیث قرآن مجید کے خلاف ہیں اس لیے حجت نہیں۔ اور یہ صرف ان کا مفروضہ ہے کہ یہ احادیث قرآن کے خلاف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کی مخالفت اس وقت ہوتی جب قرآن مجید میں یہ ہوتا کہ محصن اور غیر محصن ہر زانی کو سو کوڑے مارے جائیں اور اس کے برخلاف احادیث میں یہ ہوتا کہ غیر محصن کو کوڑے مارے جائیں اور محصن کو رجم کیا جائے، لیکن فی الواقع ایسا نہیں ہے قرآن مجید نے بغیر کسی تفصیل کے زانیہ اور زانی کو سو کوڑے مارنے کا حکم دیا اور سنت میں اس کی تفصیل کی گئی کہ غیر محصن کو سو کوڑے مارے جائیں اور محصن کو رجم کر دیا جائے تو پھر یہ کہنا کس طرح صحیح ہے کہ یہ احادیث قرآن مجید کے مخالف ہیں!

ان معترضین نے اس پر غور نہیں کیا کہ جس طرح قرآن مجید کے احکام حجت ہیں اور ان کی قانونی حیثیت ہے اسی طرح ان احکام کی جو تعبیر اور تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے وہ بھی حجت ہے اور ان کی قانونی حیثیت وہی ہے جو قرآن مجید کے احکام کی ہے۔ اور اگر یہ اصرار کیا جائے کہ قرآن مجید نے جو احکام بغیر کسی تفصیل اور قید کے مطلقاً بیان کیے ہیں ان کو اسی طرح اطلاق اور عموم پر محمول کیا جائے گا اور احادیث صحیحہ اور سنت ثابتہ میں جو اس کی تعبیر اور تشریح اور تفصیلات اور قیود بیان کی گئی ہیں ان کا لحاظ نہیں کیا جائے گا تو بہت سی خرابیوں کا دروازہ کھل جائے گا۔

جس طرح قرآن مجید نے الزانیۃ والزانی کو بغیر کسی تفصیل اور قید کے بیان کیا ہے اسی طرح قرآن مجید نے بغیر کسی تفصیل اور قید کے فرمایا ہے السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما "چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھوں کو کاٹ دو" (مائدہ: ۳۸) قرآن مجید نے یہ نہیں بیان کیا کہ کتنی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے، کس جگہ چوری پر ہاتھ کاٹا جائے، کہاں سے ہاتھ کاٹا جائے۔ اور اگر اس کو سنت کی بیان کردہ تفصیل کے ساتھ نہ مقید کیا جائے اور اس کو اپنے عموم اور اطلاق پر رکھا جائے تو اس کا تقاضا یہ ہوگا کہ ایک کیل یا ایک کھجور کی چوری پر بھی ہاتھ کاٹ دیا جائے، خواہ وہ دوکان سے کھجور چرائے یا مسجد سے، قبر سے کفن چرائے، یا جیب کاٹ کر لے جائے ہر چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ خواہ وہ ایک روپے کی چوری ہو یا ایک لاکھ روپے کی چوری ہو اور چونکہ پہنچے سے لے کر بغل تک ہاتھ ہوتا ہے اس لیے جلاد کی مرضی ہے کہ وہ چور کا ہاتھ پہنچے سے کاٹے، کلائی سے کاٹے، کہنی سے کاٹے یا بغل سے ہاتھ کاٹ دے ہر صورت میں یہ قرآن مجید کے حکم پر عمل ہوگا۔!

اسی طرح قرآن مجید نے صرف رضاعی ماں اور رضاعی بہن کی حرمت بیان کی ہے اس لیے رضاعی بیٹی کی حرمت قرآن کے خلاف ہونی چاہیے، قرآن مجید صرف دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنے سے منع کرتا ہے لہٰذا خالہ اور بھانجی، پھوپھی اور بھتیجی کو ایک نکاح میں جمع کرنے کی حرمت خلاف قرآن ہوگی اور ایک شخص کے لیے جائز ہوگا کہ وہ اپنی رضاعی بیٹی سے شادی کر لے یا خالہ اور بھانجی کے ساتھ بیک وقت نکاح کرے اور پھوپھی اور بھتیجی سے بیک وقت نکاح کرے!

قرآن مجید کہتا ہے واشھدوا اذا تبایعتم (بقرہ: ۲۸۲) "جب تم آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لو" تو اس حکم کی رُو سے ضروری ہوگا کہ ہر خرید و فروخت کے لیے گواہ بنانا ضروری ہو کیونکہ یہ حکم بھی مطلق اور عام ہے اور جو خرید و فروخت

بغیر گواہی کے ہو وہ ناجائز اور باطل ہو، لہٰذا ہماری روزمرہ کی وہ خرید و فروخت جس میں گواہ نہیں بنائے جاتے، باطل قرار پائے گی، سنت کو چھوڑ کر مجرد قرآنی فقرے کے یہی ثمرات اور نتائج ہیں، یہاں ہم نے چند مثالیں پیش کی ہیں ورنہ عبادات اور معاملات میں قرآن مجید کے بیان کردہ تمام احکام کا یہی حال ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اصولی احکام بیان کیے ہیں اور ان کی تفصیل اور تعبیر و تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دی ہے اور آپ کی سنت کو چھوڑ کر مجرد قرآن مجید کے احکام پر عمل نہیں کیا جا سکتا!

جس طرح عبادات اور معاملات کے باقی احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تفصیل اور تشریح کے مطابق مشروع کیے گئے اسی طرح زنا کی حد بھی آپ کی بیان کردہ تفصیل پر محمول کی جائے گی، کیونکہ قرآن مجید نے مطلقاً زنا کی سزا کو بیان کیا ہے یہ نہیں بتایا کہ شادی شدہ زانی کی کیا سزا ہے اور غیر شادی شدہ زانی کی کیا سزا ہے، اس کا علم ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے حاصل ہوا کہ غیر شادی شدہ کو سو کوڑے مارے جائیں اور شادی شدہ کو رجم کر دیا جائے کیونکہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے (ہم اس سلسلہ میں چھیاسی ۸۶ احادیث متعدد کتب احادیث کے حوالوں سے پیش کر چکے ہیں) کہ نہ صرف یہ کہ آپ نے رجم کا حکم دیا بلکہ آپ نے عملاً متعدد مقدمات میں رجم کا فیصلہ کیا اور آپ کے بعد چاروں خلفاء راشدین نے اپنے اپنے دور میں یہی سزا نافذ کی اور اس کے قانونی سزا ہونے کا بارہا اعلان کیا اور ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا بھی یہی معمول رہا، ائمہ اربعہ اور ہر زمانہ میں تمام فقہاء اسلام کا یہی نظریہ تھا تا آنکہ بعض معتزلہ اور خوارج نے اور اس دور میں منکرین سنت نے اس کا انکار کیا اور ظاہر ہے کہ تمام صحابہ، تابعین اور تمام فقہاء اسلام کے مقابلہ میں ان کے انکار کی کیا وقعت ہو سکتی ہے!

ثبوت رجم کے سلسلہ میں ہم نے بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں منکرین سنت نے رجم کے خلاف بہت شور و غوغا کیا ہے، حتیٰ کہ ایک مرتبہ پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت نے بھی اس کو اپنے فیصلہ میں خلاف شرع لکھا بعد میں صدر پاکستان محمد ضیاء الحق کی مداخلت کے بعد وفاقی شرعی عدالت نے اپنے اس فیصلہ کو تبدیل کیا لیکن اس کے بعد بھی سیکولر قسم کے وکیل عدالت میں رجم کے خلاف دلائل دیتے رہتے ہیں، اس سلسلہ میں ان کے جو دلائل مجھ تک پہنچے ہیں میں نے اوراق سابقہ میں ان کے جوابات ذکر کر دیے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے اور اسے منکرین کی ہدایت اور اصلاح اور عام مسلمانوں کے عقائد کی تقویت کا سبب بنائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ محمد خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وعلیٰ اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

مرجوم کو گولی سے ہلاک کر دینے کی تحقیق

اس باب کی حدیث نمبر ۴۳۱۲ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حضرت ماعز کو رجم کرنے کا حکم دیا تو ہم ان کو بقیع الغرقد میں لے گئے، ہم نے ان کو باندھا تھا نہ گڑھا کھودا تھا، پھر ہم نے ان کو ہڈیوں، پتھروں اور ٹھیکریوں سے مارا۔

علامہ نووی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں اس کی دلیل ہے کہ پتھر، ڈھیلے، ہڈی، ٹھیکری یا لکڑی جس چیز سے بھی قتل کا حصول ہو اس سے رجم کا حصول ہو جاتا ہے اور رجم کرنے کے لیے پتھر مارنا ضروری اور شرط نہیں ہے اور اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے[1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۶۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ شربینی شافعی لکھتے ہیں: زیادہ چھوٹی چھوٹی کنکریاں نہ ماری جائیں تاکہ اس کو سزا دینے کا عمل طویل نہ ہو جائے اور نہ بہت بڑے بڑے پتھروں سے رجم کیا جائے جن سے وہ ایک دم ہلاک ہو جائے اور اس رجم سے جو عبرت مقصود ہے وہ حاصل نہ ہو سکے۔ [1]

علامہ عبدالقادر عودہ مصری لکھتے ہیں: زانی کو متوسط سائز کے پتھروں سے رجم کیا جائے اور جو چیز پتھروں کے قائم مقام ہو مثلاً ڈھیلوں اور ٹھیکریوں سے رجم کیا جائے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ زانی کو ہڈیوں، ڈھیلوں، ٹھیکریوں وغیرہ سے رجم کیا گیا اور چھوٹی چھوٹی کنکریوں سے نہ رجم کیا جائے تاکہ اس کو عذاب دینے کا عمل طویل نہ ہو، اور بہت بڑے بڑے پتھروں کے ساتھ بھی رجم نہ کیا جائے جن سے وہ فوراً مر جائے اور اس سزا سے جو عبرت دلانا مقصود ہے وہ حاصل نہ ہو سکے۔

رجم کے لیے پتھروں کی تعداد معین نہیں ہے، بعض دفعہ چند پتھر لگنے سے ہی مرجوم (زانی) ہلاک ہو جاتا ہے اور بعض اوقات بہت زیادہ پتھر مارنے سے بھی مرجوم ہلاک نہیں ہوتا اور پھر بڑے بڑے پتھر مارنے کی ضرورت پڑتی ہے، کیونکہ رجم سے مقصود زانی کو قتل کرنا ہے، اس لیے اس کو موت تک پتھر مارے جاتے ہیں۔

قتل کرنے کا کوئی اور آلہ رجم کے قائم مقام نہیں، مثلاً زانی کا تلوار سے سر قلم کر دیا جائے یا اس کو پھانسی دے دی جائے اور جب مرجوم ہلاک ہو جائے تو اس کا جسم ورثاء کے حوالے کر دیا جائے گا اور وہ اس کے ساتھ وہ سب کچھ کریں گے جو باقی مردوں کے ساتھ کیا جاتا ہے، اس کو غسل دیں گے، کفن پہنائیں گے اور اس کی نماز جنازہ پڑھ کر اس کو دفن کر دیں گے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز کو رجم کرنے کے بعد فرمایا تھا اس کے ساتھ وہ کارروائی کرو جو تم اپنے مردوں کے ساتھ کرتے ہو۔ [2]

حضرت ماعز کو رجم کرنے کے واقعہ میں صحیح مسلم سے یہ ثابت ہے کہ ان کو پتھروں، ڈھیلوں، ٹھیکریوں اور کنکریوں سے رجم کیا گیا اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ رجم میں صرف پتھر مارنا ضروری نہیں ہیں بلکہ ہر وہ چیز جس کے نتیجہ میں مرجوم ہلاک ہو جائے اس سے اس کو رجم کرنا جائز ہے۔ بنا بریں اگر اس کو گولی مار کر ہلاک کر دیا جائے تو یہ بھی جائز ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پتھروں سے رجم کرنے کے طریقہ میں ترمیم کر کے یہ طریقہ وضع کر لیا جائے کہ پہلے کچھ پتھر مارنے کے بعد زانی کو گولی مار دی جائے، کیونکہ اس سے رجم کا وہ طریقہ تبدیل ہو جائے گا جو شارع علیہ السلام سے تواتر کے ساتھ منقول ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر رجم کے دوران کسی شخص نے اتفاقاً مرجوم کو گولی مار دی جس سے وہ ہلاک ہو گیا تب بھی مقصود حاصل ہو جائے گا، لیکن اس طریقہ کو مستقل حیثیت دینا مقاصد شرع کے خلاف ہے، رجم کے دوران اتفاقاً گولی مار کر ہلاک کرنے پر اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

امام ابوداؤد نعیم بن ہزال سے روایت کرتے ہیں:

فلما رجم فوجد مس الحجارة فجزع فخرج　　جب حضرت ماعز کو رجم کیا گیا اور ان کے جسم پر

---

[1] شیخ محمد الشربینی الخطیب، مغنی المحتاج ج ۴ ص ۱۵۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۵۲ھ

[2] علامہ عبدالقادر عودہ مصری، التشریع الجنائی ج ۲ ص ۴۴۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت

يشتد فلقيه عبد الله بن انيس وقد عجز اصحابه فنزع له بوظيف بعير فرماه به فقتله۔ [۱]

پتھر لگے تو وہ گھبرا کر بھاگے، جس وقت ان کے ساتھی ان کو پکڑنے سے عاجز ہو چکے تھے اس وقت عبداللہ بن انیس نے ان کو جا لیا اور انھوں نے اونٹ کی پنڈلی کی ہڈی اٹھا کر کھینچ کر ماری جس سے وہ ہلاک ہو گئے۔

مرجوم کے لیے گڑھا کھودنے میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۴۳۱۲ میں ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نہ ہم نے حضرت ماعز کو باندھا نہ ان کے لیے گڑھا کھودا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: رجم کیے جانے والے مرد اور عورت کے متعلق فقہاء کے مذاہب کی تفصیل یہ ہے کہ امام مالک، امام احمد اور امام ابوحنیفہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ مرد یا عورت کسی کے لیے بھی گڑھا نہ کھودا جائے اور قتادہ، ابوثور، امام ابویوسف اور امام ابوحنیفہ کا ایک قول یہ ہے کہ دونوں کے لیے ایک گڑھا کھودا جائے، اور بعض مالکیہ کا یہ قول ہے کہ جس کو گواہوں کی وجہ سے رجم کیا جائے اس کے لیے گڑھا کھودا جائے اور جس کو اقرار کی وجہ سے رجم کیا جائے اس کے لیے گڑھا نہ کھودا جائے۔ اور فقہاء شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ مرد کے لیے گڑھا نہ کھودا جائے خواہ اس کو گواہوں کی بناء پر رجم کیا جائے یا اقرار کی وجہ سے اور عورت کے متعلق فقہاء شافعیہ کے تین قول ہیں: (۱) سینہ تک گڑھا کھودنا مستحب ہے تاکہ اس کا زیادہ ستر ہو سکے۔ (۲) گڑھا کھودنا مستحب ہے نہ مکروہ بلکہ یہ امام کی رائے پر موقوف ہے (۳) اگر گواہوں کی وجہ سے رجم کیا جائے تو گڑھا کھودنا مستحب ہے اور اگر اس کے اقرار کی وجہ سے رجم کیا جائے تو گڑھا نہ کھودنا مستحب ہے تاکہ اس کے بھاگنے کی گنجائش رہے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے جو فقہاء گڑھا کھودنے کا حکم دیتے ہیں وہ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ غامدیہ کے لیے گڑھا کھودا گیا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ماعز کے لیے بھی گڑھا کھودا گیا تھا۔ اور جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ گڑھا نہ کھودا جائے وہ حضرت ابوسعید خدری کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ماعز کو باندھا تھا اور نہ ان کے لیے گڑھا کھودا تھا، اور حضرت ماعز کے لیے دوسری روایت اور حضرت غامدیہ کی روایت کو بیان جواز پر محمول کرتے ہیں اور جو یہ کہتے ہیں کہ مرد کے لیے گڑھا نہ کھودا جائے اور عورت کے لیے کھودا جائے، وہ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت ماعز کے لیے گڑھا نہیں کھودا گیا تھا اور غامدیہ کے لیے کھودا گیا تھا۔ [۲]

علامہ قاضی خان حنفی لکھتے ہیں: مرد کو کھڑا کر کے رجم کیا جائے، نہ اس کو پکڑا جائے نہ باندھا جائے نہ اس کے لیے گڑھا کھودا جائے اور عورت کے لیے امام چاہے تو گڑھا کھودے اور چاہے تو نہ کھودے، حد اور تعزیر میں مرد کے

[۱] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۵۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور
[۲] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۶۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

باقی کپڑے اتار کر صرف شلوار پہننے دی جاتے۔ اور عورت کے کپڑے کسی حد میں بھی نہیں اتارے جائیں گے لیکن زائد کپڑے اتار لیے جائیں گے اور حاملہ عورت کو وضع حمل تک رجم نہیں کیا جائے گا اور نفاس میں بھی رجم نہیں کیا جائے گا۔ البتہ حیض میں حد جاری کرنا منع نہیں ہے۔ [1]

علامہ حصکفی حنفی نے لکھا ہے کہ مرد کے لیے گڑھا کھودنا جائز نہیں ہے اور عورت کے لیے گڑھا کھودا جائے لیکن علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر اقرار کی بناء پر عورت کو حد لگائی گئی ہے تو اس کے لیے گڑھا نہ کھودا جائے تاکہ اس کے لیے بھاگنے کی گنجائش رہے۔ [2]

سنت قطعیہ حکماً کتاب اللہ کے مساوی ہے

حدیث نمبر ۴۳۲۹ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدور کے باپ سے فرمایا! قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ اور آپ نے فیصلہ کیا کہ اس کے بیٹے کو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا اور مزدور کی مالکہ کے لیے یہ فیصلہ کیا کہ اگر وہ اعتراف کرے تو اس کو رجم کر دیا جائے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کو بھی کتاب اللہ کا فیصلہ قرار دیا ہے۔ اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ رجم کا حکم قرآن مجید میں موجود ہے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں وکیف یحکمونک وعندھم التوراۃ فیھا حکم اللہ (مائدہ، ۴۳) "وہ آپ کو کیسے حکم (منصف) بناتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے۔" اور اس حکم اللہ سے مراد رجم ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہر چند کہ رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے لیکن چونکہ کتاب اللہ کی وضاحت ہے اس لیے آپ نے اس کو کتاب اللہ کا فیصلہ قرار دیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو سنت قطعی الثبوت ہو وہ کتاب اللہ کے مساوی ہے۔

حد زنا کے ثبوت کے طریقے

اس باب کی حدیث نمبر ۴۳۰۵ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا خطبہ روایت کیا ہے جس میں یہ ہے:

ان الرجم فی کتاب اللہ حق علی من زنا اذا احصن من الرجال والنساء اذا قامت البینۃ او کان الحبل او الاعتراف۔ [3]

جب شادی شدہ مرد اور عورتیں زنا کریں تو ان کو رجم کرنے کا حکم کتاب اللہ میں برحق اور ثابت ہے۔ جب ان کے خلاف گواہ قائم ہوں، یا عورت کو حمل ہو جائے یا وہ اعتراف کر لیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا کی حد جاری کرنے کے تین طریقے ہیں، گواہی حمل اور اعتراف، سب سے پہلے ہم گواہی پہ

---

[1] علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۲۹۵ھ، فتاوی قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ج ۳ ص ۴۷۵، ۴۷۴۔ مطبوعہ مطبع امیریہ کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۲۰۳ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ

گفتگو کریں گے۔

زنا کے گواہوں کی شرائط

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: زنا کی گواہی کی سات شرطیں ہیں:

شرط اول: زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہ ضروری ہیں، یہ اجماعی شرط ہے اور اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واللاتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ منکم (نساء: ۵)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کریں، ان کے خلاف اپنے مردوں میں سے چار گواہ لاؤ۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ (نور: ۴)

وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں، اور اس پر چار مرد گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی کوڑے مارو۔

اور اس حدیث میں ہے حضرت سعد بن عبادہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یہ بتلائیے کہ اگر میں اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو دیکھوں تو کیا اس کو چار گواہ لانے تک مہلت دوں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں (موطا امام مالک، سنن ابوداؤد)

(شرط ثانی): زنا کے تمام گواہوں کا مرد ہونا ضروری ہے اور اس میں عورتوں کی گواہی کسی حال میں قبول نہیں کی جائے گی اس مسئلہ میں بھی ائمہ اربعہ متفق ہیں اور اہل علم میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے، البتہ عطاء اور حماد سے یہ روایت ہے کہ اس میں تین مردوں اور دو عورتوں کی گواہی بھی مقبول ہے لیکن یہ قول شاذ ہے اور اس پر کسی کا اعتماد نہیں ہے، کیونکہ اربعۃ کا لفظ مذکر کے لیے ہے اور جب بعض گواہ عورتیں ہوں تو اس پر اربعۃ شھداء صادق نہیں ہوگا اور یہ نص قرآن کے خلاف ہے۔ نیز عورتوں کی گواہی میں غلطی کا امکان ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان تضل احداھما فتذکر احداھما الاخری (بقرہ: ۲۸۲) "کہ ان دو میں سے کوئی ایک (عورت) بھول جائے تو اس کو دوسری یاد دلا دے۔" اور شبہات کی وجہ سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔

(شرط ثالث): زنا کے تمام گواہ آزاد ہوں، لہٰذا اس میں غلام کی گواہی مقبول نہیں ہوگی، اس مسئلہ میں بھی اہل علم میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے، البتہ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ ان کی گواہی قبول کی جائے گی، ابوثور کا بھی یہی قول ہے نیز اس لیے بھی کہ وہ مسلمان مرد ہے اس لیے آزاد کی مثل اس کی گواہی بھی قبول کی جائے گی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ باقی حقوق میں اس کی گواہی کے قبول ہونے میں اختلاف ہے اور اس سے اس کی گواہی کی مقبولیت میں شبہ واقع ہوتا ہے اور حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں۔

(شرط رابع): گواہ عادل (نیک) ہوں، اس شرط میں بھی اہل علم کا اختلاف نہیں ہے، کیونکہ باقی معاملات میں بھی گواہ کا نیک ہونا شرط ہے تو یہاں پر تو زیادہ احتیاط مطلوب ہے، اس لیے فاسق کی گواہی مقبول ہوگی اور نہ اس مستور الحال کی جس کے نیک ہونے کا علم نہ ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ فاسق ہو۔

(شرط خامس): گواہ مسلمان ہوں لہٰذا زنا میں اہل ذمہ کی گواہی مقبول نہیں ہوگی خواہ وہ مسلمانوں کے خلاف گواہی دیں یا ذمیوں کے، کیونکہ ذمی کافر ہیں، دینی امور میں ان کی روایت اور خبر قبول نہیں کی جاتی سو ان کی گواہی بھی قبول نہیں کی جائے گی

(شرط سادس): گواہ زنا کی کیفیت کا بیان کریں اور یہ کہیں کہ انہوں نے مرد کے آلہ کو عورت کے اندام نہانی میں

اس طرح دیکھا ہے جیسے سلائی سرمہ دانی میں یا رسی کنویں میں، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور دوسرے فقہاء کا یہی قول ہے کیونکہ حضرت ماعز کے قصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اسی طرح اقرار کرایا تھا، اور جب اقرار میں یہ بیان ضروری ہے تو شہادت میں بطریق اولیٰ ضروری ہوگا۔

(شرط سابع) زنا کے تمام گواہ ایک مجلس میں آئیں۔ علامہ خرقی نے کہا ہے اگر حاکم مجلس قضاء میں بیٹھا ہوا ہو اور چاروں گواہ الگ الگ آئیں تو ان کی گواہی قبول نہیں ہوگی، اور اگر بعض گواہ حاکم کے اٹھنے کے بعد آئے تو وہ تہمت لگانے والے قرار دیئے جائیں گے اور ان پر حد قذف لازم ہوگی۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے۔ امام شافعی، بتی اور ابن منذر نے کہا یہ شرط نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لولا جاءو علیہ باربعۃ شھداء (نور: ۱۳) "وہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لے کر آئے" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مجلس کا ذکر نہیں کیا، اور جس طرح باقی معاملات میں گواہی کے لیے اتحاد مجلس شرط نہیں ہے اسی طرح یہاں بھی شرط نہیں ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر کے سامنے حضرت ابوبکرہ، نافع اور شبل بن معبد نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کے خلاف زنا کی گواہی دی اور زیاد نے گواہی نہیں دی تو ان تینوں کو حد قذف لگائی گئی اور اگر ایک مجلس میں گواہی کی شرط نہ ہوتی تو ان کو حد لگانا جائز نہ ہوتا، کیونکہ یہ ہو سکتا تھا کہ وہ دوسری مجلس میں ایک اور گواہ پیش کر کے چار گواہیاں مکمل کر لیتے، نیز اس لیے کہ اگر تین شخص گواہی دیں اور ان کو حد لگ جائے پھر چوتھا شخص آکر گواہی دے تو اس کی گواہی قبول نہیں ہوتی، اور اگر اتحاد مجلس کی شرط نہ ہوتی تو اس صورت میں ان کی شہادت پوری ہو چکی تھی، اس اعتبار سے یہ دوسری شہادتوں سے ممتاز ہے۔

امام شافعی نے قرآن مجید کی جس آیت سے استدلال کیا ہے، اس کو اتحاد مجلس کے ساتھ مقید کرنا ضروری ہے اور اگر اس کو زمانہ کے اعتبار سے عام اور مطلق رکھا جائے تو ایک گواہ آکر گواہی دے گا اور کہے گا باقی گواہ پھر آئیں گے اور اس کو حد قذف لگانا ممکن نہیں ہوگا۔ اس لحاظ سے ایک مجلس میں اگر چار گواہ متفرق طور پر یکے بعد دیگرے بھی آجائیں تو جائز ہے۔ اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ ایک مجلس میں متفرق طور پر آئے تو وہ تہمت لگانے والے قرار دیئے جائیں گے کیونکہ وہ آنے میں مجتمع نہیں ہوئے اس لیے ان کی شہادت قبول نہیں ہوگی۔

اور ہماری دلیل حضرت مغیرہ بن شعبہ کا واقعہ ہے کیونکہ ان کے خلاف گواہ یکے بعد دیگرے آئے اور ان پر حد اس لیے لگائی گئی کہ چار گواہ مکمل نہیں ہوئے اور حدیث میں ہے حضرت ابوبکرہ نے کہا یہ بتائیے کہ اگر چوتھا شخص بھی آکر ان کے خلاف گواہی دے تو کیا آپ انہیں رجم کر دیں گے؟ حضرت عمر نے کہا: ہاں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! [1]

نصاب شہادت مکمل نہ ہونے کی تقدیر پر گواہوں کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ——— امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور اکثر اہل علم کے نزدیک جب زنا کے چار گواہ مکمل نہ ہوں تو ان پر

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۱۷۴۔ ۱۶۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

حد قذف لازم ہوگی۔ ابوالخطاب حنبلی نے اس میں دو روایتیں ذکر کی ہیں اور امام شافعی کے دو قول نقل کیے ہیں ایک قول یہ ہے کہ ان پر کوئی حد نہیں ہے کیونکہ وہ گواہ ہیں اس لیے ان پر حد واجب نہیں ہوگی جیسا کہ اگر چار گواہ ہوتے اور ان میں سے ایک فاسق ہوتا تو ان پر حد نہ ہوتی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة (نور: ۴) "جو لوگ پاکدامن عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں پھر اس پر چار گواہ نہیں لاتے ان کو اسی کوڑے مارو" اس آیت سے ہر اس تہمت لگانے والے پر حد قذف لازم ہوتی ہے جو اپنے قول پر چار گواہ نہ پیش کر سکے۔ نیز اس پر اجماع صحابہ بھی ہے کیونکہ جب حضرت ابوبکرہ اور ان کے ساتھی، حضرت مغیرہ بن شعبہ کے خلاف چار گواہ مکمل نہ کر سکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کے سامنے ان پر حد قذف لگائی اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔

ابوعثمان نہدی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر کے پاس آکر حضرت مغیرہ کے خلاف زنا کی شہادت دی، حضرت عمر کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا، پھر دوسرے نے آکر شہادت دی، حضرت عمر کے چہرے کا رنگ اڑ گیا پھر تیسرے نے آکر شہادت دی اور یہ شہادت حضرت عمر پر بہت گراں گذری، پھر چوتھا شخص ہاتھ آگے پیچھے کرتا ہوا آیا تب حضرت عمر نے زور سے چیخ مار کر کہا اے جھلسانے والی آگ! تیرے پاس کیا ہے، ابوعثمان نہدی کہتے ہیں کہ وہ اتنے زور کی چیخ تھی کہ میں بے ہوش ہونے کے قریب تھا، اس نے کہا اے امیر المومنین میں نے ایک برا کام دیکھا ہے (یعنی چوتھے گواہ نے زنا کی تصریح نہیں کی۔ سعیدی غفرلہ) حضرت عمر نے کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو شیطان بُری راہ پر ڈالنے میں کامیاب نہیں ہوا، ابوعثمان نہدی کہتے ہیں پھر حضرت عمر نے ان تینوں پر حد قذف لگانے کا حکم دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر کے سامنے تین آدمیوں نے حضرت مغیرہ کے خلاف گواہی دی اور ابھی زیاد باقی تھے حضرت عمر نے فرمایا میں ایک خوبصورت نوجوان کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی زبان سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو رسوا ہونے سے بچا لے گا، زیاد نے کہا اے امیر المومنین میں نے دُبر (سرین) اوُنچی دیکھی، سانس چڑھا ہوا دیکھا اور میں نے دیکھا کہ عورت کی ٹانگیں اس کی گردن پر اس طرح تھیں جیسے گدھے کے کان ہوں، اور اس کے پیچھے کیا تھا یہ مجھے پتا نہیں (یعنی یہ نہیں کہا کہ میں نے ان کے آلہ کو اس کی اندام نہانی میں اس طرح دیکھا جس طرح سلائی سرمہ دانی میں یا رسی ڈول میں ہوتی ہے! سعیدی غفرلہ) حضرت عمر نے کہا: اللہ اکبر! اور ان تینوں پر حد قذف لگانے کا حکم دیا سو ان پر حد قذف لگائی گئی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابوبکرہ اور ان کے ساتھیوں نے اس اجماع کی مخالفت کی اس کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے اس کی مخالفت نہیں کی کہ وہ حد قذف کے مستحق ہیں انھوں نے اس واقعہ کے مشاہدہ کی مخالفت کی یعنی وہ حضرت مغیرہ کے زنا کرنے کے دعوی دار تھے جب کہ زیاد نے زنا کا مشاہدہ کرنے سے انکار کیا نیز اس لیے کہ انھوں نے زنا کی تہمت لگائی تھی اور وہ اس پر چار گواہ نہیں لائے اس لیے ان پر اسی طرح حد قذف ہوگی جس طرح بغیر گواہی کے تہمت پر ہوتی ہے۔[1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی کی اس طویل اور مدلل عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک بالاتفاق زنا کے نصاب شہادت مکمل نہ ہونے پر گواہ حد قذف کے مستحق ہوتے ہیں البتہ امام شافعی اور امام احمد کے اس میں دو قول

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۱۷۶۔۱۷۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

ہیں، راجح قول امام ابوحنیفہ اور امام مالک کی مثل ہے اور مرجوح قول یہ ہے کہ اگر زنا کے متفرق میں چاروں گواہ زنا پر بالاتفاق گواہی نہ دیں بلکہ ایک یا دو گواہ مختلف بیان دیں یا چار سے کم گواہ پیش ہوں تو ان پر حد لازم نہیں آتی۔ ظاہر یہ کا یہی مختار ہے۔ ان دونوں میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ حد ہوگی اور ایک قول یہ ہے کہ ان پر حد نہیں ہے، کیونکہ وہ شہادت دینے کے لیے آئے ہیں تہمت لگانے کے لیے نہیں آئے، نیز اس لیے کہ اگر ہم ان پر حد لازم کر دیں تو شہادت دینے کا دروازہ بند ہو جائے گا، کیونکہ ہر گواہ کو یہ خطرہ ہوگا کہ شاید دوسرا گواہ اس کی موافقت نہ کرے اور اس پر حد لگ جائے۔ [1]

شیخ ابن حزم امام الظاہر یہ کہتے ہیں: جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ زنا کے گواہ پر حد نہیں ہے خواہ صرف ایک گواہ ہو یا دو یا تین گواہ ہوں ان کا یہ قول صحیح ہے اور قرآن اور حدیث کے مطابق ہے، قرآن مجید میں ہے: والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ "جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی کوڑے مارو۔" اس آیت میں تہمت لگانے والوں اور گواہوں میں فرق کیا ہے اور حد قذف تہمت لگانے والوں پر لازم کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت لگانے والے سے فرمایا: البینۃ والاحد فی ظھرک "گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر کوڑے مارے جائیں گے" اس حدیث میں گواہ اور قاذف میں فرق کیا ہے اور حد قاذف پر لازم کی ہے۔ نیز حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے خون، تمہارے اموال، تمہاری عزتیں اور تمہاری کھالیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح اس مہینہ میں آج کے دن کی حرمت ہے، پس گواہ کی کھال بلاشک و شبہ حرام ہے۔ اور قرآن اور سنت میں یہ کہیں نہیں ہے کہ جب زنا کا گواہ ایک ہو تو اس کو کوڑے مارو، اور قرآن اور سنت نے گواہ اور قاذف میں فرق کیا ہے، اس لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تہمت لگانے والے کا حکم گواہ پر لاگو کر دیا جائے، قرآن اور سنت سے یہی چیز ثابت ہے۔

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں کہ اجماع کا بھی یہی تقاضا ہے کہ گواہ پر حد نہ لگائی جائے، کیونکہ تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر زنا کے چار عادل گواہ یکے بعد دیگرے پیش ہوں تو ان پر حد نہیں ہے اسی طرح اس پر بھی بغیر کسی اختلاف کے اجماع ہے کہ ایک ہزار عادل شخص کسی عورت یا مرد پر الگ الگ یا مجتمع ہو کر زنا کی تہمت لگائیں اور چار گواہ نہ لائیں تو ان پر حد قذف ہوگی اور اگر چار گواہ لے آئیں تو ان پر حد قذف نہیں ہوگی۔ اس سے بطریق اجماع یہ ثابت ہو گیا کہ قاذف اور شاہد کا حکم الگ الگ ہے اور اگر زنا کے گواہ چار سے کم ہوں تو ان پر حد قذف نہیں ہوگی۔

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں کہ قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ چار سے کم زنا کے گواہوں پر حد قذف نہ لگائی جائے کیونکہ اگر چار سے کم گواہوں پر حد لگائی گئی تو زنا پر گواہی کبھی صحیح نہیں ہو سکتی، کیونکہ مجلس قضاء میں بیک وقت چاروں تو گواہی نہیں دے سکتے اس لیے ایک ایک کر کے ہی گواہی دیں گے اور جب ایک شخص گواہی دے گا تو وہ ان کے اصول پر قاذف ہو جائے گا اور یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ چار گواہ اگر یکے بعد دیگرے اگر گواہی دیں تو ان کی گواہی فقہاء اربعہ کے

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثہ، ۱۳۹۸ھ

[2] شیخ ابو محمد علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلیٰ ج ۱۱ ص ۲۶۱۔ ۲۶۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۹ھ

نزدیک مقبول نہیں ہے۔ لیکن وہ اس پر حد قذف کا حکم نہیں لگاتے جیسا کہ خود شیخ ابن حزم نے بھی اجماع کی بحث میں اس کا حوالہ دیا ہے۔ سعیدی)۔

اسی طرح جب دوسرا شخص گواہی دے گا تو وہ بھی قاذف ہو جائے گا وعلیٰ ہذا القیاس پھر زنا کے خلاف شہادت منعقد ہی نہیں ہو سکے گی اور یہ قرآن، حدیث اور اجماع کے خلاف ہے۔

ہمارے نزدیک قول راجح یہ ہے کہ اگر زنا کے گواہوں کے بیان میں اختلاف ہو جائے یا ان کی تعداد چار سے کم ہو تو ان پر حد قذف لازم نہیں ہوگی، کیونکہ وہ اس مقدمہ میں گواہ کی حیثیت سے آئے ہیں، اور قاذف وہ شخص ہے جو مدعی ہے، اور قرآن مجید اور سنت نے قاذف اور گواہوں میں فرق کیا ہے اور حد قذف کا مستحق مدعی اور قاذف کو قرار دیا ہے گواہوں کو حد قذف کا مستحق نہیں ٹھہرایا۔ اور اگر اس طرح زنا کے گواہوں کو سزا دی جانے لگے تو زنا کی شہادت کا دروازہ بند ہو جائے گا، کیونکہ گواہوں میں سے کسی کو بھی اس بات کا یقین نہیں ہو سکتا کہ سب کے بیان متفق ہوں گے اور ان میں سے کوئی گواہ رجوع نہیں کرے گا، ان حالات میں اسی کوڑوں کی سزا کا خطرہ مول لے کر کون عدالت میں گواہی دینے جائے گا، اسی لیے معقول بات یہی ہے کہ جس طرح ملزم کو شبہ کا فائدہ پہنچتا ہے اس طرح گواہوں کو بھی شبہ کا فائدہ ملنا چاہیے، اگر اختلاف شہادت یا نصاب شہادت میں کمی ملزم پر حد لازم کرنے کے لیے کافی نہیں ہے تو گواہوں پر حد قذف واجب کرنے کی موجب بھی نہیں ہے۔

اقرار سے حد لازم کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ حد یا اقرار سے واجب ہوتی ہے یا گواہی سے، اگر اقرار سے ثابت ہو تو زانی کے چار مرتبہ اقرار کرنے کا اعتبار ہوگا، حکم، ابن ابی لیلیٰ اور اصحاب رائے (فقہاء احناف) کا یہی مسلک ہے۔ اور حسن، حماد، امام مالک، امام شافعی، ابو ثور اور ابن منذر یہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اقرار کرنے سے بھی زانی پر حد لگا دی جائے گی۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انیس صبح اس عورت کے پاس جانا اگر وہ اعتراف کرے تو اس کو رجم کر دینا؟ اور ایک بار کا اعتراف بھی اعتراف ہے، اور جہینہ کو ایک بار اعتراف کے بعد رجم کر دیا گیا تھا، اور حضرت عمر نے کہا: جو شادی شدہ شخص زنا کرے اس کو رجم کرنا برحق اور واجب ہے، جبکہ اس کے خلاف گواہ ہوں، یا وہ اعتراف کرے یا حمل ہو۔ نیز اس لیے کہ یہ ایک حق ہے اس لیے ایک بار کے اعتراف سے ثابت ہو جائے گا جیسا کہ باقی حقوق ثابت ہوتے ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں ایک اسلمی شخص آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے! آپ نے اس سے منہ پھیر لیا، اس نے دوسری طرف سے آ کر کہا یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے! آپ نے اس سے منہ پھیر لیا حتیٰ کہ اس نے چار بار اقرار کیا کہ اس نے زنا کیا ہے اور جب اس نے چار بار اپنے خلاف گواہی دے دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلا کر پوچھا: کیا تمہارا دماغ خراب ہے؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے پوچھا کیا تم شادی شدہ ہو؟ اس نے کہا جی! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو رجم کر دو (صحیح بخاری و صحیح مسلم) سو اگر ایک مرتبہ اقرار کرنے سے حد واجب ہو جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلی بار اعراض نہ کرتے! کیونکہ جو حد اللہ کے لیے واجب ہو اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

امام احمد کے نزدیک چار بار اقرار کرنا ضروری ہے عام ازیں کہ ایک مجلس میں چار بار اقرار کرے یا مجالس متعددہ میں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک حد اس وقت واجب ہوگی جب وہ چار مختلف مجالس میں اقرار کرے گا کیونکہ حضرت ماعز

نے چار مختلف مجالس میں اقرار کیا تھا۔ [۱]

حمل کی بناء پر حد لازم کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جب کوئی عورت بغیر شوہر اور مالک کے حاملہ ہو جائے تو صرف اس حمل کی وجہ سے اس پر حد نہیں ہوگی بلکہ اس سے تفتیش کی جائے گی اگر وہ یہ دعویٰ کرے کہ اس کے ساتھ جبراً وطی کی گئی ہے یا کسی شبہ کی وجہ سے اس کے ساتھ وطی کی گئی ہے یا وہ زنا کا اعتراف نہ کرے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی یہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا قول ہے۔ اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ اس جگہ کی باشندہ ہے اور مسافرہ نہیں ہے تو اس پر حد لازم ہوگی الا یہ کہ اس پر جبر کی علامات ظاہر ہوں بایں طور کہ وہ فریاد طلب کرتی ہوئی یا چیختی ہوئی پائی گئی ہو کیونکہ حضرت عمر نے فرمایا شادی شدہ مرد یا عورت پر زنا سے حد واجب ہوتی ہے جب ان کے خلاف گواہ قائم ہوں یا حمل ثابت ہو جائے یا وہ اعتراف کر لیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس کے ساتھ شبہ سے یا جبراً وطی کی گئی ہو اور شبہات سے حد ساقط ہو جاتی ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ عورت بغیر وطی کے بھی حاملہ ہو جاتی ہے بایں طور کہ مرد کا پانی عورت کی فرج میں داخل کر دیا جائے خواہ وہ عورت خود داخل کرے یا کوئی اور داخل کرے (جیسا کہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی میں ہوتا ہے۔) اس وجہ سے کنواری عورت کا حاملہ ہونا بھی متصور ہے۔ اور اس مسئلہ میں صحابہ کے اقوال مختلف ہیں سعید نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت کو پیش کیا گیا جو بغیر خاوند کے حاملہ ہو گئی تھی جب حضرت عمر نے اس سے تفتیش کی تو اس نے کہا میں بے خبر ہو کر گہری نیند سوتی ہوں، میں سوئی ہوئی تھی کہ مجھ سے ایک شخص نے وطی کی اور میں اس وقت بیدار ہوئی جب وہ فارغ ہو چکا تھا، یہ سن کر حضرت عمر نے اس سے حد ساقط کر دی۔ [۲]

کیا مادہ منویہ کے اتحاد کی بناء پر حد لگائی جا سکتی ہے؟

آج کل میڈیکل سائنس کی حیرت انگیز ترقی کے دور میں یہ ممکن ہو گیا ہے کہ لیبارٹری میں میڈیکل ٹیسٹ سے یہ ثابت کیا جا سکے کہ یہ اجزاء منویہ فلاں شخص کے ہیں یا نہیں! فرض کیجئے ایک عورت کے ساتھ کسی شخص نے زنا بالجبر کیا۔ وہ عورت پولیس کے پاس پہنچ گئی۔ پولیس نے عورت کو لیبارٹری میں بھیج کر اس کی اندام نہانی سے اجزاء منویہ نکلوا کر محفوظ کرا لیے پھر جس شخص کے خلاف اس عورت نے زنا بالجبر کرنے کا دعویٰ کیا تھا اس کے اجزاء منویہ حاصل کر کے ان محفوظ شدہ اجزاء منویہ سے مقابلہ کیا گیا اور میڈیکل رپورٹ سے وہ دونوں اجزاء ایک ہی شخص کے ثابت ہوئے تو کیا اس دلیل کی بناء پر اس شخص پر حد لگانی جائز ہے یا نہیں؟

ہم نے اس سوال پر غور کیا تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس صورت میں حد لگانی جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ رپورٹ بہر حال ظنی ہے یہ ہو سکتا ہے کہ تجزیہ کرنے میں کوئی خامی رہ گئی ہو یا کوئی غلطی لاحق ہو گئی ہو اور مسلمان کی جان کی حفاظت قطعی ہے اور اس کو قتل کرنا حرام ہے اور جب ظنی دلیل کا تقاضا قتل کرنا ہو اور قطعی دلیل کا تقاضا قتل نہ کرنا ہو تو قطعی دلیل کا اعتبار کرنا واجب ہے اس لیے میڈیکل رپورٹ کی بناء پر اس کو رجم کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام اپنے ذاتی علم (یقین) کی بناء پر حد نہ جاری کرے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

---

[۱] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۱۷۱ - ۱۷۰، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۴ھ۔

[۲] ″ ″ ″ المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۱۸۷ - ۱۸۶

سے یہی روایت ہے، امام مالک، اصحاب ثلاثہ (فقہاء احناف) اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے اپنے علم کی بناء پر حد جاری کرنا زیادہ اولیٰ ہے کیونکہ جب وہ گواہوں کے بیان اور اعتراف کی بناء پر رجم کر سکتا ہے جو ظن کا فائدہ دیتے ہیں تو اپنے علم اور یقین کی بناء اس کا حد جاری کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔ ۱؎

البتہ جس عورت نے کسی شخص کے خلاف زنا بالجبر کا دعویٰ کیا اور میڈیکل رپورٹ سے اس کے دعویٰ کی تصدیق ہو گئی اس عورت پر حد قذف نہیں لگائی جائے گی۔

لواطت (اغلام) کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: لواطت کے حرام ہونے پر اہل علم کا اجماع ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں لواطت اور لواطت کرنے والوں کی مذمت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولوطا اذ قال لقومه اتاتون الفاحشة ما سبقكم بها من احد من العالمين ○ انكم لتاتون الرجال شهوة من دون النساء بل انتم قوم مسرفون۔

(اعراف: ۸۱: ۸۰)

اور (حضرت لوط) کو (بھیجا) جب انھوں نے اپنے (ملک کے) لوگوں سے فرمایا: کیا تم وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کی۔ بے شک تم عورتوں کو چھوڑ کر نفسانی خواہش کے لیے مردوں کے پاس جاتے ہو، (صرف انسانیت ہی نہیں) بلکہ تم تو (حیوانیت کی) حد سے (بھی) گذر جانے والے ہو۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قوم لوط کا عمل کرنے والے پر لعنت فرمائے، اللہ تعالیٰ قوم لوط کا عمل کرنے والے پر لعنت فرمائے، اللہ تعالیٰ قوم لوط کا عمل کرنے والے پر لعنت فرمائے۔

عمل قوم لوط کرنے کی حد کے بارے میں امام احمد سے مختلف روایات ہیں، امام احمد سے ایک روایت ہے کہ ایسا شخص شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ اس کو رجم کر دیا جائے، حضرت علی، حضرت ابن عباس، جابر بن زید، عبداللہ بن معمر، زہری، ابن حبیب، ربیعہ، اسحاق اور امام مالک کا یہی قول ہے، امام شافعی کا بھی ایک یہی قول ہے، ان کے علاوہ قتادہ، اوزاعی، امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی اور ابو ثور کا بھی یہی قول ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جب مرد دوسرے سے بدکاری کرے تو وہ دونوں زانی ہیں اور جب یہ زنا ہے تو اس کا ارتکاب کرنے والوں کو رجم کرنا چاہیے۔

حضرت ابو بکر صدیق سے یہ روایت ہے کہ لوطی کو آگ میں جلا دیا جائے، اور حضرت ابن الزبیر کا بھی یہی قول ہے، صفوان بن ولید نے خالد بن ولید سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے عرب کے بعض علاقوں میں دیکھا کہ مرد مردوں سے اس طرح نکاح کرتے ہیں جس طرح عورتوں سے نکاح کیا جاتا ہے، حضرت ابو بکر نے اس معاملہ میں دیگر صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت علی کی رائے اس میں بہت سخت تھی انھوں نے کہا صرف ایک امت نے یہ کام کیا اور تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کیا سزا دی، میری رائے ہے کہ ان لوگوں کو آگ میں جلا دینا چاہیے پھر حضرت ابو بکر نے حضرت خالد بن ولید کو لکھا کہ ان لوگوں کو آگ میں جلا دیا جائے۔

۱؎ علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی مع الشرح ج ۱۰ص ۱۸۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

اور اگر کوئی شخص اپنی بیوی یا اپنی باندی کی دُبر میں دخول کرے تو ہر چند کہ یہ فعل حرام ہے لیکن اس پر حد نہیں ہے۔ [1]

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: جس شخص نے اپنی عورت کی سیرین میں دخول کیا یا عمل قوم لوط کیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے تعزیر ہے۔ اور جامع الصغیر میں ہے اس کو قید خانہ میں رکھا جائے گا اور امام ابویوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ یہ فعل زنا کی مثل ہے اور اس پر حد لگائی جائے گی، امام شافعی کا ایک قول بھی یہی ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاعل اور مفعول کو قتل کر دو (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۵۷، سنن ابن ماجہ ص ۱۸۴) اور ایک روایت میں ہے اوپر والے اور نیچے والے کو رجم کر دو (سنن ابن ماجہ ص ۱۸۴) اور امام ابویوسف اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ یہ فعل بھی حکماً زنا ہے کیونکہ اس میں بھی محل شہوت میں حرام طریقہ پر مکمل شہوت کو پورا کیا جاتا ہے

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ زنا نہیں ہے کیونکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس میں اختلاف تھا کہ اس کی کیا سزا ہونی چاہیے، بعض صحابہ نے کہا اس کی سزا آگ میں جلانا ہے، بعض نے کہا دیوار گرانا ہے، بعض نے کہا کسی بلند جگہ سے اس کو لٹکایا جائے اور اس پر پتھر برسائے جائیں، وغیرہ وغیرہ۔ (مثلاً کسی بدبودار جگہ میں اس کو قید کر دیا جائے) اور یہ زنا کے حکم میں نہیں ہے کیونکہ اس میں بچہ کو ضائع کرنا ہے نہ نسب کا اشتباہ ہے اور اس کا وقوع زنا کی بہ نسبت بہت کم ہے کیونکہ دونوں جانبوں سے اس کا باعث بہت کم ہوتا ہے۔ [2]

جانور سے بدکاری کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس، عطاء، نخعی، شعبی، حکم، ثوری، امام احمد، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جانور سے بدکاری کرنے والے پر حد نہیں ہے اس کو تعزیر دی جائے گی، امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس کا اور لواطت کرنے والے کا ایک حکم ہے۔ حسن نے کہا اس پر زنا کی حد جاری ہوگی، اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ اس کو اور جانور کو قتل کر دیا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جانور سے بدکاری کرے اسے اور جانور کو قتل کر دو (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۵۷) [3]

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: جو شخص جانور کے ساتھ بدکاری کرے اس پر حد نہیں ہے کیونکہ یہ فعل جنایت میں زنا کی طرح نہیں ہے اور نہ تحریک میں زنا کے حکم میں ہے کیونکہ طبیعت سلیم اس فعل سے متنفر ہوتی ہے اور اس کا سبب انتہائی جہالت یا انتہائی شہوت ہے، اسی وجہ سے جانور کی فرج کو چھپانا واجب نہیں ہے البتہ اس پر تعزیر لگائی جائیگی اور جس روایت میں ہے کہ اس جانور کو ذبح کر دیا جائے یا جلا دیا جائے تو اس کی وجہ ایک بری بات کے ذکر کو ختم کرنا ہے لیکن یہ واجب نہیں ہے۔ [4]

علامہ ابن عابدین شامی نے لکھا ہے کہ: جانور کو جلانے کا حکم اس وقت ہے جب وہ حلال نہ ہو، اگر وہ حلال جانور

---

[1] ۔ علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۱۵۷۔ ۱۵۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۲ھ

[2] ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۴۹۶۔ ۴۹۷ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[3] ۔ علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۱۵۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۲ھ

[4] ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۴۹۷ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

ہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا کھانا جائز ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کہتے ہیں اس کو پھر بھی جلا دیا جائے، اگر جانور کسی اور شخص کا ہے تو مالک بدکاری کرنے والے سے اس کی قیمت وصول کر کے اس کو ذبح کر دے۔ [۱]

مردہ عورت سے وطی کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ سید دردیر مالکی لکھتے ہیں کہ مردہ عورت کے ساتھ وطی کرنے سے حد لازم آئے گی۔ [۲]

کیونکہ یہ آدمیہ کی فرج میں وطی ہے اس لیے اس پر زنا کی تعریف صادق آئے گی اور اس میں میت کی حرمت کو پامال کرنا ہے اس لیے یہ زیادہ شدید گناہ ہے۔

فقہاء احناف، فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنابلہ کے نزدیک یہ زنا نہیں ہے اس لیے اس پر حد نہیں ہے، البتہ تعزیراً اس کو سزا دی جائے گی۔ زنا کی تعریف میں ہم اس پر مکمل بحث کر چکے ہیں اس لیے اس بحث کو وہاں دیکھ لیا جائے۔

عورت کا عورت کے ساتھ مباشرت کرنے کا حکم

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اگر دو عورتیں ایک دوسرے کے جسم کے ساتھ جسم رگڑیں تو وہ زانیہ اور ملعون ہیں کیونکہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت عورت سے مباشرت کرے تو دونوں ملعون ہیں، لیکن اس پر حد نہیں تعزیر ہے کیونکہ اس میں دخول نہیں ہے اور یہ اس کے مشابہ ہے کہ مرد عورت کے ساتھ بغیر جماع کے مباشرت کرے اور اس صورت میں حد نہیں ہوتی کیونکہ روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا یا رسول اللہ! میری ایک عورت سے ملاقات ہوئی اور میں نے جماع کے علاوہ اس سے سب کچھ کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اقم الصلوٰۃ طرفی النھار وزلفا من اللیل ان الحسنات یذھبن السیئات۔ "دن کی دو طرفوں میں اور رات کے قریب نماز پڑھو بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں" اس شخص نے کہا کیا یہ آیت صرف میرے ساتھ خاص ہے؟ آپ نے فرمایا میری امت میں سے جو بھی اس پر عمل کرے۔ [۳]

علامہ شمس الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اس شخص پر تعزیر ہے کیونکہ یہ ایسی معصیت ہے جس میں حد ہے نہ کفارہ تو یہ لوگوں کو مارنے اور ان کے ساتھ زیادتی کرنے کے مشابہ ہے اور بظاہر حدیث کی اس پر دلالت ہے کہ اس پر تعزیر بھی نہیں ہے کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تائب ہو کر آیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی تعزیر نہیں کی۔ اور صرف اس کے نماز پڑھ لینے کو کافی قرار دیا۔ [۴]

علامہ شمس الدین ابن قدامہ کی دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ مساحقت (عورت کی عورت کے ساتھ مباشرت) میں بھی تعزیر نہیں ہونی چاہیے اور حدیث میں جو اس پر لعنت ہے وہ عدم توبہ پر محمول ہے۔

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۱۴۳، مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

۲۔ علامہ ابو البرکات سید احمد دردیر مالکی ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر مع الدسوقی ج ۴ ص ۳۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت

۳۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۱۵۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

۴۔ علامہ شمس الدین ابو الفرج عبد الرحمان بن ابی عمر محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۱۷۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

استمناء کا حکم

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سئل ابن عباس عن رجل یعبث بذکرہ حتی ینزل فقال ابن عباس ان نکاح الامۃ خیر من ھذا وھذا خیر من الزنا۔[1]

حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنے آلۂ تناسل سے کھیلتا ہے حتیٰ کہ اس کو انزال ہو جاتا ہے حضرت ابن عباس نے کہا باندی سے نکاح کرنا اس سے بہتر ہے اور یہ زنا سے بہتر ہے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں استمناء بالید (ہاتھ سے منی نکالنا) مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ حدیث میں ہے: ناکح الید ملعون "ہاتھ سے جماع کرنے والا ملعون ہے" اور اگر اس شخص کو زنا میں پڑنے کا خدشہ ہو تو امید ہے اس پر وبال نہیں ہوگا۔[2]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: اگر یہ متعین ہو جائے کہ استمناء کرنے سے وہ زنا سے بچ جائے گا تو اس پر استمناء کرنا واجب ہے کیونکہ یہ اخف البلیتین ہے (یعنی دو گناہوں میں سے کم تر گناہ ہے) اور علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ اگر وہ اپنی شہوت کو ٹھنڈا کرنے کے لیے استمناء کرے تو امید ہے اس کو عذاب نہیں ہوگا۔ معراج الدرایہ میں امام احمد اور امام شافعی کا قول قدیم نقل کیا گیا ہے کہ استمناء میں رخصت ہے اور امام شافعی کا قول جدید یہ ہے کہ یہ حرام ہے۔ البتہ بیوی یا باندی کے ہاتھ سے استمناء کرانا جائز ہے۔ اور عنقریب شارح (صاحب درمختار) حدود میں جوہرہ سے نقل کرکے یہ ذکر کریں گے کہ یہ مکروہ ہے اور اس سے ان کی مراد مکروہ تنزیہی ہے۔ اس لیے یہ معراج الدرایہ کے اس قول کے منافی نہیں ہے کہ استمناء جائز ہے، اور السراج میں ہے کہ اگر کوئی شخص مجرد ہو، اس کی بیوی ہو نہ باندی یا بیوی ہو لیکن وہ اس تک پہنچنے پر قادر نہ ہو اور اس کو بہت زور سے شہوت آئے اور اس کا دل اس شہوت کے علاوہ اور کسی چیز پر توجہ نہ کر سکے تو اس صورت میں امام ابوالیث نے کہا ہے کہ مجھے امید ہے اس پر استمناء سے کوئی وبال نہیں ہوگا اور اگر وہ حصول شہوت کے لیے یہ فعل کرے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔ البتہ یہ چیز قابل غور ہے کہ استمناء میں گناہ کی علت کیا چیز ہے؟ آیا انسان کا اپنے جزء مثلاً ہاتھ یا رانوں سے انتفاع کرنا حرام ہے جیسا کہ حدیث میں ہے ہاتھ سے جماع کرنے والا ملعون ہے یا پانی کو بہانا اور شہوت کو غیر محل میں پورا کرنا حرام ہے جیسا کہ علامہ ابوالیث نے لکھا ہے کہ حصول شہوت کے لیے استمناء کرنا گناہ ہے؟ میں نے یہ کہیں نہیں دیکھا کہ کسی نے اس کی وضاحت کی ہو، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ موخر الذکر علت ہے کیونکہ بیوی یا باندی کے ہاتھ سے استمناء کرانے میں بھی پانی کو بہانا ہے لیکن چونکہ یہ عضو مباح کے ساتھ ہے اس لیے جائز ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے پیٹ یا اس کے رانوں میں رگڑے اور انزال ہو جائے تو یہ بالاتفاق جائز ہے اس کے برخلاف اپنے ہاتھ سے رگڑ کر پانی نکالنا جائز نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دیوار میں ڈال کر پانی نکالنا بھی ناجائز ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ علامہ قرطبی نے استمناء بالکف کے عدم جواز پر اس آیت سے استدلال کیا ہے: :

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷، ص ۳۹۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۷-۱۳۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

والذین ھم لفروجھم حافظون ۝ الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم (مومنون: ۶-۵) "وہ لوگ جو اپنی بیویوں اور باندیوں کے بغیر سے اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھتے ہیں" علامہ زیلعی نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صرف بیوی اور باندی سے استمتاع کو جائز رکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بیوی اور باندی کے سوا اور کسی ذریعہ سے استمتاع کرنا یعنی قضاءِ شہوت جائز نہیں ہے، یہ وہ نکتہ ہے جو مجھ پر منکشف ہوا، اور اللہ سبحانہ بہتر جانتا ہے۔ [1]

انسان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اپنے ایک عضو کو رگڑے کیونکہ اس کو اس کی اجازت نہیں دی گئی، اس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے اعضاء کا علی الاطلاق مالک نہیں ہے اور جب وہ اپنے اعضاء کو علی الاطلاق استعمال نہیں کر سکتا تو پیوندکاری کے لیے کسی دوسرے شخص کو کاٹ کر کب دے سکتا ہے؟ اور اگر یہ شبہ ہو کہ غلبہ شہوت اور اضطرار میں استمناء کی اجازت ہے تو اضطرار میں اعضاء کاٹ کر دینا بھی جائز ہونا چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ اضطرار اعضاء مانگنے والے کو ہے، دینے والے کو تو کوئی اضطرار نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے استمناء بالکف کیا تو اس نے ایک فعل حرام کیا لیکن اس کا روزہ فاسد نہیں ہو گا البتہ اگر اس کو انزال ہو گیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا (علامہ حصکفی حنفی اور علامہ شامی حنفی نے بھی یہی لکھا ہے۔ سعیدی) کیونکہ یہ ایسا ہے جیسا کہ بوسہ لینے سے انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ [2]

کیا خلیفہ حدود سے مستثنیٰ ہے؟

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: جو ملک کا سب سے بڑا امام ہو (یعنی سربراہ مملکت یا خلیفہ) وہ جو کام بھی کرے اس پر حد نہیں ہے، البتہ اس سے جان اور مال کا قصاص لیا جائے گا، کیونکہ حدود اللہ تعالیٰ کا حق ہیں اور حدود کو قائم کرنا خلیفہ کی طرف مفوض ہے اس کے علاوہ اور کسی کی یہ ذمہ داری نہیں ہے اور اس کے لیے خود اپنے اوپر حد قائم کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ غیر مفید ہے، اس کے برخلاف حقوق العباد کو صاحب حق وصول کر سکتا ہے یا تو اس کو خلیفہ خود موقع دے گا یا وہ عام مسلمانوں کی مدد سے قوت حاصل کر کے اپنا حق وصول کرے گا، اور قصاص اور اموال حقوق العباد سے ہیں اور حد القذف میں فقہاء کہتے ہیں کہ حق شرع غالب ہے، پس اس کا حکم وہ ہے جو باقی ان حدود کا ہے جو اللہ تعالیٰ کا حق ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ [3]

علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ خلیفہ اور سربراہ مملکت خواہ زنا کرے، چوری کرے، شراب پیے یا کسی پاک دامن کو تہمت لگائے اس پر کوئی حد نہیں ہے کیونکہ دوسروں پر تو وہ حد قائم کرتا ہے، اس پر کون حد قائم کرے گا؟ اور جب اس کے اوپر کوئی اور حاکم نہیں ہے اور کوئی انسان خود اپنے آپ کو سزا نہیں دیتا اس لیے جن حدود کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ہے وہ اس پر قائم نہیں کی جائیں گی۔

علامہ ابن ہمام حنفی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جس طرح حقوق العباد یعنی اموال اور قصاص میں یہ کہا ہے کہ خلیفہ کسی اور شخص کو اپنا قائم مقام مقرر کرے اور وہ لوگوں کے حقوق وصول کرے اسی طرح حقوق اللہ میں بھی کسی شخص کو خلیفہ پر حدود جاری

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۷-۱۳۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳، ص ۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۵۰۰، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

کرنے کے لیے مقرر کر دیا جائے اور اگر خلیفہ کسی کو مقرر نہیں کرتا تو عام مسلمان یہ فریضہ انجام دیں۔ بلکہ حقوق اللہ وصول کرنے کے لیے کسی شخص کو خلیفہ کا قائم مقام مقرر کرنا زیادہ ضروری ہے۔ [۱]

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منھما (نور: ۲) اس آیت میں بغیر کسی استثناء کے ہر زانیہ اور زانی پر حد جاری کرنے کا حکم دیا ہے اور احادیث میں بھی بہ حکم ہر زنا کرنے والے کو علی العموم دیا ہے اور ان یہودیوں کی مذمت کی ہے جو عام لوگوں پر زنا کی حد جاری کرتے تھے اور معززین پر یہ حد نہیں جاری کرتے تھے اس وجہ سے خلیفہ کو حد سے مستثنیٰ کرنا قرآن اور سنت دونوں کے خلاف ہے۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ فقہاء احناف کا یہ اصول ہے کہ قرآن مجید کے عام کو خبر واحد اور قیاس سے خاص نہیں کیا جا سکتا اور الزانیة والزانی میں لام استغراق ہے اور یہ لفظ عام ہے لہٰذا اس کو قیاس سے خاص کرنا جائز نہیں ہے۔

صحیح اور معقول بات یہی ہے کہ اگر خلیفہ کوئی ایسا کام کرتا ہے جس پر حد جاری ہو تو مسلمانوں کی اجتماعی قوت سے اس کو معزول کر کے اس پر حد جاری کی جائے گی اسلام کے عمومی مزاج عدل اور حضرت ابوبکر اور عمر کے خطبات سے یہی چیز ثابت ہے کیونکہ حضرت ابوبکر نے اپنے ابتدائی خطبہ میں ارشاد فرمایا: سنو! میں ایک بشر ہوں اور تم میں سے کسی شخص سے بہتر نہیں ہوں، جب تم مجھے صحیح کام کرتے دیکھو تو میری پیروی کرنا اور جب تم دیکھو کہ میں راہ استقامت سے ہٹ گیا ہوں تو میری اصلاح کرنا، ایک اور روایت میں ہے: اے لوگو! میں سنت کی پیروی کرنے والا ہوں، دین میں نئی باتیں نکالنے والا نہیں ہوں، جب میں اچھے کام کروں تو میری مدد کرنا اور جب میں حق سے ہٹوں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ [۲]

حدود سے خلیفہ کو مستثنیٰ کرنا، فقہ حنفی کو بدنام کرتا ہے اور بے دین سوشلسٹ لوگوں کو اسلام کے خلاف باتیں کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے، صاحب ہدایہ نے اگرچہ یہ مسئلہ بیان کیا ہے لیکن اس کے آخر میں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب کہہ کر اس کا ضعف ظاہر کر دیا ہے۔ علامہ عینی حنفی نے بھی اس کی شرح میں فیہ تامل کہہ کر اس کا ضعف ظاہر کر دیا ہے [۳] اور علامہ ابن ہمام حنفی نے بھی اس پر اعتراض کیے ہیں۔ الغرض یہ کہ فقہاء احناف کے نزدیک یہ ایک ضعیف روایت ہے اور فقہاء احناف کے اساسی قواعد کے خلاف ہے اس لیے حدود میں خلیفہ کے استثناء کو فقہاء احناف کا مسلک قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

بَابُ حَدِّ الْخَمْرِ شراب کی حد کا بیان

۴۳۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے خمر (انگور کی شراب) پی تھی، آپ نے اس کو دو چھڑیوں سے چالیس بار مارا، حضرت انس کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر

---

[۱] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۵۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[۲] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تاریخ الخلفاء ص ۷۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۳] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، البنایہ ج ۲ ص ۶۸۷، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَجَلَدَهُ بِجَرِيدَتَيْنِ نَحْوَ أَرْبَعِينَ قَالَ وَفَعَلَهُ أَبُو بَكْرٍ فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ اسْتَشَارَ النَّاسَ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ أَخَفَّ الْحُدُودِ ثَمَانِينَ فَأَمَرَ بِهِ عُمَرُ۔

نے بھی اسی طرح کیا، جب حضرت عمر کا دورِ خلافت ہوا تو انھوں نے لوگوں سے مشورہ کیا، حضرت عبدالرحمن نے کہا کم از کم حد اسّی کوڑے ہے، پھر حضرت عمر نے اسّی کوڑے مارنے کا حکم دیا۔

۴۳۳۹۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ أُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لایا گیا اس کے بعد اس کی مثل حدیث ہے۔

۴۳۴۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَدَ فِي الْخَمْرِ بِالْجَرِيدِ وَالنِّعَالِ ثُمَّ جَلَدَ أَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ وَدَنَا النَّاسُ مِنَ الرِّيفِ وَالْقُرٰى قَالَ مَا تَرَوْنَ فِي جَلْدِ الْخَمْرِ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ أَرٰى أَنْ تَجْعَلَهَا كَأَخَفِّ الْحُدُودِ قَالَ فَجَلَدَ عُمَرُ ثَمَانِينَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر (شراب نوشی) پر درخت کی شاخ اور جوتوں سے مارا، پھر حضرت ابوبکر نے چالیس کوڑے مارے، پھر جب حضرت عمر کا دورِ خلافت ہوا اور لوگ سبزہ زاروں اور دیہاتوں کے قریب رہنے لگے تو انھوں نے کہا کہ شراب نوشی کی حد (سزا) کے بارے میں تمہارا کیا مشورہ ہے؟ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ میری رائے ہے کہ آپ اس کی سب سے کم حد مقرر کر دیں، حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر حضرت عمر نے اسّی کوڑے مارے۔

۴۳۴۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی اس کی مثل روایت ہے۔

۴۳۴۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَضْرِبُ فِي الْخَمْرِ بِالنِّعَالِ وَالْجَرِيدِ أَرْبَعِينَ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِهِمَا وَلَمْ يَذْكُرِ الرِّيفَ وَالْقُرٰى۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شراب نوشی پر چالیس جوتے اور چھڑیاں مارتے تھے، پھر پہلی سندوں کی طرح حدیث ہے اور اس میں سبزہ زاروں اور دیہاتوں کا ذکر نہیں ہے۔

۴۳۴۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الدَّانَاجِ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ فَيْرُوزَ مَوْلَى ابْنِ عَامِرٍ الدَّانَاجُ حَدَّثَنَا حُضَيْنُ بْنُ الْمُنْذِرِ أَبُو سَاسَانَ قَالَ شَهِدْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَأُتِيَ بِالْوَلِيدِ قَدْ صَلَّى الصُّبْحَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ أَزِيدُكُمْ فَشَهِدَ عَلَيْهِ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا حُمْرَانُ أَنَّهُ شَرِبَ الْخَمْرَ وَشَهِدَ آخَرُ أَنَّهُ رَآهُ يَتَقَيَّأُ فَقَالَ عُثْمَانُ إِنَّهُ لَمْ يَتَقَيَّأْ حَتَّى شَرِبَهَا فَقَالَ يَا عَلِيُّ قُمْ فَاجْلِدْهُ فَقَالَ عَلِيٌّ قُمْ يَا حَسَنُ فَاجْلِدْهُ فَقَالَ الْحَسَنُ وَلِّ حَارَّهَا مَنْ تَوَلَّى قَارَّهَا فَكَأَنَّهُ وَجَدَ عَلَيْهِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ جَعْفَرٍ قُمْ فَاجْلِدْهُ فَجَلَدَهُ وَعَلِيٌّ يَعُدُّ حَتَّى بَلَغَ أَرْبَعِينَ فَقَالَ أَمْسِكْ ثُمَّ قَالَ جَلَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعِينَ وَجَلَدَ أَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ وَعُمَرُ ثَمَانِينَ وَكُلٌّ سُنَّةٌ وَهَذَا أَحَبُّ إِلَيَّ. زَادَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ إِسْمَاعِيلُ وَقَدْ سَمِعْتُ حَدِيثَ الدَّانَاجِ مِنْهُ فَلَمْ أَحْفَظْهُ۔

حضین بن منذر ابو ساسان بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفان کی خدمت میں گیا اتنے میں ولید بن عقبہ کو لایا گیا انھوں نے صبح کی نماز دو رکعت پڑھائی پھر کہا میں تمہارے لیے یہ نماز زیادہ کرتا ہوں (یعنی دو رکعت اور پڑھا دیں) اس کے خلاف دو آدمیوں نے گواہی دی، ان میں سے ایک حمران تھے انھوں نے گواہی دی کہ اس نے شراب پی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے انھیں قے کرتے دیکھا ہے، حضرت عثمان نے کہا جب تک شراب نہ پی ہو اس کی قے کیسے کر سکتا ہے اور کہا اے علی کھڑے ہو کر اس کو کوڑے مارو، حضرت علی نے فرمایا اے حسن! تم اس کو کوڑے مارو، حضرت حسن نے کہا کوڑے مارنے کی حرارت بھی اسی پر ڈالیے جو اس کی (یعنی حکمرانی کی) ٹھنڈک حاصل کر چکا ہے، حضرت علی اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا: اے عبداللہ بن جعفر تم کھڑے ہو کر اس کو کوڑے مارو وہ کھڑے ہو کر کوڑے مارنے لگے اور حضرت علی گننے لگے جب چالیس پر پہنچے تو فرمایا رک جاؤ! پھر کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت ابوبکر نے بھی چالیس کوڑے مارے اور حضرت عمر نے اسی کوڑے مارے اور سب سنت ہیں اور میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ عمل یہ ہے، علی بن حجر نے اپنی روایت میں یہ زیادتی بیان کی ہے، اسماعیل نے کہا میں نے اس سے داناج کی حدیث سنی تھی لیکن میں اس کو یاد نہیں رکھ سکا۔

۴۳۴۴ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں شراب کی حد کے سوا اگر کسی حد کو جاری کرنے سے کوئی شخص مر جائے

الثَّوْرِيُّ عَنْ اَبِيْ حَصِيْنٍ عَنْ عُمَيْرِ ابْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَا كُنْتُ اُقِيْمُ عَلٰى اَحَدٍ حَدًّا فَيَمُوْتَ فِيْهِ فَاَجِدَ مِنْهُ فِيْ نَفْسِيْ اِلَّا صَاحِبَ الْخَمْرِ لِاَنَّهُ اِنْ مَاتَ وَدَيْتُهُ لِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسُنَّهُ۔

تو مجھے ملال نہیں ہوگا لیکن اگر شراب نوشی کی حد سے کوئی مر گیا تو میں اس کی دیت دلاؤں گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حد مقرر نہیں فرمائی۔

۴۳۴۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

سفیان نے اسی سند کے ساتھ اس کی مثل حدیث بیان کی ہے۔

حرمت خمر میں مذاہب

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ہر نشہ آور چیز خمر ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر (انگور کا کچا شیرہ جس میں سڑنے کی وجہ سے جھاگ پیدا ہو گئے ہوں) حرام قطعی ہے اور باقی نشہ آور مشروب حرام ظنی ہیں، خمر کا ایک قطرہ بھی حرام ہے اور باقی نشہ آور مشروب جس مقدار میں نشہ آور ہوں حرام ہیں، اس کی تفصیل ہم باب نمبر ۵۱ "شراب کی بیع کی حرمت" میں بیان کر چکے ہیں اور اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ کتاب الاشربہ میں بیان کریں گے۔

شراب کی حد میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: شراب کی حد (سزا) میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ شراب کی حد اسی کوڑے ہے امام ابوحنیفہ، امام مالک، ثوری اور ان کے تابعین کا یہی نظریہ ہے کیونکہ اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔ حضرت عمر نے صحابہ سے اس سلسلہ میں مشورہ لیا اور حضرت عبدالرحمن بن عوف نے یہ مشورہ دیا کہ کم از کم حد اسی کوڑے ہے لہٰذا شراب کی حد اسی کوڑے کر دیجئے، چنانچہ حضرت عمر نے شراب کی حد اسی کوڑے مقرر کر دی اور جوزجانی اور دارقطنی وغیرہما سے یہ روایت ہے کہ مشورہ کے وقت حضرت علی نے فرمایا جب انسان نشہ میں ہوتا ہے تو بے ہودہ باتیں کرتا ہے اور جب بے ہودہ باتیں کرتا ہے تو کسی پر افترا باندھتا ہے لہٰذا اس پر مفتری کی حد لگائی جائے۔

امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ شراب کی حد چالیس کوڑے ہے، اور یہی امام شافعی کا مسلک ہے، کیونکہ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے ولید بن عقبہ کو چالیس کوڑے مارے اور پھر کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت ابوبکر نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت عمر نے اسی کوڑے مارے اور ہر ایک سنت ہے۔ اور یہ (یعنی چالیس کوڑے) مجھے زیادہ پسند ہے۔

شراب کی حد میں فقہاء احناف کے موقف کے ثبوت میں احادیث

امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر (انگور کی شراب) پینے کی حد اسی کوڑے ہے خواہ نشہ ہو یا نہ ہو، اور باقی شرابوں سے اگر نشہ ہو جائے تو اسی کوڑے حد ہے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن الحسن ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضرب فی الخمر ثمانین۔[1]

حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی پر اسی کوڑے مارے۔

عن الحسن قال ہم عمر بن الخطاب ان یکتب فی المصحف ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرب فی الخمر ثمانین۔[2]

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے یہ ارادہ کیا کہ مصحف (کی تفسیر) میں یہ لکھ دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی پر اسی کوڑے مارے۔

امام طحاوی روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من شرب بسقۃ خمر فاجلدوہ ثمانین۔[3]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے خمر پی اس کو اسی کوڑے مارو۔

امام محمد روایت کرتے ہیں:

عن عبد الکریم بن ابی المخارق یرفع الحدیث الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ اتی بسکران فامرھم ان یضربوہ بنعالھم وھم یومئذ اربعون رجلا فضرب کل احد بنعلیہ فلما ولی ابو بکر رضی اللہ عنہ اتی بسکران فامرھم فضربوہ بنعالھم فلما ولی عمر رضی اللہ عنہ واستخرج الناس ضرب بالسوط۔ قال محمد بھذا ناخذ نری الحد علی السکران من نبیذ کان اوغیرہ ثمانین جلدۃ بالسوط یحبس حتی یصحو ویذھب عنہ السکر، ثم یضرب الحد ویفرق علی الاعضاء ویجرد الا انہ لا یضرب الفرج ولا الوجہ ولا الراس وضربہ اشد من ضرب القاذف وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ

عبد الکریم بن ابی المخارق بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مخمور (جو نشہ میں ہو) شخص لایا گیا، آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس کو جوتوں سے ماریں، اور اس وقت وہ چالیس آدمی تھے ہر شخص نے اس کو دو جوتے مارے، جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کے پاس بھی ایک مخمور شخص لایا گیا، انہوں نے بھی اس کو جوتے مارنے کا حکم دیا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو وہ لوگوں کے مشورے سے کوڑے مارنے لگے، امام محمد نے کہا ہم بھی اسی پر عمل کرتے ہیں جو شخص نبیذ یا کسی اور چیز سے نشہ میں ہو اس کو اسی کوڑے مارے جائیں، اس کو قید کیا جائے حتی کہ اس کا نشہ اتر جائے اور اس کے ہوش و حواس درست ہو جائیں پھر اس پر حد لگائی جائے اس کے اعضاء پر متفرق جگہ کوڑے مارے جائیں، کوڑے مارتے وقت اس کے کپڑے اتار لیے جائیں البتہ اس کی شرمگاہ چہرے اور سر پر کوڑے نہ مارے جائیں اور اس کو قاذف کی بہ نسبت سخت کوڑے

[1] امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷، ص ۳۷۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

[2] 〃 〃 ، المصنف ج ۷، ص ۳۸۰،

[3] امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۴ھ

اللہ تعالیٰ ۔[1]

امام طحاوی روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرب فی الخمر بنعلین اربعین اربعین فجعل عمر رضی اللہ عنہ بکل نعل سوطا ۔[2]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر پینے پر دو جوتے چالیس چالیس بار مارے اور حضرت عمر نے جوتے کی جگہ کوڑا مقرر کر دیا۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن عکرمۃ ان عمر بن الخطاب شاور الناس فی جلد الخمر، وقال ان الناس قد شربوھا واجترؤا علیھا، فقال لہ علی: ان السکران اذا سکر ھذی واذا ھذی افتری فاجعلہ حد الفریۃ فجعلہ عمر حد الفریۃ ثمانین ۔[3]

عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے لوگوں سے خمر کی حد کے بارے میں مشورہ کیا اور کہا لوگ خمر پیتے ہیں اور اس کی جرأت کرتے ہیں۔ حضرت علی نے کہا کہ جب کوئی شخص نشہ میں ہوتا ہے تو بے ہودہ باتیں کرتا ہے اور جب بیہودہ باتیں کرتا ہے تو کسی پر تہمت لگاتا ہے لہٰذا اس کو تہمت کی حد لگائیے، پھر حضرت عمر نے شراب کی حد، تہمت کی حد اسّی کوڑے مقرر کر دی۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

چالیس کوڑوں اور اسّی کوڑوں کی روایات میں تطبیق

در حقیقت ابتداء میں رسول اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی کی کوئی معین حد مقرر نہیں فرمائی تھی، اور شراب پینے والوں کو لاٹھیوں، جوتوں، درخت کی شاخوں اور کپڑوں سے مارتے تھے اور مارنے کا کوئی عدد مقرر نہیں تھا، بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسّی کوڑے مقرر فرما دیے۔ بسا اوقات دو جوتے چالیس بار مارے جاتے تو اس سے یہ عدد حاصل ہو جاتا تھا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابوسعید خدری کی احادیث اور حضرت حسن بصری کی مراسیل سے ظاہر ہے لیکن اکثر صحابہ سے یہ امر مخفی رہا، البتہ حضرت ابوبکر صدیق دو جوتوں کو چالیس بار مار کر اسّی کا عدد پورا کرتے تھے، کیونکہ امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق شراب نوشی پر دو جوتوں کو چالیس بار مارتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر شراب نوشی کی حد میں کوڑوں کا عدد مشتبہ تھا، آیا وہ چالیس کوڑے ہیں یا اسّی کوڑے کیونکہ دو جوتوں کو چالیس بار مارا جاتا تھا اگر ان دو جوتوں کو اکٹھا لحاظ کیا جائے تو چالیس کا عدد حاصل ہوتا ہے اور اگر الگ الگ

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۳۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

[2] امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ

[3] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷ ص ۳۷۸، مطبوعہ مطبع مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ

[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۳۲۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

لحاظ کیا جائے تو اسی کا مدد حاصل ہوتا ہے ، اس وجہ سے انھوں نے باہم مشورہ کیا اور حضرت علی اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما نے اسی کوڑے مارنے کا مشورہ دیا کیونکہ شراب نوشی اکثر تہمت لگانے پر مشتمل ہوتی ہے ۔ اس بنا پر تمام صحابہ کا اسی کوڑے مارنے پر اتفاق ہو گیا ۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت علی ولید بن عقبہ کو چالیس کوڑے مارنے کے بعد رک گئے تھے اور کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت عمر نے اسی کوڑے مارے اور سب سنت ہیں اور میرے نزدیک یہ زیادہ مستحب ہے ۔ جیسا کہ امام مسلم نے (حدیث نمبر ۴۳۴۲) میں بیان کیا ہے ، اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے ولید بن عقبہ کو کوڑے مارنے کا واقعہ بیان کیا ہے اور اس میں اسی کوڑے مارنے کا ذکر ہے ۔[1] اور امام طحاوی نے محمد بن علی سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے جس کوڑے سے ولید کو حد لگائی تھی اس کی دو طرفیں تھیں اور حضرت علی کا اس ارشاد سے مقصد یہ تھا کہ شراب نوشی کی حد میں ایک جوتے یا ایک طرف والے کوڑے کو اسی بار مارا جائے یا دو جوتوں یا دو طرفوں والے کوڑے کو چالیس بار مارا جائے سب سنت ہیں ، ان کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ایک طرف والے کوڑے کو چالیس بار مارا جائے ۔[2]

حضرت علی حد خمر میں اسی کوڑوں کے قائل تھے اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے ۔

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں :

عن عطاء عن ابیہ ان علیاً ضرب النجاشی الحارثی الشاعر ، شرب الخمر فی رمضان فضربہ ثمانین ثم حبسہ فاخرجہ الغد فضربہ عشرین ثم قال لہ انما جلدتک ھذہ العشرین لجرأتک علی اللہ وافطارک فی رمضان ۔[3]

عطاء اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نجاشی حارثی شاعر نے رمضان شریف میں شراب پی ، حضرت علی نے اس کو اسی کوڑے مارے اور اس کو قید کیا پھر قید سے صبح نکال کر اس کو بیس کوڑے مارے اور کہا میں نے تجھ کو بیس کوڑے اس لیے زیادہ مارے ہیں کہ تو نے اللہ تعالیٰ پر دلیری کی اور رمضان میں روزہ نہیں رکھا ۔

شراب نوشی کی اس مقدار کا بیان جس پر حد واجب ہوتی ہے

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں : امام احمد امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک جو شخص کسی بھی نشہ آور مشروب کو پیے اس پر حد واجب ہوتی ہے خواہ اس نے اس کی قلیل مقدار پی ہو یا کثیر ، انگور کے کچے شیرہ کے پینے میں ہمارے علم کے مطابق کسی کا اختلاف نہیں ہے اس کا ایک قطرہ بھی پی لیا جائے تو حد واجب ہوتی ہے ، امام احمد انگور کے کچے شیرے (خمر) اور دیگر نشہ آور مشروب کو ایک حکم میں قرار دیتے ہیں ۔ حسن بصری ، عمر بن عبد العزیز ، قتادہ ، اوزاعی ، امام مالک اور امام شافعی کا بھی نظریہ ہے اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ (خمر کے ماسوا میں) اس وقت تک حد

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۲ ، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ ، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۸۹ ، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ، ۱۴۰۴ھ

[3] امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ ، المصنف ج ۷ ص ۳۸۲ ، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ، ۱۳۹۰ھ

نہیں لگائی جائے گی جب تک کہ اس کو نشہ نہ ہو۔ چنانچہ ابو وائل، نخعی، فقہاء اہل کوفہ اور اصحاب رائے (فقہاء احناف) کا یہی نظریہ ہے اور ابو ثور نے یہ کہا ہے کہ جو شخص کسی شراب کو حرام سمجھ کر پیئے اس پر حد ہے اور جو شخص کسی شراب کو تاویل سے پیئے اس پر حد نہیں ہے کیونکہ وہ مختلف فیہ ہے اور وہ بغیر ولی کے نکاح کرنے کے مشابہ ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من شرب الخمر فاجلدوہ (سنن ابوداؤد) "جو شخص خمر پیئے اس کو کوڑے لگاؤ" اور یہ ثابت ہے کہ ہر نشہ آور چیز خمر ہے اس لیے یہ حدیث قلیل اور کثیر نشہ آور کو شامل ہے، نیز اس لیے کہ یہ وہ شراب ہے جس کے پینے سے نشہ آتا ہے اس لیے خمر کی طرح اس کی قلیل مقدار کو پینے سے بھی حد واجب ہوگی۔ احمد بن قاسم کہتے ہیں کہ ابو عبداللہ یہ کہتے ہیں کہ نشہ آور مشروب کی تحریم میں مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیس احادیث کا علم ہے، بعض احادیث میں ہے: کل مسکر حرام "ہر نشہ آور مشروب حرام ہے" اور بعض احادیث میں ہے: کل مسکر خمر "ہر نشہ آور مشروب خمر ہے"۔ [1]

فقہاء احناف میں سے امام محمد کی رائے بھی جمہور کے ساتھ ہے۔ اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک خمر حرام قطعی ہے اور خمر ان کے نزدیک انگور کا کچا شیرہ ہے جو پڑے پڑے سڑ گیا ہو اور اس میں جھاگ پیدا ہو گئے ہوں، لغت میں خمر کا یہی معنی ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

قال ابو حنیفة قد تکون الخمر من الحبوب، قال ابن سیدہ واظنہ تسمحا منہ لان حقیقة الخمر انما ھی العنب دون سائر الاشیاء والعرب تسمی العنب خمرا قال: واظن ذلک لکونہا منہ حکاھا ابو حنیفة: قال وھی لغة یمانیة۔ وقال فی قولہ تعالٰی انی ارانی اعصر خمرا، ان الخمر ھنا العنب۔ [2]

امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ کبھی خمر مختلف دانوں سے بنائی جاتی ہے اور ابن سیدہ نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ یہ اطلاق مجازی ہے، کیونکہ خمر حقیقت میں صرف انگور سے بنتی ہے کسی اور چیز سے نہیں بنتی اور عرب انگوروں کو خمر کہتے ہیں، ابن سیدہ نے کہا یہ اس وجہ ہے کہ خمر انگوروں سے بنتی ہے، امام ابو حنیفہ نے کہا کہ یہ یمن کی لغت ہے۔ قرآن مجید میں ہے: "میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خمر نچوڑ رہا ہوں" یہاں پر قرآن مجید میں اللہ تعالٰی نے انگور (کی بیل) پر خمر کا اطلاق کیا ہے۔

اور علامہ سید محمد مرتضٰی زبیدی لکھتے ہیں:

الخمر ما اسکر من عصیر العنب خاصة وھو مذھب ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالٰی والکوفیین مراعاة لغة اللغة۔ [3]

خمر بالخصوص انگور کے اس شیرہ کو کہتے ہیں جو نشہ آور ہو، یہ امام ابو حنیفہ اور کوفیین کا مذہب ہے۔ تاکہ فقہی معنی میں لغت کی رعایت ہو۔

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ ھ، المغنی ج ١٠ ص ٣٢٢، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ١٤٠٤ ھ

[2] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ٧١١ ھ، لسان العرب ج ٤ ص ٢٥٥، مطبوعہ نشر ادب الحوزة، قم ایران، ١٤٠٥ ھ

[3] علامہ سید محمد مرتضٰی زبیدی حنفی متوفی ١٢٠٥ ھ، تاج العروس ج ٣ ص ١٨٦، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ١٣٠٦ ھ

علامہ زبیدی نے ابن سیدہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ حقیقت میں خمر انگوروں کی شراب کو کہتے ہیں اور باقی دانوں کی شراب پر خمر کا اطلاق مجازاً ہے۔ جس کو ہم لسان العرب کے حوالے سے ابھی بیان کر چکے ہیں۔

ان حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ اہل عرب کے عرف اور لغت میں خمر صرف انگور کی شراب کو کہتے ہیں اور قرآن مجید میں بھی خمر کا اطلاق اسی معنی کے اعتبار سے کیا گیا ہے اور چونکہ قرآن مجید نے خمر کو حرام قرار دیا ہے اس وجہ سے امام ابوحنیفہ نے کہا کہ انگور کی شراب حرام قطعی ہے اور باقی نشہ آور مشروبات کی حرمت ظنی ہے کیونکہ ان کی حرمت حدیث اور قیاس سے ہے۔ خمر کا ایک قطرہ بھی حرام اور نجس ہے اور اس کے پینے سے حد لازم آتی ہے خواہ نشہ ہو یا نہ ہو، خمر یعنی انگور کی شراب کا رکھنا، خریدنا، بیچنا اس پر گواہی دینا یہ سب کام حرام اور گناہ کا موجب ہیں۔

خمر کے علاوہ تین اور قسم کی شرابیں ہیں جن کا پینا امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرام ہے۔

ا۔ الطلاء: ماء انگور کا وہ شیرہ جو جوش دینے کے بعد دو تہائی سے کم رہ جائے۔

ب۔ نقیع التمر: اس کو سکر بھی کہتے ہیں یہ کھجوروں کا کچا شیرہ ہے، جو گاڑھا ہو اور اس میں جھاگ پیدا ہو جائیں۔

ج۔ نقیع الزبیب: انگوروں کو پانی میں ڈال دینے سے وہ پانی گاڑھا ہو جائے اور جوش کھانے کے بعد جھاگ چھوڑ دے۔

علامہ حصکفی نے لکھا ہے کہ ان شرابوں کی حرمت خمر سے کم ہے کیونکہ ان کی حرمت اجتہادی ہے اس لیے ان کو جائز کہنا کفر نہیں ہے اور علامہ سرخسی نے کہا ہے کہ ان کی نجاست خفیفہ ہے۔[1]

علامہ ابن عابدین شامی نے لکھا ہے کہ ہدایہ میں ان کی نجاست کے بارے میں دو روایتیں بیان کی ہیں ایک یہ ہے کہ ان کی نجاست خفیفہ ہے اور ایک یہ روایت ہے کہ ان کی نجاست غلیظہ ہے۔[2]

ان شرابوں کے پینے سے اس وقت حد واجب ہو گی جب ان کے پینے سے نشہ ہو جائے اس کے برخلاف خمر کے پینے سے مطلقاً حد واجب ہوتی ہے خواہ نشہ ہو یا نہ ہو۔[3]

فقہاء احناف نے خمر کی جو تعریف کی ہے وہ حسب ذیل ہے:

الخمر وھی النیٔ من ماء العنب اذا غلی واشتد وقذف بالزبد۔[3]

خمر انگور کے اس کچے شیرے کو کہتے ہیں جو جوش کھا کر جھاگ چھوڑ دے۔

کیا امام ابوحنیفہ کے قول پر مروجہ شرابیں حلال ہیں؟

اب صرف یہ بات تحقیق طلب رہ جاتی ہے کہ خمر اور ان تین مذکور الصدر مشروبات کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات کا امام ابوحنیفہ کے نزدیک کیا حکم ہے؟ علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

وقال فی الجامع الصغیر ما سوی ذلک من الاشربۃ فلا بأس بہ قالوا ھذا الجواب علی ھذا العموم والبیان لا یوجد فی غیرہ وھو

امام محمد نے جامع الصغیر میں کہا ہے کہ ان چار شرابوں کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات کے پینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (اس قول کی تفصیل کرتے ہوئے)

---

[1] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۲۰۰ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵، ص ۲۰۰ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] ″ ″ ″ ، رد المحتار ج ۵، ص ۲۹۷، ″ ″

نص علی ان ما یتخذ من الحنطة و الشعیر والعسل والذرة حلال عند ابی حنیفة ولا یحد شاربه عنده وان سکر منه ولا یقع طلاق السکران منه بمنزلة النائم۔ [1]

فقہاء نے کہا جس طرح اس کتاب میں عموم ہے وہ (امام محمد کی) اور کسی کتاب میں نہیں ہے، اور اس عبارت میں اس کی تصریح ہے کہ جو شراب گندم، جو، شہد اور جوار سے بنائی جائے وہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک حلال ہے اور اس کے پینے والے پر حد جاری نہیں ہو گی خواہ اس کو نشہ ہو جائے اور اس نشہ میں اس کی طلاق بھی واقع نہیں ہو گی جیسا کہ سونے والے کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

ہدایہ کی اس عبارت کی بنا پر بعض لوگ فقہ حنفی پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق موجودہ دور کی تمام شرابیں حلال ہیں کیونکہ ان شرابوں میں سے کوئی شراب بھی فقہ حنفی کی تعریف کے مطابق خمر، طلاء، نقیع التمر یا نقیع الزبیب نہیں ہے۔ اس سوال کا جواب ہم باب نمبر ۵۱ "شراب کی بیع کی حرمت" میں بھی لکھ چکے ہیں۔ یہاں اس جواب کو ہم مزید وضاحت کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

ہماری تحقیق یہ ہے کہ امام محمد نے جامع الصغیر میں جو یہ لکھا ہے: وما سوی ذلک من الاشربة فلا باس به ان چار شرابوں کے ماسوا میں کوئی حرج نہیں ہے" اس عبارت میں ماسوا سے اس قسم کا عموم مراد نہیں ہے جو اس عبارت کی تخریج کرنے والوں نے سمجھا ہے حتیٰ کہ جو شراب بھی نشہ آور ہو وہ حلال ہو جائے، بلکہ ماسوا سے مراد وہ مشروبات ہیں جو نشہ آور نہ ہوں کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک نبیذ اور ہر نشہ آور مشروب حرام ہے، اس کے پینے سے حد لازم آتی ہے اگر وہ نشہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے تو طلاق ہو جاتی ہے، خود امام محمد نے بھی یہ لکھا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کا بھی قول ہے جیسا کہ ہم انشاء اللہ عنقریب کتاب الآثار کے حوالے سے نقل کریں گے، اس لیے جامع الصغیر کی اس عبارت میں ایسا عموم مراد نہیں ہے۔ جو اس عبارت کی تخریج اور تفصیل کرنے والوں نے بیان کیا ہے اور امام ابوحنیفہ اس بات سے بری ہیں کہ وہ ان چار شرابوں کے علاوہ باقی نشہ آور شرابوں کو حلال قرار دیں، اس پر حد لازم نہ کریں اور اس کی طلاق واقع نہ کریں، اب ہم ٹھوس حوالہ جات کے ساتھ اس سلسلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کا موقف بیان کرتے ہیں: فنقول وباللہ التوفیق وبه الاستعانة یلیق۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

فالنبیذ هو ماء التمر اذا طبخ ادنی طبخة یحل شربه فی قولهم مادام حلوا واذا غلا واشتد وقذف بالزبد،

عن ابی حنیفة وابی یوسف یحل شربه

کھجور کے پانی کو معمولی جوش دیا جائے تو یہ نبیذ ہے فقہاء احناف کے قول کے مطابق اس کا پینا جائز ہے بشرطیکہ یہ میٹھا ہو اور جب یہ گاڑھا ہو جائے اور جھاگ چھوڑ دے

تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے روایت ہے

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۴۹۶-۴۹۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[2] فقہاء کی اصطلاح میں تخریج کا معنی ہے قول مجمل کی تفصیل کرنا۔ سعیدی غفرلہ

للتداوی والتقوی الا المحدی المسکر۔[1]

کہ دوا اور طاقت حاصل کرنے کے لیے اس کا پینا جائز ہے البتہ اگر یہ نشہ آور ہو تو اس کا پینا جائز نہیں ہے۔

بھنگ ان چار شرابوں کے علاوہ ہے اور اس عبارت میں تصریح ہے کہ جب وہ نشہ آور ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا پینا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

وروایۃ عبد العزیز عن ابی حنیفۃ و سفیان انھما سئلا فیمن شرب البنج فارتفع الی راسہ وطلق امرأتہ ھل یقع قالا ان کان یعلمہ حین شربہ ما ھو یقع۔[2]

عبد العزیز نے بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور سفیان سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص بھنگ کے نشہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو کیا اس کی طلاق واقع ہو جائے گی؟ امام ابوحنیفہ اور سفیان نے کہا اگر بھنگ پیتے وقت اس کو بھنگ کا علم تھا تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی۔

بھنگ بھی ان چار شرابوں کے علاوہ ہے اور اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھنگ کے نشہ سے طلاق ہو جاتی ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی لکھتے ہیں:

نری الحد علی السکران من نبیذ کان او غیرہ ثمانین جلدۃ بالسوط الی قولہ وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔[3]

جس شخص کو نبیذ یا کسی اور مشروب سے نشہ ہو جائے تو ہماری رائے میں اس کو اسی کوڑے حد لگائی جائے گی، اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

اس عبارت میں امام محمد نے صاف تصریح کی ہے کہ جس مشروب سے بھی نشہ ہو امام ابوحنیفہ کے نزدیک نشہ والے شخص پر اسی کوڑے حد لگائی جائے گی۔

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

ان السکر من النبیذ موجب للحد کشرب الخمر۔[4]

نبیذ سے نشہ ہو تو اس سے حد لگانا اس طرح واجب ہے جس طرح خمر پینے سے حد لگانا واجب ہے۔

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

ومن سکر من النبیذ حد۔[5]

جس شخص کو نبیذ سے نشہ ہو گیا اس کو حد لگائی

---

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ شرح ہدایہ الجزء الثانی ص ۵۰۴، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد۔

[2] علامہ کمال الدین ابن الہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۸۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۳۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

[4] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۴ ص ۲۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[5] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۵۰۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

جائے گی۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

ای شراب کان غیر الخمر اذا شربہ لایحد الا اذا سکر بہ۔[1]

خمر کے علاوہ کسی شراب کو بھی پیا جائے اس سے حد لازم نہیں ہوگی البتہ اگر اس سے نشہ ہو جائے تو حد لازم ہوگی۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

او سکر من نبیذ حد۔[2]

نبیذ سے نشہ ہو جائے تو حد لگائی جائے گی۔

فتاوی عالمگیری میں ہے۔

من سکر من النبیذ حد۔[3]

جس شخص کو نبیذ سے نشہ ہو جائے اس کو حد لگائی جائے گی۔

مبسوط سرخسی، ہدایہ، در مختار، رد المحتار اور عالمگیری سے ہم نے اس پر حوالجات پیش کیے ہیں کہ نبیذ یا خمر کے علاوہ کسی اور مشروب سے نشہ ہو جائے تو اس پر حد ہے ہر چند کہ ان عبارات میں امام ابو حنیفہ کے قول کی تصریح نہیں کی گئی لیکن اہل علم سے یہ مخفی نہیں ہے کہ فقہاء احناف کی کتابوں میں جب مطلقاً کسی مسئلہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ امام ابو حنیفہ کا ہی قول ہوتا ہے اور جب امام محمد یا امام ابو یوسف کے قول پر فتوی ہوتا ہے تو یہ تصریح کر دی جاتی ہے کہ یہاں امام اعظم کا یہ موقف ہے اور فتوی امام محمد یا امام ابو یوسف کے قول پر ہے۔ لہٰذا ان تمام حوالہ جات سے یہ ثابت ہوا کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک ہر وہ مشروب حرام ہے جس سے نشہ ہو اور اس کے پینے پر حد لازم ہے اور اگر اس کے نشہ میں بیوی کو طلاق دے دی تو وہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ امام ابو حنیفہ کے مذہب اور ان کے اقوال کو بیان کرنے والے امام محمد بن حسن شیبانی ہیں اور انہوں نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ان چار شرابوں کے علاوہ باقی نشہ آور شرابیں حلال ہیں اور ان کے پینے پر حد نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس کتاب الآثار میں یہ لکھا ہے کہ جس شخص کو نبیذ یا کسی اور چیز سے نشہ ہو جائے اس پر حد ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور جامع الصغیر کی عبارت کی جو اس کے خلاف تخریج اور تفصیل کی گئی ہے، وہ صحیح نہیں ہے اور اس تخریج کی بنیاد پر ہدایہ، تبیین الحقائق یا بعض دوسری کتابوں میں جو صرف چار شرابوں کو حرام کہا گیا ہے اور باقی نشہ آور شرابوں کو حلال کہا گیا ہے یا ان پر حد لازم نہیں کی وہ سب صحیح نہیں ہے۔ اس بحث کو بغور پڑھنا چاہیے کیونکہ یہ بحث ہماری کتاب کی خصوصی ابحاث میں سے ہے اور شاید کہ اس کتاب کے علاوہ یہ بحث آپ کو اور کہیں نہیں ملے گی کیونکہ میں نے جامع صغیر کی اس تخریج کو اپنے زمانہ کے بعید علماء کے سامنے پیش کیا اور یہ اشکال وارد کیا کہ امام اعظم کے قول پر تو تمام مروجہ شرابیں حلال ہو گئیں، لیکن وہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۲۲۵ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۳ ص ۲۲۵ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۱۶۰ مطبوعہ مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

خمر اور باقی شرابوں کا فرق

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: خمر کے علاوہ باقی نبیذوں میں نشہ کی وجہ سے حد لازم ہوتی ہے اور خمر کا ایک قطرہ پینے سے بھی حد لازم آتی ہے خواہ نشہ ہو یا نہ ہو اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر وہ چیز جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے اور حد کی موجب ہے کیونکہ امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے: کل مسکر خمر "ہر نشہ آور چیز خمر ہے"[1] اس حدیث کی پوری تفصیل اور تحقیق ان شاء اللہ ہم کتاب الاشربہ میں بیان کریں گے۔

چوتھی بار شراب پینے پر قتل کرنے کی تحقیق

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن معاویۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فی الرابعۃ فاقتلوہ۔[2]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے شراب پی اس کو کوڑے لگاؤ اور اگر وہ چوتھی بار شراب پیے تو اس کو قتل کر دو۔

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں: چوتھی بار شراب پینے پر قتل کرنے کا حکم ابتداء اسلام میں تھا اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا، کیونکہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جو شخص شراب پیے اس کو کوڑے مارو، اور اگر وہ چوتھی بار شراب پیے تو اس کو قتل کر دو، حضرت جابر کہتے ہیں اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے چوتھی بار شراب پی تھی، آپ نے اس کو کوڑے مارے اور اس کو قتل نہیں کیا، اسی طرح حضرت قبیصہ بن ذویب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے، انھوں نے کہا کہ قتل کا حکم اٹھا لیا گیا اور پہلے اس کی اجازت تھی، عام اہل علم کا اسی پر عمل ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس میں متقدمین اور متاخرین کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ متعدد اسانید سے یہ حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان شخص یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اس کو تین باتوں کے سوا اور کسی وجہ سے قتل کرنا جائز نہیں ہے جان کا بدلہ جان، شادی شدہ زانی اور دین (اسلام) کو چھوڑنے والا۔[3]

علامہ یحیٰی بن شرف نواوی شافعی لکھتے ہیں: فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ شراب پینے پر قتل نہیں کیا جائے گا خواہ اس نے متعدد بار شراب پی ہو، امام ترمذی اور دیگر ائمہ نے اس اجماع کو نقل کیا ہے، قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ بعض علماء نے اس حدیث کی وجہ سے چوتھی بار شراب پینے پر قتل کرنے کو جائز قرار دیا ہے لیکن یہ قول باطل ہے اور صحابہ اور بعد کے فقہاء کے اجماع کے خلاف ہے۔[4]

علامہ ابو الحسن مرغینانی حنفی (صاحب ہدایہ) لکھتے ہیں: قتل کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور کوڑے لگانا مشروع ہے اور

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۸۰ - ۷۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹، جامع ترمذی ص ۲۲۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[3] " " " جامع ترمذی ص ۲۲۸
[4] علامہ یحیٰی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

اسی پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ [۱]

علامہ بابرتی حنفی لکھتے ہیں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب قتل کا حکم معمول بہ نہیں ہے تو کوڑے مارنا بھی معمول بہ نہ ہو کیونکہ وہ بھی اس حدیث میں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قتل کے معارض تو یہ حدیث ہے کہ تین باتوں کے سوا کسی مسلمان کا قتل کرنا جائز نہیں ہے اور شراب پینا ان تین باتوں میں سے نہیں ہے اور کوڑے مارنے کے حکم کا چونکہ کوئی معارض نہیں ہے اس لیے وہ حکم بدستور باقی اور معمول بہ ہے۔ [۲]

اور علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے اس حدیث کو حضرت جابر کی حدیث سے منسوخ قرار دیا ہے جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھی بار شراب پینے پر قتل نہیں کیا بلکہ کوڑے لگائے اور قتل کا حکم اٹھا دیا گیا۔ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ حضرت جابر کی حدیث سے قتل کے حکم کو منسوخ قرار دینا اس سے بہتر ہے کہ اس کو اس حدیث سے منسوخ قرار دیا جائے جس میں ہے: "تین چیزوں کے سوا مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں" کیونکہ یہ اس پر موقوف ہے کہ یہ حدیث قتل کے اس حکم کی ممانعت کے بعد ہو، البتہ یہ توجیہ کرنا ممکن ہے کہ یہ نسخ اجتہادی ہے یعنی چوتھی بار شراب کے بعد قتل کے حکم میں ان دونوں حدیثوں کا تعارض ہے تو ہم نے قتل کی ممانعت والی حدیث کو ترجیح دی اور اس سے قتل کے حکم والی حدیث منسوخ ہو گئی اور تعارض کے وقت اس قسم کی ترجیح لازم ہے۔ [۳]

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھی بار شراب پینے پر نعیمان کو کوڑے مارے اور اس سے مسلمانوں نے یہ جان لیا کہ حد واقع ہو گئی اور قتل کا حکم منسوخ ہو گیا۔ اس کے علاوہ علامہ عینی نے قتل کے منسوخ ہونے پر اور بھی متعدد احادیث سے استدلال کیا ہے۔ [۴]

علامہ جلال الدین خوارزمی کرلانی نے بھی چوتھی بار شراب پینے پر قتل کو منسوخ قرار دیا ہے۔ [۵]

ملا علی قاری حنفی حضرت جابر کی روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ چوتھی بار شراب پینے پر قتل کرنے کا حکم منسوخ ہے۔ [۶]

الغرض جمہور فقہاء اسلام اور فقہاء احناف نے یہی تصریح کی ہے کہ چوتھی بار شراب پینے پر قتل کرنے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے لیکن حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ نے یہ لکھا ہے کہ احناف کے نزدیک یہ حدیث معمول بہ ہے اور چوتھی بار شراب پینے پر تعزیراً قتل کرنا جائز ہے۔ فرماتے ہیں: امام ابو عیسیٰ ترمذی نے ان دونوں حدیثوں کو غیر معمول بہ ٹھہرایا لیکن علامہ مبین نے اپنی کتاب "دراسات اللبیب" میں امام ترمذی کے اس کلام پر تعاقب کیا کہ یہ دونوں حدیثیں بھی معمول بہ ہیں۔ قاضی شوکانی نے

---

[۱] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ ص ۴۹۲، مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان۔

[۲] علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ، العنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۵ ص ۷۷-۷۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[۳] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۷۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[۴] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ شرح الہدایہ الجزء الرابع ص ۳۳۰، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد۔

[۵] علامہ جلال الدین خوارزمی کرلانی حنفی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۵ ص ۲۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[۶] علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۷ ص ۷۷، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

بھی "ذیل الاوطار" میں ان دونوں حدیثوں کو معمول بہ کہا ہے خود حنفیہ کے نزدیک یہ دونوں حدیثیں معمول بہ ہیں، باایں طور کہ جمع بین الصوتین سے مراد جمع فعلی ہے اور ہر چوتھی بار شراب پینے والے کو قتل کرنے سے متعلق دوسری حدیث تعزیر پر محمول ہے۔ [۱]

شیخ ابن حزم نے چوتھی بار شراب پینے پر قتل کرنے کے حکم کی متعدد اسانید سے احادیث روایت کیں، اور اس کے بعد لکھتے ہیں: یہ احادیث کم از کم درجہ تواتر کی احادیث ہیں، جیسے نشہ آور نبیذ پینے پر احناف روایات بیان کرتے ہیں (شیخ ابن حزم کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے، فقہاء احناف نشہ آور نبیذ کو حرام کہتے ہیں جیسا کہ باحوالہ گزر چکا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں: اس سلسلہ میں حضرت معاویہ اور حضرت ابوہریرہ سے احادیث مروی ہیں جن سے قتل کرنے پر حجت قائم ہے، اور مخالفین یہ کہتے ہیں کہ حضرت جابر اور حضرت قبیصہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھی بار شراب پینے پر قتل نہیں کیا کوڑے لگائے اور قتل کا حکم اٹھا لیا گیا۔ [۲]

حیرت ہے کہ حضرت معاویہ اور حضرت ابوہریرہ صرف دو صحابہ سے قتل کرنے کا حکم مروی ہے اور شیخ ابن حزم اس کو متواتر کہہ رہے ہیں اور حضرت جابر اور حضرت قبیصہ سے صراحۃً اس حکم کا منسوخ ہونا مروی ہے اس کے علاوہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب احادیث میں ہے کہ تین باتوں کے سوا کسی مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں اور اس میں شراب پینے کا ذکر نہیں ہے اور پھر اس پر اہل اسلام کا اجماع ہے کہ چوتھی بار شراب پینے پر قتل نہیں کیا جائے گا لیکن ابن حزم نے ان تمام دلائل کا لحاظ نہیں کیا۔

میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک چوتھی بار شراب پینے پر تعزیراً قتل کرنا جائز ہے ہرچند کہ فقہاء احناف نے اس کی تصریح نہیں کی ہے لیکن فقہاء احناف کا اصول ہے کہ حاکم کی صوابدید سے تعزیراً قتل کرنا جائز ہے اس لیے حضرت شیخ کی عبارت پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور اگر شیخ ابن حزم کے قول کو بھی تعزیراً قتل پر محمول کر دیا جائے تو چنداں بعید نہیں ہے۔

بَابُ ۵۵۹ قَدْرِ اَسْوَاطِ التَّعْزِيْرِ
تعزیر کے کوڑوں کی مقدار

۴۳۴۶ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ اِذْ جَآءَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَابِرٍ فَحَدَّثَهٗ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا سُلَيْمَانُ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَابِرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يُجْلَدُ اَحَدٌ فَوْقَ عَشَرَةِ اَسْوَاطٍ اِلَّا فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ۔

حضرت ابوبردہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حدود کے علاوہ کوئی شخص دس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے۔

---

[۱] علامہ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ، مقالات کاظمی ج ۳ ص ۳۲۳، مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال

[۲] شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۱۱ ص ۳۶۸-۳۶۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۹ھ

تعزیر کی مقدار میں فقہاء شافعیہ کا موقف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: تعزیر میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ آیا تعزیر میں دس کوڑوں پر زیادتی جائز ہے یا نہیں۔ امام احمد بن حنبل، اشہب مالکی اور بعض اصحاب شافعیہ کا قول یہ ہے کہ دس کوڑوں سے زیادہ تعزیر لگانا جائز نہیں ہے اور جمہور صحابہ، فقہاء تابعین اور بعد کے مجتہدین کا یہ نظریہ ہے کہ دس کوڑوں سے زیادہ تعزیر لگانا جائز ہے۔ پھر ان میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ تعزیر چالیس کوڑوں سے کم ہونی چاہیے۔ ابن ابی لیلیٰ کا قول ہے پچھتر کوڑوں تک تعزیر ہو سکتی ہے، امام مالک اور امام ابویوسف سے بھی ایک یہی روایت ہے، حضرت عمر سے یہ روایت ہے کہ اسی کوڑوں سے متجاوز نہ ہو، اور ابن ابی لیلیٰ سے دوسری روایت یہ ہے کہ تعزیر سو کوڑوں سے کم ہونی چاہیے۔ ابن شبرمہ کا بھی یہی قول ہے، ابن ابی ذئب اور ابن ابی یحییٰ نے کہا تادیب میں تین کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں۔ امام شافعی اور جمہور اصحاب شافعیہ کا یہ قول ہے کہ کسی انسان کی تعزیر اس کی ادنیٰ حد سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے، لہٰذا غلام کی تعزیر بیس کوڑوں سے اور آزاد کی تعزیر چالیس کوڑوں سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے اور بعض شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ کسی کی تعزیر چالیس کوڑوں سے زیادہ نہ ہو، اور بعض اصحاب شافعیہ نے یہ کہا کہ کسی کی تعزیر بیس کوڑوں سے زیادہ نہ ہو۔ اور امام مالک، امام ابویوسف، امام محمد، ابوثور، اور امام طحاوی نے یہ کہا کہ تعزیر کے لیے کوئی حد معین نہیں ہے بلکہ یہ امام کی رائے پر موقوف ہے اور امام کو حد سے زیادہ تعزیر لگانے کا بھی اختیار ہے، کیونکہ جس شخص نے بیت المال کی جعلی مہر بنوائی تھی اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سو کوڑے حد لگائی تھی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب شافعیہ نے اس باب کی حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دس کوڑوں سے زیادہ کوڑے مارے ہیں اور اصحاب مالکیہ نے یہ جواب دیا ہے کہ تعزیر کی یہ مقدار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ساتھ مختص تھی لیکن یہ تاویل ضعیف ہے۔ [1]

تعزیر کی مقدار میں فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ شمس الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: تعزیر کی مقدار میں امام احمد سے مختلف روایات ہیں، ان سے ایک روایت یہ ہے کہ تعزیر میں دس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ کیونکہ حضرت ابوبردہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی حدود کے علاوہ کسی شخص کو بھی دس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) امام احمد سے دوسری روایت ہے کہ تعزیر حد سے کم ہونی چاہیے، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اس بناء پر کوئی حد چالیس کوڑوں سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے کیونکہ شراب نوشی میں غلام کی حد چالیس کوڑے ہے اور یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ شراب نوشی کی حد چالیس کوڑے ہے تو غلام کی حد بیس کوڑوں سے زیادہ نہیں ہوگی اور آزاد کی حد چالیس کوڑوں سے زیادہ نہیں ہوگی اور یہ امام شافعی کا مذہب ہے لہٰذا غلام کی تعزیر انیس کوڑوں سے اور آزاد کی تعزیر انتالیس کوڑوں سے زیادہ نہیں ہوگی۔ اور ابن ابی لیلیٰ اور امام ابویوسف نے کہا کہ کم از کم حد اسی کوڑے ہے لہٰذا اناسی کوڑوں سے زیادہ تعزیر نہ لگائی جائے۔

امام احمد کے کلام کا یہ منشاء بھی ہو سکتا ہے کہ کسی جرم کی بھی تعزیر اس کی جنس کی حد کے برابر نہ ہو البتہ کسی اور جرم کے جنس کی حد سے زیادہ تعزیر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس بناء پر اگر کسی شخص کو وطی کی بناء پر تعزیر لگائی جائے تو

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷۳-۷۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

سو کوڑوں سے کم ہونی چاہیے اور اگر وطی کے علاوہ کوئی اور سبب ہے تو کم از کم حد سے کم تعزیر ہونی چاہیے۔ کیونکہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کی اجازت سے اس کی باندی سے وطی کی اس کو سو کوڑے لگائے جائیں اور یہ تعزیر ہے، کیونکہ اس صورت میں شادی شدہ کی حد رجم ہے اور سو کوڑے رجم سے کم ہیں، اور سعید بن مسیب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص مشترکہ باندی سے وطی کرے اس کو حد سے ایک کوڑا کم تعزیر لگائی جائے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ امام کی رائے سے تعزیر حد سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے کیونکہ روایت ہے کہ معن بن زائدہ نے بیت المال کی مہر کے نقش کے مطابق ایک مہر بنائی، پھر بیت المال کا محافظ اس کو پکڑ کر لایا اور اس سے مال برآمد کر لیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے اس کو سو کوڑے لگائے اور قید بھی کیا، پھر اس سے گفتگو کی اور پھر سو کوڑے لگائے پھر سہ بارہ اس سے بات کی اور سو کوڑے مزید لگائے اور شہر بدر کر دیا اور امام احمد نے اپنی مسند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت علی کے پاس ایک نجاشی کو لایا گیا جس نے رمضان میں شراب پی تھی تو حضرت علی نے اس کو اسّی کوڑے حد لگائی اور رمضان کی بے حرمتی کرنے کی وجہ سے اس کو بیس کوڑے مزید لگائے۔ اور روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابو الاسود کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا اور ان کے پاس ایک چور کو لایا گیا جس نے گھر کا تمام سامان اکٹھا کر لیا تھا لیکن گھر سے سامان نکالا نہیں تھا، ابو الاسود نے کہا اس نے اس مسکین کو جلدی پکڑ لیا اور اس کو پچیس کوڑے لگا کر چھوڑ دیا۔

علامہ شمس الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جس شخص نے کسی ایسے جرم میں حد جاری کی جو حد کا مستوجب نہیں تھا وہ شخص حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے ہے" نیز اس لیے کہ سزا بقدر جرم دی جاتی ہے اور جن جرائم کی حدود مقرر ہیں وہ دوسرے جرائم سے بڑے ہیں اس لیے یہ جائز نہیں ہے کہ کم جرم میں زیادہ جرم کی سزا دی جائے اور مالکیہ کا جو قاعدہ ہے (کہ تعزیر حد سے زیادہ ہو سکتی ہے) اس سے تو یہ بھی لازم آئے گا کہ جو شخص کسی اجنبی عورت کو بوسہ دے اس کو زنا کی حد سے زیادہ سزا دی جائے اور یہ ناجائز ہے، اور جب زنا کی حد سے زیادہ کسی کو تعزیر نہیں دی جا سکتی جب کہ وہ بہت بڑی بے حیائی ہے تو جو جرائم اس جنس سے کم ہیں ان میں بطریق اولیٰ حد سے زیادہ تعزیر نہیں دی جا سکتی۔ اور معن بن زائدہ کو جب حضرت عمر نے تین سو کوڑے لگائے تھے تو ہو سکتا ہے کہ اس کے اور بھی جرائم ہوں اور حضرت عمر نے ان سب کی اکٹھی سزا دی ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے بیت المال سے بار بار مال نکالا ہو، نیز اس کے تین جرم تھے ایک جھوٹ بولا، دوسرا بیت المال سے ناجائز مال لیا، تیسرا جعلی مہر بنانے کا طریقہ ایجاد کیا، اور حضرت علی نے نجاشی کو دو جرموں پر سزا دی تھی، ایک شراب پی اور دوسرا رمضان کا روزہ نہیں رکھا اور ہمارے قول کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ کسی جرم پر بیس کوڑوں سے زیادہ سزا نہ دی جائے[1]

تعزیر کی مقدار میں فقہاء مالکیہ کا موقف اور حد اور تعزیر کے فرق کی تفصیل

علامہ ابو عبداللہ العبدری مالکی لکھتے ہیں: علامہ ابن شاس نے کہا ہے کہ حد کی موجب جنایات سات ہیں، ان کے علاوہ جو جنایات یا ان کے مبادی ہیں وہ تعزیر کی موجب

---

[1] علامہ شمس الدین ابو الفرج عبدالرحمٰن بن ابی عمر محمد بن احمد بن قدامہ مقدسی حنبلی شرح کبیر ج ۱۰ ص ۳۵۶۔ ۳۴۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

ہیں اور تعزیر امام کے اجتہاد پر موقوف ہے۔ ——— حدود معین ہیں اور تعزیر معین نہیں ہے، اور حد کا قائم کرنا واجب ہے اور تعزیر کا قائم کرنا واجب نہیں ہے اور حد امر تعبدی ہے لہٰذا ربع دینار کی چوری ہو یا ایک لاکھ دینار کی چوری ہو دونوں کی ایک سزا ہے (یعنی ہاتھ کاٹنا) اس کے برخلاف تعزیر میں جرم کے اعتبار سے سزا دی جاتی ہے، حد صرف گناہوں کی سزا ہے اس کے برخلاف تعزیر مکلفین کو، جانوروں کو اور پاگلوں کو بھی لگائی جاتی ہے، نیز تعزیر توبہ سے ساقط ہو جاتی ہے اور حد توبہ سے ساقط نہیں ہوتی، تعزیر میں جرم کو معاف کرنا اور شفاعت کرنا جائز ہے، حد میں عفو اور شفاعت جائز نہیں ہے، حد خواہ غیر مؤثر ہو اس کو قائم کیا جاتا ہے اس کے برخلاف تعزیر اگر کم ہونے کی وجہ سے غیر مؤثر ہو تو ساقط ہو جاتی ہے اور اگر زیادہ ہو تو عدم موجب کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔

علامہ ابن شاس نے کہا ہے کہ مالک اپنے حق میں بھی ملازم کو سزا دے سکتا ہے اور حقوق اللہ میں بھی سزا دے سکتا ہے، جو شخص کسی اجنبی عورت سے چھیڑ خوانی کرے اس کو بیس کوڑے لگائے جائیں اور جو کسی عورت کو قید کرے اس کو چالیس کوڑے لگائے جائیں اور اگر عورت کی مرضی شامل ہو تو اس کو بھی چالیس کوڑے لگائے جائیں، اور اگر کوئی شخص کسی عورت کو بوسہ دے تو پچاس کوڑے لگائیں' اور اگر عورت کی مرضی شامل ہو تو اس کو بھی پچاس کوڑے لگائیں۔

علامہ ابن شاس نے کہا ہے کہ لوگوں کو ان کے مرتبہ اور جرم کی نوعیت کے اعتبار سے سزا دی جائے، بعض کو کوڑے لگائے جائیں، بعض کو قید کیا جائے، بعض کو مجلس میں کھڑا کر دیا جائے اور بعض کی پگڑی اتار دی جائے۔ علامہ ابن شاس کہتے ہیں کہ تعزیر کی جنس کوڑوں کی ضرب یا ہاتھ کی ضرب یا قید وغیرہ کے ساتھ خاص نہیں ہے خواہ وہ حد سے زیادہ ہو جائے۔ ابن عرفہ نے کہا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ امام کے اجتہاد سے تعزیر کا حد سے زیادہ ہونا صحیح ہے کیونکہ حضرت عمر نے بیت المال کی جعلی مہر بنانے والے کو سو کوڑے مارے تھے۔ علامہ ابن شاس نے کہا ہے کہ تعزیر میں یہ لازم نہیں ہے کہ وہ حد سے کم ہو اور اس تعزیر کو قتل تک پہنچانا جائز ہے۔ ایک شخص کسی بچے کے ساتھ ننگا پایا گیا، امام مالک نے اس کو چار سو کوڑے مارنے کا حکم دیا اس کا بدن متورم ہو گیا اور وہ شخص مر گیا لیکن امام مالک نے اس پر افسوس نہیں کیا۔ [1]

علامہ ابو عبداللہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک اور ان کے اصحاب کا مشہور قول یہ ہے کہ مجرم کو اس کے جرم اور اس کے فسق کی شہرت کے اعتبار سے سزا دینا امام کے اجتہاد پر موقوف ہے، امام محمد بن حسن سے بھی یہی روایت ہے کہ ہزار کوڑوں تک بھی سزا دی جا سکتی ہے اور ... صحیح مسلم میں جو حدیث ہے کہ حدود اللہ کے ماسوا میں کسی کو دس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں۔ اس کے جواب میں فقہاء مالکیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص تھا جب مجرم کو یہ سزا کافی ہوتی تھی دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حکم حقوق اللہ کے ساتھ خاص ہے۔

علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ ابو الحسین مدینی امتیہ کے دور حکومت میں' تونس میں ایک شخص بہت مشہور غنڈہ تھا جس کا نام ابن محرومہ تھا۔ اس کی غنڈہ گردی بہت پھیل چکی تھی۔ شیخ نے کہا اس کو اگر تین سو کوڑے بھی لگائے جائیں تو یہ اس کا اہل ہے۔ [2]

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن ابی القاسم العبدری مالکی متوفی ۸۹۷ھ التاج والاکلیل لمختصر خلیل ج ۶ ص ۳۱۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۸ھ۔

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ ابی وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۴۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

تعزیر کی مقدار میں فقہاء احناف کا موقف

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ تعزیر کے متعلق فقہاء کے حسب ذیل اقوال ہیں:

۱۔ امام احمد اور اسحاق کا نظریہ ہے کہ تعزیر میں دس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں۔
۲۔ لیث سے روایت ہے کہ تعزیر میں دس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں اور اس سے زیادہ کی بھی گنجائش ہے۔
۳۔ حضرت عمر سے روایت ہے کہ بیس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں۔
۴۔ حضرت عمر سے دوسری روایت ہے کہ تیس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں۔
۵۔ امام شافعی کا ایک قول ہے کہ بیس سے کم کوڑے لگائے جائیں۔
۶۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا قول ہے کہ چالیس سے کم کوڑے لگائے جائیں، امام شافعی کا بھی یہ ایک قول ہے۔
۷۔ امام ابویوسف اور ابن ابی لیلیٰ کا قول ہے کہ پچھتر کوڑے تک لگائے جا سکتے ہیں۔
۸۔ امام مالک کہتے ہیں کہ تعزیر لگانا امام کے اجتہاد پر موقوف ہے اور تعزیر کی سزا حد سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے، امام ابویوسف اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے۔
۹۔ شیخ ابن حزم اور غیر مقلدین کا قول یہ ہے کہ تعزیر میں نو کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں۔
۱۰۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ تعزیر کا حدود پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس پر ائمہ کا اتفاق ہے کہ تعزیر قاضی کی صواب دید پر موقوف ہوتی ہے اور تعزیر میں کبھی سزا کم دی جاتی ہے اور کبھی زیادہ۔ [۱]

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی حدود کے سوا کسی جرم میں دس کوڑوں سے زیادہ سزا نہ دی جائے۔" [۲]

علامہ بدر الدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس جرم کا تعلق معصیت سے نہ ہو اس میں دس کوڑوں سے زیادہ سزا نہ دی جائے، جیسا کہ باپ کا بیٹے کو تادیباً مارنا، دوسرا جواب یہ ہے کہ جن جرائم کی سزا شریعت میں مقرر ہے (یعنی حدود) ان میں دس کوڑوں سے زیادہ تعزیر نہ دی جائے، اور جن جرائم کی سزا شریعت نے مقرر نہیں کی ان میں دس کوڑوں سے زیادہ سزا دی جا سکتی ہے، امام مالک کی رائے یہ ہے کہ تعزیر میں جرم کی نوعیت کے اعتبار سے سزا ہوتی ہے اور یہ امام کی رائے پر موقوف ہے اور یہ سزا حد سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔ علامہ مہلب نے کہا ہے کہ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواصلین کو زیادہ سزا دی ہے اسی طرح امام کے لیے بھی اپنے اجتہاد سے زیادہ سزا دینا جائز ہے۔ اس لیے ہر شخص کو اس کے جرم کے اعتبار سے سزا دینا واجب ہے۔ ابن حزم نے کہا ہے کہ حدود سات ہیں: (۱) ارتداد (۲) ڈاکہ (۳) زنا (۴) زنا کی تہمت لگانا (۵) شراب نوشی (۶) چوری کرنا (۷) عاریت کا انکار کرنا۔ جمہور نے ساتواں قتل کو شمار کیا ہے۔ سیدی! ان کے علاوہ باقی جرائم پر تعزیر ہے، ان جرائم میں بعض یہ ہیں: شراب نوشی کی تہمت لگانا، خنزیر کھانا، قوم لوط کا فعل کرنا، جانوروں سے بدکاری کرنا، عورتوں کا آپس میں مباشرت کرنا، بلا انکار نماز نہ پڑھنا، رمضان کا روزہ نہ رکھنا اور جادو کرنا۔ [۳]

---

[۱] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ،
[۲] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[۳] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ تعزیر چالیس کوڑوں تک نہیں پہنچنی چاہیے امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ نے اسی روایت پر عمل کیا ہے۔ انھوں نے کہا کم از کم حد چالیس کوڑے ہے، کیونکہ اگر غلام تہمت لگائے یا شراب پیئے تو اس کو حد میں چالیس کوڑے مارے جاتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص غیر حد میں حد جاری کرے وہ حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے ہے" امام ابو یوسف کا بھی یہی پہلا قول تھا پھر انھوں نے اس سے رجوع کر کے تعزیر میں پچھتر کوڑوں کا قول کیا، کیونکہ کم از کم حد اسی کوڑے ہے، اور غلام کی حد آزاد کی حد کی نصف ہے وہ کامل حد نہیں ہے، امام محمد کا بھی ایک یہی قول ہے اور امام ابو یوسف سے اناسی کوڑوں کی بھی ایک روایت ہے اور اس کی بھی وہی دلیل ہے کہ کم از کم حد یعنی اسی کوڑوں سے کم ہے۔ [1]

بوس وکنار، نصاب سے کم چوری اور غنڈہ گردی وغیرہ پر تعزیر کی تفصیل

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی غیر محرم عورت کے ساتھ پکڑا جائے اور وہ دونوں جماع کے علاوہ باقی تمام حرام افعال کے مرتکب ہوئے ہوں تو ان کو تعزیر میں انتالیس کوڑے مارے جائیں گے اور ہم کتاب الحدود میں بیان کر چکے ہیں کہ جس فعل حرام کی حد مقرر نہیں ہے اس میں تعزیر دی جائے گی اور یہ تعزیر امام کی رائے پر موقوف ہے اور یہ تعزیر جرم کی نوعیت کے اعتبار سے لگائی جائے گی اور یہ بہت بڑا جرم ہے اور ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ تعزیر میں حد کی بہ نسبت زیادہ شدید ضرب لگائی جاتی ہے کیونکہ تعزیر میں صرف عدد کے اعتبار سے تخفیف ہے، اور تعزیر میں ضرر پہنچانے کے لیے اس کے کپڑے اتار لیے جائیں گے اور اس کی پشت پر کوڑے لگائے جائیں گے اور مختلف اعضاء پر کوڑے نہیں مارے جائیں گے کیونکہ یہ رعایت صرف حدود میں ہے۔

جب کوئی چور کسی گھر میں نقب لگائے اور اس نے سامان کو ابھی گھر سے باہر نہ نکالا ہو یا وہ سامان گھر سے باہر نکال لیا ہو لیکن وہ دس درہم سے کم مالیت کا ہو تو اس پر تعزیر لگائی جائے گی کیونکہ اس نے ایک حرام کام کا ارتکاب کیا ہے، اور عورت کو بھی مرد کی طرح تعزیر لگائی جائے گی، اور جو شخص غنڈہ گردی میں مشتبہ ہو اس کو پکڑ کر قید کر دیا جائے گا اور اس وقت تک نہیں چھوڑا جائے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تہمت کی بناء پر قید کر دیا تھا۔

بلا عذر روزہ نہ رکھنے اور دیگر کبائر کی تعزیر کا بیان

اگر کوئی شخص رمضان کے مہینہ میں زنا کرے اور شبہ کی بناء پر اس سے حد ساقط ہو جائے تو روزہ نہ رکھنے کی وجہ سے اس کو تعزیر لگائی جائے گی، جو مسلمان سود کھاتا ہو اور شراب بیچتا ہو اس کو تعزیر لگائی جائے گی اسی طرح مخنث، نوحہ کرنے والی اور گانے والی کو ارتکاب حرام کی وجہ سے تعزیر لگائی جائے گی اور جب تک یہ توبہ نہ کریں ان کو قید میں رکھا جائے گا۔

اگر مسلمان کسی ذمی عورت پر زنا کی تہمت لگائے تو اس کو تعزیر لگائی جائے گی اسی طرح اگر مسلمان کسی ایسی عورت کو زنا کی تہمت لگائے جو زنا کر چکی ہے یا مسلمان کسی زانی مرد کو زنا کی تہمت لگائے تو اس پر تعزیر ہے کیونکہ ہر چند کہ یہ لوگ غیر محصن ہیں لیکن یہ افعال حرام ہیں کیونکہ ان میں اشاعت فاحشہ ہے اور بلاوجہ مسلمان کی پردہ دری ہے اور یہ موجب تعزیر ہے۔ [2]

---

[1] شمس الائمہ ابوالطفیل محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ ھ، المبسوط ج ۲۴ ص ۳۶ - ۳۵ ، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ ھ

[2] " " " " المبسوط ج ۲۴ ص ۳۶ - ۳۵ ،

مدافعت میں قتال کا جواز

جب ڈاکو راستہ میں کسی قوم پر ڈاکہ ڈالیں تو ان کے لیے اپنی جانوں اور اپنے اموال کی مدافعت اور حفاظت کے لیے ان سے قتال کرنا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہو جائے وہ شہید ہے" اگر ڈاکو مسلمانوں سے مدد طلب کریں تو مسلمانوں کے لیے ان کی مدد کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ ان پر ڈاکوؤں سے قتال کرنا لازم ہے کیونکہ برائی سے روکنا فرض ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی امت کی اسی بنا پر تعریف کی ہے (یہ امت نیکی کا حکم دیتی ہے اور برائی سے روکتی ہے) اس لیے جب وہ ڈاکوؤں سے مقابلہ پر قادر ہوں تو اس کو ترک کرنا ان کے لیے جائز نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص مسلمان پر تلوار سونت لے یا چھری یا چاقو نکالے یا لاٹھی اٹھائے تو خواہ اس نے وار نہ کیا ہو پھر بھی اس پر تعزیر واجب ہے کیونکہ اس نے مسلمان کو ڈرایا اور اس کے قتل کا قصد کیا اور یہ ناجائز ہے۔

اگر کسی کے گھر میں شراب ہو اور وہ شخص فاسق ہو یا کچھ لوگ شراب کی مجلس لگائے بیٹھے ہوں تو ان پر تعزیر ہے کیونکہ شبہات سے حد ساقط ہوتی ہے تعزیر ساقط نہیں ہوتی۔ روایت ہے کہ بعض فقہاء نے اس صورت میں ان پر حد لازم کر دی، امام ابوحنیفہ نے پوچھا ان پر حد کیوں لازم کی ہے؟ انھوں نے کہا ان کے پاس آلات شراب ہیں۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا پھر ان کو رجم بھی کرو کیونکہ ان کے پاس آلات زنا ہیں۔ [1]

مرد اور عورت کے اختلاط پر تعزیر

امام مالک، اور امام طحاوی کے نزدیک تعزیر کی کوئی مقدار معین نہیں ہے اور تعزیر میں زیادہ سے زیادہ کوڑے لگائے جا سکتے ہیں، امام ابویوسف اور ابوثور کا بھی ایک قول یہی ہے۔ حسب ذیل آثار میں مرد اور عورت کے اختلاط پر سو کوڑوں کی سزا بیان کی گئی ہے اور یہ امام مالک، امام طحاوی، امام ابویوسف اور امام طحاوی کی دلیل ہے:

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

محمد بن جعفر عن ابیہ عن علی انہ کان اذا وجد الرجل والمرأۃ فی ثوب واحد جلدھما مأۃ کل انسان منھما۔ [2]

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب مرد اور عورت ایک کپڑے میں پائے جائیں تو حضرت علی ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارتے تھے۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

عن الحسن ان رجلا وجد مع امرأتہ قد اغلق علیھما وقد ارخی علیھما الاستار فجلدھما عمر بن الخطاب مئۃ مئۃ۔ [4]

حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد ایک عورت کے ساتھ پکڑا گیا درآں حالیکہ انھوں نے دروازہ بند کیا ہوا تھا اور انھوں نے پردہ ڈالا ہوا تھا حضرت عمر بن الخطاب نے ان کو سو سو کوڑے مارے۔

---

[1] شمس الائمہ ابوالطفیل محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۴ ص ۳۶-۳۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ،

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷ ص ۴۰۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[3] امام ابوبکر ابوعبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۵ ص ۵۲۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۲ھ

[4] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷ ص ۴۰۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ۔

تعزیر میں قتل کرنے کی تحقیق

قرآن مجید، احادیث، آثار صحابہ اور فقہاء اسلام کی تصریحات سے یہ ثابت ہے کہ تعزیر میں کسی مسلمان کو قتل کرنا بھی جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

من قتل نفسا بغیر نفس اوفساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا (مائدہ: ۳۲)

جس شخص نے بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد کے بغیر کسی انسان کو قتل کیا گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح قصاص میں کسی کو قتل کرنا جائز ہے، اسی طرح فساد پھیلانے کی وجہ سے بھی کسی شخص کو قتل کرنا جائز ہے، اور احادیث، آثار اور فقہ اسلام میں فساد پھیلانے کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

بعض علماء نے اس کو ناجائز کہا ہے کیونکہ امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین وجوہات کے سوا کسی ایسے مسلمان شخص کو قتل کرنا جائز نہیں ہے جو یہ شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں، (وہ وجوہات یہ ہیں:) جان کا بدلہ جان، شادی شدہ زانی، دین (اسلام) ترک کر کے جماعت کو چھوڑنے والا۔[1] اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے[2]

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: قاضی ابن العربی نے بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ قتل کے دس اسباب ہیں، اور وہ کسی حال میں ان تین وجوہات سے خارج نہیں ہیں، کیونکہ جس نے جادو کیا یا اللہ یا رسول یا فرشتہ کو گالی دی وہ کافر ہے اور علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس آیت سے منسوخ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: من قتل نفسا بغیر نفس اوفساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا (مائدہ: ۳۲) "جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد کے بغیر کسی کو قتل کیا تو گویا اس نے سب انسانوں کو قتل کر دیا" اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح کسی شخص کو قصاص میں قتل کرنا جائز ہے اسی طرح کسی شخص کو زمین میں فساد پھیلانے کی وجہ سے بھی قتل کرنا جائز ہے۔ (اور یہ تعزیراً قتل کرنے کے جواز کی قوی دلیل ہے۔ سعیدی غفرلہ) اسی طرح یہ حدیث اس حدیث سے بھی منسوخ ہے جس میں ہے عمل قوم لوط کرنے والے فاعل اور مفعول بہ کو قتل کر دو۔ اور جانور سے بدکاری کرنے والے کو قتل کر دو۔[3]

اب ہم ان احادیث کو پیش کر رہے ہیں جن میں تعزیراً قتل کرنے کا ثبوت ہے!

احادیث سے تعزیر میں قتل کرنے کا ثبوت

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن قرۃ بن ایاس المزنی ان رجلا تزوج امرأۃ ابیہ فامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقتلہ۔[4]

حضرت قرۃ بن ایاس مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[4] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۳۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن البراء بن عازب قال لقیت عمی و معه رایة فقلت له این ترید فقال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی رجل نکح امراۃ ابیه فامرنی ان اضرب عنقه و آخذ ماله [1]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری اپنے چچا سے ملاقات ہوئی ان کے پاس ایک جھنڈا تھا، میں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس شخص کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے آپ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں اور اس کا مال ضبط کر لوں۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من وقع علی ذات محرم فاقتلوہ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو محرم سے وطی کرے اس کو قتل کر دو۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وقع علی ذات محرم فاقتلوہ ومن وقع علی بھیمة فاقتلوہ واقتلوا البھیمة [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص محرم سے وطی کرے اس کو قتل کر دو، اور جو شخص جانور سے بدکاری کرے اس کو قتل کر دو، اور جانور کو بھی قتل کر دو۔

تعزیر میں قتل کرنے کے ثبوت میں فقہاء اسلام کے اقوال

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد سے یہ روایت کہ محارم سے وطی کرنے والے کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا، جابر بن زید، ابو ایوب اور ابن ابی خیثمہ کا بھی یہی قول ہے اور اسماعیل بن سعید نے امام احمد سے یہ روایت کیا ہے کہ جس شخص نے اپنے باپ کی بیوی یا کسی اور محرم سے نکاح کیا۔ اس شخص کو قتل کر دیا جائے اور اس کے مال کو ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر دیا جائے۔ [4]

سنن ابوداؤد کی حدیث اور امام احمد کے اس قول میں یہ بھی دلیل ہے کہ تعزیراً مال ضبط کرنا بھی جائز ہے۔

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۵۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۳۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ

[4] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۱۴۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

وقالوا جاز فيه احد الامرين انه للاستحلال او امر بذلك سياسة وتعزيرا۔[1]

فقہاء نے کہا ہے کہ اس شخص کو قتل کرنے کا حکم آپ نے یا اس وجہ سے دیا تھا کہ اس نے محارم سے نکاح کو حلال سمجھ لیا تھا (یعنی وہ مرتد ہو گیا تھا) اور یا آپ نے اس کو سیاستہً اور تعزیراً قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔

عمل قوم لوط میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔
امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من وجدتموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو تم قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے دیکھو تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کر دو۔

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں کہ حدیث میں جو فاعل اور مفعول کو قتل کرنے کا حکم ہے یہ سیاستہً (تعزیراً) ہے۔[3]
علامہ بابرتی لکھتے ہیں: یہ مسئلہ امام کی رائے پر موقوف ہے اگر وہ شخص لواطت کا عادی ہو تو اس کو قتل کر دے اور اگر چاہے تو اس کو کوڑے مارے اور قید کر دے۔[4]
علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کا لواطت کی سزا میں اختلاف تھا۔ بعض نے کہا ان کو آگ میں جلا دیا جائے، بعض نے کہا ان پر دیوار گرا دی جائے، بعض نے کہا ان کو بلندی سے پھینک کر ان پر پتھر برسائے جائیں۔[5]
علامہ سرخسی حنفی نے لواطت کے بارے میں صحابہ کرام کی مختلف آراء کو بیان کرنے کے بعد لکھا:

بقيت هذه جريمة لا عقوبة لها في الشرع مقدرة فيجب التعزير فيه يقينا وما وراء ذلك من السياسة موكول الى راى الامام ان راى شيئا من ذلك فى حق فلان يفعله شرعا۔[6]

یہ وہ جرم ہے جس کی شریعت میں کوئی ایک سزا مقرر نہیں ہے اس لیے اس میں تعزیر یقیناً واجب ہے اور یہ تمام سزائیں امام کی رائے پر موقوف ہیں، اگر امام کسی شخص کے بارے میں یہ سزا ضروری خیال کرے تو اس کو یہ سزا دینے کا شرعاً اختیار ہے۔

علامہ عبد العلی برجندی حنفی لکھتے ہیں: کافی میں ہے تعزیر کبھی قید سے ہوتی ہے کبھی ڈانٹ ڈپٹ سے اور کبھی کوڑے

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۴۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۳۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[3] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۵ ص ۴۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[4] علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، العنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۵ ص ۴۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[5] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۴۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[6] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۹ ص ۷۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

مارنے سے، امام ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ مال کا جرمانہ لازم کرنے سے بھی تعزیر ہوتی ہے، شرح الطحاوی میں ہے کہ اشراف مثلاً علماء اور مشائخ کی تعزیر یہ ہے کہ کہا جائے آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، عام بازاری لوگوں کی تعزیر قید کرنا ہے اور بدمعاش اور غنڈوں کی تعزیر ان کو کوڑے مارنا، قید کرنا اور ان کی سزا کو شہرت دینا ہے۔

علامہ برجندی لکھتے ہیں: ان سزاؤں کے علاوہ بھی تعزیر ہے مثلاً مبتدعین کے امام کا گھر جلا دیا جائے اس کو شہر بدر کر دیا جائے یا اس کو سیاستۃً قتل کر دیا جائے۔ لہ

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں: فقہاء نے تعزیر میں قتل کرنے کا بھی ذکر کیا ہے تبیین الحقائق میں ہے ہندوانی سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک مرد کو ایک عورت کے ساتھ (زنا کرتے) دیکھا کیا اس کے لیے اس مرد کو قتل کرنا جائز ہے۔ ہندوانی نے کہا اگر اس کو یہ یقین ہے کہ اس کے شور مچانے اور بغیر اسلحہ کے مارنے سے وہ باز آ جائے گا تو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور اگر اس کو یقین ہے کہ وہ اس سے باز نہیں آئے گا تو اس کے لیے قتل کرنا جائز ہے اور اگر عورت رضامند ہو تو اس عورت کو بھی قتل کرنا جائز ہے، منیہ میں ہے کہ ایک شخص نے کسی مرد کو اس شخص کی بیوی سے زنا کرتے دیکھا یا اس شخص کی محرم سے زنا کرتے دیکھا درآں حالیکہ وہ دونوں رضامند ہیں تو وہ مرد اور عورت دونوں کو قتل کر دے، اھ (علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:) اس فرق سے یہ واضح ہوا کہ اجنبی عورت کو اس وقت تک قتل کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ یقین نہ ہو کہ وہ ڈانٹ ڈپٹ سے باز نہیں آئے گی اور بیوی اور محرم کو مطلقاً قتل کرنا جائز ہے اور مجتبیٰ میں ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ ہر شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ جب بھی وہ کسی مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو اس کو قتل کر دے اور اگر اس کو یہ خطرہ ہو کہ وہ شخص اس کو قتل کر دے گا یا اس کے زنا کرنے کی تصدیق نہیں کی جائے گی تو وہ قتل کرنے سے باز رہے، اسی طرح زبردستی ظلم کرنے والوں، ناجائز ٹیکس لینے والوں اور ڈاکوؤں کو بھی قتل کرنا جائز ہے اور ان کو قتل کرنا باعث اجر ہے اھ صاحب مجتبیٰ کہتے ہیں کہ مصنف نے یہ ذکر نہیں کیا کہ ان ظالموں اور معصیت کاروں کو کون قتل کرے گا؟ فقہاء نے کہا ہے کہ جس وقت وہ ارتکاب معصیت کر رہے ہوں تو ہر مسلمان کے لیے ان کو قتل کرنا جائز ہے۔ اور ارتکاب معصیت کے بعد حاکم کے علاوہ اور کسی کے لیے ان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے کسی شخص کو ایسی بدکاری کرتے دیکھا جس پر تعزیر ہے اور اس نے قاضی یا حاکم کی اجازت کے بغیر اس کو سزا دی تو اگر اس نے ارتکاب معصیت کے بعد سزا دی ہے تو قاضی کے لیے جائز ہے کہ وہ سزا دینے والے کو سزا دے اور اگر ارتکاب معصیت کے دوران سزا دی ہے تو ٹھیک ہے کیونکہ یہ برائی سے روکنا ہے اور اس کا ہر شخص مکلف ہے ٹہ

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: خانیہ میں ہے ایک شخص نے کسی آدمی کو اپنی بیوی سے زنا کرتے دیکھا، یا کسی اور کسی شخص کی بیوی سے زنا کرتے دیکھا اور زنا کرنے والا شادی شدہ تھا، اس نے اسے چیخ کر ڈانٹا لیکن وہ زنا سے باز نہیں آیا تو اس شخص کے لیے اس کو قتل کرنا جائز ہے اور اگر اس نے اس زنا کرنے والے کو قتل کر دیا تو اس پر کوئی قصاص نہیں ہے، چوری میں بھی اسی طرح حکم ہے، ایک شخص نے کسی کو اپنا مال چراتے دیکھا یا اپنی یا کسی اور کی

لہ۔ علامہ عبد العلی برجندی برجندی علی شرح وقایہ ج ۴ ص ٦٨، مطبوعہ منشی نولکشور ١٣٣٢ھ

ٹہ۔ علامہ زین الدین ابن نجیم مصری متوفی ٩٧٠ھ البحر الرائق ج ۵ ص ۴۲ - ۴۱، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ١٣١١ھ

دیوار میں نقب لگاتے دیکھا دراں حالیکہ وہ چور معروف ہو تو اس شخص کے لیے اس چور کو قتل کرنا جائز ہے اور اس پر قصاص نہیں ہے۔[1]

قاضی شوکانی لکھتے ہیں: سنن نسائی کے علاوہ تمام کتب صحاح ستہ میں ہے اللہ تعالیٰ کی حدود کے سوا کسی حد میں اسی کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں۔ اور اس حدیث میں حدود سے مراد حدود مخصوصہ مثلاً زنا وغیرہ کی حدود مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ حد سے مراد مطلقاً معصیت کی سزا ہے کیونکہ ان حدود مخصوصہ کے ساتھ حد کو خاص کر لینا متاخرین فقہاء کی اصطلاح ہے اور شریعت میں ہر معصیت پر حد کا اطلاق کیا ہے خواہ وہ معصیت صغیرہ ہو یا کبیرہ، شیخ ابن قیم کی بھی یہی رائے ہے اور وہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں جو ممانعت ہے اس سے مراد یہ ہے کہ باپ جو چھوٹے بچے کو تادیباً سزا دیتا ہے وہ دس کوڑوں سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔[2]

نیز قاضی شوکانی لکھتے ہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا شرابی کو چوتھی بار شراب پینے کے بعد قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا یہ نظریہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے گا، شیخ ابن حزم نے اس نظریہ کو تقویت پہنچائی ہے اور اس پر احادیث سے استدلال کیا ہے اور عدم قتل کے دعویٰ اجماع کو رد کر دیا ہے اور حضرت ابن عمرو کی روایت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔[3]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے نزدیک بھی تعزیراً قتل کرنا جائز ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید، احادیث، آثار صحابہ، فتاویٰ تابعین اور فقہاء اسلام کی تصریحات کی روشنی میں تعزیراً قتل کرنا جائز ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ ایسا جرم ہو جس کی سزا میں قتل کرنا قرآن و سنت کی تصریحات کے خلاف نہ ہو۔

بَابُ ٥٦ الْحُدُوْدِ كَفَّارَاتٌ لِّاَهْلِهَا

حدود گناہوں کا کفارہ ہیں

٤٣٤٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَابْنُ نُمَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَجْلِسٍ فَقَالَ تُبَايِعُوْنِيْ عَلٰى اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا تَزْنُوْا وَلَا

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مجلس میں تھے، آپ نے فرمایا تم لوگ مجھ سے اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے، اور زنا نہیں کرو گے اور چوری نہیں کرو گے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے قتل کرنا حرام کر دیا ہے اس کو بے گناہ قتل نہیں کرو گے، تم میں سے جس شخص نے اس عہد کو پورا کیا اس کا اجر اللہ پر ہے اور جس نے ان محرمات میں سے کسی کا ارتکاب کر لیا اور اس کو سزا دے دی گئی تو وہ اس کا کفارہ ہے، اور جس نے ان میں سے کسی حرام کام کو کیا اور اللہ نے

---

[1] علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ، منحۃ الخالق علی ہامش البحر ج ٥ ص ٤٢-٤١، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ١٣١١ھ

[2] قاضی محمد بن علی شوکانی متوفی ١٢٥٠ھ نیل الاوطار ج ٩ ص ٢٠، مطبوعہ الکلیات الازہریہ، ١٣٩٨ھ

[3] نیل الاوطار ج ٩ ص ١٤، 〃 〃 〃 〃

تَسْرِقُوا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ فَمَنْ وَفٰى مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ فَعُوْقِبَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ اَصَابَ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ فَسَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَاَمْرُهٗ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَآءَ عَفَا عَنْهُ وَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ۔

اس پر پردہ رکھا، تو اس کا معاملہ اللہ کی طرف مفوض ہے، اگر وہ چاہے تو اس کو معاف کر دے اور اگر چاہے تو اس کو عذاب دے۔

۴۳۴۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَزَادَ فِي الْحَدِيْثِ فَتَلَا عَلَيْنَا اٰيَةَ النِّسَآءِ اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا الْاٰيَةَ۔

امام مسلم نے اسی سند کے ساتھ زہری سے یہ روایت بیان کی ہے اور اس میں یہ زیادہ ہے: آپ نے سورۂ نساء کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ان لا یشرکن باللہ شیئا الآیۃ

۴۳۴۹۔ وَحَدَّثَنِيْ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ سَالِمٍ اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِي الْاَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ اَخَذَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا اَخَذَ عَلَى النِّسَآءِ اَنْ لَّا نُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا نَسْرِقَ وَلَا نَزْنِيَ وَلَا نَقْتُلَ اَوْلَادَنَا وَلَا يَعْضَهَ بَعْضُنَا بَعْضًا فَمَنْ وَّفٰى مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ اَتٰى مِنْكُمْ حَدًّا فَاُقِيْمَ عَلَيْهِ فَهُوَ كَفَّارَتُهٗ وَمَنْ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَاَمْرُهٗ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ وَاِنْ شَآءَ غَفَرَ لَهٗ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اسی طرح عہد لیا جس طرح آپ نے عورتوں سے عہد لیا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، ہم چوری نہ کریں، ہم زنا نہ کریں، ہم اپنی اولاد کو قتل نہ کریں اور نہ ہم میں سے کوئی دوسرے پر افتراء باندھے۔ آپ نے فرمایا سو تم میں سے جس نے اس عہد کو پورا کیا اس کا اجر اللہ پر ہے، اور تم میں سے جس نے کسی حد کا ارتکاب کیا اور اس پر وہ حد قائم کر دی گئی تو وہ اس کا کفارہ ہے اور جس کا اللہ تعالیٰ نے پردہ رکھا تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، اگر چاہے تو اس کو عذاب دے اور اگر چاہے تو اس کو معاف کر دے۔

۴۳۵۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّهٗ قَالَ اِنِّيْ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان نقباء میں سے ہوں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی تھی، اور آپ نے ہم سے اس پر بیعت لی تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے،

نَّمِنَ النُّقَبَآءِ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَایَعْنَاهُ عَلٰٓی اَنْ لَّا نُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّلَا نَزْنِیَ وَلَا نَسْرِقَ وَلَا نَقْتُلَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا نَنْتَهِبَ وَلَا نَعْصِیَ فَالْجَنَّةُ اِنْ فَعَلْنَا ذٰلِكَ فَاِنْ غَشِیْنَا مِنْ ذٰلِكَ شَیْئًا كَانَ قَضَآءُ ذٰلِكَ اِلَی اللّٰهِ وَقَالَ ابْنُ رُمْحٍ كَانَ قَضَآؤُهٗ اِلَی اللّٰهِ۔

ہم زنا نہیں کریں گے ہم چوری نہیں کریں گے اور جس شخص کا قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، ہم اس کو حق کے سوا قتل نہیں کریں گے اور ہم لوٹ مار نہیں کریں گے اور نہ معصیت کریں گے، تو ہمارے لیے جنت ہے، اگر ہم نے ان ممنوعہ کاموں میں سے کسی کام کو کیا تو اگر اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ رکھ لیا تو اس کا فیصلہ اللہ کے ذمہ ہے، ابن رمح نے کان قضاءہ الی اللہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔

اسلام میں بیعت کا تصور

اس باب کی حدیث نمبر ۴۳۴۷ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا تم لوگ مجھ سے اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے" الحدیث"

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ بیعت علی الاسلام کا معنی ہے اسلام کا عقد اور معاہدہ کرنا اس پر بیعت کا اطلاق اس وجہ سے ہے کہ اس عقد کو عقد مالی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ عقد مالی میں ایک شخص ایک چیز فروخت کرتا ہے اور دوسرا شخص اس کے عوض میں اس کو مال دیتا ہے اور یہاں مسلمانوں کی طرف سے اطاعت کا التزام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ثواب کا وعدہ ہے۔ [1]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان اللّٰه اشتری من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنة۔ (توبہ: ۱۱۱)

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا۔

امام رازی لکھتے ہیں علامہ قرطبی نے بیان کیا ہے، کہ جب مکہ میں لیلۃ العقبہ کو ستر انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اپنے رب کے لیے اور اپنے نفس کے لیے ہم سے جو شرط چاہیں منوالیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب کے لیے یہ شرط ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور میرے لیے شرط یہ ہے کہ تم اپنی جانوں اور مالوں کو جن چیزوں سے باز رکھتے ہو ان سے مجھ کو بھی باز رکھنا یعنی جس طرح اپنی جانوں اور مالوں کی حفاظت کرتے ہو اس طرح میری حفاظت کرنا، صحابہ کرام نے عرض کیا جب ہم ایسا کریں تو ہمیں کیا صلہ ملے گا؟ آپ نے فرمایا جنت، صحابہ نے کہا یہ منفعت بخش بیعت ہے، ہم اس بیعت کو توڑیں گے نہ توڑنے کا مطالبہ کریں، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [2]

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۵۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۵۰۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثہ ۱۳۹۸ھ

اسلام میں بیعت کا اطلاق دو چیزوں پر کیا جاتا ہے، ایک بیعت علی الامارۃ ہے یعنی خلیفہ یا امیر کی بیعت، دوسری بیعت استرشاد ہے یعنی کسی مرد صالح یا مرشد کی بیعت کرنا، بیعت امارت کا تصور اس حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

ومن بایع اماما فاعطاہ صفقۃ یدہ وثمرۃ قلبہ فلیطعہ ان استطاع [1] — جس شخص نے کسی امام سے بیعت کی، اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور دل سے اس کے ساتھ ہوا وہ بقدر استطاعت اس کی اطاعت کرے۔

اور بیعت استرشاد کا تصور اس آیت سے واضح ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ۔ (مائدہ ۵، ۳۵) — اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو۔

ایمان، اعمال صالحہ، فرائض کی ادائیگی، اتباع سنت اور محرمات اور مکروہات سے بچنا یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کے قرب حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں اور جس مرد صالح اور مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے ایک مسلمان گناہوں سے بچنے اور نیک کام کرنے کا عہد کرتا ہے جو اس کو مسلسل نیکی کی تلقین کرتا ہے اور اس کی روحانی تربیت کرتا ہے اس شیخ کے وسیلہ اور قرب الٰہی کے ذریعہ میں کسی کو شبہ ہو سکتا ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ قول جمیل میں لکھتے ہیں کہ آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے، اور اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

اہل سلوک ایں آیت را اشارت بسلوک مے فہمند و وسیلہ مرشد را مے دانند، پس تلاش بنا بر فلاح حقیقی و فوز تحقیقی پیش از مجاہدہ ضروری است و سنۃ اللہ برہمیں منوال جاری است لہٰذا بدون مرشد راہ یابی نادر است۔ [2] — اہل سلوک اس آیت کو راہ حقیقت کے سلوک کی طرف اشارہ گردانتے ہیں اور مرشد کو وسیلہ سمجھتے ہیں، اس بناء پر حقیقی کامیابی اور مجاہدہ سے پہلے مرشد کو تلاش کرنا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے سالکان حقیقت کے لیے یہی قاعدہ مقرر کیا ہے، اس لیے مرشد کی راہنمائی کے بغیر اس راہ کا ملنا شاذ و نادر ہے۔

شیخ طریقت کی شرائط

مرشد کے لیے چار شرائط ہیں، جس شخص میں یہ چار شرائط نہ ہوں اس کی بیعت کرنا جائز نہیں ہے۔

(۱)۔ مسلمان ہو اور اس کا عقیدہ صحیح ہو۔ یعنی اہل سنت و جماعت ہو، امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ نے جن بد عقیدہ گروں کا رد کیا ہے ان میں سے کسی میں ملوث نہ ہو۔

(۲)۔ عقائد کے دلائل اور تمام احکام شرعیہ کا عالم ہو، حتیٰ کہ ہر پیش آمدہ مسئلہ کا حل بیان کر سکتا ہو۔

(۳)۔ علم کے مطابق عمل کرتا ہو، فرائض، واجبات اور سنن اور مستحبات پر دائمی عمل کرتا ہو اور تمام محرمات اور مکروہات سے بچتا ہو۔

[1] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] شیخ محمد اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ، صراط مستقیم ص ۵۰، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کی نسبت متصل ہو یعنی اس کے مشائخ کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو یہ چار شرطیں ضروری ہیں ان کے علاوہ اگر اس کو سند خلافت حاصل ہو اور بیعت کرنے کی اجازت بھی ہو تو بہتر ہے۔ وہ لوگ جو کرامات کا دعویٰ کرتے ہیں اور شریعت پر عمل نہیں کرتے یا جن کو شریعت کا علم نہیں اور حقیقت اور معرفت کی باتیں کرتے ہیں ان کی بیعت کرنا جائز نہیں ہے اور اس زمانے میں ایسے پیشہ ور پیر بکثرت ہیں، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

یہ شرائط امام احمد رضا قادری نے فتاویٰ افریقیہ [۱] اور الملفوظ میں بیان کی ہیں۔ [۲]

بیعتِ برکت ارباب سلوک نے بیان کیا ہے کہ بیعت کی دو قسمیں ہیں: بیعت ارادت اور بیعت برکت۔ بیعت برکت یہ ہے کہ برکت حاصل کرنے کے لیے کسی سلسلہ میں بیعت کر لی جائے، آج کل عام طور پر یہی بیعت ہوتی ہے، اس بیعت کے لیے بھی ضروری ہے کہ ایسے شخص سے بیعت کی جائے جو مذکور الصدر چار شرائط کے ساتھ متصف ہو، یہ بیعت بھی دنیا اور آخرت میں نہایت مفید ہے کیونکہ مقربین بارگاہ الٰہیہ کے سلسلہ سے متصل ہو جانا فی نفسہٖ سعادت ہے نیز اس سے ان لوگوں سے مشابہت ہوتی ہے جو اس راہ میں حقیقۃً سالک ہیں، اور فرمان رسالت کے بموجب "جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے اس کا شمار اسی قوم سے ہوتا ہے۔" تو کچھ عجب نہیں کہ تبرکًا بیعت کرنے والے کا شمار بھی حقیقی سالکوں ہی سے ہو جائے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی لکھتے ہیں کہ خرقہ دو قسم کا ہے خرقہ ارادت اور خرقہ تبرک، اور مشائخ اپنے مریدین کے لیے جس چیز کا درحقیقت قصد کرتے ہیں وہ خرقہ ارادت ہے اور خرقہ تبرک خرقہ ارادت کے مشابہ ہے اور جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے اس کا اسی میں شمار ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل فرماتا ہے ھم القوم لا یشقی بھم جلیسھم۔ [۳] یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں ہوتا، لہٰذا جو شخص صالحین سے تبرکًا بھی بیعت کرے خواہ ان کی مکمل اتباع نہ کرے وہ ان کی برکت سے محروم نہیں ہوگا، محبوبانِ خدا آیت رحمت ہیں۔ وہ اپنا نام لینے والے کو اپنا بنا لیتے ہیں اور اس پر نظرِ رحمت رکھتے ہیں، سیدی ابوالحسن نور الدین بہجۃ الاسرار میں لکھتے ہیں، حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ جس شخص نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت نہ کی ہو، مگر وہ آپ کا نام لیوا ہو کیا اس کا حضور کے مریدین میں شمار ہوگا؟ فرمایا جو شخص اپنی نسبت میری طرف کرے اور اپنا نام میرے غلاموں کے دفتر میں شامل کرے، اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرے گا اور اگر وہ کسی ناپسندیدہ راستہ پر ہو تو اس کو توبہ کی توفیق دے گا اور وہ میرے مریدوں میں شامل ہے اور بے شک میرے رب نے مجھ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ میرے مریدوں اور میرے ہم مذہبوں کو اور میرے ہر چاہنے والے کو جنت میں داخل فرمائے گا، والحمد للہ رب العالمین۔ اللھم اجعلنا منھم۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے تالاب سے

---

[۱]۔ امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ افریقیہ ص ۱۴۷ - ۱۴۲، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

[۲]۔ 〃 〃 〃، الملفوظ ج ۲ ص ۵۲، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور۔

[۳]۔ امام ابوالحسین قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قتل کیے پھر اس نے یہ پوچھنا شروع کیا: کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اس نے ایک راہب (پیر یا درویش) سے یہ سوال کیا اس نے کہا تیری توبہ نہیں ہے، اس نے اس راہب کو قتل کر دیا، پھر اس نے ایک عالم سے سوال کیا، عالم نے کہا تمہاری توبہ نہ رد، اور نصیحت کی کہ فلانی طرف لوٹ کر نہ جانا کیونکہ وہ برا علاقہ ہے، وہ شخص روانہ ہو گیا اور ابھی راستے میں تھا کہ اسے موت نے آلیا پھر اس کے متعلق رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں بحث ہوئی، رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ تائب ہو کر اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر آیا تھا، اور عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے کوئی نیکی نہیں کی پھر ایک فرشتہ ان کے پاس آدمی کی صورت میں آیا جس کو انھوں نے اپنے درمیان فیصل بنا لیا، اس نے کہا ان دونوں زمینوں کی پیمائش کرو اور جس زمین کے یہ قریب ہو اسی کے مطابق اس کے ساتھ سلوک کرو، جب انھوں نے اس زمین کی پیمائش کی تو وہ اس بستی کے قریب تھا جس کی طرف اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا، سو رحمت کے فرشتے اس کی روح کو لے گئے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو حکم دیا تھا کہ وہ دور ہو جائے اور اس زمین کو حکم دیا کہ قریب ہو جائے[1] اور یہ صرف اللہ کے نیک بندوں کے پاس جا کر عبادت کرنے کا ارادہ تھا اور ان نیک بندوں کی برکت تھی کہ ابھی وہاں گیا نہیں، ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی، توبہ نہیں کی، صرف ان کے پاس جانے کی نیت کی وجہ سے بخشا گیا!

بیعت ارادت

بیعت ارادت یہ ہے کہ مرید اپنے ارادہ اور اختیار سے یکسر باہر ہو کر اپنے آپ کو شیخ کامل ہادی برحق اور واصل بحق کے ہاتھ میں بالکلیہ سپرد کر دے اور راہ سلوک میں اس کو مطلقاً اپنا حاکم مالک، اور متصرف سمجھے، راہ سلوک میں کوئی قدم اس کی مرضی کے بغیر نہ رکھے، اس کی کسی بات پر دل میں اعتراض نہ کرے دھیان رہے کہ یہ شیخ کامل کے لیے ہے جو متبع شریعت ہو، وہ پیشہ ور پیر جو خلاف شرع کام کرتے ہیں، اس حکم میں داخل نہیں ہیں) راہ سلوک کی ہر مشکل اور دشواری اس پر پیش کرے اور اس کے ساتھ اس طرح رہے جیسے مردہ بدست زندہ ہوتا ہے، یہ بیعت سالکین ہے اور مشائخ مرشدین کا یہی مقصود ہے، یہی بیعت اللہ عزوجل تک پہنچاتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہی بیعت لی ہے۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر پر بیعت کی کہ ہر آسانی اور دشواری اور ہر خوشی و ناخوشی میں آپ کا حکم سنیں گے اور آپ کی اطاعت کریں گے اور صاحب حکم سے کسی حکم سے اس وقت تک سرتابی نہیں کریں گے جب تک دلائل سے اس کا کھلم کھلا کفر ثابت نہ ہو[2] شیخ کامل اور ہادی برحق کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اور رسول اللہ کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم میں مجال دم زدن نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم ومن یعص

کسی مسلمان مرد اور عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ میں کوئی حکم دیں تو

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " " صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۵، " "

اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا۔ (احزاب، ۳۶)

پھر اس کو اس حکم میں کوئی اختیار ہے، اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔

شیخ شہاب الدین عوارف المعارف میں لکھتے ہیں: شیخ کامل کے زیر حکم ہونا اللہ اور رسول کے زیر حکم ہونا ہے اور سنت بیعت کو زندہ کرنا ہے، اور یہ صرف اس مرید کو حاصل ہوتا ہے جو اپنی جان کو شیخ کے احکام میں مقید کر دے، اپنے ارادہ سے بالکلیہ باہر نکل آئے اور اپنا اختیار چھوڑ کر شیخ میں فنا ہو جائے، نیز فرماتے ہیں: شیخ کامل پر اعتراض کرنے سے بچے کیونکہ یہ مریدوں کے لیے زہر قاتل ہے یہ ناممکن ہے کہ کوئی مرید اپنے شیخ برحق پر اعتراض کرے اور پھر اس کو فلاح حاصل ہو، اگر اس کو شیخ کامل کے کچھ کام بظاہر صحیح معلوم نہ ہوں تو قرآن میں حضرت خضر علیہ السلام کے واقعات کو یاد کرے کیونکہ ان سے بظاہر ایسے کام صادر ہوئے تھے جن پر سخت اعتراض ہوتا تھا جیسے مسکینوں کی کشتی میں سوراخ کر دینا اور بے گناہ بچے کو قتل کر دینا، پھر جب انھوں نے اس کی وجہ بتائی تو معلوم ہوا کہ حق وہی تھا جو انھوں نے کیا تھا۔ اسی طرح مرید کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ شیخ کامل کا جو فعل مجھے بظاہر صحیح نہیں معلوم ہوتا شیخ کے پاس ضرور اس کی صحت کے لیے کوئی دلیل قطعی ہو گی۔

تاہم اس مسئلہ میں اس چیز کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے اور ان کے جو افعال بظاہر خلاف شریعت تھے وہ سب احکام خداوندی کے مطابق تھے کیونکہ ان پر وحی نازل ہوتی تھی اور وہ جو کچھ کرتے تھے وحی الٰہی کے مطابق کرتے تھے اور اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کے بعد وحی کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اس لیے اب صرف شریعت معیار ہے جو شخص شیخ اور پیر ہونے کا دعویٰ کرے اور حرام کام کرے یا فرائض کو ترک کر دے اس سے بیعت توڑ دینی واجب ہے۔ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ الیواقیت والجواہر میں لکھتے ہیں: کسی شخص نے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ سے پوچھا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ شریعت کے احکام تو وصول کا ذریعہ تھے اور ہم واصل ہو چکے ہیں یعنی اب ہم پر شریعت کی اتباع لازم نہیں ہے، حضرت جنید بغدادی نے فرمایا: انھوں نے سچ کہا وہ واصل تو ضرور ہوئے ہیں مگر جہنم میں واصل ہوئے ہیں، چور اور زانی ایسے عقیدہ والوں سے بہتر ہیں۔

ان تمام مطالب کی مکمل تفصیل کے لیے فتاویٰ افریقیہ ملاحظہ فرمائیں۔ [1]

تبدیل بیعت اور تجدید بیعت کا حکم

امام احمد رضا قادری فرماتے ہیں: تبدیل بیعت بلا وجہ شرعی ممنوع ہے اور تجدید بیعت جائز بلکہ مستحب ہے۔ مثلاً کوئی شخص سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت نہ ہوا ہو، وہ اپنے شیخ سے انحراف کیے بغیر اس سلسلہ عالیہ میں بیعت کرے تو یہ تبدیل نہیں بلکہ تجدید ہے۔ کیونکہ جمیع سلاسل اسی سلسلہ عالیہ کی طرف راجع ہیں۔ [2]

ایک اور مقام پر امام احمد رضا قادری تجدید بیعت کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اکوع سے ایک جلسہ میں تین بار بیعت لی جا دکر جارہے تھے پہلی بار فرمایا

[1] امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ افریقیہ ص ۱۶۰ - ۱۵۰، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

[2] " " الملفوظ ج ۱ ص ۱۴، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور

تو سلمہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کی، تھوڑی دیر بعد حضور نے فرمایا سلمہ تم بیعت نہ کرو گے؟ عرض کی حضور ابھی کر چکا ہوں! فرمایا پھر بھی! انہوں نے پھر بیعت کی، آخر میں جب سب حضرات بیعت سے فارغ ہوئے پھر ارشاد ہوا سلمہ تم بیعت نہ کرو گے؟ عرض کی یا رسول اللہ! میں دو بار بیعت کر چکا ہوں فرمایا پھر بھی! غرض ایک مجلس میں آپ نے حضرت سلمہ سے تین بار بیعت لی۔[1] اس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک استاذ سے نسبت تلمذ توڑے بغیر کوئی شخص دوسرے استاذ سے بھی سبق پڑھے۔ سعیدی غفرلہٗ

کیا ہر شخص پر بیعت ہونا فرض یا ضروری ہے؟

شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں لکھا ہے "میں نے بہت سے مشائخ سے سنا ہے کہ جس نے کسی فلاح پانے والے کی زیارت نہیں کی وہ فلاح نہیں پانے گا" نیز لکھا ہے کہ سیدنا بایزید بسطامی نے فرمایا جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے، امام قشیری رسالہ قشیریہ میں لکھتے ہیں جس کا کوئی پیر نہ ہو وہ کبھی فلاح نہیں پاسکتا کیونکہ بایزید یہ فرماتے ہیں جس کا کوئی پیر نہ ہو اس کا پیر شیطان ہے۔

ان عبارات سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان کے لیے کسی پیر کی بیعت کرنا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ جس کا کوئی مرشد نہ ہو وہ فلاح نہیں پاسکتا اور جس کا کوئی مرشد نہ ہو وہ شیطان کا مرید ہے۔ امام احمد رضا قادری اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں: فلاح دو قسم کی ہے فلاح ظاہر اور فلاح باطن۔

فلاح ظاہر یہ ہے کہ قلب اور بدن دونوں پر جس قدر احکام الٰہیہ ہیں سب کو بجا لائے نہ کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے نہ کسی گناہ صغیرہ پر اصرار کرے، اسی طرح قلب میں کسی سے کینہ اور بغض نہ رکھے، بدگمانی نہ کرے، بخل نہ کرے، غفلت اور سنگدلی نہ کرے، اس کو فلاح ظاہر اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں جو کچھ کرنا یا نہ کرنا ہے اس کے احکام شریعت میں ظاہر اور واضح ہو چکے ہیں۔

فلاح باطن یہ ہے کہ قلب اور بدن برے کاموں سے خالی ہوں اور نیک کاموں سے مزین ہوں اس کے بعد دل کو شرک خفی سے پاک کیا جائے حتیٰ کہ لا مقصود الا اللہ، لا مشہود الا اللہ اور پھر لا موجود الا اللہ سے متصف ہو جائے یعنی اولاً دل ارادہ غیر سے خالی ہو پھر نظر غیر نہ رہے پھر حق حقیقت جلوہ فرمائے کہ وجود اسی کے لیے باقی ہے باقی سب ظل اور سایہ ہے۔ بہر حال فلاح کے لیے مرشد ضروری ہے خواہ فلاح ظاہر ہو یا فلاح باطن!

امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں: مرشد کی بھی دو قسمیں ہیں ایک مرشد عام، دوسرا مرشد خاص۔ مرشد عام کلام اللہ، کلام رسول، کلام ائمہ شریعت وطریقت اور کلام علمائے دین ہے۔ عوام کا رہنما کلام علماء، علماء کا رہنما، کلام ائمہ شریعت وطریقت، ائمہ کا مرشد کلام رسول، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہادی کلام اللہ۔ فلاح ظاہر ہو یا فلاح باطن وہ اس مرشد عام کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور جو اس مرشد عام کو نہ مانے وہ کافر یا گمراہ ہے اور اس کی عبادت ضائع اور مردود ہے۔

مرشد خاص یہ ہے کہ مسلمان کسی عالم سنی صحیح العقیدہ صحیح الاعمال جامع شرائط بیعت کے ہاتھ میں ہاتھ دے دے۔[2]

خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص قرآن، سنت، ائمہ مجتہدین اور علماء کے فتاویٰ کو مانتا ہو اور ان کے احکام کے مطابق عمل

---

[1] امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، الملفوظ ج ۲ ص ۵۷-۵۶، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور

[2] " " " ، فتاویٰ افریقیہ ص ۱۴۸-۱۳۸، ملخصاً مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

کرتا ہو وہ بے مرشد نہیں اور اس کے لیے کسی خاص شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنا فرض یا ضروری نہیں ہے البتہ کسی مرد صالح کے ہاتھ پر بیعت کر کے تائب ہونا اور کسی سلسلہ طریقت میں منسلک ہو جانا مستحسن ہے اور دنیا اور آخرت کی بہت سی سعادتوں کے حصول کا سبب ہے۔

قتل اولاد سے ممانعت کی تخصیص کے جوابات

حدیث نمبر ۴۳۴۹ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد لیا کہ "ہم اپنی اولاد کو قتل نہ کریں"۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ غیر اولاد کا قتل بھی تو ممنوع ہے اور اس حدیث سے بظاہر یہ وہم ہوتا ہے کہ غیر اولاد کو قتل کرنا جائز ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے اور مفہوم مخالف سے استدلال جائز نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مفہوم مخالف کا اس وقت اعتبار ہوتا ہے جب کوئی حکم باعتبار عادت غالبہ کے نہ لگایا جائے اور یہ حکم باعتبار عادت غالبہ کے لگایا گیا ہے کیونکہ اولاد کو قتل کرنا اہل عرب کی عادت غالبہ تھی، وہ لوگ رزق کی تنگی کے ڈر سے اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ عرب اولاد کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے اور یہ قتل کی انتہائی قبیح صورت ہے اس وجہ سے اس سے بالخصوص منع فرمایا اور چوتھا جواب یہ ہے کہ قتل اولاد میں دو جرم ہیں ایک قتل ہے اور دوسرا قطع رحمی کرنا اس وجہ سے اس سے بالخصوص منع فرمایا۔

ثواب اور عذاب میں اہل سنت اور دیگر مکاتب فکر کے نظریات

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، نیکوکاروں کو ثواب دینا اور گنہ گاروں کو معاف کرنا اس کا فضل ہے اور کفار کو عذاب دینا اس کا عدل ہے، وہ کسی چیز کا پابند نہیں ہے جسے چاہے معاف کر دے اور جس کو چاہے پکڑ لے جیسا کہ اس حدیث کے آخر میں ہے جس نے کوئی حرام کام کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کا پردہ رکھا تو اس کا معاملہ اللہ کی طرف مفوض ہے، اگر چاہے تو اس کو معاف کر دے اور اگر چاہے تو اس کو عذاب دے، اور اس میں اس کی دلیل ہے کہ اگر گناہ کبیرہ کا مرتکب توبہ کرنے سے پہلے مر گیا تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو ابتداءً جنت میں داخل کر دے اور اگر چاہے تو عذاب دینے کے بعد جنت میں داخل کرے، یہی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے اور معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب اگر بغیر توبہ کے مر گیا تو اس کی معافی نہیں ہو سکتی اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور خوارج گناہ کبیرہ بلکہ صغیرہ کے مرتکب کو بھی کافر قرار دیتے ہیں اور یہ حدیث ان دونوں کے خلاف حجت ہے۔ علامہ طیبی نے کہا کہ اس حدیث میں یہ اشارہ بھی ہے کہ کسی شخص کے بارے میں یہ نہیں کہنا چاہیے کہ یہ جنتی ہے یا جہنمی ہے ماسوائے اس شخص کے جس کے متعلق حدیث میں کوئی تصریح ہو۔

ایک سوال یہ ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ تم میں سے جس شخص نے اس عہد کو پورا کیا اس کا اجر اللہ پر (واجب) ہے، اس کلمہ (علی) سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اجر دینا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے اور یہ عقیدہ اہل سنت کے خلاف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وجوب بندے کے استحقاق کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی جہت سے ہے کیونکہ کریم جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف نہیں کرتا، رہا یہ کہ لفظ اجر کا اطلاق بھی استحقاق کا مشعر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اطلاق صوری ہے یعنی نیک اعمال پر ثواب کے ترتب کو مزدور کی اجرت دینے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

ایک اور سوال یہ ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف بُرے کاموں کے نہ کرنے پر بیعت لی ہے نیک کاموں کے کرنے پر بیعت نہیں لی ——— اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث نمبر ۴۲۵۰ میں ہے اور نہ معصیت کریں گے اور امام بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں "اور نہ کسی نیک کام کرنے میں معصیت کریں گے" اور اس ایک جملہ میں تمام نیکیوں کا حکم آگیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نیکی نہ کرنا بھی معصیت ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ نیکی کرنے کی بہ نسبت بُرائی سے بچنا زیادہ اہم ہے اس لیے آپ نے بُرے کام نہ کرنے پر خصوصاً بیعت لی، ایک یہ سوال بھی ہے کہ اس حدیث میں تمام بُرے کاموں سے بچنے پر بیعت نہیں لی گئی مثلاً مال یتیم نہ کھانے اور سود نہ کھانے پر بیعت نہیں لی اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو ان کاموں کی اس وقت تک حرمت نازل نہیں ہوئی تھی، یا بعض کو بعض پر قیاس کر لیا گیا یا ان کاموں کے نہ کرنے پر عہد لیا گیا جن کی حرمت زیادہ شدید ہے۔

حدود کے کفارہ ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں ہے "جس نے محرمات میں سے کسی کام کا ارتکاب کیا اور اس کو سزا دے دی گئی تو وہ سزا اس کا کفارہ ہے" حدیث کے اس جز کی وجہ سے ائمہ کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہوا کہ شرک کے سوا جب کسی جرم پر حد نافذ کر دی جائے تو آیا وہ حد اس جرم کا کفارہ ہو جاتی ہے اور اس سے اُخروی عذاب ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں؟

ملا علی قاری لکھتے ہیں: اکثر علماء نے اس حدیث کے مطابق یہ کہا ہے کہ حدود کفارہ ہو جاتی ہیں، اور جس حدیث میں یہ ہے کہ "مجھے پتا نہیں حدود کفارہ ہیں یا نہیں!" اس کا علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ اس حدیث سے پہلے کی حدیث ہے کیونکہ پہلی حدیث میں علم کی نفی ہے اور اس میں اثبات ہے۔ اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس نے ان گناہوں پر توبہ نہ کی تو اس کو آخرت میں عذاب ہو گا کیونکہ توبہ نہ کرنا بھی گناہ ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ومن لم یتب فاولئک هم الظالمون۔ "جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں"۔ [1]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: قاضی عیاض مالکی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے پیش نظر اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ حدود جرائم کا کفارہ ہو جاتی ہیں اور بعض علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا مجھے پتا نہیں حدود کفارہ ہیں یا نہیں، لیکن حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث باعتبار سند کے زیادہ صحیح ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت، حضرت عبادہ سے پہلے کی ہو اور بعد میں آپ کو یہ علم ہو گیا ہو، اس لیے ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ [2]

حدود کے کفارہ ہونے کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس واقعہ کا ذکر ہے، جب انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ میں بیعت عقبہ کی

---

[1] علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

تھی یہ پہلی بیعت تھی جو منیٰ میں واقع ہوئی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے کافی بعد سات ہجری میں فتح خیبر کے موقع پر اسلام لائے تھے تو حضرت ابوہریرہ کی روایت حضرت عبادہ بن صامت کی روایت پر مقدم کیسے ہو سکتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خود نہ سنا ہو بلکہ کسی اور صحابی سے سنا ہو جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت پہلے سنا ہو اور یہ نہیں سنا ہو کہ آپ نے بعد میں فرمایا ہے حدود کفارہ ہو جاتی ہیں، جیسا کہ حضرت عبادہ نے سنا تھا، بعض علماء نے اس جواب کو رد کر دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے خود سننے کی تصریح کی ہے اور اس وقت تک حدود کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔

علامہ عینی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک حق یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث صحیح ہے اور یہ حضرت عبادہ کی حدیث پر مقدم ہے لیکن حضرت عبادہ بن صامت کی روایت میں جو بیعت کا واقعہ مذکور ہے یہ لیلۃ العقبہ (ہجرت سے پہلے حج کے موقع پر جن گھاٹیوں میں حضور مدینہ سے آنے والوں کو تبلیغ اسلام کرتے تھے) کا واقعہ نہیں ہے، لیلۃ العقبہ کو جو بیعت لی تھی وہ اس سے مختلف واقعہ ہے جس کو ابن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا ہے، اور یہ فتح مکہ کا واقعہ ہے جب سورہ ممتحنہ کی یہ آیت نازل ہو چکی تھی: یاایھا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک "اے نبی جب آپ کے پاس مسلمان عورتیں بیعت کے لیے آئیں" اور یہ آیت بالاتفاق صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی ہے اور حضرت عبادہ کی حدیث میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بیعت کرتے وقت یہ آیت پڑھی تھی (صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۴۳۴۹ میں ہے حضرت عبادہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس طرح عہد لیا جس طرح عورتوں سے عہد لیا تھا) اور معجم طبرانی میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس طرح بیعت لی جس طرح فتح مکہ کے موقع پر عورتوں سے بیعت لی تھی، ان تمام دلائل میں اس کی تصریح ہے کہ حضرت عبادہ نے جو بیعت کا واقعہ بیان کیا ہے یہ فتح مکہ کے بعد کا ہے اور اگر اس سے پہلے سات ہجری میں حضرت ابوہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تھا کہ "پتا نہیں حدود کفارہ ہوتی ہیں یا نہیں!" تو وہ حضرت عبادہ کی اس حدیث کے معارض نہیں ہے جس میں ہے کہ "حدود کفارہ ہیں" کیونکہ یہ بعد کا واقعہ ہے۔[1]

قرآن مجید کی روشنی میں حدود کے کفارہ نہ ہونے کا بیان

فقہاء احناف کے نزدیک حد اس وقت کفارہ ہوتی ہے جب اس سے پہلے مجرم نے توبہ کر لی ہو اور بغیر توبہ کے حدود کفارہ نہیں ہوتیں اور فقہاء احناف کے نزدیک یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب حدود مقرون بالتوبہ ہوں۔ فقہاء احناف کی دلیل یہ آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم۔

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ چن چن کر قتل کیے جائیں یا وہ سولی دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹے جائیں، یا وہ (وطن) کی زمین سے نکال دیے جائیں یہ ان کی دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے، ماسوا ان لوگوں

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۵۸۔ ۱۵۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

کے جنھوں نے تمہارے پکڑنے سے پہلے توبہ کرلی۔ (مائدہ: ۳۳-۳۴)

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ دنیا میں سزا پانے کے بعد بھی مجرموں کو آخرت میں عذاب عظیم ہوگا البتہ جو لوگ توبہ کرلیں گے ان کو آخرت میں عذاب نہیں ہوگا۔ فقہاء احناف نے اسی آیت کے پیش نظر یہ کہا ہے کہ حدود بغیر توبہ کے کفارہ نہیں ہوتیں اور حدیث میں جو ہے کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں وہ توبہ کے ساتھ مقید ہے تاکہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں موافقت رہے۔

حدود کے کفارہ نہ ہونے کے بارے میں فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں: علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ حد جاری ہونے کے بعد توبہ کے بغیر آیا کوئی شخص گناہ سے پاک ہوجاتا ہے یا نہیں؟ ہمارے علماء کا مذہب یہ ہے کہ گناہوں سے پاک کرنا حد کے احکام میں سے نہیں ہے پس جب ایک شخص پر حد قائم کی گئی اور اس نے توبہ نہیں کی تو ہمارے نزدیک اس سے وہ گناہ ساقط نہیں ہوگا، ہمارے علماء نے قرآن مجید میں قطاع الطریق کی آیت پر عمل کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا.....

ذٰلك لهم خزي في الدنيا ولهم في الاٰخرة عذاب عظيم ۰ الا الذين تابوا۔ "یہ ان ڈاکوؤں کے لیے دنیا کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے عذاب عظیم ہے ماسوا ان لوگوں کے جنھوں نے توبہ کرلی" اللہ تعالیٰ نے آخرت کے عذاب کو توبہ سے ساقط کیا ہے اور اس پر اجماع ہے کہ توبہ سے دنیا کی حد ساقط نہیں ہوتی اس لیے یہ استثناء عذاب آخرت ہی کی طرف راجع ہے اور وہ جو بخاری کی روایت میں ہے "کہ جس شخص نے ان میں سے کوئی گناہ کیا اور اس کو دنیا میں سزا دے دی گئی تو وہ اس کا کفارہ ہے۔" تو اس حدیث کو اس صورت پر محمول کرنا واجب ہے جب اس نے سزا کے وقت توبہ کرلی ہو۔ کیونکہ حدیث ظنی ہے اور قرآن مجید قطعی ہے اور جب ظنی اور قطعی میں تعارض ہو تو ظنی کو قطعی کے موافق کرنا واجب ہے اور اس کے برعکس کرنا جائز نہیں ہے۔ [1]

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

فان المذهب ان الحد لا يعمل في سقوط اثم (الى قوله) ويجب ان يحمل الحديث على ما اذا تاب في العقوبة لانه هو الظاهر۔[2]

فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ گناہ کو ساقط کرنے میں حد کا کوئی عمل نہیں ہے اور حدیث اس صورت پر محمول ہے جب سزا کے وقت وہ شخص توبہ کرے اور یہی ظاہر ہے۔

علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی لکھتے ہیں:

اذا الحد يقام على كره منه فلا يكون محصلا للثواب سبلا فلا تحصل به الطهرة فان تاب كان الحد طهرة له والا لا يكون طهرة بل يكون خزيا ونكالا كما قال الله تعالى في قطاع الطريق ذٰلك لهم

کیونکہ حد جبراً قائم کی جاتی ہے اس لیے وہ ثواب کے حصول کا اصلاً سبب نہیں ہے پس حد سے گناہ پاک نہیں ہوگا، اگر اس نے توبہ کرلی تو حد اس کے لیے پاک کرنے والی ہے ورنہ نہیں بلکہ اس کے لیے رسوائی اور عبرت ہے

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۵، ص ۳-۲، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ۔
[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۳-۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

خزی فی الدنیا و لھم فی الآخرۃ عذاب عظیم[5]

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ڈاکوؤں کے متعلق فرمایا: یہ ان کے لیے دنیا کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے عذاب عظیم ہے۔

علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں:

والطھرۃ من الذنب لیست بحکم اصلی لاقامۃ الحد لانھا تحصل بالتوبۃ لا باقامۃ الحد۔[6]

گناہوں سے پاک کرنا حد کا حکم اصلی نہیں ہے کیونکہ یہ چیز توبہ سے حاصل ہوتی ہے، حد قائم کرنے سے حاصل نہیں ہوتی۔

علامہ شلبی حنفی لکھتے ہیں:

قال علماءنا اذا ارتکب العبد ذنبا یوجب الحد فاجری علیہ الحد لا یحصل لہ التطھیر بہ من غیر توبۃ۔[7] (شرح النھر و کذا)

ہمارے علماء کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص ایسا گناہ کرے جس پر حد واجب ہوتی ہے اور اس پر حد جاری کی جائے تو بغیر توبہ کے وہ اس گناہ سے پاک نہیں ہوگا۔

علامہ شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں:

ولیس الحد کفارۃ للمعصیۃ بل التوبۃ المسقطۃ عنہ عذاب الآخرۃ[8]

حد گناہ کا کفارہ نہیں ہے بلکہ عذاب آخرت کو ساقط کرنے والی چیز توبہ ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

ولیس مطھرا عندنا بل المطھر التوبۃ[9]

ہمارے نزدیک حد پاک کرنے والی نہیں ہے بلکہ توبہ پاک کرنے والی ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

فاذا حد ولم یتب یبقی علیہ اثم المعصیۃ واوضح دلیلنا فی النھر[10]

جب کسی شخص پر حد لگی اور اس نے توبہ نہیں کی تو اس پر اس معصیت کا گناہ باقی رہے گا اور اس پر ہماری واضح ترین دلیل نہر فائق میں ہے۔

عالمگیری میں ہے:

والطھرۃ من الذنب لیست بحکم اصلی لاقامۃ

گناہوں سے پاک کرنا، حد کا حکم اصلی نہیں ہے،

---

[5] علامہ جلال الدین خوارزمی کرلانی حنفی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۵ ص ۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[6] علامہ عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۳ ص ۱۶۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[7] علامہ شہاب الدین احمد شلبی حنفی، حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق ج ۳ ص ۱۶۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[8] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، حاشیۃ الدرر و الغرر ج ۲ ص ۶۱، مطبوعہ مطبعہ عامرہ کشرفیہ مصر ۱۳۰۴ھ

[9] علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۳ ص ۱۶۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[10] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۱۶۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

الحد لانها تحصل بالتوبة لا باقامة الحد [۱]

کیونکہ یہ چیز حد سے نہیں توبہ سے حاصل ہوتی ہے۔

علامہ ابوسعود حنفی لکھتے ہیں:

ولیس مطهرًا عن الذنب عندنا بل المطهر انما هو التوبة [۲]

ہمارے نزدیک حد گناہ سے پاک کرنے والی نہیں ہے بلکہ پاک کرنے والی چیز توبہ ہے۔

حدود کے کفارہ نہ ہونے کے بارے میں مفسرین احناف کی تصریحات

علامہ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(ذلك لهم خزي في الدنيا ولهم في الأخرة عذاب عظيم) يدل على ان اقامة الحد عليه لا تكون كفارة لذنوبه لاخبار الله تعالى بوعيده في الأخرة بعد اقامة الحد عليهم۔ [۳]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ حد (سزا) ان (ڈاکوؤں) کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کو عذاب عظیم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ ڈاکوؤں پر حد قائم کرنا ان کے گناہوں کا کفارہ نہیں ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر حد قائم ہونے کے بعد آخرت میں عذاب کی خبر دی ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

والأية اقوى دليل لمن يقول ان الحدود لا تسقط العقوبة في الأخرة۔ [۴]

یہ آیت ان فقہاء کی بہت قوی دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حدود سے آخرت کا عذاب ساقط نہیں ہوتا۔

مذہب احناف کے بیان میں بعض شارحین کا تسامح

علامہ ابوبکر جصاص، علامہ آلوسی اور علامہ زین الدین ابن نجیم، علامہ کمال الدین ابن ہمام، علامہ جلال الدین خوارزمی، علامہ زیلعی، علامہ شرنبلالی، علامہ ابوسعود، علامہ حصکفی، علامہ شامی، علامہ شبلی اور فتاوی عالمگیری کے حوالوں سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ فقہاء احناف کے نزدیک حدود کفارہ نہیں ہوتیں اور ہمیں اس پر سخت حیرت ہے کہ فقہاء احناف کی اس قدر کثیر اور واضح تصریحات کے باوجود شیخ انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ حدود کے کفارہ ہونے یا نہ ہونے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف مجھ پر اب تک منکشف نہیں ہوا، لکھتے ہیں:

ولم يتحقق عندي ما مذهب الحنفية بعد۔

مجھ پر ابھی تک یہ واضح نہیں ہوا کہ اس میں حنفیہ کا کیا مذہب ہے۔

شیخ انور شاہ کشمیری کو یہ اشکال لاحق ہوا ہے کہ علامہ عینی نے اس مسئلہ پر کوئی گفتگو نہیں کی، اور امام طحاوی نے بھی اس مسئلہ پر کوئی بحث نہیں کی اور علامہ کاسانی نے بدائع الصنائع میں لکھا ہے کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں۔ [۵]

---

[۱] علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۲ ص ۱۴۳، مطبوعہ مطبع امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[۲] علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی متوفی ۹۸۲ھ، حاشیۃ ابی السعود علی ملا مسکین ج ۲ ص ۳۴۹، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ، ۱۲۸۷ھ

[۳] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۱۲، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[۴] علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۶ ص ۱۲۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[۵] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۱ ص ۸۲، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

ہر چند کہ امام طحاوی اور علامہ عینی نے اس مسئلہ پر بحث نہیں کی تاہم اور اکابر حنفیہ نے تو تصریح کی ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک حدود کفارہ نہیں ہوتیں ، اس لیے اس مسئلہ میں تردد کی کوئی وجہ نہیں ہے ، رہا یہ کہ علامہ کاسانی نے لکھا ہے کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں لے تو اس میں وہی تاویل کی جائے گی جو حدیث شریف میں تاویل کی گئی ہے یعنی جب حد جاری ہونے وقت توبہ کر لے تو حد کفارہ ہو جائے گی تاکہ علامہ کاسانی کی عبارات دیگر اکابر احناف کے معارض نہ ہو اور نہ قرآن مجید کے خلاف ہو۔

شیخ تقی عثمانی نے بھی تمام اکابر احناف کو رد کر کے شیخ انور شاہ کشمیری کی تائید کی ہے ، لکھتے ہیں :

واشتهر عن الحنفية انهم قائلون بان الحدود ليست بكفارة ولكن رده شيخ مشائخنا الانور رحمه الله فى فيض البارى ، بان هذه النسبة مبنية على المسامحة ولذلك لم يذكر الامام الطحاوى فيه خلافا ۔ ٢ه

مشہور یہ ہے کہ فقہاء احناف اس بات کے قائل ہیں کہ حدود کفارہ نہیں ہوتیں لیکن ہمارے شیخ المشائخ انور رحمہ اللہ نے فیض الباری میں اس کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ احناف کی طرف یہ نسبت تسامح پر مبنی ہے ، یہی وجہ ہے کہ امام طحاوی نے اس مسئلہ میں کسی اختلاف کا ذکر نہیں کیا۔

شیخ عثمانی اور شیخ کشمیری نے صرف یہ دیکھ کر کہ امام طحاوی نے اس مسئلہ میں اختلاف کا ذکر نہیں کیا یا علامہ عینی نے اس مسئلہ پر بحث نہیں کی نجانے کیوں اس حقیقت کو فراموش کر دیا کہ فقہ حنفی کی تمام معتبر اور مستند کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک حدود کفارہ نہیں ہیں نیز صریح قرآن میں ہے کہ اگر ڈاکو ڈاکہ ڈالنے سے توبہ نہیں کی تو حد جاری ہونے کے بعد بھی ان کو آخرت میں عذاب ہوگا اور علامہ ابن ہمام اور علامہ ابن نجیم نے کہا ہے کہ قرآن مجید کی آیت قطعیہ کا یہ حکم ہے کہ بغیر توبہ کے حدود کفارہ نہیں ہیں اور حدیث میں ہے کہ حدود کفارہ ہیں اور حدیث ظنی ہے پس ظنی کو قطعی کے تابع کرنا چاہیے نہ کہ اس کے برعکس قطعی یعنی قرآن کو حدیث کے تابع کیا جائے ۔ اس لیے حدیث میں یہ تاویل کی جائے کہ اگر توبہ کر لی جائے تو حدود کفارہ ہوں گی ورنہ نہیں ۔ اور یہ بالکل معقول بات ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ کے اصول کے مطابق ہے اور تمام اکابر احناف نے اسی کو لکھا ہے اگر علامہ عینی یا امام طحاوی نے یہ مسئلہ نہیں لکھا تو کیا فرق پڑتا ہے انھوں نے اس کے خلاف تو نہیں لکھا اگر وہ خلاف بھی لکھتے تو اس کو رد کر دیا جاتا پھر سخت حیرت ہے کہ جو بات قرآن مجید کے مطابق ہے ، امام اعظم کے اصول کے موافق اور جمہور اکابر احناف کی تصریح ہے اس کو مبنی بر مسامحہ اور مردود قرار دیا جائے !

شیخ محمود الحسن دیوبندی نے اس مسئلہ پر جو گفتگو کی ہے وہ شیخ انور شاہ کشمیری کی عبارت سے بھی زیادہ حیرت ناک ہے انھوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک حدود کفارہ نہیں ہیں لیکن ان کے نزدیک چونکہ امام ابوحنیفہ کا یہ قول حدیث کے خلاف ہے ، اس لیے انھوں نے امام ابوحنیفہ کے قول کو رد کر دیا ہے ۔ لکھتے ہیں :

امام شافعی کے نزدیک حدود کفارہ ہیں اور ہمارے نزدیک حدود زاجرات (عبرت ناک سزائیں) ہیں ، اور اس باب کی حدیث اس نظریہ کے خلاف ہے ، اس لیے احناف (کون سے احناف ؟) نے کہا ہے کہ حق یہ ہے کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں

لے ۔ ملک العلماء ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ ، بدائع الصنائع ج ۷ ص ۶۲ ، مطبوعہ ایچ ، ایم ، سعید اینڈ کمپنی ، ۱۴۰۰ھ

ٹ ۔ شیخ محمد تقی عثمانی ، تکملہ فتح الملہم ج ۲ ص ۵۱۷ ، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی ، ۱۴۰۷ھ

اگرچہ ہمارے امام نے یہ کہا ہے کہ حدود کفارہ نہیں ہوتیں، اور جس حدیث میں یہ ہے کہ مجھے پتا نہیں کہ حدود کفارہ ہیں یا نہیں اس سے امام ابوحنیفہ کا استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں عدم علم کا ذکر ہے اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ حدود کفارہ نہیں ہیں اور حدیث میں اس کی تصریح نہیں ہے۔[۵۵]

ہائے میرے خدا! ان حضرات نے اس مسئلہ میں فقہ حنفی کی کتابوں کو کیوں نہیں دیکھا جن میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا نظریہ قرآن مجید کی آیت محاربہ (مائدہ: ۳۳-۳۴) پر مبنی ہے نہ کہ حضرت ابوہریرہ کی روایت پر اور اس حدیث کو فقہاء احناف نے قرآن مجید کے موافق کر کے اقتران بالتوبہ پر محمول کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ کا قول حدیث کے خلاف ہے نہ فقہاء احناف کے اقوال مسامحہ پر مبنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ پر رحمتیں نازل فرمائے وہ پہلے قرآن مجید سے حکم حاصل کرتے ہیں اور اگر کوئی حدیث بظاہر قرآن مجید کے خلاف ہو تو حدیث میں تاویل کر کے اس کو قرآن مجید کے موافق کرتے ہیں اور اگر اقوال صحابہ بظاہر حدیث کے خلاف ہوں تو ان اقوال میں تاویل کر کے ان کو حدیث کے موافق کرتے ہیں۔

بَابُ[۵۶] جُرْحِ الْعَجْمَآءِ وَالْمَعْدِنِ وَالْبِئْرِ جُبَارٌ

جانور یا کان اور کنوئیں کی وجہ سے زخمی ہونے کا مالی معاوضہ نہیں ہے

۴۳۵۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ الْعَجْمَاءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جانور کے زخمی کرنے کا مالی معاوضہ نہیں ہے اور کنوئیں میں گرنے کا مالی معاوضہ نہیں ہے اور معدنیات (کان) میں گرنے یا زخمی ہونے کا مالی معاوضہ نہیں ہے، اور معدنیات (یا دفینہ) میں سے خمس ادا کرنا واجب ہے۔

۴۳۵۲- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ يَعْنِي ابْنَ عِيسَى حَدَّثَنَا مَالِكٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِ اللَّيْثِ مِثْلَ حَدِيثِهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کی ہیں۔

[۵۵] شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ، تقریرات ترمذی مع جامع ترمذی ص ۶۵۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

۴۳۵۳۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَعُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی مثل مروی ہے۔

۴۳۵۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَيُّوبَ ابْنِ مُوسَى عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ الْبِئْرُ جَرْحُهَا جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جَرْحُهُ جُبَارٌ وَالْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کنوئیں میں گرنے کا مالی معاوضہ نہیں ہے اور معدنیات (کان) میں گرنے یا زخمی ہونے کا مالی معاوضہ نہیں ہے، اور جانور کے زخمی کرنے کا مالی معاوضہ نہیں ہے اور معدنیات (یا دفینہ) میں سے خمس ادا کرنا واجب ہے۔

۴۳۵۵۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كِلَاهُمَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ کی اس روایت کی تین اور سندیں بیان کی ہیں۔

جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی لکھتے ہیں: جب جانور کے ساتھ ہنکانے والا یا چلانے والا ہو یا اس پر کوئی شخص سوار ہو اور وہ جانور کسی چیز کو اپنے پیروں یا منہ سے ضائع کر دے تو جو شخص اس پر سوار یا اس کے ساتھ ہو اس پر اس چیز کا تاوان واجب ہے خواہ وہ شخص اس جانور کا مالک ہو یا اس کو کرائے پر لینے والا ہو یا اس کو عاریتاً لینے والا ہو یا غاصب ہو یا امین ہو یا وکیل وغیرہ ہو، البتہ اگر وہ جانور کسی آدمی کو زخمی کر دے تو اس کی دیت اس شخص کی عاقلہ پر واجب ہے (عاقلہ کی وضاحت کے لیے باب قسامت ملاحظہ کریں) اور اس کا کفارہ اس شخص کے مال سے ادا کیا جائے گا، حیوان کے زخمی کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس چیز کو ضائع کر دے خواہ زخمی کر کے یا کسی اور طریقے سے۔

قاضی عیاض مالکی کہتے ہیں کہ: تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ دن کے وقت جب جانور کے ساتھ کوئی شخص نہ ہو تو جانور کے نقصان کرنے کا کوئی تاوان نہیں ہے، اور جب اس کے ساتھ کوئی سوار یا چلانے والا یا ہنکانے والا ہو تو جمہور

علماء کا موقف یہ ہے کہ اس کے نقصان کا تاوان ہے ، داؤد اور اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے یہ کہا ہے کہ اس کے نقصان کا کسی حال میں تاوان نہیں ہے الا یہ کہ جو شخص اس جانور کے ساتھ ہو وہ اس کو نقصان پہنچانے پر برانگیختہ کرے یا بالقصد نقصان کرائے ، اور امام مالک اور مالکی فقہاء یہ کہتے ہیں کہ جانور کے نقصان کرنے کا تاوان اس کے مالک پر ہوگا ، اور اگر وہ جانور نقصان کرنے میں مشہور ہو تو امام شافعی کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے ، کیونکہ اس شخص پر اس جانور کو باندھنا لازم تھا ، اور اگر جانور رات کے وقت کوئی نقصان کر دے تو امام مالک یہ کہتے ہیں کہ جو شخص اس کے ساتھ ہو وہ اس نقصان کا تاوان ادا کرے گا ، اور امام شافعی اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ اگر اس نقصان میں جانور کی تقصیر کا کوئی دخل ہے تو وہ ضامن ہوگا ورنہ نہیں ! اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ جانور دن کے وقت کوئی نقصان کرے یا رات کے وقت اس کا کوئی تاوان نہیں ہے ۔ اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ دن کے وقت جانور کوئی نقصان کرے تو اس کا تاوان نہیں ہے ، اور لیث اور سحنون نے یہ کہا ہے کہ دن کے وقت نقصان کا بھی تاوان ہوگا ۔ [1]

جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں : جب کسی شخص کی سواری کا جانور راستہ میں پیشاب کر دے جس سے کوئی جوان پھسل کر گر پڑے اور مر جائے تو ہمارے فقہاء یہ کہتے ہیں کہ اس جانور کے سوار پر تاوان ہوگا جبکہ وہ اس پر سوار ہو یا اس کو ہنکانے والا یا چلانے والا ہو ، کیونکہ نقصان اس کی سواری سے ہوا ہے جو اس کے زیر تصرف تھی ، اور یہ نقصان ایسا ہی ہے جو اس جانور کے منہ یا اگلے پاؤں سے ہوتا اور قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اس نقصان کا ضامن نہیں ہوگا کیونکہ اس میں اس کا دخل نہیں ہے اور اس سے بچنا ممکن نہیں ہے لہٰذا اس پر اس نقصان کا تاوان نہیں ہوگا جیسا کہ اگر جانور کے پچھلے پاؤں سے نقصان ہوتا تو اس کا تاوان نہ ہوتا ، اور جس طرح اگر وہ جانور اس کے تصرف میں نہ ہوتا تو اس کا نقصان نہ ہوتا اور اگر جانور اگلے پاؤں یا منہ سے نقصان کرے تو اس نقصان کا اس کا صاحب ضامن ہوگا کیونکہ اس نقصان سے حفاظت کرنا ممکن ہے ۔ [2]

جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوعبداللہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں : رات یا دن کے وقت اگر مویشی کوئی نقصان کر دیں تو اس میں علماء کا اختلاف ہے بعض نے کہا مطلقاً تاوان لازم آتا ہے اور بعض نے مطلقاً تاوان کی نفی کی ۔ امام مالک کے مذہب میں مشہور تفصیل ہے (یعنی دن کے وقت اگر مویشی نقصان کر دیں تو تاوان ہے اور رات کے وقت نقصان میں تاوان نہیں ہے) امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ موطا امام مالک میں یہ حدیث ہے : حزام بن سعید بن محیصہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی ایک شخص کے باغ میں داخل ہوگئی اور اس کو خراب کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں یہ فیصلہ کیا کہ دن میں باغ کی حفاظت کرنا باغ والوں کی ذمہ داری ہے اور رات کو جو مویشیوں نے باغ خراب کیا ہے اس کا تاوان مویشی والے ادا کریں گے ۔ (موطا امام مالک ص ۶۴۴ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان ، لاہور) ۔ علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں یہ حدیث مفسر ہے اور

---

[1] علامہ یحیٰی بن شرف نوادی شافعی متوفی ۶۷۶ھ ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷۳ ، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ، الطبعۃ الاولیٰ ، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۹ ص ۱۰۵ ، مطبوعہ دار الفکر بیروت ، ۱۴۰۴ھ

یہ العجماء جبار "حیوان کے نقصان کا تاوان نہیں ہے" کی مخصص ہے۔

امام مالک نے جو یہ کہا ہے کہ "مویشی اگر دن کے وقت نقصان کر دیں تو اس کا تاوان نہیں ہے" اس کی تفسیر میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ اس وقت ہے جب کھیتوں میں فصل اتنی گھنی اور اتنی زیادہ ہو کہ کھیت والے اس کی حفاظت کرنے پر قادر نہ ہوں اور ایک قول اس کے برعکس ہے کیونکہ جب فصل بہت گھنی اور بہت زیادہ ہوگی تو مویشی والے بغیر چرواہے کے اپنے مویشیوں کو نہیں نکال سکیں گے اور جب مویشیوں کے ساتھ چرواہے نہیں ہوں گے تو ان کے مالکوں کو نقصان کا تاوان ادا کرنا ہوگا یا اگر مویشیوں کے ساتھ چرواہے ہوں اور ان کی غفلت کی وجہ سے نقصان ہوا ہو پھر بھی ان کو تاوان ادا کرنا ہوگا۔ اور اگر چرواہوں کی تقصیر نہیں ہوگی تو مویشیوں کے مالکوں پر تاوان نہیں ہوگا۔ [1]

جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: قاعدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے راستہ سے گزرنا مباح ہے بشرطیکہ اس نقصان دہ چیز سے احتراز کیا جائے جس سے احتراز کرنا ممکن ہو، کسی عام راستہ پر اگر سواری نے کسی چیز کو روند ڈالا تو اس کا سوار ضامن ہوگا اور اگر اس نے اگلے یا پچھلے پیروں یا اس کے سر سے کسی کو نقصان پہنچایا یا اس نے اپنے منہ سے کسی چیز کو چبا ڈالا تو اس سواری کا مالک ضامن نہیں ہوگا کیونکہ وہ ان حادثات کا سبب محض ہے اور ان حادثات کے افعال سے مباشر اور متصف نہیں ہے، البتہ اگر مالک سواری پر سوار تھا اور اس نے کسی چیز کو روند کر ہلاک کر دیا تو اس کا وہ ضامن ہوگا کیونکہ اس شخص کی ہلاکت میں اس کے بوجھ کا بھی دخل ہے اور اگر مذکورہ حادثات غیر کی ملک میں اس کی اجازت سے پیش آئے تو وہ ملکیت کے حکم میں ہیں اور اس شخص کا حکم مالک کی طرح ہے۔ (قہستانی) اور اگر مالک کی اجازت کے بغیر کسی نے سواری کو استعمال کیا اور یہ حادثات پیش آگئے تو وہ مطلقاً ان نقصانات کا ضامن ہوگا کیونکہ اس نے بلا اجازت سواری استعمال کر کے حد سے تجاوز کیا ہے۔

اگر سواری نے چلتے ہوئے اپنے پچھلے پیروں سے یا دم سے کسی کو ضرب لگائی تو اس کا سوار ضامن نہیں ہوگا، اسی۔ اگر سواری نے چلتے ہوئے یا ٹھہرے ہوئے، پیشاب کر دیا، یا لید کر دی اور اس کی وجہ سے پھسل کر کوئی گرا اور ہلاک ہو گیا تو اس کا سوار ضامن نہیں ہوگا اور اگر اس نے راستہ کے علاوہ کسی اور جگہ سواری کو کھڑا کیا اور اس نے لید یا پیشاب کیا اور اس کی وجہ سے کوئی ہلاک ہوا تو اس کا سوار ضامن ہوگا۔

اگر سواری کے اگلے یا پچھلے پیروں سے کوئی کنکری یا گٹھلی لگی یا اس نے غبار اڑایا یا کوئی کنکر اڑایا اور وہ کسی کی آنکھ میں لگ گیا یا کسی کے کپڑے خراب ہوئے تو اس کا سوار ضامن نہیں ہوگا کیونکہ ان چیزوں سے احتراز ممکن نہیں ہے اور اگر بڑا پتھر لگا تو اس کا سوار ضامن ہوگا، کیونکہ اس سے احتراز ممکن ہے اور جن چیزوں کا سوار ضامن ہوتا ہے ان کا ضامن سواری کو چلانے والا اور ہنکانے والا بھی ہوگا۔ [2]

کنوئیں اور کان میں گرنے کا حکم

اس باب کی حدیث نمبر ۴۲۵۱ میں ہے، معدنیات میں گرنے کا تاوان نہیں ہے

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۴۷۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۵۳۱۔۵۳۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص جنگل میں کنواں کھودتا ہے یا جس آبادی میں اس کے لیے کنواں کھودنا جائز ہے وہاں کنواں کھودتا ہے، یا کنواں کھودنے کے لیے کسی مزدور کو اجرت پر حاصل کرتا ہے اور کنواں کھودنے سے مزدور گر کر ہلاک ہو جاتا ہے یا کوئی شخص اس کنویں میں گر کر ہلاک ہو جاتا ہے تو مالک پر اس کا تاوان نہیں ہے، اسی طرح کان کھودنے کے لیے کسی مزدور کو حاصل کیا اور وہ اس میں گر کر ہلاک ہو جائے تو مالک پر تاوان نہیں ہے۔ بعض روایات میں ہے والنار جبار یعنی کسی شخص نے اس جگہ آگ جلائی جہاں آگ جلانا اس کے لیے جائز تھا اور وہ آگ آگے پھیل گئی اور اس نے کسی چیز کو جلا دیا تو اس پر تاوان نہیں ہے۔ [1]

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر چار آدمی مل کر کنواں کھود رہے ہوں اور کنواں ان پر منہدم ہو جائے اور اس سے ایک آدمی مر جائے تو بقیہ تین آدمی ضامن ہوں گے اور اگر صرف ایک آدمی کھود رہا ہو اور اس پر کنواں منہدم ہو جائے تو اس کا کوئی معاوضہ نہیں ہے، پہلی صورت میں بقیہ تین آدمی اس لیے ضامن ہوں گے کہ وہ اس شخص کی ہلاکت کا سبب بنے ہیں۔ [2]

"رکاز" سے دفینہ مراد ہے یا معدن

اس حدیث میں ہے کہ رکاز میں سے خمس ادا کرنا واجب ہے۔ علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں ہمارے نزدیک رکاز سے مراد دفینہ جاہلیت ہے، ہمارا، اہل حجاز کا، اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ اور دیگر اہل عراق نے یہ کہا ہے کہ رکاز سے مراد معدن ہے، اور یہ حدیث ان کے نظریہ کو مسترد کرتی ہے کیونکہ اس حدیث میں رکاز کا معدن پر عطف ہے اور عطف مغائرت کو مستلزم ہے۔ [3]

علامہ نووی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ رکاز کا معدن پر عطف ہے حدیث کی پوری عبارت یہ ہے العجماء جرحها جبار والمعدن جرحها جبار والبئر جرحها جبار وفی الرکاز الخمس۔ پہلے تین جملے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں کیونکہ ان میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کنویں میں گرنے کا تاوان نہیں، معدن (کان) میں گرنے کا تاوان نہیں اور جانور کے ہلاک کرنے کا تاوان نہیں اور اس کے بعد یہ بیان کیا ہے کہ رکاز میں خمس ادا کرنا واجب ہے اور یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ اس آخری جملہ میں ایک نیا اور علیحدہ حکم بیان کیا ہے نیز رکاز کے قریب عجماء کا لفظ ہے اور شروع میں بیر کا لفظ ہے اگر یہاں عطف ہوتا تو قریب کے لفظ عجماء پر ہوتا یا پہلے لفظ بیر پر ہوتا درمیان کے لفظ پر عطف کرنے کا کیا باعث ہے؟

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

"وفی الرکاز الخمس" الرکاز عند اهل الحجاز کنوز الجاهلية المدفونة فی الارض وعند اهل العراق: المعادن، والقولان تحتملهما اللغة لان کلا منهما مرکوز فی الارض والحديث انما جاء فی التفسير الاول وهو الکنز الجاهلی

حدیث میں ہے "رکاز میں خمس (پانچواں حصہ ادا کرنا) ہے۔ اہل حجاز کے نزدیک زمانہ جاہلیت کے دفن شدہ خزانوں کو رکاز کہتے ہیں اور اہل عراق کے نزدیک رکاز معادن (کانوں) کو کہتے ہیں، اور لغت میں ان دونوں قولوں کی گنجائش ہے، کیونکہ معدنیات اور خزانے دونوں زمین میں مرکوز ہوتے

---

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۰۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۵۲۵ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وقد جاء في مسند احمد في بعض طرق هذا الحديث وفي الركائز الخمس كأنها جمع ركيزة او ركازة والركيزة والركزة القطعة من جواهر الارض المركوزة فيها ومنه حديث عمر ان عبدا وجد ركزة على عهده فاخذها منه اي قطعة عظيمة من الذهب وهذا يعضد التفسير الثاني. [۱]

ہیں اور حدیث مذکور پہلی تفسیر پر ہے یعنی دفینہ جاہلیت کے معنی میں ہے، اور مسند احمد میں بعض اسانید سے یہ روایت بھی ہے "رکائز میں خمس ہے" اور رکائز رکیزۃ یا رکازۃ کی جمع ہے اور رکیزۃ اور رکزۃ زمین کے ان جواہرات کو کہتے ہیں جو زمین میں ہوں، اسی معنی میں حضرت عمر کی روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر کے عہد میں رکزۃ یعنی سونے کا ایک بڑا ٹکڑا پایا تو حضرت عمر نے اس سے خمس لیا اور ان احادیث سے رکائز کے دوسرے معنی یعنی معدن کی تائید ہوتی ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

والركاز قطع ذهب وفضة تخرج من الارض او المعدن وفي الحديث: وفي الركاز الخمس قال ابو عبيد اختلف اهل الحجاز والعراق فقال اهل العراق وفي الركاز المعادن كلها فما استخرج منها من شيء فلمستخرجه اربعة اخماسه ولبيت المال الخمس قالوا وكذلك المال العادي يوجد مدفونا هو مثل المعدن سواء قالوا انما اصل الركاز المعدن والمال العادي الذي قد ملكه الناس مشبه بالمعدن وقال اهل الحجاز: انما الركاز كنوز الجاهلية فاما المعادن فليست بركاز وانما فيها مثل ما في اموال المسلمين من الزكاة اذا بلغ ما اصاب مائتي درهم كان فيها خمسة دراهم وما زاد فبحساب ذلك وهذان القولان تحتملهما اللغة لان كلا منهما مركوز في الارض قال ابن الاعرابي الركاز ما اخرج المعدن وقال غيره

سونے اور چاندی کے وہ ٹکڑے جو زمین یا کان سے نکلتے ہیں ان کو رکاز کہتے ہیں، حدیث میں ہے "رکاز میں خمس ادا کرنا واجب ہے" ابو عبید نے کہا: اہل حجاز اور اہل عراق کا اس میں اختلاف ہے، اہل عراق نے یہ کہا کہ رکاز معدنیات کو کہتے ہیں پس معدنیات میں سے جو چیز بھی برآمد ہو اس کا ۴/۵ معدنیات نکالنے والے کے لیے ہے اور ۱/۵ بیت المال کے لیے ہے، اسی طرح زمین میں سے جو دفینہ بھی برآمد ہو اس کا یہی حکم ہے، انہوں نے کہا معدن اور دفینہ کا ایک حکم ہے، رکاز اصل میں معدن ہے اور دفینہ کو اس کی مشابہت کی وجہ سے معدن کا حکم دیا گیا ہے اور اہل حجاز نے یہ کہا کہ رکاز اصل میں زمانہ جاہلیت کے دفینوں کو کہتے ہیں اور معدنیات رکاز نہیں ہیں اور معدنیات کا حکم وہ ہے جو مسلمانوں کے باقی اموال کا حکم ہے کہ جب وہ دو سو درہم کی مالیت کو پہنچ جائیں تو اس میں سے پانچ درہم نکالے جائیں اور جو اس سے زیادہ ہو وہ اسی حساب سے نکالا جائے، اور ان دونوں قولوں کی لغت میں گنجائش ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک زمین میں مرکوز ہے۔ ابن اعرابی نے

[۱] علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۲ ص ۲۸۵، مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

ارکز صاحب المعدن اذا کثر ما یخرج منه له من فضة وغیرها والرکاز: الاسم وهی القطع العظام مثل الجلامید من الذهب والفضة تخرج من المعادن وهذا یعضد تفسیر اهل العراق۔[1]

کہا جس چیز کو کان سے نکالا جائے وہ رکاز ہے اور دوسروں نے کہا جب کان سے بکثرت چاندی اور دوسرے معدنیات نکلیں تو کہتے ہیں "ارکز صاحب المعدن" اور رکاز سونے اور چاندی کے ان بڑے بڑے ٹکڑوں کو کہتے ہیں جو کان سے نکلتے ہیں اور یہ تفسیر اہل عراق کے مطابق ہے۔

علامہ سید مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں:

الرکاز ککتاب وهو ما رکزه الله تعالیٰ فی المعادن ای احدثه واوجده وهو التبر المخلوق فی الارض وهذا الذی توقف فیه الامام الشافعی رضی الله عنه کما نقله عنه الازهری وجاء فی الحدیث عن عمرو بن شعیب ان عبدا وجد رکزة علی عهد عمر رضی الله عنه فاخذها منه عمر ویقال الرکزة القطعة من جواهر الارض المرکوزة فیها کالرکیزة وقال احمد بن خالد الرکاز جمع والواحدة رکیزة کانه رکز فی الارض رکزا۔[2]

رکاز کتاب کے وزن پر ہے اور یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کانوں میں پیدا کیا ہے، اور یہ وہ سونا ہے جو زمین میں پیدا کیا گیا ہے، ازہری نے نقل کیا ہے کہ امام شافعی نے اس میں توقف کیا ہے اور عمرو بن شعیب کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر کے عہد میں ایک شخص کو رکاز ملا حضرت عمر نے وہ (یعنی خمس) اس سے لیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رکزہ زمین کے ان جواہرات کو کہتے ہیں جو زمین میں مرکوز ہیں اسی طرح رکیزہ ہے اور احمد بن خالد نے کہا رکاز جمع ہے اور رکیزہ اس کا واحد ہے۔

اس کے بعد علامہ زبیدی نے تفصیل سے وہ سب کچھ لکھا ہے جس کو علامہ ابن منظور نے بیان کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ہر چند کہ لغت میں دفینہ اور معدن دونوں پر رکاز کے اطلاق کی گنجائش ہے لیکن ائمہ لغت کی تصریحات کے اعتبار سے معدن پر رکاز کا اطلاق راجح ہے۔

علامہ طاہر پٹنی نے رکاز کا معنی بیان کرتے ہوئے بعینہٖ وہی لکھا ہے جس کو ہم علامہ ابن اثیر کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

وفی الرکاز الخمس وهو عند الحجاز کنوز الجاهلیة المدفونة فی الارض وعند اهل العراق المعادن لان کلا منهما مرکوز فی الارض الخ۔[3]

حدیث میں ہے: "رکاز میں خمس ادا کرنا واجب ہے" اہل حجاز کے نزدیک زمانہ جاہلیت کے مدفون خزانوں کو رکاز کہتے ہیں اور اہل عراق کے نزدیک معدنیات کو رکاز کہتے ہیں کیونکہ یہ دونوں زمین میں مرکوز ہیں۔

علامہ ابن اثیر، علامہ ابن منظور، علامہ زبیدی اور علامہ طاہر پٹنی ان تمام علماء لغت کے حوالوں سے یہ واضح ہو گیا کہ لغت میں

---

[1] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۵ ص ۳۵۶ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۴ ص ۳۹، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[3] علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۲ھ، مجمع بحار الانوار ج ۲ ص ۳۳، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ہند

رکاز کا معدنیات پر اطلاق ہوتا ہے اور علامہ ابن منظور اور علامہ زبیدی نے مسند احمد کی حدیث اور حضرت عمر کے اثر سے بھی یہ شہادت پیش کی ہے کہ رکاز کا اطلاق معدن پر ہے اور یہی صحیح ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ امام بیہقی نے "معرفۃ" میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الرکاز الذھب الذی ینبت بالارض " رکاز اس سونے کو کہتے ہیں جو زمین میں پیدا ہوتا ہے، اور امام ابویوسف نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکاز میں خمس ہے، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! رکاز کیا ہے؟ فرمایا یہ وہ سونا ہے جو زمین میں اس وقت سے پیدا کیا گیا ہے جب سے زمین پیدا کی گئی ہے۔ اور یہ حدیث بہانگ دہل اعلان کرتی ہے کہ رکاز معدن ہی ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ صریح وہ روایت ہے جو امام دارقطنی نے کتاب العلل میں بیان کی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکاز وہ ہے جو زمین میں پیدا ہوتا ہے اور حمید بن زنجویہ نسائی نے کتاب الاموال میں ذکر کیا کہ حضرت علی بن ابی طالب نے معدن کو رکاز قرار دیا اور اس میں خمس واجب کیا اور امام بیہقی نے مکحول سے روایت کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب نے رکاز کو معدن کے حکم میں رکھا اور اس میں خمس واجب کیا۔ [1]

معدنیات کی اقسام اور ان اقسام کے احکام

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: معدن کی تین قسمیں ہیں: (۱) آگ میں پگھل جاتا ہے اور ڈھلتا نہیں ہے، جیسے چونا، سرمہ، ہڑتال اور گیرو (سرخ مٹی) وغیرہ (۲) پہاڑوں میں پایا جاتا ہے جیسے یاقوت، زمرد اور فیروزج وغیرہ (۳) مائع اور سیال ہو جیسے تارکول، مٹی کا تیل اور سندری نمک۔ (معدن کی اب ایک چوتھی قسم بھی دریافت ہو گئی ہے اور وہ ہے قدرتی گیس۔ سعیدی) ہمارے نزدیک خمس ادا کرنے کا وجوب صرف پہلی قسم کے ساتھ مختص ہے اور آخری قسموں میں خمس ادا کرنا واجب نہیں ہے اور امام احمد کے نزدیک تمام اقسام میں خمس ادا کرنا واجب ہے، اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک صرف سونے اور چاندی میں خمس ادا کرنا واجب ہے اور حدیث کا عموم ان کے خلاف حجت ہے۔ [2]

درحقیقت اس مسئلہ میں امام احمد کا مسلک ہی حدیث کے مطابق ہے اور وہی صحیح ہے، اس لیے ہر قسم کے معدن میں خمس ادا کرنا واجب ہے۔

معدنیات میں نصاب اور سال گذرنے کی شرط کی تحقیق

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: رکاز قلیل ہو یا کثیر اس میں خمس ادا کرنا واجب ہے اور ہمارے نزدیک اس میں نصاب کی شرط نہیں ہے اور امام مالک، امام شافعی کے نزدیک یہ شرط ہے کہ رکاز کی مقدار نصاب کے مطابق ہو البتہ انہوں نے سال گذرنے کی شرط نہیں لگائی، وہ کہتے ہیں کہ اس پر بتحاشہ کتنے سال گذر چکے ہیں۔ لیکن اس دلیل کا ضعف ظاہر ہے کیونکہ اس پر جو سال گذرے ہیں وہ رکاز دریافت کرنے والے کی ملکیت میں نہیں

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۰۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ ھ

[2] " " " " ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۰۳،

گذرے، لہٰذا ان سالوں کا شمار کرنا کس طرح صحیح ہوگا۔ داؤد، اسحاق، ابن منذر، امام احمد، مزنی، امام شافعی اور بویطی نے نصاب کی شرط عائد کی ہے اور سال گذرنے کی شرط بھی عائد کی ہے (غالباً یہ امام شافعی کا دوسرا قول ہے۔ سعیدی غفرلہ)۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ جن احادیث میں رکاز پر خمس ادا کرنے کا حکم دیا ہے ان میں نصاب کی شرط ہے نہ سال گذرنے کی، اس لیے بغیر کسی دلیل کے یہ شرط عائد کرنا صحیح نہیں ہے۔[۱]

جس جگہ معدنیات پائے گئے اس جگہ کے اعتبار سے معدنیات کے احکام

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: اگر مسلمان یا ذمی اپنے گھر میں کسی معدن کو دریافت کرے تو وہ اس کی ملک ہے، اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، البتہ جب اس پر سال گذر جائے گا تو وہ اس میں نصاب زکوٰۃ کے مطابق ادا کرے گا، اور امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک اس پر علی الفور خمس ادا کرنا واجب ہے، اور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک اس پر علی الفور زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔ اور دکان اور حویلی گھر کے حکم میں ہیں۔

سونا، چاندی اور عنبر اور موتی جو سمندر سے حاصل ہوتے ہیں، امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ان میں خمس ہے نہ زکوٰۃ بلکہ وہ سب اس شخص کی ملک ہیں جس نے ان کو سمندر سے نکالا ہے، امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔ اور امام ابویوسف سے یہ روایت ہے کہ اس میں خمس ادا کرنا واجب ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک اس میں زکوٰۃ واجب ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک صرف سونے اور چاندی میں زکوٰۃ واجب ہے۔

اگر کسی شخص نے معدنیات کو جنگلوں، پہاڑوں اور غیر آباد زمینوں میں پایا تو اس میں خمس ادا کرنا واجب ہے اور باقی معدنیات پانے والے کی ملکیت ہیں اور اگر معدنیات کو آباد زمینوں میں پایا در آں حالیکہ امام نے وہ زمین کسی غازی کو دے دی تھی تو اس میں خمس ہے اور باقی غازی کے لیے ہے یا اس کے وارثوں کے لیے اور اگر وارثوں کا پتا نہ چلے تو اس کے بعد کی زمین کے مالک یا اس کے ورثاء کی ملک ہے اور اگر ان کا پتا بھی نہ چلے تو پھر بیت المال کے لیے ہے۔ اور امام ابویوسف کا قول یہ ہے کہ پانے والے کو ملے گا، اور یہ استحسان ہے اور اگر وہ جگہ کسی کی ملک نہ ہو جیسے پہاڑ اور جنگلات تو بالاتفاق ۴/۵ پانے والے کو ملے گا اور ۱/۵ حکومت کو دیا جائے گا۔[۲]

معدنیات کو حاصل کرنے والے کے اعتبار سے معدنیات کے احکام

معدن کو دریافت کرنے والا مسلمان ہو، ذمی ہو یا مستامن، مرد ہو یا عورت، آزاد ہو، غلام ہو یا مکاتب ہر صورت میں ۱/۵ بیت المال کو دیا جائے گا اور ۴/۵ اس کی ملکیت ہوگا، البتہ حربی کافر کا یہ حکم نہیں ہے۔ تمام فقہاء کے نزدیک یہ حکم عام ہے البتہ امام شافعی اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ ذمیوں سے زکوٰۃ نہیں لی جاتی۔[۳]

۱۔ علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۰۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

۲۔ 〃 〃 〃 ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۰۴/۱۰۳، 〃 〃 〃

۳۔ 〃 〃 〃 ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۰۴، 〃 〃 〃

معدنیات کا مصرف اور زمین کے اعتبار سے معدنیات کا حکم

ہمارے نزدیک معدنیات کے خمس کا مصرف وہی ہے جو مال غنیمت کے خمس کا مصرف ہے، امام مالک کا بھی یہی قول ہے، امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ اس کا مصرف دینی طلبہ، ادویات، حکام کے سیکرٹری اور ڈاکخانہ کا عملہ ہے۔ امام محمد سے بھی ایک یہی روایت اور مزنی اور بعض شافعیہ کا بھی یہی قول ہے، اور امام شافعی کے نزدیک اس کو مصارف زکوٰۃ میں صرف کیا جائے، اور اگر صاحب معدن نے اس کو خود صدقہ کر دیا ہے تو اس کو امام نافذ کر دے، امام احمد اور ابو منذر کا بھی یہی قول ہے اور ابو ثور نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے خود صدقہ کر دیا تو امام اس کو ضامن کرے گا، اور محتاج کے لیے اس کو اپنے اوپر خرچ کرنا جائز ہے۔ حضرت عمر اور حضرت علی نے معدن کو اس کے نکالنے والے پر لوٹا دیا تھا۔ مبسوط میں ہے کہ معدن نکالنے والا امیر ہو یا غریب اس سے خمس ساقط نہیں ہوگا کیونکہ حدیث میں کوئی تخصیص نہیں ہے، معدن کے حکم میں اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے کہ جس زمین میں معدن پایا گیا ہے وہ صلح سے فتح ہوئی تھی یا جنگ سے یا وہ عرب کی سرزمین ہے، امام شافعی اور امام احمد کا یہی قول ہے، امام مالک نے یہ کہا ہے کہ عرب کی سرزمین میں خمس ادا کرنے کے بعد باقی معدن، پانے والے کی ملکیت ہے اور جو زمین صلح سے فتح ہوئی ہے اس میں معدن اس شہر والوں کی ملکیت ہے اور معدن پانے والے کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے، اور جو زمین جنگ سے فتح ہوئی ہے اس میں خمس ادا کرنے کے بعد باقی معدن شہر کے فاتحین میں تقسیم کیا جائے گا۔ جو ہر، لوہے، سیسہ وغیرہ میں امام مالک پہلے خمس کے قائل تھے بعد میں انہوں نے کہا اس میں کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ [1]

اگر آج کل کسی کی زمین سے قدرتی گیس یا تیل نکل آئے تو ادائیگی خمس کی کیا صورت ہوگی؟

آج کل قدرتی گیس اور تیل وغیرہ بعض زمینوں میں نکل آتے ہیں اور ان کی تلاش کے لیے حکومت زر کثیر خرچ کرتی ہے، حکومت دوسرے ممالک کی کمپنیوں سے اس سلسلے میں معاہدے کرتی ہے، اور بیسیوں جگہ تجربہ کرنے کے بعد کسی جگہ قدرتی گیس یا تیل کا پتا چلتا ہے پھر اس کو نکالنے اور گیس کو پائپ لائنوں کے ذریعہ تمام ملک میں پہنچانے پر بے تحاشا روپیہ خرچ ہوتا ہے اور نہ ہی تمام تیل یا تمام گیس کو بیک وقت نکالا جا سکتا ہے جس سے یہ اندازہ کیا جا سکے کہ ۱/۵ اتنا ہے اور ۴/۵ اتنا ہے، ان حالات میں اگر کسی شخص کی زمین سے قدرتی گیس یا تیل دریافت ہو درآں حالیکہ حکومت اپنے ذرائع اور وسائل سے تلاش کرے اور ملک میں اس کی ترسیل اور فروخت کا انتظام کرے اور تیل صاف کرنے کے کارخانے لگائے تو اس صورت میں اس کا کیا حل ہونا چاہیے اور خمس والی حدیث پر کس طرح عمل کیا جا سکتا ہے اور یہ گیس اور تیل اس شخص کی ذاتی ملکیت ہوگی یا قومی ملکیت تصور کی جائے گی۔

ہماری رائے یہ ہے کہ یا تو حکومت اس زمین کو اس کے مالک سے اس کی رضامندی سے خرید لے اور پھر اپنے طور پر تیل اور گیس کے حصول کا انتظام کرے اور اگر مالک اس کو رضامندی سے فروخت نہ کرے تو حساب لگایا جائے کہ اس کی تلاش اور اس کی ترسیل میں کیا خرچ ہوا ہے اور تمام خرچ منہا کرنے کے بعد اس کی آمدنی کا ۱/۵ قومی خزانے

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۰۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

میں داخل کیا جائے اور ⅘ مالک کو دیا جائے اور جب تک اس سے آمدنی ہوتی رہے سالانہ یا ششماہی آمدنی سے رامی کے طور پر کچھ حصہ مقرر کر سکتی ہے اور یہ باہمی رضا مندی اور افہام و تفہیم سے طے کی جا سکتی ہے۔

حد قذف

اسلام میں پانچ جرائم کی حدود بیان کی گئی ہیں، ڈکیتی، چوری، زنا، شراب نوشی اور قذف (کسی پاکدامن مسلمان کو زنا کی تہمت لگانا، اس کی حد اسی کوڑے ہے) امام مسلم نے صحیح مسلم کی کتاب الحدود میں اول الذکر چار جرائم کی حدود کے ابواب قائم کیے ہیں اور مؤخر الذکر یعنی حد قذف کا باب قائم نہیں کیا اس لیے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ حد قذف سے متعلق احادیث اور اس کے احکام فقہی مذاہب اور ضروری تفصیل بیان کر دیں تاکہ اسلامی احکام کا مطالعہ کرنے کے لیے جو شخص ہماری اس کتاب کو پڑھے اس کو اس کتاب میں کوئی تشنگی محسوس نہ ہو، سو ہم پہلے قذف کا معنی اور پھر قذف سے متعلق قرآن مجید کی آیات بیان کریں گے، اس کے بعد قذف سے متعلق احادیث اور آثار کا ذکر کریں گے، اس کے بعد اس کے فقہی احکام بیان کریں گے...

قذف کا لغوی معنی

علامہ سید مرتضیٰ زبیدی قذف کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "قذف بالحجارة" کا معنی ہے پتھر پھینکنا اور "قذف المحصنة" کا معنی ہے پاک دامن عورت کو زنا کی تہمت لگانا اور یہ مجاز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ قذف کا معنی ہے گالی دینا، اور حدیث میں ہے کہ ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی کو شریک کے ساتھ تہمت لگائی، اصل میں قذف کا معنی ہے پھینکنا پھر یہ لفظ گالی دینے اور زنا کی تہمت میں استعمال ہوا۔ [1]

قذف کا شرعی معنی

علامہ زین الدین ابن نجیم قذف کا اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قذف کا شرعی معنی ہے کسی محصن (مسلمان پاک دامن) کو زنا کی تہمت لگانا اور فتح القدیر میں ہے: اس پر اجماع ہے کہ حد کا تعلق اس کے ساتھ ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے: "جو لوگ محصنات (مسلمان اور پاکدامن) عورتوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور پھر اس پر چار مرد گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی کوڑے مارو" اس آیت میں لفظ رمی سے زنا کی تہمت مراد ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص کو دیگر گناہوں کی تہمت لگائی تو اس پر حد قذف واجب نہیں ہوگی بلکہ تعزیر واجب ہوگی اور اس آیت میں جو چار گواہ نہ لانے کی شرط لگائی ہے اس سے زنا کی تہمت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ صرف زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کی ضرورت ہے۔ ہر چند کہ اس آیت میں محصنات کا لفظ ہے جو مؤنث کا صیغہ ہے لیکن یہ حکم مردوں کو بھی شامل ہے اور یہ بات نہیں ہے کہ صرف عورت کو زنا کی تہمت لگانے سے حد قذف واجب ہوتی ہے، بلکہ مسلمان اور پاک دامن عورت یا مرد جس کو بھی زنا کی تہمت لگائی گئی اور اس کے ثبوت میں چار گواہ نہ لائے جا سکے تو تہمت لگانے والے پر حد قذف واجب ہوگی۔ [2]

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ الحسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۶ ص ۲۱۷، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۵ ص ۳۰-۲۹، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

قرآن مجید کی روشنی میں قذف کا حکم

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا واولئک ھم الفاسقون ○ (النور: ۴)

جو لوگ مسلمان پاکدامن عورتوں کو (زنا کی) تہمت لگائیں پھر چار مرد گواہ نہ لائیں ان کو اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کو کبھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں۔

ان الذین یرمون المحصنات الغافلات المؤمنات لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولھم عذاب عظیم (النور: ۲۳)

بے شک جو لوگ پاکدامن، بے خبر مسلمان عورتوں کو (زنا کی) تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے عذاب عظیم ہے۔

احادیث کی روشنی میں قذف کا حکم

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یا رسول اللہ وما ھن قال الشرک باللہ والسحر وقتل النفس التی حرم اللہ الا بالحق واکل الربوا واکل مال الیتیم والتولی یوم الزحف وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، جس شخص کے قتل کو حق کے سوا اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ موڑنا اور پاکدامن، مسلمان، بے خبر عورت کو زنا کی تہمت لگانا۔

اس حدیث کو امام مسلم[2]، امام ابوداؤد[3]، اور امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب ہم حبشہ کی سرزمین میں پہنچے ..... نجاشی نے اپنے مذہب کے علماء کو جمع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بلایا اور کہا: اس دین میں کیا (خصوصیت) ہے؟ جس کی وجہ سے تم اپنی قوم سے الگ ہو گئے اور میرے دین میں داخل ہوئے نہ کسی اور قوم کے دین میں داخل ہوئے، حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں تب حضرت جعفر بن ابی طالب نے یہ تقریر کی:

ایھا الملک کنا قوما اھل جاھلیۃ نعبد

اے بادشاہ! ہم عہد جاہلیت میں گرفتار تھے،

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۴، ۱۳۷۵ھ

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۴۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[4] امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۱۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

الاصنام ونأكل الميتة ونأتي الفواحش ونقطع الارحام ونسيء الجوار يأكل القوي منا الضعيف فكنا على ذلك حتى بعث الينا رسولا منا نعرف نسبه وصدقه وامانته وعفافه فدعانا الى الله لنوحده ونعبده ونخلع ما كنا نعبد من دونه من الحجارة والاوثان وامرنا بصدق الحديث واداء الامانة وصلة الرحم وحسن الجوار والكف عن المحارم والدماء ونهانا عن الفواحش وقول الزور واكل مال اليتيم وقذف المحصنة وامرنا ان نعبد الله وحده لا نشرك به شيئا وامرنا بالصلاة والزكوة والصيام قال فعدد عليه امور الاسلام فصدقناه وآمنا به واتبعنا على ما جاء به [1]

بتوں کو پوجتے تھے اور مردار کھاتے تھے، بے حیائی کے کام کرتے تھے، رشتوں کو توڑتے تھے، پڑوسیوں سے بدسلوکی کرتے تھے، ہمارا قوی شخص کمزور کا مال کھا جاتا تھا، ہمارا یہی حال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ہمیں میں سے ایک رسول بھیج دیا، ہم اس کے نسب کو جانتے تھے، اور اس کی صداقت، امانت اور پاکدامنی کے معترف تھے، اس نے ہمیں اللہ کی طرف دعوت دی تاکہ ہم اس کی توحید بیان کریں، اس کی عبادت کریں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہم جن بتوں اور پتھروں کی عبادت کرتے تھے اس کو چھوڑ دیں، اس نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنے، پڑوسیوں سے اچھا برتاؤ کرنے، قتل وغارت اور حرام کام سے اجتناب کرنے کا حکم دیا اور ہم کو بے حیائی کے کاموں، جھوٹ بولنے اور یتیم کا مال کھانے اور پاکدامن عورت کو زنا کی تہمت لگانے سے منع کیا۔ اور ہم کو یہ حکم دیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم کو نماز پڑھنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا ہم اس پر ایمان لائے اور جو احکام وہ لے کر آیا اس کی ہم نے پیروی کی۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن صفوان بن عسال المرادي ان يهوديين قال احدهما لصاحبه اذهب بنا الى هذا النبي نسئله فقال لا تقل له نبي فانه ان يسمعها تقول نبي كانت له اربعة اعين فاتيا النبي فسالاه عن قول الله تعالى ولقد اتينا موسى تسع ايات بينات فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تشركوا بالله شيئا ولا تزنوا ولا تقتلوا النفس التي حرم الله الا بالحق ولا تسرقوا ولا تسحروا

صفوان بن عسال مرادی کہتے ہیں کہ دو یہودیوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: اس نبی کے پاس چلو، ان سے کچھ سوالات کریں، (اس دوسرے) نے کہا ان کو نبی نہ کہو اگر انہوں نے سن لیا تو ان کی تو چار آنکھیں ہو جائیں گی، وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو نو آیات بینات دی ہیں وہ نو آیات کونسی ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، زنا نہ کرو، جس کا قتل

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۲، ج ۵ ص ۲۹۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

ولا تمشوا ببرئ الی سلطان فیقتله و لا تاکلوا الربوا ولا تقذفوا محصنة ولا تفروا من الزحف شك شعبة وعلیکم الیهود خاصة الا تعتدوا فی السبت فقبلا یدیه ورجلیه[1]
(الحدیث)

کرنا اللہ تعالیٰ نے حق کے سوا حرام کر دیا ہے اس کو قتل نہ کرو اور چوری نہ کرو اور جادو نہ کرو، اور کسی بے قصور کو قتل کرانے کے لیے بادشاہ کے پاس نہ لے جاؤ، سود نہ کھاؤ اور کسی پاکدامن عورت کو زنا کی تہمت نہ لگاؤ، جنگ کے دن پیٹھ نہ موڑو، اور اے یہود! تم بالخصوص ہفتہ کے دن حد سے تجاوز نہ کرو، (یہ سن کر) انھوں نے آپ کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا۔

اس حدیث کو امام نسائی[2] اور امام احمد بن حنبل نے بھی روایت کیا ہے۔[3]
امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت لما نزل عذری قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر فذکر ذلك وتلا تعنی القرآن فلما نزل من المنبر امر بالرجلین والمرأة فضربوا حدهم[4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میری برأت نازل ہو گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور قرآن مجید کی تلاوت کی اور منبر سے اترنے کے بعد آپ نے دو مردوں اور ایک عورت پر حد لگانے کا حکم دیا سو ان کو حد لگائی گئی۔

عن محمد بن اسحاق بهذا الحدیث قال فامر برجلین وامرأة ممن تکلم بالفاحشة حسان بن ثابت ومسطح بن اثاثة قال النفیلی و یقولون والمرأة حمنة بنت جحش[5]

محمد بن اسحاق نے بھی اس حدیث کو روایت کیا اور کہا جن دو مردوں اور ایک عورت نے تہمت لگائی تھی آپ نے ان کو حد قذف لگانے کا حکم دیا، حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ اور عورت حمنہ بنت جحش تھیں۔

احصان کی شرائط میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب کوئی مکلف شخص محصن کو زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد قذف واجب ہو جاتی ہے اور احصان کی پانچ شرائط ہیں: (۱) عقل (۲) حریت (۳) اسلام (۴) زنا سے پاک دامن ہونا (۵) وہ شخص اتنا بڑا ہو کہ جماع کر سکتا ہو یا اس سے جماع کیا جا سکتا ہو۔ تمام متقدمین اور متاخرین علماء نے احصان میں ان شرائط کا اعتبار کیا ہے۔ البتہ داؤد ظاہری نے یہ کہا ہے کہ غلام کو تہمت لگانے سے بھی حد واجب ہو گی۔ امام احمد سے بلوغ کے متعلق مختلف

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۲۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] امام ابو عبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۵۲، " "
[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۲۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
[4] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۵۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
[5] " " سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۵۸، " " "

روایات منقول ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ یہ شرط ہے، امام شافعی، ابو ثور اور فقہاء احناف کا بھی یہی قول ہے کیونکہ بلوغ مکلف ہونے کی ایک شرط ہے اس لیے عقل کے مشابہ ہے اور اس لیے کہ بچے کے زنا سے حد واجب نہیں ہوتی اس لیے اگر بچہ کسی کو زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد بھی نہیں ہونی چاہیے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ بلوغ کی شرط نہیں ہے کیونکہ وہ آزاد، صاحب عقل اور پاکدامن ہے اور اس تہمت سے اس کو عار لاحق ہوتا ہے اور اس قول کا صدق ممکن ہے اس لیے وہ بڑے شخص کے مشابہ ہے۔ یہ امام مالک اور اسحاق کا قول ہے اس روایت کی بناء پر اس کو کم از کم اتنا بڑا ہونا چاہیے جو جماع کر سکتا ہو اور لڑکا کم از کم دس سال کا اور لڑکی نو سال کی ہو۔ [۱]

احصان کی شرائط میں مذہب احناف

علامہ ابو الحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: احصان یہ ہے کہ جس شخص کو تہمت لگائی گئی ہے وہ (۱) آزاد (۲) عاقل (۳) بالغ (۴) مسلمان اور (۵) زنا کے فعل سے پاکدامن ہو۔ آزاد ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ قرآن مجید میں آزاد پر احصان کا اطلاق ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فعلیهن نصف ما علی المحصنٰت من العذاب "ان لونڈیوں کی سزا آزاد عورتوں کی نصف ہے" اور عقل و بلوغ کی شرط اس لیے ہے کہ بچہ اور مجنون کو زنا کی تہمت سے عار لاحق نہیں ہوتا کیونکہ ان سے فعل زنا کا تحقق نہیں ہوتا، اور اسلام کی شرط اس لیے ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من اشرك بالله فلیس بمحصن "جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں ہے" (سنن دار قطنی) اور زنا سے پاک دامن ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ جو پاک دامن نہ ہو اس کو عار لاحق نہیں ہوگا اور تہمت لگانے والا اس تہمت میں سچا ہوگا۔ [۲]

کوڑے مارنے کے احکام

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں: امام کو ایسے کوڑے کے ساتھ مارنے کا حکم دینا چاہیے جس میں گرہ یا پھل نہ ہوں (یعنی درخت کی ایسی شاخ سے مارا جائے جس میں گرہ نہ ہو اور نہ پھل ہوں) اور متوسط ضرب کے ساتھ مارنا چاہیے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوڑے مارنے لگے تو انھوں نے درخت کی شاخ سے پھل کاٹ دیئے، اور متوسط ضرب وہ ہوتی ہے کہ نہ تو اس سے چوٹ کا نشان پڑے اور نہ ایسی ضرب ہو جس سے بالکل تکلیف نہ ہو، کیونکہ پہلی صورت میں ہلاکت کا خدشہ ہے اور دوسری صورت میں کوڑے لگانے کا مقصد فوت ہو جائے گا، مجرم جس کے کوڑے لگائے جائیں اس کے کپڑے اتار لیے جائیں اور صرف چادر (تہبند) باقی رہے، اور اس کے جسم کے متفرق اعضاء پر کوڑے مارے جائیں کیونکہ ایک جگہ کوڑے مارنے سے اس کی ہلاکت کا خدشہ ہے اور اس کے سر، چہرہ اور شرمگاہ پر کوڑے نہ مارے جائیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حد لگانے والے سے فرمایا اس کے چہرے اور شرمگاہ سے اجتناب کرو۔ تمام حدود میں مجرم کو کھڑا کر کے کوڑے مارے جائیں، کیونکہ حضرت علی نے فرمایا مردوں کو کھڑا کر کے کوڑے ماریں، کوڑے مارتے وقت کوڑے مارنے والا کوڑے کو اپنے سر سے اوپر نہ اٹھائے۔ کوڑے مارے جانے میں مرد اور عورت کے مساوی احکام ہیں، البتہ عورت کے صرف فالتو کپڑے اتارے جائیں گے سارے کپڑے اتار کر یا صرف

[۱] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۱۹۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۲ ھ

[۲] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ ھ، ہدایہ اولین ص ۵۰۹ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

تہبند میں حد نہیں لگائی جائے گی اور اس کو بٹھا کر حد لگائی جائے گی۔ [1]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ کوڑے مارنے کے لیے درخت کی ایسی شاخ لی جائے جس میں کوئی گرہ ہو نہ کوئی پھل ہو، نہ وہ سوکھی ہوئی خشک شاخ ہو، اگر وہ خشک شاخ ہو تو اس کو بھگو کر نرم کر لیا جائے، کیونکہ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ حکم کیا جاتا تھا کہ درخت کی شاخ سے پھل کاٹ دیے جائیں پھر اس کو دو پتھروں کے درمیان رکھ کے کوٹ کر نرم کیا جائے پھر اس سے کوڑے لگائے جاتے۔" علامہ ابن ہمام کہتے ہیں کہ خلاصہ یہ ہے کہ ایسی شاخ سے ضرب نہ لگائی جائے جس کی کوئی جانب خشک اور سوکھی ہوئی ہو کیونکہ اس سے زخم لگے گا یا نشان پڑ جائے گا اور نہ اس شاخ میں کوئی گرہ یا پھل ہو، کیونکہ امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے لائق حد جرم کیا ہے مجھ پر حد جاری کیجیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑا منگوایا تو ایک سخت ٹہنی لائی گئی جس میں پھل تھے آپ نے فرمایا اس سے کم لاؤ پھر ایک نرم شاخ لائی گئی آپ نے فرمایا اس سے کچھ زیادہ لاؤ، پھر ایک درمیانی شاخ لائی گئی، آپ نے فرمایا یہ ٹھیک ہے پھر آپ نے اس سے کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ متوسط شاخ سے کوڑے لگائے جائیں۔ [2]

خلاصہ یہ ہے کہ جمہور فقہاء کے نزدیک آزاد، عاقل، بالغ، مسلمان اور پاکدامن مرد یا عورت پر کسی مکلف نے زنا کی تہمت لگائی اور اس پر چار گواہ نہیں پیش کیے تو اس پر اسی کوڑے حد لازم ہوگی۔

حد قذف کے اصولی مباحث کچھ ہم نے کتاب الحدود کے شروع میں بیان کر دیے ہیں اور کچھ زنا کے چار گواہوں کی بحث میں بیان کر دیے ہیں اس کے علاوہ قرآن و سنت سے دلائل اور حد قذف کی شرائط کو ہم نے یہاں بیان کر دیا ہے، اور یہاں پہنچ کر کتاب الحدود ختم ہو گئی ہے۔ والحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید المرسلین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین قائد الغر المحجلین اکرم الاولین و الآخرین حبیب اللہ العالمین وعلی اٰلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الراشدین المہدیین وازواجہ الطاہرات واولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المفسرین والمحدثین والائمۃ المجتہدین والفقہاء و المفتین اجمعین الی یوم الدین۔

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۴۹۰ - ۴۸۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۱۶ - ۱۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اختتامیہ

الحمد للہ علی احسانہ آج مورخہ ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ بروز جمعہ بمطابق ۲۱ اپریل ۱۹۸۹ء کو شرح صحیح مسلم کی چوتھی جلد ختم ہو گئی، اللہ تعالیٰ کا میں کس زبان سے شکر ادا کروں کہ اس نے مجھ ایسے گنہگار، بے بضاعت اور کم علم شخص کو دین کا اس قدر عظیم کام کرنے کی توفیق ارزانی کی۔ الٰہ العالمین جس طرح آپ نے شرح صحیح مسلم کی یہ چار جلدیں مکمل کرنے کی توفیق دی ہے اس کی باقی مجلدات کو تمام و کمال تک پہنچانے کی سعادت بھی مرحمت فرمائیں۔ اس کتاب کو اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمائیں، اس کے فیض کو تا قیام قیامت جاری و ساری کریں اور مصنف کے لیے اس کتاب کو صدقہ جاریہ کر دیں۔ اے بار الٰہ اس کتاب کے مصنف کی اس کے پڑھنے والوں کی اور اس کے معاونین کی مغفرت فرما، خیر و برکت عطا فرما، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت عطا فرما، اجر جزیل عطا فرما، ہر قسم کے شر اور ہر بلا سے اپنی پناہ میں رکھ، دنیا، برزخ اور آخرت میں ہر قسم کے عذاب سے محفوظ رکھ اور ہمارے لیے دارین کی سعادت مقدر کر دے اور مصنف کو صحت اور قوت عطا فرما، اس کو صرف اپنا محتاج رکھ کسی اور کا محتاج نہ کر۔ ایمان اور اسلام پر قائم رکھ اور اسی پر خاتمہ فرما۔ امین یا رب العالمین بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ الف الف صلوات وتسلیمات۔

ماخذ و مراجع

کتبِ الٰہیہ

۱۔ قرآن مجید

۲۔ تورات

۳۔ انجیل

احادیث

۴۔ صحیح بخاری، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ

۵۔ صحیح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ، امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ

۶۔ جامع ترمذی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ

۷۔ سنن ابو داؤد، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ، امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ

۸۔ سنن نسائی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ

۹۔ سنن ابن ماجہ، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ

۱۰۔ صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۵ھ، امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ

۱۱۔ موطا امام مالک، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ

۱۲۔ مسند امام اعظم، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی، امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ

۱۳۔ موطا امام محمد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ

۱۴۔ کتاب الآثار، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ

۱۵۔ کتاب الآثار، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ

۱۶۔ مصنف عبد الرزاق، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ، امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ

۱۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ، امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ

۱۸۔ مسند احمد بن حنبل، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ

۱۹۔ مسند دارمی، مطبوعہ مطبع نظامی کانپور، ۱۲۹۳ھ، امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ

۲۰۔ سنن دارقطنی، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۲۸۵ھ

۲۱۔ شمائل ترمذی مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ

۲۲۔ شرح معانی الآثار، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ، امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ

۲۳۔ سنن کبریٰ، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ

۲۴۔ کشف الاستار عن زوائد البزار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۴ھ، حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ

۲۵۔ مجمع الزوائد، مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۰۲ھ، حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ

۲۶۔ شرح السنۃ، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۰ھ، امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ

۲۷۔ الادب المفرد، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ

۲۸۔ المستدرک، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ، امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ

۲۹۔ جامع الصغیر، مطبوعہ دار المعرفت بیروت، ۱۳۹۱ھ، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

۳۰۔ مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ

۳۱۔ فردوس الاخبار، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، حافظ شیرویہ بن شہردار الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ

۳۲۔ تلخیص المستدرک، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ

۳۳۔ خصائص کبریٰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

۳۴۔ الجوہر النقی، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی متوفی ۸۴۵ھ

۳۵۔ نصب الرایہ، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ، حافظ جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ

۳۶۔ مشکوٰۃ، مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔ شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ

۳۷۔ اعلاء السنن، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، شیخ ظفر احمد عثمانی متوفی ۱۳۹۴ھ

۳۸۔ کنز العمال، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ، علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ

۳۹۔ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۷ھ، الامیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ

۴۰۔ مسند طیالسی مطبوعہ ہند، امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی متوفی ۲۰۴ھ

۴۱۔ جامع الاصول فی احادیث الرسول، مطبوعہ مطبعۃ الملاح بیروت، ۱۳۹۰ھ، امام مجد الدین ابوالسعادات مبارک بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ۔

۴۲۔ المسند، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، حافظ عبداللہ بن زبیر حمیدی متوفی ۲۱۹ھ

۴۳۔ مسند ابویعلیٰ الموصلی، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ، حافظ احمد بن علی المثنیٰ التمیمی متوفی ۳۰۷ھ

....

تفاسیر

۴۴۔ احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ

۴۵۔ تفسیر کبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ

۴۶۔ الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ۱۳۸۷ھ، علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ

۴۷۔ تفسیر خازن، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ پشاور، علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ

۴۸۔ عنایۃ القاضی، مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۲۸۳ھ، علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ

۴۹۔ تفسیر ابو سعود، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابو السعود محمد بن محمد عمادی سکلیبی متوفی ۹۸۲ھ

۵۰۔ روح البیان، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ

۵۱۔ تفسیر مظہری، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ

۵۲۔ تفسیر عزیزی، مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ

۵۳۔ روح المعانی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ

۵۴۔ فتح القدیر، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ

۵۵۔ انوار التنزیل، مطبوعہ دار صادر بیروت، قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۸۵ھ

۵۶۔ الفتوحات الالہیہ، مطبوعہ المطبعۃ البہیۃ مصر، ۱۳۰۳ھ، شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی ۱۲۰۴ھ

۵۷۔ الدر المنثور، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۴ھ، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

۵۸۔ تفسیر ابن کثیر، مطبوعہ دار الاندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ، حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ

۵۹۔ فتح البیان، مطبوعہ مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر، ۱۳۰۱ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ

۶۰۔ خزائن العرفان، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، صدر الافاضل محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ

۶۱۔ بیان القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ

۶۲۔ حاشیۃ القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ، شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ

۶۳۔ معارف القرآن، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، ۱۳۹۷ھ، مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ

۶۴۔ مدارک التنزیل، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور، علامہ ابو البرکات احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ

۶۵۔ البحر المحیط، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ، علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی غرناطی متوفی ۷۵۴ھ

۶۶۔ فی ظلال القرآن، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۸۶ھ، سید محمد قطب شہید مصری

۶۷۔ احکام القرآن، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی متوفی ۵۴۳ھ

۶۸۔ زاد المسیر، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، علامہ ابو الفرج عبد الرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ

۶۹۔ جامع البیان، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۷۳ھ، علامہ محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ

۷۰۔ تفہیم القرآن، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور، سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ

علوم قرآن

۷۱۔ البرہان فی علوم القرآن، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ
۷۲۔ الاتقان فی علوم القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

شرح حدیث

۷۳۔ تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ، علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ
۷۴۔ عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ، علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ
۷۵۔ فتح الباری، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ، علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۷۶۔ ارشاد الساری، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۰۶ھ، علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ
۷۷۔ فیض الباری، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ، شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ
۷۸۔ فیوض الباری، مطبوعہ مکتبہ رضوان لاہور، ۱۹۸۶ء، علامہ محمود احمد رضوی لاہور
۷۹۔ تفہیم البخاری، مطبوعہ مکتبہ نبویہ رضویہ فیصل آباد، مولانا غلام رسول رضوی فیصل آباد
۸۰۔ شرح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ، علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ
۸۱۔ اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ
۸۲۔ مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ
۸۳۔ السراج الوہاج، مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال، ۱۳۰۲ھ، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ
۸۴۔ فتح الملہم، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی، شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ
۸۵۔ تکملہ فتح الملہم، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، ۱۴۰۷ھ، شیخ محمد تقی عثمانی
۸۶۔ تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ عبد الرحمن مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ
۸۷۔ بذل المجہود، مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ ملتان، شیخ خلیل احمد سہانپوری متوفی ۱۳۴۶ھ
۸۸۔ عون المعبود، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ
۸۹۔ تمہید، مطبوعہ مکتبۃ القدوسیہ لاہور، ۱۴۰۴ھ، حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ
۹۰۔ مرقات، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۹۱۔ اشعۃ اللمعات، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ، شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
۹۲۔ منتقی مطبوعہ مطبع السعادۃ مصر، ۱۳۳۲ھ، علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ
۹۳۔ شرح الموطا، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، علامہ محمد باقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ
۹۴۔ فیض القدیر، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۱ھ، علامہ عبد الرؤف مناوی
۹۵۔ شرح مسند امام اعظم، مطبع محمدی لاہور، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۹۶۔ التعلیق المغنی، مطبوعہ نشر السنہ ملتان، شیخ محمد شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ
۹۷۔ التعلیق الممجد، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، مولانا عبد الحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ
۹۸۔ تقریرات ترمذی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی، شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ

اسماء رجال

۹۹۔ تاریخ بغداد، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، حافظ ابو بکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ
۱۰۰۔ تہذیب التہذیب، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۲۶ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۱۰۱۔ لسان المیزان، مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن ۱۳۳۰ھ، حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۱۰۲۔ خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، شیخ صفی الدین احمد بن عبد اللہ خزرجی۔
۱۰۳۔ الاکمال فی اسماء الرجال، اصح المطابع دہلی، شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ
۱۰۴۔ کتاب الثقات، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۱ھ، حافظ محمد ابن حبان تمیمی متوفی ۳۵۴ھ
۱۰۵۔ کتاب الجرح والتعدیل، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۱ھ، حافظ عبد الرحمان بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ
۱۰۶۔ میزان الاعتدال، مطبوعہ مطبع محمدی لکھنؤ، حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۵ھ
۱۰۷۔ المقاصد الحسنۃ، مطبوعہ مکتبہ الخانجی مصر، ۱۳۷۵ھ، ابو الخیر شمس الدین سخاوی متوفی ۹۰۲ھ
۱۰۸۔ موضوعات کبیر، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۱۰۹۔ العلل المتناہیہ، مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ، علامہ ابو الفرج عبد الرحمان بن علی ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ

لغت

۱۱۰۔ المفردات، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران ۱۳۴۲ھ، علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ،
۱۱۱۔ نہایہ، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ، علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ
۱۱۲۔ تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ
۱۱۳۔ قاموس، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، علامہ مجد الدین فیروز آبادی
۱۱۴۔ لسان العرب، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ
۱۱۵۔ تاج العروس شرح القاموس، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر ۱۳۰۶ھ، سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ
۱۱۶۔ المنجد، مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ، بیروت، ۱۹۲۷ء، لوئیس معلوف الیسوعی
۱۱۷۔ المنجد مترجم، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی، لوئیس معلوف الیسوعی
۱۱۸۔ مجمع بحار الانوار، مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ، علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ
۱۱۹۔ لغات الحدیث، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۳۸ھ
۱۲۰۔ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا ۱۹۵۰ء

۱۲۱- دائرۃ المعارف القرن العشرین، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۹۷۱ء، علامہ محمد فرید وجدی
۱۲۲- الصحاح، مطبوعہ دار العلم بیروت، ۱۴۰۴ھ، علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری متوفی ۳۹۸ھ
۱۲۳- اقرب الموارد، مطبوعہ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ، ایران، ۱۴۰۳ھ، علامہ سعید خوری شرتونی لبانی۔

فضائل و سیرت

۱۲۴- شفاء، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان، قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ
۱۲۵- نسیم الریاض، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ
۱۲۶- شرح الشفاء، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ
۱۲۷- سعادۃ الدارین، مطبوعہ مطبعہ بیروت، بیروت، ۱۳۱۷ھ، علامہ محمد یوسف نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ
۱۲۸- مدارج النبوت، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
۱۲۹- الوفاء باحوال المصطفیٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ عبد الرحمان ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ
۱۳۰- زاد المعاد، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۶۹ھ، علامہ ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ
۱۳۱- المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ
۱۳۲- شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ محمد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ
۱۳۳- البدایہ والنہایہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ
۱۳۴- انسان العیون، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۸۴ھ، علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ
۱۳۵- الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ، امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ
۱۳۶- استیعاب، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ ابو عمر ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ
۱۳۷- اصابہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۱۳۸- اسد الغابہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ
۱۳۹- تاریخ یعقوبی، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی ایران، شیخ احمد بن ابی یعقوب متوفی ۲۸۴ھ
۱۴۰- التاریخ الخمیس، مطبوعہ مؤسسۃ شعبان بیروت، ۱۲۸۳ھ، علامہ حسین بن محمود دیار بکری
۱۴۱- الروض الانف، مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان، علامہ ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ
۱۴۲- مختصر سیرت الرسول، مطبوعہ المطبعۃ العربیہ ۱۳۹۹ھ، شیخ عبد اللہ بن عبد الوہاب نجدی متوفی ۱۲۴۲ھ
۱۴۳- سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، مطبوعہ مجلس علمی قاہرہ ۱۳۵۲ھ، علامہ محمد بن یوسف شامی صالحی متوفی ۹۴۲ھ
۱۴۴- المدخل مطبوعہ مصر، علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد المشہور بابن الحاج متوفی ۷۳۷ھ
۱۴۵- الکامل فی التاریخ، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۰ھ علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ
۱۴۶- تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ دار القلم بیروت، علامہ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ
۱۴۷- تاریخ ابن خلدون، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت، ۱۳۹۰ھ علامہ عبد الرحمان بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ

۱۴۸۔ تاریخ الخلفاء، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ
۱۴۹۔ مرآۃ الجنان، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت، علامہ عبداللہ بن اسعد بن علی شافعی متوفی ۷۶۸ ھ
۱۵۰۔ وفاء الوفاء، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ ھ، علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ ھ
۱۵۱۔ الجواہر المنظم، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۴۰۵ ھ، علامہ احمد بن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۴ ھ
۱۵۲۔ الجواہر البحار، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر، ۱۳۷۱ ھ، علامہ محمد یوسف نبہانی متوفی ۱۳۵۰ ھ
۱۵۳۔ کتاب الاذکار، مطبوعہ مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ
۱۵۴۔ الصارم المسلول، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ ابو العباس تقی الدین ابن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸ ھ
۱۵۵۔ لواقح الانوار القدسیہ، مطبوعہ مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ ھ
۱۵۶۔ الصواعق المحرقہ، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۵ ھ، علامہ احمد بن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۴ ھ
۱۵۷۔ الحدیقۃ الندیہ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، ۱۹۷۷ء، علامہ عبدالغنی نابلسی متوفی ۱۱۴۳ ھ

فقہ حنفی

۱۵۸۔ مبسوط (کتاب الاصل)، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ ھ
۱۵۹۔ الجامع الصغیر، مطبوعہ مطبع مصطفائی ہند ۱۲۹۱ ھ، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ ھ
۱۶۰۔ کتاب الحجہ، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ ھ
۱۶۱۔ شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبۃ الشرکۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ ھ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ ھ
۱۶۲۔ مبسوط (شرح الکافی)، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ ھ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ ھ
۱۶۳۔ فتاوی قاضی خان، مطبوعہ مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ ھ، علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ ھ
۱۶۴۔ فتاوی النوازل، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ، علامہ ابو اللیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ ھ
۱۶۵۔ بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ ھ، علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ ھ
۱۶۶۔ ہدایہ اولین، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ ھ
۱۶۷۔ ہدایہ اخیرین، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان، علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ ھ
۱۶۸۔ عنایہ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ ھ
۱۶۹۔ کفایہ، 〃 ، علامہ جلال الدین خوارزمی
۱۷۰۔ فتح القدیر، 〃 ، علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ ھ
۱۷۱۔ بنایہ، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد، علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ
۱۷۲۔ البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ ھ، علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ ھ
۱۷۳۔ منحۃ الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ ھ
۱۷۴۔ تبیین الحقائق، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ ھ

۱۷۵۔ درمختار، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ، علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ
۱۷۶۔ رد المحتار، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ
۱۷۷۔ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۵ھ، علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ
۱۷۸۔ مراقی الفلاح، مطبوعہ مطبع مصطفے البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ حسن بن عمار شر نبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ
۱۷۹۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، مطبوعہ مصطفی البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ
۱۸۰۔ غنیۃ المستملی، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ
۱۸۱۔ صغیری، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ
۱۸۲۔ درر الحکام فی شرح غرر الاحکام، مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر، ۱۳۰۴ھ، ملا احمد بن فراموز خسرو، ۸۸۵ھ
۱۸۳۔ حاشیۃ الدرر و غرر، مولانا عبد الحلیم
۱۸۴۔ جامع الرموز، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور ۱۲۹۱ھ، علامہ محمد خراسانی متوفی ۹۶۲ھ
۱۸۵۔ الجوہرۃ النیرۃ، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ ابو بکر بن علی حداد متوفی ۸۰۰ھ
۱۸۶۔ فتاوی عالمگیری، مطبوعہ مطبع امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ، ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۲ھ
۱۸۷۔ فتاوی بزازیہ، 〃 〃 〃، علامہ محمد شہاب الدین ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ
۱۸۸۔ رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ
۱۸۹۔ تنقیح الفتاوی الحامدیہ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ
۱۹۰۔ تقریرات رافعی، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ۱۴۰۲ھ، شیخ عبد القادر رافعی مفتی الدیار المصریہ۔
۱۹۱۔ شرح النقایہ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۱۹۲۔ فتاوی غیاثیہ، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱۴۰۳ھ، علامہ داؤد بن یوسف الخطیب
۱۹۳۔ حاشیۃ الدرر و الغرر، مطبوعہ مطبعہ عامرہ شرفیہ مصر ۱۳۰۴ھ، علامہ حسن بن عمار شر نبلالی، متوفی ۱۰۶۹ھ،
۱۹۴۔ مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد سلیمان داماد آفندی متوفی ۱۰۷۸ھ
۱۹۵۔ المسلک المتقسط، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۱۹۶۔ حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ شہاب الدین احمد شلبی
۱۹۷۔ تکملۃ البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر ۱۳۱۱ھ، علامہ محمد بن حسین بن علی طوری۔
۱۹۸۔ خلاصۃ الفتاوی، مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۷ھ، شیخ طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی
۱۹۹۔ المنتقی علی ملتقی الابحر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد علاؤ الدین من علماء قرن حادی العشر، ۱۱۰۰ھ
۲۰۰۔ شرح الکنز، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر، ۱۲۸۷ھ، علامہ معین الدین الہروی المعروف بمحمد ملا مسکین متوفی ۹۵۴ھ
۲۰۱۔ فتاوی عبد الحی، مطبوعہ مطبع یوسفی ہند، ۱۳۲۵ھ مولانا عبد الحی لکھنوی ۱۳۰۴ھ،
۲۰۲۔ فتاوی رضویہ مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد ۱۳۹۴ھ، امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۰۳۔ الزبدۃ الزکیۃ، مطبوعہ مجموب المطابع دہلی، امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ

۲۰۴ کفل الفقیہ، مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی، ۱۳۲۴ھ، امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۰۵ فتاوی افریقہ، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۰۶ اسلام میں عورت کی دیت، مطبوعہ بزم سعید لاہور، علامہ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ
۲۰۷ بہار شریعت، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی، مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ
۲۰۸ فتاوی دارالعلوم دیوبند، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، شیخ عزیز الرحمان، مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۹ھ
۲۰۹ شرح النقایۃ، مطبوعہ ایچ، ایم، سعید اینڈ کمپنی کراچی، علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۲۱۰ حاشیۃ ابی السعود علی ملا مسکین، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر، ۱۲۸۷ھ علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی متوفی ۹۸۲ھ
۲۱۱ فتاوی مسعودی، مطبوعہ سرمد پبلیکیشنز کراچی، ۱۴۰۷ھ، شاہ محمد مسعود دہلوی متوفی ۱۳۹۲ھ
۲۱۲ جامع الفتاوی، مطبوعہ مطبع اسلامی پریس شاہ جہاں پور، ۱۳۲۲ھ، مولانا ریاست علی خاں
۲۱۳ فتاوی عزیزی، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۱۱ھ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ
۲۱۴ حاشیۃ برجندی، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور، ۱۳۲۰ھ، علامہ عبدالعلی برجندی
۲۱۵ کتاب الاشباہ والنظائر، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، علامہ زین العابدین ابراہیم الشہیر بابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ
۲۱۶ غمز عیون البصائر، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت، سید احمد بن محمد حنفی حموی
۲۱۷ انسانی اعضاء کی پیوندکاری، مطبوعہ مجلس مسائل تحقیق حاضرہ کراچی، مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ
۲۱۸ پراویڈنٹ فنڈ پر سود اور زکوٰۃ کا مسئلہ، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ
۲۱۹ اوزان شرعیہ، مطبوعہ ادارۃ المعارف، کراچی، مفتی محمد شفیع، متوفی ۱۳۹۶ھ
۲۲۰ رسائل و مسائل، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لاہور، سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ
۲۲۱ ۵-اے-ذیل دار پارک (اردو مجالس سید مودودی) مطبوعہ البدر پبلیکیشنز ۱۹۷۵ء سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ
۲۲۲ حقوق الزوجین، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور، سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ

فقہ شافعی

۲۲۳ کتاب الام، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱۳۹۳ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ
۲۲۴ المہذب، مطبوعہ دارالفکر بیروت، شیخ ابواسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ
۲۲۵ شرح المہذب، مطبوعہ دارالفکر بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ
۲۲۶ تکملہ شرح المہذب، مطبوعہ دارالفکر بیروت، علامہ تقی الدین سبکی متوفی ۷۵۶ھ
۲۲۷ فتح العزیز شرح الوجیز، مطبوعہ دارالفکر بیروت، علامہ ابوالقاسم محمد رافعی متوفی ۶۲۳ھ
۲۲۸ مغنی المحتاج، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد شربینی الخطیب من قرن العاشر
۲۲۹ احیاء علوم الدین، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ

۲۳۰ الحاوی للفتاویٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ
۲۳۱ مختصر المزنی، مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ ھ
۲۳۲ روضتہ الطالبین وعمدۃ المفتین، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ ھ، علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ
۲۳۳ فقہ السنۃ، مطبوعہ مؤسستہ الرسالۃ بیروت، ڈاکٹر یوسف قرضاوی۔

فقہ مالکی

۲۳۴ المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۶ ھ امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ ھ
۲۳۵ بدایۃ المجتہد، مطبوعہ دار الفکر بیروت، قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ ھ
۲۳۶ الشرح الصغیر علی اقرب المسالک، مطبوعہ دار المعارف مصر، ۱۳۸۴ ھ، علامہ ابو البرکات احمد بن محمد الدردیر مالکی، ۱۱۹۷ ھ
۲۳۷ التاج والاکلیل شرح مختصر خلیل، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ ھ، علامہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن ابی القاسم العبدری مالکی متوفی ۸۹۷ ھ
۲۳۸ الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ ابو البرکات سیدی احمد دردیر مالکی، ۱۱۹۷ ھ
۲۳۹ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، شیخ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی، ۱۲۱۹ ھ
۲۴۰ حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر للدردیر، مطبوعہ دار المعارف مصر، ۱۳۹۷ ھ، علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی، متوفی ۱۲۲۳ ھ
۲۴۱ مواہب الجلیل، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ ھ، علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی، متوفی ۹۵۴ ھ

فقہ حنبلی

۲۴۲ المقنع، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ ھ، علامہ ابو القاسم عمر بن الحسین بن عبد اللہ بن احمد الخرقی متوفی ۳۳۴ ھ
۲۴۳ المغنی، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ ھ، علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ
۲۴۴ المغنی مع الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ ھ، علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ،
۲۴۵ الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ ھ، علامہ شمس الدین عبد الرحمان بن ابی عمر محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ ھ
۲۴۶ انصاف، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۷۶ ھ، علامہ ابو الحسین علی بن سلیمان مرداوی متوفی ۸۸۵ ھ
۲۴۷ مجموع الفتاویٰ، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل السعود، شیخ ابو العباس تقی الدین احمد ابن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ ھ
۲۴۸ کتاب الفروع، مطبوعہ عالم الکتب بیروت ۱۳۸۸ ھ، علامہ شمس الدین مقدسی ابو عبد اللہ محمد بن مفلح حنبلی متوفی ۷۶۳ ھ
۲۴۹ تصحیح الفروع، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، ۱۳۸۸ ھ، علامہ ابو الحسن علی بن سلیمان مرداوی متوفی ۸۸۵ ھ

فقہ ظاہریہ (غیر مقلدین)

۲۵۰ المحلی، مطبوعہ، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ۱۳۴۹ ھ، شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ ھ
۲۵۱ نیل الاوطار، مطبوعہ الکلیات الازہریہ، ۱۳۹۸ ھ، شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ ھ
۲۵۲ مسک الختام، نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ ھ

۲۵۳ ایک مجلس کی تین طلاقیں، مطبوعہ فنا کتب خانہ لاہور۔

مذاہب اربعہ

۲۵۴ میزان الشریعۃ الکبریٰ، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۹ھ، علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ
۲۵۵ الفقہ علی المذاہب الاربعہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ عبدالرحمٰن الجزیری۔
۲۵۶ الفتاوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ القاہرہ، ۱۴۰۰ھ
۲۵۷ الفقہ الاسلامی وادلتہ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ، ڈاکٹر وہبہ زحیلی
۲۵۸ التشریع الجنائی، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، علامہ عبدالقادر عودہ

کتب شیعہ (حدیث و فقہ)

۲۵۹ الفروع من الکافی، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ،
۲۶۰ من لا یحضرہ الفقیہ، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، شیخ ابوجعفر محمد بن علی قمی، متوفی ۳۸۱ھ
۲۶۱ تہذیب الاحکام " " " " شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ
۲۶۲ الاستبصار " " " " "
۲۶۳ توضیح المسائل، مطبوعہ سازمان تبلیغ اسلامی ایران، ۱۴۰۲ھ، شیخ روح اللہ خمینی

عقائد و کلام

۲۶۴ شرح عقائد نسفی، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ
۲۶۵ شرح مواقف، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ
۲۶۶ شرح فقہ اکبر، مطبوعہ مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۲۶۷ حاشیۃ الخیالی، مطبوعہ حاجی عبدالحکیم اینڈ سنز پشاور، علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی متوفی ۸۷۰ھ
۲۶۸ المنقذ من الضلال، مطبوعہ ہیئۃ الاوقاف لاہور، ۱۴۰۵ھ، علامہ محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ
۲۶۹ الیواقیت والجواہر، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۷۸ھ، علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ
۲۷۰ نبراس، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ، مولانا عبدالعزیز پرہاروی

اصول فقہ

۲۷۱ مستصفیٰ، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۲۴ھ، امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ
۲۷۲ فواتح الرحموت، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۲۴ھ، بحر العلوم عبدالعلی بن نظام الدین متوفی ۱۲۲۵ھ،
۲۷۳ الرسالۃ، مطبوعہ مطبع بولاق قاہرہ، ۱۳۱۲ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ

۲۷۴ الاحکام فی اصول الاحکام، مطبوعہ مطبع محمد علی و اولادہ مصر، ۱۳۴۷ھ، علامہ سیف الدین علی بن علی آمدی متوفی ۶۳۱ھ
۲۷۵ اصول بزدوی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی متوفی ۴۸۲ھ
۲۷۶ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ

اصول حدیث

۲۷۷ الکفایہ فی علم الروایہ، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ
۲۷۸ لقط الدرر، مطبوعہ مطبعہ شرکۃ مصطفی البابی حلبی و اولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ عبداللہ بن حسین خاطر
۲۷۹ شرح شرح نخبۃ الفکر، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۲۸۰ امعان النظر، مطبوعہ اکادمی شاہ ولی اللہ حیدرآباد سندھ، قاضی محمد اکرم سندھی
۲۸۱ تدریب الراوی، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

متفرقات

۲۸۲ کتاب التعریفات، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ، میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ
۲۸۳ الجامع اللطیف، محمد جار اللہ متوفی ۹۸۵ھ
۲۸۴ فتاویٰ حدیثیہ، مطبوعہ مطبعۃ مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ
۲۸۵ سباحۃ الفکر، مولانا عبدالحئی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ
۲۸۶ الکبریت الاحمر، مطبوعہ مصطفی البابی و اولادہ مصر، ۱۳۷۸ھ، علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ
۲۸۷ الاعتصام، دار المعرفۃ بیروت، علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی ۷۹۰ھ
۲۸۸ بوادر نوادر، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۶۲ء، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ
۲۸۹ براہین قاطعہ، مطبوعہ مطبع بلالی ڈھونڈہ، شیخ خلیل احمد انبیٹھوی، متوفی ۱۳۴۶ھ
۲۹۰ اسلام اور موسیقی، مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۶۸ء، شاہ محمد جعفر پھلواری
۲۹۱ المہند علی المفند، مطبوعہ کتب خانہ دیوبند، شیخ خلیل احمد انبیٹھوی، متوفی ۱۳۴۶ھ
۲۹۲ دو اسلام، مطبوعہ شیخ غلام اینڈ سنز، ڈاکٹر غلام جیلانی برق
۲۹۳ مکتوبات امام ربانی، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، ۱۹۷۰ء، حضرت مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۳۴ھ
۲۹۴ حیاۃ الحیوان الکبریٰ، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ، علامہ محمد بن موسیٰ الدمیری متوفی ۸۰۸ھ
۲۹۵ عجائب المخلوقات، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ، علامہ ذکریا بن محمد بن محمود
۲۹۶ الملفوظ، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۹۷ تکمیل الایمان، مطبوعہ فخر المطابع لکھنؤ، ۱۹۱۳ء، شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
۲۹۸ منہاج السنۃ، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، شیخ تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸ھ

۲۹۹ تقویۃ الایمان، مطبوعہ مطبع علمی لاہور، شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ ھ
۳۰۰ تحقیق الفتویٰ، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۹ ھ، علامہ فضل حق خیر آبادی متوفی ۱۸۶۱ ء
۳۰۱ ماثبت بالسنۃ، مطبوعہ ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور، شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ ھ
۳۰۲ شمائم امدادیہ، مطبوعہ مدنی کتب خانہ ملتان، ۱۴۰۵ ھ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ ھ
۳۰۳ امداد المشتاق، مطبوعہ المکتبۃ اسلامیہ لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ ھ
۳۰۴ فیصلہ ہفت مسئلہ، مطبوعہ مدنی کتب خانہ لاہور، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ ھ
۳۰۵ المورد الروی فی المولد النبوی، مطبوعہ المدینۃ المنورہ، ۱۴۰۰ ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ ھ
۳۰۶ ابجد العلوم، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۱۴۰۳ ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ ھ
۳۰۷ الدرر الکامنۃ، مطبوعہ دار الجیل بیروت، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ
۳۰۸ روزنامہ جنگ کراچی، میر خلیل الرحمان مدیر اعلیٰ
۳۰۹ جمہرۃ انساب العرب، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ ھ ابو محمد علی بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ ھ
۳۱۰ التلخیص الحبیر، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ
۳۱۱ ماہنامہ ضیاء حرم لاہور
۳۱۲ الحیلۃ الناجزۃ، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی، ۱۹۸۷ ء، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ ھ
۳۱۳ احسن الفتاویٰ، مطبوعہ ایچ، ایم، سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۷ ھ، مفتی رشید احمد
۳۱۴ ابریز من کلام سیدی عبدالعزیز، مطبوعہ مصطفی البابی و اولادہ مصر، ۱۳۸۰ ھ، سیدی احمد بن عبد المبارک
۳۱۵ تحذیر الناس، مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند، ۱۳۹۵ ھ، شیخ محمد قاسم نانوتوی متوفی ۱۲۹۷ ھ
۳۱۶ ازاحۃ العیب بسیف الغیب، مطبوعہ رضوی کتب خانہ لاہور، ۱۳۳۰ ھ، امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ ھ
۳۱۷ صراط مستقیم، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور، شیخ محمد اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ ھ
۳۱۸ میری داستان حیات، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی، ڈاکٹر غلام جیلانی برق
۳۱۹ دو اسلام، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی، ڈاکٹر غلام جیلانی برق۔
۳۲۰ اتحاف السادۃ المتقین، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ ھ، علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ ھ